فتاوی محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

جلد ۶

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیرِ سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیرِ نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

فتاویٰ محمودیہ

فتاویٰ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

کل صفحات ــــــ ۶۹۵

تعداد ــــــ گیارہ سو

ناشر

ادارہ الفاروق کراچی

فتاویٰ محمودیہ

Graphix & Composing: Irfan Anwar Mughal

سن طباعت بار اول............۱۴۲۶ھ، مطابق ۲۰۰۵ء

سن طباعت بار دوم............۱۴۲۹ھ، مطابق ۲۰۰۸ء

ملنے کا پتہ

ادارہ الفاروق کراچی

جامعہ فاروقیہ، پوسٹ بکس نمبر 11009 شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پوسٹ کوڈ نمبر 75230

فون: 4599167, 4571132، ای میل: info@farooqia.com

www.farooqia.com

ــــــ مطبع......القادر پرنٹنگ پریس ــــــ

اجمالی فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

واجعلنا للمتقين اماما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

باب الإمامة

الفصل الأول فی أوصاف الإمام

(امام کے اوصاف کا بیان)

الفصل الثانی فی إمامة الفاسق

(فاسق کی امامت کا بیان)

الفصل الثالث فی إمامة المتبدع

(بدعتی کی امامت کا بیان)

الفصل الرابع فی إمامة المحترف والمتّهم

(حقیر پیشے والے اور متّہم کی امامت کا بیان)

الفصل الخامس فی إمامة المعذور

(معذور کی امامت کا بیان)

الفصل السادس فی إمامة الصبی

(نابالغ کی امامت کا بیان)

الفصل السابع فی عزل الإمام وتحقیره

(امام کو برطرف کرنے اور حقیر سمجھنے کا بیان)

الفصل الثامن فی النیابة عن الإمام

(نیابتِ امام کا بیان)

الفصل التاسع فی إمامة اللّحان

(غلط خواں کی امامت کا بیان)

الفصل العاشر فی اقتداء الحنفی بالشافعی وغیرہ

(غیر حنفی کی اقتداء کا بیان)

الفصل الحادی عشر فی المتفرقات

باب الجماعة

الفصل الأول فی اهتمام الجماعة

(جماعت کے اہتمام کا بیان)

الفصل الثانی فی ترک الجماعة

(ترکِ جماعت کا بیان)

الفصل الثالث فی الجماعة الثانية

(جماعتِ ثانیہ کا بیان)

الفصل الرابع فی تعيين الوقت للجماعة

(جماعت کے لئے وقت مقرر کرنے کا بیان)

الفصل الخامس فی جماعة النساء

(عورتوں کی جماعت کا بیان)

باب تسوية الصفوف وترتيبها

(صفوں کی ترتیب اور برابری کا بیان)

فصلٌ فی الفصل بین الإمام والمقتدی والاتصال بین الصفوف

(امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ اور اتصالِ صفوف کا بیان)

باب المسبوق و اللاحق

(مسبوق اور لاحق کا بیان)

باب الحدث فی الصلوۃ

(نماز میں حدث لاحق ہونے کا بیان)

باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا

الفصل الأول فیما یفسد الصلوۃ

(مفسداتِ نماز کا بیان)

الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ

(مکروہاتِ نماز کا بیان)

باب السترة

(سترہ کا بیان)

☆......☆......☆

باب الإمامة

الفصل الأول فی أوصاف الإمام

(امام کے اوصاف کا بیان)

امام کے اوصاف

سوال[۲۴۹۵]: نماز پڑھانے والے میں کیا اوصاف ہونے چاہئیں؟ اگر نماز پڑھانے والے سے بہتر اوصاف والا بھی کوئی مقتدی موجود ہو تو کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ از خود جا کر مصلے پر کھڑا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام، اَعلم اور اَقرأ، اَورَع ہونا چاہئے یعنی شرعی مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو اور متبعِ شریعت اور پابند سنت ہو(۱) ایسے شخص کو جب امام مقرر کر دیا جائے۔ اور مقتدیوں میں کوئی ان اوصاف

---

(۱)"عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضی الله تعالیٰ عنه يقول لنا رسول الله صلی الله عليه وسلم: "يؤمّ القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراءةً، فإن كانت قرائتهم سواء فليؤمهم أقدمهم هجرةً، فإن كانوا فی الهجرة سواء فليؤمهم أكبرهم سناً .... ولا تؤمّنّ الرجل فی أهله ولا فی سلطانه، ولا تجلس علی تكرمته فی بيته إلا أن يأذن لک أو بإذنه". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمی)

(وجامع الترمذی، أبواب الصلوة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، سعيد)

(وسنن النسائی، كتاب الإمامة والجماعة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۶، قديمی)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقًا، ثم الأحسن وجهًا، ثم الأشرف نسبًا، ثم الأنظف ثوبًا". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۸، سعيد)

(وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فی بيان من هو أحق بالإمامة : ۱/۶۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

میں اس سے افضل ہوتو اس کو خود مصلے پر پہونچ کر امامت کرانا بغیر اجازت امام ممنوع ہے:

”و لا يُؤَمّ (بصيغة المجهول) الرجل في بيته و لا في سلطانه: أي محل ولايته أو في محلٍ يكون في حكمه، و لذلك كان ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما يصلي خلف الحجاج. وتحريره أن الجماعة شرعت لاجتماع المؤمنين على الطاعة و تألفهم و توادّهم، فإذا أمّ الرجل الرجل في سلطانه أفضى ذلك إلى توهين أمر السلطنة و خلع ربقة الطاعة، و كذا إذا أمه في قومه وأهله، أدّى ذلك إلى التباعد والتقاطع، فلايتقدم رجل على ذى السلطنة، لا سيما في الأعياد والجُمُعات، و لا على إمام الحي و رب البيت إلا بالإذن، نقله القاري من الطيبي اهـ“.

بذل المجهود (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

امامت کے اوصاف

سوال [۲۴۹۶]: ایک خصی آدمی کو امامت سے ہٹا کر غیر خصی کو امام بنایا گیا مگر یہ غیر خصی فجر کی نماز میں حاضر نہیں ہوتا بلکہ وہ (سابق امام) خصی و دیگر خصی مقتدی (بعض مقتدی غیر خصی بھی) موجود ہوتے ہیں تو کیا عارضی طور پر فجر کی نماز یہ خصی سابق امام پڑھا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو آدمی سب نمازیوں میں زیادہ لائق ہو، طہارت ونماز کے مسائل سے زیادہ واقف ہو، متبع شریعت

---

(۱) (بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۳۲۶، مكتبه امداديه ملتان)

”واعلم أن صاحب البيت و مثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً، إلا أن يكون معه سلطان أو قاض فيقدّم عليه لعموم وِلايَتِهما“. (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۷، رشيديه)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، مكتبه امداديه ملتان)

ہو، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو اس کو امام بنایا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹۵/۲/۱۱ھ۔

امام کس کو بنائیں؟

سوال [۲۴۹۷]: محلّہ کی مسجد امامت سے بالکل خالی ہے لیکن دو حضرات ہیں جن سے یہ خدمت لی جاتی ہے: ایک صاحب ہیں جو بظاہر وضع قطع شرعی رکھتے ہیں لیکن کچھ عیوب ہیں مثلاً چوری، غیبت، حسد، گالی گلوچ، دوسرے صاحب جو ڈاڑھی نہیں رکھتے ہیں اور پائجامہ بھی غیر شرعی ہے، ہر دو حضرات میں امامت کے لئے کون افضل ومناسب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں کے علاوہ کسی تیسرے صالح شخص کو امام بنالیا جائے (۲)۔ بہت ہی بدقسمتی ہے کہ مسجد میں امام نہیں، سب جمع ہو کر باہمی مشورہ سے اس کا انتظام کریں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند۔

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "امام کے اوصاف"۔)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنا به الفواحش الظاهرة .... ثم الأورع: أي الأكثر اتقاءً للشبهات، والتقوى اتقاء المحرمات". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ۱/۲۴۰، امداديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۸، رشيديه)

(۳) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: .... "فعليك بالجماعة". الحديث. "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لقد هممت أن آمر بالصلوة فتقام، ثم آمر رجلاً فيصلي بالناس، ثم انطلق معي برجال معهم حزم من حطب إلى قوم لا يشهدون الصلاة، فأحرّق عليهم بيوتهم بالنار". فهذا وعيد على ترك الصلوة بالجماعة من غير عذر لاعلى ترك الصلوة". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب في التشديد في ترك الجماعة: ۱/۳۰۱، امداديه) .... ==

امامت کی شرائط

سوال[۲۴۹۸]: ایک مسلمان بغیر دباغت چمڑہ کا بیوپار کرتا ہے اور بازار کا بیٹھنے والا ہے، وہ شخص امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صحیح العقیدہ، قرآن پاک صحیح پڑھنے والا، مسائلِ نماز و طہارت سے واقف، متبع سنت ہونا چاہیے(۱)۔ مردار کی کھال بغیر دباغت بیچنا اور خریدنا جائز نہیں، یہ بیع باطل ہے(۲)، ایسے کاروبار کرنے والے کو

= (والحديث أخرجه الإمام مسلم في صحيحه في كتاب الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها .... : ۱/۲۳۲، قديمي)

"الباني للمسجد أولى بنصب الإمام والمؤذن في المختار، إلا إذا عين القوم أصلح ممن عينه الباني". (الدرالمختار، كتاب الوقف: ۴/۴۳۰،سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في أحكام المسجد،ص: ۶۱۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوقف، باب في أحكام المساجد: ۵/۴۱۸،رشيديه)

"وكذا الأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها من غير عذر يعزر، وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه .... قوله عليه الصلوة السلام: "صلوة الرجل في الجماعة تفضل على صلوته في بيته أوسوقه سبعاً وعشرين ضعفاً والله الهادي". (الحلبي الكبير، فصل في الإمامة، ص: ۵۰۹، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۱) الأولىٰ بالإمامة أعلم بأحكام الصلاة........... هذا إذا علم من القراءة قدر ماتقوم به سنة القرأة .... ولم يطعن في دينه .... ويجتنب الفواحش..........اهـ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۰۸، رشيديه)

(۲) "(وجلد ميتة قبل الدبغ) لو بعوض، ولو بالثمن، فباطل". (الدرالمختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۷۳، سعيد)

امام بنانا مکروہ تحریمی ہے(۱)، دباغت کے بعد بیع وشراء درست ہے(۲)، دباغت کے لئے کھال کو باقاعدہ پکانا بھی ضروری نہیں بلکہ دھوپ میں یا نمک وغیرہ مسالہ لگا کر ایسا بنا لینا بھی کافی ہے کہ گلنے سڑنے سے محفوظ رہ سکے اور خون کی رطوبت ختم ہوجائے (۳)۔ جو جانور شرعی طور پر ذبح کیا جائے اس کی کھال بغیر دباغت ہی پاک ہے(۴)۔ خنزیر کی کھال کسی طرح پاک نہیں ہوتی وہ نجس العین ہے(۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دیوبندی عالم کی امامت

سوال[۲۴۹۹]: ایک شخص عالم دین ہے، فارغ دیوبند پابند شرع ہے امام مسجد ہے، کیا ایسا شخص امام بننے کے لائق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

دارالعلوم دیوبند کا مسلک قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع امت، فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے

---

(۱) "ویکرہ إمامة عبد و أعرابی وفاسق..........اھـ". (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴، امدادیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشیدیه)

(۲) "(وبعده): أی بعد الدبغ (یباع)". (الدرالمختار، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد: ۵/۷۳، سعید)

(۳) "(قوله: دبغ) الدباغ ما یمنع النتن والفساد، والذی یمنع علی نوعین: حقیقی کالقرظ والشب والعفص ونحوه، وحکمی: کالتتریب والتشمیس والإلقاء فی الریح.......... اھـ". (الدرالمختار، کتاب الطهارة، مطلب فی أحکام الدباغة: ۱/۲۰۳، سعید)

(۴) "الحاصل أن زکاة الحیوان مطهرة لجلده، ولحمه إن کان الحیوان مأکولاً". (ردالمحتار، کتاب الطهارة، مطلب فی أحکام الدباغة: ۱/۲۰۵، سعید)

(۵) "(خلا) جلد (خنزیر) فلا یطهر". (الدرالمختار، کتاب الطهارة، مطلب فی أحکام الدباغة: ۱/۲۰۴، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الطهارات، قبیل فصل فی البیر: ۱/۴۰، ۴۱، شرکة علمیة، ملتان)

مطابق ہے، علم کلام میں اہلِ حق کے عقائد یہاں تعلیم دیئے جاتے ہیں، تصوف میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ اجمعین کے طریقہ تربیت کو اختیار کیا جاتا ہے، یہاں کا سلسلۂ اسناد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مربوط ہے۔ اس مسلک کے آدمی کو امام بنانا اور اس کے پیچھے فریضۂ نماز کو ادا کرنا شرعاً درست اور عینِ سعادت ہے، متقی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق ہدایہ میں روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ بہت بلند ہیں: "والأعلم أحق بالإمامة ثم الأقرا ثم الأورع، و قدم أبو يوسف الأقرأ" (۱).

یہ حدیث صحیحین میں ہے: "يؤم القوم أقرأ هم لكتاب الله تعالىٰ، فإن كانوا فى القرأة سواء فأعلمهم بالسنة" بحر (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مقیم کی امامت اولی ہے یا مسافر کی؟

سوال [۲۵۰۰]: امامت مقیم کی اولی ہے یا مسافر کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقیم کی امامت اولی ہے: "الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة .... ثم المقيم على

---

(۱) (الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۱، ۱۲۳، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۷، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۷، رشيديه)

(وكذا فى الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وايضا فى صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب إمامة العبد والمولىٰ: ۱/۹۶، قديمى)

(وسنن أبى داؤد، كتاب الصلوة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۹۳، امداديه ملتان)

(والصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمى)

المسافر" الدر المختار (۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۳/۹۰ھ۔

امامت کی تمنا

سوال [۲۵۰۱]: امامت کی خود حرص وتمنا کرنا اور کسی مسجد یا مجمع کی امامت کا خود کو مستحق قرار دینا، کیا کسی شخص کیلئے جائز ہے؟ خواہ وہ مولوی یا حافظ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امامت کی ذمہ داری بہت اہم ہے جس کے سر پڑ جائے وہ بھی ڈرتا اور خدا سے دعا کرتا رہے کہ یا اللہ صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق دے۔ اس کی تمنا اور حرص ہرگز نہ کی جائے، سب نمازیوں کا بوجھ اٹھانا معمولی بات نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۸۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۹، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۴۱، امداديه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۴۹، مصطفى الحلبي بمصر)

(۲) "وعن أبي ذر رضي الله تعالى عنه، قال: قلت: يارسول الله! ألا تستعملني؟ قال: فضرب بيده على منكبي، ثم قال: "يا أبا ذر! إنك ضعيف، وإنها أمانة، وإنها يوم القيامة خزي وندامة إلا من أخذها بحقها، وأدى الذي عليه فيها". رواه مسلم".

قال الملا على القاري رحمه الله تعالىٰ: "قال النووي رحمه الله تعالىٰ هذا الحديث أصل عظيم في اجتناب الولاية، لاسيما لمن كان فيه ضعف عن القيام بوظائفها، والخزي والندامة في حق من لم يكن أهلاً لها، أو كان أهلاً ولم يعدل، فيخزيه الله يوم القيامة ويفضحه ويندم على مافرط". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۶۸۲): ۷/۲۶۲، رشيديه)

صحیح گواہی دینے والے کی امامت

سوال[۲۵۰۲]: زید اپنے محلے کی مسجد میں امام ہے، اپنی چچی ماں کے انتقال کے بعد ان کے وارثوں کے اندر کسی بات کا جھگڑا بابت جائیداد ہوا، تب زید جو محلّہ کی مسجد میں امام ہے، اس سے کسی نے کہا کہ تم بھی رشتہ دار ہو، کورٹ میں گواہی دینا ہوگی، تو زید نے کہا ٹھیک جہاں چاہو وہاں، گواہی لو مگر مجھے جو صحیح معلوم ہے گواہی دوں گا، تو بہرحال زید نے کورٹ میں جا کر یہ گواہی دی کہ مجھے اتنا ہی معلوم ہے کہ میری چچی اپنی زندگی تک اس جائیداد کو اپنے دخل کرتی رہیں اور زندگی میں کسی کو فروخت کیا یا نہیں مجھے معلوم نہیں۔

کیا امام کو کسی قسم کی گواہی کورٹ میں دینے کی اجازت شریعت میں نہیں؟ گواہی دیتے ہی اس کے پیچھے نماز درست نہیں؟ زید صرف مذکورہ بالا گواہی دینے کے بعد وہ امامت کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس قدر واقعہ معلوم ہے اس کی صحیح گواہی کورٹ میں دینے کیوجہ سے امام کی امامت میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، بلا شبہ اسکی امامت بدستور صحیح و درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۱۲/۲۸ھ۔

غیر حافظ کی امامت

سوال[۲۵۰۳]: ہم نے نماز پڑھانے کے لئے ایک امام رکھا تھا اور ان سے یہ وعدہ تھا کہ ہم حافظ

---

(۱) صحیح گواہی دینا کوئی ایسا جرم نہیں ہے جس کی وجہ سے امام کی امامت متاثر ہو، بلکہ صحیح گواہی دینا ہر ایک پر لازم ہے۔

قال الله تعالى: ﴿ولا تكتموا الشهادة، ومن يكتمها فإنه آثم قلبه﴾ (سورة البقرة: ۲۸۳)

"فهو عموم في سائر الشهادات التي يلزم الشاهد إقامتها وأداءها، وهو نظير قوله تعالى: ﴿أقيموا الشهادة لله﴾ (سورة الطلاق: ۲)

"وقوله: ﴿يأيها الذين آمنوا كونوا قوّامين بالقسط شهداء لله ولو على أنفسكم﴾ (سورة النساء: ۱۳۵) فنهى الله تعالى، الشاهد بهذه الآيات عن كتمان الشهادة إلى تركها يؤدي إلى تضييع الحقوق الخ". (ابن كثير: ۱/۲۹/۷، دار الفيحاء دمشق)

قرآن رکھتے ہیں اورانہوں نے وعدہ کیا تھا کہ میں حافظ ہوں، وہ حافظ ہیں نہیں، یہ کہتے رہے کہ میں حافظ ہوں اور جب ان سے کہا کہ سناؤ گے یا نہیں، انہوں نے کہا میں حافظ نہیں۔ نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگرانہوں نے اتفاقیہ غلط بیانی کی کہ حافظ نہ ہونے کے باوجود کہہ دیا کہ میں حافظ ہوں، اور پھر ظاہر کر کے کہ میں نے غلط کہا تھا توبہ کرلی کہ آئندہ جھوٹ نہیں بولوں گا، توان کے پیچھے نماز درست ہوگی (۱)، ہوسکتا ہے کہ حفظ کیا ہومگر کچایاد ہو کہ سنانے پر قابو نہ ہو۔ اب اگراہلِ مسجد حافظ کو رکھنا چاہتے ہیں جو تراویح میں سنا سکے توان کو پورا اختیار ہے کہ وہ دوسرے امام حافظ کو تجویز کرلیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۸/ ۹۳ھ۔

عمامہ باندھ کرنماز پڑھانا

سوال[۲۵۰۴]: مسجد کے امام صاحب صرف نماز پڑھاتے وقت عمامہ باندھتے ہیں، کیااس سے عمامہ کی سنت حاصل ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نماز بلا عمامہ کے بھی ثابت اور درست ہے، عمامہ باندھ کرنماز پڑھنے اور پڑھانے میں زیادہ ثواب ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۹۵ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وإني لغفار لمن تاب وأمن وعمل صالحاً ثم اهتدىٰ﴾ (سورة طه: ۸۲)

"عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۱/ ۲۰۶، قديمي)

(۲) "أو الخيار إلى القوم، فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۸، ۵۵۹، سعيد)

(۳)" وقد ذكروا أن المستحب أن يصلي في قميص وإزار وعمامة و لا يكره الاكتفاء بالقلنسوة وعبرة=

امام کے لئے عمامہ

سوال[۲۵۰۵]: کیا امامت کے وقت عمامہ کا سر پر لپیٹنا لازم ہے اور اگر کوئی شخص بوقت امامت عمامہ نہ لپیٹے تو آیا اس کی نماز پڑھانا درست ہوگا یا نہیں اور عمامہ کا لپیٹنا سنت ہے یا کیا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے لیکن بلا عمامہ کے بھی بلا کراہت درست ہے(۱) البتہ جس جگہ عمامہ کا اتنا رواج ہو کہ بغیر عمامہ کسی معزز مجلس میں نہ جاتے ہوں بلکہ اپنے گھر سے بھی نہ نکلتے ہوں تو ایسی جگہ بلا عمامہ نماز پڑھانا اور پڑھنا مکروہ ہے، کذا فی نفع المفتی والسائل(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

= لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك، و كذا ما اشتهر أن المؤتم لو كان معتماً بعمامة والإمام مكتفياً على قلنسوة يكره". (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها : ١٦٩/١، سعيد)

"والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة أثواب قميص و إزار و عمامة وأما لو صلى في ثوب واحد متوشحاً به، تجوز صلاته من غير كراهة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلوة: ٥٩/١، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة : ٤٦٨/١، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل السادس في ستر العورة : ٧٣/١، امجد اكيڈمى لاهور)

(١) "والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة أثواب: قميص و إزار و عمامة، وأما لو صلى في ثوب واحد متوشحاً به تجوز صلاته من غير كراهة". (الفتاوى العالمكيرية ، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلوة: ٥٩/١، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة : ٤٦٨/١، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل السادس في ستر العورة : ٧٣/١، امجد اكيڈمى لاهور)

(٢) "وأفاد الوالد العلّام في بعض تحريراته أنه تكره الصلوة بدونها في البلاد التي عادة سكانها أنهم لا يذهبون إلى الكبراء بدون العمامة، بل و لا يخرجون من بيوتهم إلا متعممين، و أما في البلاد التي لا يعتادون فيها ذلك فلا، و قد اشتهر بين العوام أن الإمام إن كان غير متعمم، والمقتدون متعممين، =

امام کے لئے عمامہ

سوال[۲۵۰۶]: کسی مسجد کا مقررہ امام عمامہ کے ہوتے ہوئے پنج وقتہ نماز یا جمعہ ٹوپی سے پڑھاتا ہے حالانکہ جماعت میں اکثر لوگ عمامہ باندھے ہوئے ہوتے ہیں اور جماعت بھی بضد ہے کہ امام عمامہ باندھ کر نماز پڑھائے مگر امام یہ کہہ کر کہ ٹوپی پہن کر بھی نماز ہو جاتی ہے کوئی حرج نہیں ہے ٹال دیتا ہے۔ ایسی حالت میں امام اور مقتدیوں کی نماز میں کراہت پیدا ہوگی یا نماز صحیح بلا کراہت سب کی ہو جائے گی؟

الجواب حامداً و مصلياً:

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا افضل ہے، بلا عمامہ صرف ٹوپی سے بھی بلا کراہت جائز ہے:

"والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة أثواب: قميص وإزار و عمامة، أما لوصلى في ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كإزار الميت، تجوز صلوته من غير كراهة". كبيرى، ص: ۱۹۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ، صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔

عمامہ کی مقدار

سوال[۲۵۰۷]: نماز کے وقت اکثر پیش امام ٹوپی پر کوئی کپڑا یا رومال لپیٹ لیا کرتے ہیں اور ایسا نہ کرنے والے کے ساتھ طعن و تشنیع سے پیش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز میں پیش امام کو عمامہ باندھنا چاہیے۔

= فصلاتهم مكروهة، و هذا أيضاً زخرف من القول لا دليل عليه، فاحفظ". (نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي، ذكر المكروهات المتفرقة: ۴/۱۱۳، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، فروع في الستر، ص: ۲۱۶، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث في شروط الصلوة: ۱/۵۹، رشيديه)

(و كذا في نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي، ذكر المكروهات المتفرقة: ۴/۱۱۲، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۶۸، رشيديه)

یہ فعل ان کا کیسا ہے؟ اگر کپڑا ٹوپی پر لپیٹے تو کتنا لمبا ہونا چاہئے، کیا اس کے لئے کوئی قید ہے؟ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مقتدی نصف سے زائد جماعت میں ہوں جو عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور پیش امام ٹوپی پہنا ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔

ملا امیر علی معلم امام باڑہ، گاؤں قصابان کھنڈہ، محلہ املی پورہ۔

الجواب حامداً و مصلياً:

نماز بغیر عمامہ کے بلا کراہت درست ہے(۱) تو پھر طعن و تشنیع کرنا بُرا ہے بلکہ اگر فعلِ مستحب کے ساتھ وجوب کا معاملہ کیا جائے تو اس کا ترک کرنا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں بغیر عمامہ کے کبھی کبھی نماز پڑھانا ضروری ہے(۲) اور اگر تمام مقتدی بھی عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور امام ٹوپی پہنے ہوئے ہو تب بھی نماز میں کراہت نہیں آتی۔

”و قد اشتهر بين العوام أن الإمام إن كان غير متعمم والمقتدون متعممين، فصلاتهم مكروهة، وهذا أيضاً زخرف القول لادليل عليه“. نفع المفتي والسائل ،ص: ۳۷، ۳۸(۳)۔

---

(۱) ”وقد ذكروا أن المستحب أن يصلى فى قميص وإزار وعمامة و لا يكره الاكتفاء بالقلنسوة، ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك، و كذا ما اشتهر أن المؤتم لو كان متعمماً بعمامة والإمام مكتفياً على قلنسوة، يكره“. (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها : ۱/۱۶۹، سعيد)

”والمستحب أن يصلي الرجل فى ثلاثة أثواب: قميص و إزار و عمامة وأما لو صلى فى ثوب واحد متوشحاً به، تجوز صلاته من غير كراهة“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث فى شروط الصلوة: ۱/۵۹، رشيديه)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة : ۱/۴۶۸، رشيديه)

(۲)”قال الطيبى فى حاشية المشكوة: أن من أصر على أمر مندوب و جعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر“. (السعاية فى كشف ما فى شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة هل يجهر بالذكر أم لا: ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۳) (نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوى، ذكر المكروهات المتفرقة :۴/۱۳، ۱، إدارة القرآن كراچى) =

اورٹوپی پررومال وغیرہ باندھنے سے عمامہ کی فضیلت حاصل نہ ہوگی جب تک سنت کے موافق عمامہ نہ ہو، اس کی مقدار سات ہاتھ ہے اور بعض اوقات بارہ ہاتھ عمامہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے:

”کان له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عمامة قصيرة و عمامة طويلة، وإن القصيرة كانت سبعة أذرع والطويلة كانت اثنىٰ عشرة ذراعاً، انتهىٰ. و ظاهر كلام المدخل أن عمامته كانت سبعة أذرع مطلقاً من غير تقييد بالقصير والطويل. والله أعلم“. جمع الوسائل شرح الشمائل: ۱/۲۰۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، ۲۰/ جمادی الثانی/۵۲ھ، 　　صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔

بلا عمامہ امامت

سوال[۲۵۰۸]: امام مسجد ہر نماز میں رومال باندھ کر نماز پڑھاوے مقتدی صافہ باندھے ہوں۔ یہ عمل ہر وقت پر کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

رومال باندھ کر عمامہ باندھ کر ٹوپی اوڑھ کر ہر طرح نماز پڑھانا درست ہے چاہے مقتدی نے عمامہ باندھا ہو یا رومال باندھا ہو یا ٹوپی اوڑھی ہو کوئی صورت ناجائز نہیں، البتہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھانے میں زیادہ

= (وكذا في عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۱/۱۶۹، سعيد)

(۱) (جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ما جاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۰۷، إدارة تاليفات اشرفيه ملتان)

(وكذا في مرقات المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني تحت حديث ركانة: ۸/۱۴۷، ۱۴۸، رشيديه)

(وكذا في العرف الشذى، أبواب الصلوة، باب ما جاء في العمامة السوداء: ۱/۳۰۴، سعيد)

ثواب ہے، اسی طرح خود پڑھنے میں بھی (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بلاٹوپی وعمامہ امامت

سوال[۲۵۰۹]: ایک امام جب امامت کرنے لگا تو اس کے سر پر نہ پگڑی تھی اور نہ ٹوپی صرف ایک چادر تھی جو تمام بدن پر اوڑھی ہوئی تھی، ایک مقتدی نے امام سے کہا کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے، اس پر امام صاحب نے جواب دیا کہ میں اسی طرح پڑھاؤں گا جس کی مرضی ہو پڑھو اور جس صاحب کی مرضی نہ ہو، نہ پڑھو۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جب کہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے، معزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہئے، تاہم فریضہ صورتِ مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۳/۱۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "وقد سُئلتُ غيرمرة عن الصلوة بغيرعمامة هل تكره، كما هوالمشهور بين العوام، فتجسّست فى كتب الفقه، فلم أجد سوى قولهم : والمستحب أن يصلى فى ثلاثة أثواب: إزار وقميص و عمامة. وهو لا يدل على كراهة الصحة بدونها، كما حرره بعض علماء عصرنا ظاناً أن ترك المستحب مكروه،وذلک لأنه قد صرح فى البحرالرائق وغيره أن ترک المستحب لاتلزم منه الكراهة ما لم يقم دليل خارجى عليه". (نفع المفتى والسائل من مجموعة رسائل اللكنوى، ذكر المكروهات المتفرقة: ۱۱۲/۴، إدارة القرآن كراچى)

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث فى شروط الصلوة : ۵۹/۱، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة : ۴۶۸/۱، رشيديه)

(۲) "و صلاته حاسراً: أى كاشفاً رأسه للتكاسل، ولا بأس به للتذلل، و أما للإهانة بها، فكفرٌ". (الدر المختار، كتاب الصلوة مكروهات الصلوة : ۶۴۱/۱، سعيد) .... =

ٹوپی اور عمامہ سے نماز

سوال[۲۵۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلۂ ذیل کے درمیان:

ٹوپی سے نماز پڑھانا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں (حوالہ کی سخت ضرورت ہے) اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ٹوپی سے نماز پڑھانی مکروہ ہے اس کی کیا اصل ہے، اس میں اس قدر غلو کرنا کہ فساد پر آمادہ ہو جائیں کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ٹوپی سے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے تو مہربانی فرما کر حوالہ ضرور دیجئے کہ فلاں کتاب میں درج ہے۔ اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

والسلام: العارض: خلیل الرحمٰن مظاہری۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہاں دو امر غور طلب ہیں:

اول: صرف ٹوپی کا بغیر عمامہ کے استعمال کرنا۔ **دوم:** صرف ٹوپی سے نماز پڑھانا یا امامت کے لئے عمامہ کا ضروری ہونا۔

سوامرِ اول کے متعلق عرض ہے کہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ: "فرق مابيننا و بين المشركين العمائم على القلانس" (۱)۔ گو اس حدیث پر ترمذی اور بخاری نے کلام کیا ہے، ترمذی نے کہا ہے: "هذا

=(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر ، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۱۲۴ ، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وتكره الصلوة حاسراً رأسه إذا كان يجد العمامة، وقد فعل ذلك تكاسلاً و تهاوناً بالصلوة، و لا بأس به إذا فعله تذللاً و خشوعاً بل هو حَسَنٌ كذافي الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية ، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلوة و ما لا يكره : ۱/۱۰٦ ، رشيديه)

(۱) و تمام الحديث : "عن أبي جعفر بن محمد بن علي بن ركانة عن أبيه أن ركانة صارع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فصرعه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. قال ركانة: وسمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "فرق ما بيننا و بين المشركين العمائم على القلانس". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في العمائم : ۲/۲۰۹ ، امداديه ملتان)

حديث غريب وإسناده ليس بقائم"(۱) بخاری نے کہا:"هو واهٍ" (۲) تاہم بذل:۵۲/۵میں لکھا ہے:

"مراد الحديث أن المشركين كانوا يعمّمون على رؤوسهم من غير أن يكون تحت العمامة قلنسوة، و نحن نعمم على القلنسوة، ولأبى الشيخ عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: كان لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثلاث قلانس". الحديث (۳)۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شمائل میں نقل کیا ہے:

"قال: و روى عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم و يلبس العمائم بغير القلانس. قال الجزرى رحمه الله تعالىٰ: قال بعض العلماء: السنة أن يلبس القلنسوة والعمامة، فأما لبس القلنسوة بلا عمامة فهو زِيّ المشركين"(٤)۔

اورصاحبِ فتح الودود نے شرح ابوداؤد میں اس طرح شرح کی ہے:

"أى أنهم يكتفون بالقلانس، وبه صرح القاضى أبو بكر فى شرح الترمذى، ويحتمل عكسه"(٥)۔

---

(۱) و تمام العبارة: "هذاحديث غريب إسناده ليس بالقائم، ولانعرف أبا الحسن العسقلانى و لا ابن ركانة". (جامع الترمذى، أبواب اللباس، باب: ۳۰۸/۱، سعيد)

(وكذا فى فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۴۱۸۹/۸، رقم الحديث ۵۸۴۹، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة رياض)

(۲) (لم أظفر به فيما بين يدىّ من المصادر)

(۳) (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۵۲/۵، معهد الخليل الإسلامى كراچى)

(۴) (جمع الوسائل فى شرح الشمائل، باب ما جاء فى عمامة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲۰۷/۱، إدارة تاليفات اشرفيه ملتان)

(وكذا فى مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى، تحت حديث ركانة: ۱۴۷/۸، رشيديه)

(۵) (عون المعبود، كتاب اللباس، باب فى العمائم: ۱۰۲/۱۱، رقم الحديث: ۴۰۷۴، دارالفكر، بيروت)

زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مواہب میں تحریر کیا ہے:

"قال ابن العربی: أی أن المسلمین یلبسون القلنسوة و نوقها العمامة، أما لبس القلنسوة فزیّ المشرکین"(۱)۔

اس کی تائید میں زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر نقل کیا ہے۔

"إن العمامة حـ جز: أی ممیّز بین المسلمین؛ لأنهم یتعممون والمشرکین؛ لأنهم لا عمائم لهم"(۲)۔

کوکب میں ہے:

"إنا نعمّم علی القلانس، و هم یکتفون بالعمائم، طیبی. و یحتمل عکس ذلك، بل رجحه القاری فی المرقاة، والأول الشیخ عبد الحق، اهـ" (۳)۔

امر دوم کے متعلق بھی بہت کچھ وضاحت ہوگئی، مزید توضیح کے لئے چند عبارات اَور نقل کرتا ہوں:

"کانت عمامته علیه السلام فی أکثر الأحیان ثلثة أذرع شرعیة، و فی الصلوات الخمس سبعة أذرع، وفی الجُمُع و الأعیاد اثنا عشر ذراعاً". العرف الشذی(٤)۔

"عن عمرو بن حریث عن أبیه عمرو حریث رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: "رأیت النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم علی المنبر یخطب وعلیه عمامة سوداء". فیه الاستحباب لمن أراد

---

(۱) (شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، النوع الثانی فی لباسه و فراشه: ۲۷۸/۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، النوع الثانی فی لباسه و فراشه: ۲۷۵/۶، ۲۷۶، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) (الکوکب الدری، أبواب اللباس، فرق ما بیننا وبین المسلمین: ۱/۴۳۶، المکتبةالیحیویة، سهارنفور، الهند)

(۴) (العرف الشذی علی هامش جامع الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فی العمامة السوداء: ۱/۳۰۴، سعید)

الجمعة أن يعتمّ ويرتدى، والإمام آكد". بذل المجهود(١)۔

"عن محمد بن المنكدر قال: رأيت جابر بن عبد الله يصلى فى ثوب واحد، و قال: رأيت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلى فى ثوب واحدٍ". بخارى شريف (٢)۔

"كان الخلاف فى منع جواز الصلوة فى الثوب الواحد قديماً، ثم استقر الأمر على الجواز". فتح البارى مختصراً (٣)۔

"والغرض بيان جواز الصلوة فى الثوب الواحد، و لو كانت الصلوة فى الثوبين أفضل". فتح(٤)۔

"والمستحب أن يصلى الرجل فى ثلثة أثواب: قميص وإزار و عمامة، أما لو صلى فى ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كإزار الميت، تجوز صلوته من غير كراهة". كبيرى (٥)۔

"سُئلت مرةً عن الصلوة بغيرعمامة هل تكره، كما هوالمشهور بين العوام؟ فتجسّسته فى كتب الفقه، فلم أجد سوى قولهم : والمستحب أن يصلى الرجل فى ثلاثة أثواب: قميص و إزار وعمامة، وهو لا يدل على كراهة الصحة بدونها، كما حرره بعض علماء عصرنا ظاناً أن ترك المستحب مكروه،وذلك لأنه قد صرح فى البحرالرائق وغيره أن ترك المستحب لاتلزم منه الكراهة ما لم يقم دليل خارجى عليه. و قد يستدل على الكراهة فيما نحن فيه بأن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واظب على الصلوة مع العمامة.

---

(١) وفى بذل المجهود برواية جعفر بن عمرو بن حريث عن أبيه عمرو بن ايضاً حديث آخر آهـ".
(كتاب اللباس، باب فى العمائم : ٥/ ٥١، معهد الخليل الاسلامى كراچى)

(٢) (صحيح البخارى، كتاب الصلوة، با ب عقد الإزار على القفا فى الصلوة : ١/ ٥١، قديمى
"و ليس فى المتن لفظ: "واحد" من آخر لفظ الحديث بل هومن ألفاظ هامش البخارى)

(٣) (فتح البارى ، كتاب الصلاة، باب عقد الإزار على القفا فى الصلوة : ١/ ٥٢١، قديمى)

(٤) (فتح البارى ، كتاب الصلاة، باب عقد الإزار على القفا فى الصلوة : ١/ ٦٢١، قديمى)

(٥) (الحلبى الكبير، كتاب الصلاة، فروع فى الستر، ص: ٢١٦، سهيل اكيڈمى لاهور)

فإنه يعلم من الأخبار أنه كان يضع العمامة على رأسه دائماً لا سيماً في الصلوة، نعم! كان يضعها بين يديه في بيته، والمواظبة دليل السنية، وخلاف السنة مكروه. و فيه أن المواظبة النبوية التي هي دليل السنية إنما هي المواظبة في باب العبادات دون العادات، كما في شرح الوقاية وغيره. و مواظبته على العمامة من قبيل الثاني، فلا يكون تركه مكروهاً، نعم! يكون الأولى الاقتداء به. وأفاد الوالد العلّام في بعض تحريراته: أنه تكره الصلوة بدونها في البلاد التي عادة سكانها أنهم لا يذهبون إلى الكُبَراء بدون العمامة". نفع المفتي والسائل للعلامة اللكنوي، ص: ۷۰(۱)۔

"ومن أصر على مندوب و جعله عزماً و لم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان عن الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "إن الله يحب أن تؤتى رُخصه كما يحب أن تؤتىٰ عزائمه، اهـ". سعاية (۲)۔

"الاصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة". سباحةالفكر(۳)۔

عبارات مذکورہ سے چند امور ثابت ہوئے:

۱-عمامہ مستحب ہے۔

---

(۱)(نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي، ذكر المكروهات المتفرقة: ۱۱۳/۴، ۱۱۲، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة هل يجهر بالذكر أم لا: ۲۶۳/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) هذه القاعدة لم أجدها في سباحة الفكر بلفظها، بل المذكور هناك هكذا: "أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام، من غير لزوم والتخصيص من غيرمخصص مكروهاً". (سباحة الفكر في الجهر بالذكر في مجموعة رسائل اللكنوي: ۳۴/۳، إدارة القرآن كراچی)

"قال الطيبي.......... من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطن من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (السعاية ما في كشف الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲۶۳/۲، سهيل اكيڈمی، لاهور)

۲-یہ امر من حیث العادۃ ہے، من حیث العبادۃ نہیں۔

۳-عمامہ باندھ کرنماز پڑھانا اولیٰ اور مستحب ہے۔

۴-بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

۵-حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

۶-امر واجب کا معاملہ امر مستحب کے ساتھ کرنا ناجائز ہے۔

۷-جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

۸-کبھی کبھی مستحب کے مقابل رخصت یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہئے، خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو کہ اس سے مندوب حدِ کراہت تک پہنچ جاتا ہے، اس کی وجہ سے آمادۂ فساد ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ ۷/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/ رجب/ ۵۷ھ۔

صرف ٹوپی سے امامت

سوال [۲۵۱۱]: امام صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھائے تو فقط امام ہی اس فضیلت سے محروم رہے گا جو صافہ باندھ کر نماز پڑھنے میں ہے یا مقتدیوں کو بھی امام کی ٹوپی کے سبب ثواب کم ملے گا، مقتدی خواہ صافہ باندھے یا ٹوپی پہنے ہوں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب یہ فضیلت امام ہی کو حاصل نہیں ہوئی تو مقتدیوں کو کہاں سے حاصل ہوگی؟ ہاں! اگر مقتدی نے خود عمامہ باندھ کر نماز پڑھی ہے تو اپنے عمامہ کی افضلیت اس کو حاصل ہوگی، اگر امام عمامہ باندھے گا تو اس کی افضلیت بھی حاصل ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ صفر/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ صفر/ ۵۸ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إنما تجزون ما كنتم تعملون﴾ (سورة الطور: ۱۶)

"أي ولايظلم الله أحداً بل يجازي كلاً بعمله". (تفسير ابن كثير: ۴/۳۰۸، دار الفيحاء دمشق)

شلوار قمیص پہن کر امامت

سوال[۲۵۱۲]: امام کو شلوار جوکہ ۲۴/۱، گز یا اس سے زائد کپڑے کی ہوتی ہے اور قمیص جیسا کہ آج کل عموماً رواج ہے پہننا منع ہے یا نہیں؟

محمد ادریس۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں اکثر اوقات ٹخنے یا پیر ڈھک جاتے ہیں، مرد کو اتنی لمبی شلوار پہننا کہ جس سے ٹخنے یا پیر ڈھک جائیں ناجائز ہے اور نماز اس سے مکروہ ہو جاتی ہے۔ نماز میں پیر یا ٹخنے نہ ڈھکے، قمیص پہننا جائز ہے، لیکن کرتہ افضل ہے، ہر جگہ جو صلحاء کا لباس ہے وہ اختیار کرنا چاہیئے، خصوصاً نماز وامامت کے وقت: "ولو ستر قدميه في السجدة، يكره". هندية، ص: ١١٤(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ۔

کرتہ کا بٹن کھول کر نماز پڑھانا

سوال[۲۵۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے کرتہ کا اوپر کا بٹن ہمیشہ کھلا رکھتا ہے اور اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے، جب لوگ اس سے کہتے ہیں کہ تم بٹن کیوں نہیں لگاتے؟ اس طرح کھلے بٹن سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ تو جواب دیتا ہے کہ اوپر کا بٹن کھلا رکھنا مسنون ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا اور نہ ہی یہ عمل نماز میں کراہت پیدا ہونے کا باعث ہے۔ نماز میں سدل کو مکروہ کہا گیا ہے اور کرتہ کا گریبان بٹن نہ دے کر کھلا رکھنا سدل میں

---

(١) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلوة ومالا يكره: ١٠٨/١، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الخطر والإباحة، فصل في اللبس: ٣٥١/٦، سعيد)

"عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: "ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار". (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ماأسفل من الكعبين ففي النار: ٨٦١/٢، قديمي)

داخل نہیں، سدل میں چادر لمبا اچکن کی صورتیں آتی ہیں لیکن کرتہ کی یہ صورت سدل میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اس کے مکروہ ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ مزید براں ہے کہ اوپر کے بٹن سے کرتہ کا گلا کھلا رکھنا مسنون بھی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اوپر کے بٹن سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کے گریبان کی اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر بند نہیں فرمایا۔ کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کی سند سے حوالہ کتاب وصفحہ بیان فرمائیے۔ اور آیا گریبان کرتہ کا اسی طریقہ پر کھلا رکھنا مسنون ہے یا نہیں؟ آیا نماز میں کرتہ کے اوپر کا بٹن کھلا رکھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ آیا کرتہ کا گریبان کھلا رکھنا سدل میں داخل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: سید حسن از امولہ، ضلع بریلی، معرفت ابوالخیر متعلم مدرسہ مظاہر العلوم، حجرہ نمبر: ۵ سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

گریبان کی گھنڈی کا تکمہ نہ لگانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، معاویہ ابن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

"قال: أتيت رسو ل الله صلى عليه وسلم فى رهط من مزينة، فبايعناه وإن قميصه لمطلق الأزرار: أى مفتوحها يعنى كان جيب قميصه غير مشدود. وكانت عادة العرب أن تكون جيوبهم واسعةً، فربمايشد ونها، وربمايتر كونهامفتوحة"(۱)۔

لیکن یہ آپ کی دائمی عادت نہیں، پس زید کا یہ کہنا کہ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کا اوپر کی گھنڈی کا تکمہ لگا کر کبھی گلے کو بند نہیں فرمایا محتاج دلیل ہے۔ البتہ اس حالت کو دیکھ کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے نے گھنڈی کھلی رکھنے کی عادت کر لی تھی:

"قال عروة فما رأيت معاوية رضى الله تعالىٰ عنه ولاابنه قط إلامطلقى أزرارهماقط فى شتاء ولاحر، ولايزرّان أزرارهما"(۲).

---

(۱) (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى حل الأزرار: ۵/۵۲، معهد الخليل الإسلامى بهادر آباد كراچى)

(ومرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۴۳۳۶):۸/۱۴۲، ۱۴۳ رشيديه)

(۲) (بذل المجهود، المصدر السابق)

نماز میں ایسا کرنا خلافِ اَولیٰ ہے، گوسدل میں داخل نہیں، سدل میں وہی چیزیں داخل ہیں جن کو زید نے بیان کیا ہے، فقہاءِ کرام نے کرتہ کی گھنڈی کا تکمہ نہ لگانے کو سدل میں ذکر نہیں کیا:

"(قوله: فمارأيت معاوية -رضى الله تعالىٰ عنه- إلى آخره) ولهذا وإن كان اختيار ماهوخلاف الأولى خصوصاً فى الصلوة، لكنهما أحبا أن يكون على مارأياالنبى صلى الله عليه وسلم وإن كان إطلاق أزراره إذذاك لعارض، ولم يكن هذامن عامة أحواله صلى الله عليه وسلم، وذلك لمافيه من قلة المبالاة بأمرالصلاة إلا أن الكراهة لعلهالاتبقى فى حق معاوية -رضى الله تعالىٰ عنه- وابنه، لكون الباعث لهماحب النبى صلى الله عليه وسلم واتباعه فيمارأياه من الكيفية". بذل المجهود شرح أبى داؤد شريف :٥٢/٥(١).

قبا کی جوصورت سدل ہے وہ یہ ہے کہ:

"عن الفقية أبى جعفر الهندوانى أنه كان يقول: إذاصلى مع القباء وهوغيرمشدودالوسط فهومسيء، يعنى ولوأدخل يديه فى كميه، وينبغى أن يقيد بما إذالم يزر أزراره؛ لا يشبه السدل حينئذ، أماإذا زرّالأزرار، فقد التحق بغيره من الثياب فى اللبس، فلاسدل فيه، فلايكره. وأما الأقبية الرومية التى يجعل لأكمامهما خروق عند أعلى العضد إذا أخرج المصلى يده من الخرق وأرسل الكمّ، فإنه يكره أيضاً لصدق السدل عليه". كبيرى، ص: ٣٣٦(٢). فقط والله أعلم.

"وقد أخرج البيهقى فى شعبه هذا الحديث .... من طريق آخرى: فرأيته مطلق القميص. وهذا يؤيد أن يكون رواية الأزرار بِرَائَيْنِ، لايلزم أن يكون له زراً".

"وعروة، بل المراد أن جيب قميصه صلى الله عليه وسلم كان مفتوحاً، بحيث يمكن أن يدخل فيه اليد من غير كلفة، ويؤ يد هذاماذكره ابن الجوزى فى الوفاء عن ابن عمر -رضى الله تعالىٰ عنهما- أنه قال: مااتخذ رسو ل الله صلى الله عليه وسلم قميصاًله زراً،

---

(١) (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى حل الأزرار: ٥٢/٥، ٥٣، معهد الخليل الإسلامى بهادر آباد كراچى)

(٢) (الحلبى الكبير ،كراهية الصلوة، ص: ٣٤٨،سهيل اكيڈمى لاهور)

انتهى. قال ابن حجر –رحمه الله تعالىٰ– تبعاً للعصام فيه حل لبس القميص وحل الزرفيه وحل إطلاقه". جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی قلمی، ص: ۸۰(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ مبارک میں گھنڈی تھی ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ آپ نماز بھی اسی کرتے سے پڑھتے تھے، پس گریبان کھلا رکھنا بھی مسنون ہونا ثابت ہوگیا اور ایسی حالت میں نماز خلافِ اَولیٰ بھی نہیں، اور بذل المجہود میں اس روایت سے استدلال نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

وقت جماعت سے پہلے امام کی آمد

سوال[۲۵۱۴]: ہماری مسجد میں امام دانستہ اذان سن کر وقتِ مقررہ جماعت کے وقت آتا ہے، وقتِ جماعت سے دس پانچ منٹ قبل بھی اور عینِ وقت پر بھی، ایسی صورت میں کچھ لوگ خوش ہیں اور کچھ ناراض، ایسے امام کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ یہ سوال لکھ کر مفتی صاحب کے پاس بھیجا، مفتی صاحب نے جواب دیا کہ نماز ایسے امام کے پیچھے مکروہ ہے۔ ایک مولوی صاحب سے اس کا ذکر کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ امام کا اذان سنتے ہی مسجد میں آنا ضروری ہے، انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بخاری شریف "باب الأذان" میں حدیثِ نبوی ہے کہ حضرت بلالؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے وقت بلانے مکان پر جاتے تھے(۲)۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

---

(۱) (جمع الوسائل في شرح الشمائل للملا علي القاري، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۳۶، إدارة تاليفات اشرفيه ملتان)

(۲) "عن الزهري قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سكت المؤذن بالأولى من صلوة الفجر، قام فركع ركعتين خفيفتين قبل صلوة الفجر بعد أن يستبين الفجر، ثم اضطجع على شقه الأيمن حتى يأتيه المؤذن للإقامة". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب من انتظر الإقامة: ۱/۸۷، قديمي)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر امام ٹھیک وقت پر تیار ہوکر نماز کے لئے مسجد میں پہونچے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، وقت سے پہلے مسجد میں نہ آنے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ اذان سن کر فوری تیاری شروع کردینا چاہیئے تاکہ عین وقت پر مقتدیوں کو انتظام کرنا پڑے(۱)۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کیلئے آنا بخاری شریف "باب من انتظر الإقامة"، ص: ۷۷، میں مذکور ہے(۲)۔ اور جس فتوی پر نماز کو مکروہ لکھا ہے بغیر اس کو دیکھے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور، ۳/ ۸/ ۵۳ھ۔

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۴/ شعبان/ ۵۳ھ۔

جو شخص پنجگانہ نماز پڑھتا ہے اس کو امامت جمعہ کے لئے تجویز کرنا

سوال[۲۵۱۵]: دو مسجدوں کے اماموں میں ایک امام روزانہ چار وقت نماز پڑھتا ہے، صبح کی نماز نہیں پڑھتا قضا پڑھتا ہے، دوسرا امام باقاعدہ پنجگانہ نماز کا پابند ہے۔ اب دونوں اماموں میں نماز جمعہ کے لئے کس کا انتخاب کیا جائے، کون افضل ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو شخص پانچوں نمازوں کو وقت پر ادا کرتا ہے، اور اس میں امامت کے دیگر اوصاف بھی موجود ہیں اس

---

(۱) "ولو كان في المسجد حين سمعه ليس عليه الإجابة، ولو كان خارجه أجاب بالمشي إليه بالقدم، ولو أجاب باللسان، لابه (أي لابالقدم)، لايكون مجيباً، وهذابناء على أن الإجابة المطلوبة بقدمه لا بلسانه، كما هو قول الحلواني وعليه". (الدرالمختار).

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: أجاب بالمشي إليه): أي لئلاّ تفوته الجماعة، فيأثم كماقررناه انفاً، فافهم". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۳۹۸، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۴۵۱، رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۵۶، رقم الحاشية: ۲)

کوہی امام جمعہ تجویز کیا جائے اور جو نماز قضا کرنے کا عادی ہے اگر چہ ایک ہی وقت کی قضا کرتا ہو، اس کو امام نہ بنایا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۸/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۸/۱۰/۹۰ھ۔

کیا امام صاحب کو پابندی ضروری ہے؟

سوال [۲۵۱۶]: شہر کی دینی ضروریات اور جامع مسجد کی امامت کے لئے ایک مولوی صاحب کا تقرر کیا گیا جن کی تنخواہ کا نصف سے زائد حصہ اوقاف کی آمدنی سے دیا جاتا ہے، نیز جامع مسجد کے وقف کی آمدنی سے پچاس روپیہ ماہوار اور اسی حیثیت کے کرایہ کے مکان جو کہ جامع مسجد کے لیے وقف ہے، مولوی صاحب موصوف کو بغرض رہائش دیا گیا ہے، لیکن مولوی صاحب موصوف نہ تو نماز کے اوقات کی پابندی کرتے ہیں نہ قرآن پاک کا ترجمہ وغیرہ نہ امامت، طبیعت چاہی تو نماز پڑھادی ورنہ جہاں چاہا نماز پڑھ لی۔ نیز دوسرے تیسرے مہینہ، ہفتہ عشرہ کی چھٹی منالی اور پھر گھر آگئے، خورجہ رہتے ہوئے بھی طبیعت چاہی تو قرآن پاک کا ترجمہ کر دیا ورنہ نہیں، ہر معاملہ میں گویا آزاد ہیں۔ آیا ایسی صورت میں مولوی صاحب کو وقف کی آمدنی سے تنخواہ لینا یا مسجد کے مکان میں رہنا جائز ہے؟ جبکہ مولوی صاحب کے اس عمل سے مسجد کے نمازی صاحبان کو تکلیف ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امامت اور ترجمہ کا جو کچھ مولوی صاحب سے معاہدہ ومعاملہ کیا گیا ہے، اس کی پابندی لازم ہے (۲)

---

(۱) " ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی". (الدر المختار). قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی و آکل الربا و نحو ذلک". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، شرکت علمية، ملتان)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿یاأیها الذین آمنوا أوفوا بالعقود﴾ (النساء: ۱)

اتفاقیہ کبھی کوئی سخت ضرورت پیش آجائے اور اس کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکیں یا ترجمہ نہ کریں تو قابلِ مسامحت ہے، اس پر زیادہ داروگیر نہ کی جائے، لیکن آزادی کی عادت بنالینا اور اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کرتے ہوئے طبیعت چاہنے پر کام کرنا شرعاً درست نہیں، اس سے ان کی تنخواہ خالص حلال کی نہیں رہے گی (۱) اور متولی صاحب کو بھی پوری دینا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۰ھ۔

غیر پابندِ وقت کی امامت

سوال[۲۵۱۷]: زید پیش امام ہے وہ اپنی گذر اوقات کیلئے تجارت بھی کرتا ہے، لیکن اس کا معاملہ اچھا نہیں، اکثر اشخاص ان سے شاکی ہیں، اکثر اوقات اپنی مصروفیت کی بناء پر جماعت بھی دیر سے ہوتی ہے اور نمازیوں کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ زید کے پیچھے نماز مکروہ ہے، بہتر ہے کہ غیر محلّہ میں نماز ادا کی جائے۔ بکر کا یہ کہنا از روئے شرع کہاں تک صحیح اور درست ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی تو جو نمازیں آج تک پڑھی ہیں ان کو لوٹایا جائے؟ اگر مکروہ ہوتی ہیں تو تحریمی یا تنزیہی؟ احکامِ شرعیہ سے مطلع فرمائیں۔

احقر الناس محمد احسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلّماً:

معاملہ کیا اچھا نہیں، اکثر لوگ کس بات کے شاکی ہیں، اگر وہ کوئی گناہ کی بات اور خلاف شرع کام ہے

---

(۱) "لكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع، لا يستحق الأجرة". (شرح المجلة لسليم رستم باز، الكتاب الثاني في الإجارة، (رقم المادة: ۴۲۵): ۲۳۹/۱)

(۲) "وليس للخاص أن يعمل لغيره، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل". (الدر المختار، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير: ۷۰/۶، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز، الكتاب الثاني في الإجارة: ۲۳۷/۱، رقم المادة: ۴۴۲، مكتبه حنفيه كوئٹه)

تو زید کو اس سے توبہ ضروری ہے(۱) اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو امام بنانا منع ہے بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو(۲)۔ اگر وہ گناہ کی بات نہیں اور نہ خلافِ شرع کام ہے تو اس سے امامت میں نقصان نہیں آتا۔ اپنی مسجد کو چھوڑنا اور دوسری مسجد میں جانا گویا اپنی مسجد کو ویران کرنا ہے، اس لئے جب تک اپنی مسجد میں نماز صحیح ہوسکتی ہے مستقلاً اس کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا ناجائز ہے(۳)۔

اور گذشتہ نمازوں میں سے اگر کسی نماز کے فساد کا علم ہو تو اس کا اعادہ ضروری ہے، ورنہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۴/ جمادی الثانیہ/۱۳۵۶ھ۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾. (سورة التحريم: ۸)

"عن الأغرّ المزني قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله﴾ فإني أتوب إليه في يوم مأة مرةً". رواه مسلم".

"وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۱/۲۰۳، قديمي)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار).

"فإن أمكن الصلوٰة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولىٰ من الانفراد. (قوله: وفاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ؛ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني واٰكل الربوا ونحو ذلك. آهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۴، امداديه ملتان)

(۳) "قلت: لكن في الخانية: وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن، فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي وإن كان واحدًا؛ لأن لِمسجد منزله حقاًعليه، فيؤدي. حقه مؤذن مسجد لايحضر مسجده أحد، قالوا: هو يؤذن ويقيم ويصلي وحده، وذلك أحب من أن يصلي في مسجد آخر. آهـ". ثم ذكر مامر عن الفتح: ولعل مامر فيما إذ صلى فيه الناس فيخير، بخلاف ماإذا لم يصل فيه أحد؛ لأن الحق تعين عليه". (ردالمحتار، =

وقت کی پابندی نہ کرنے والے کی امامت

سوال[۲۵۱۸]: ایک پیش امام نماز کے ٹائم کی پابندی نہیں کرتا۔ ان سے ایک دو دفعہ کہا بھی گیا ہے، انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنی صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کو چاہئے کہ وقت مقررہ کی پابندی کیا کریں۔ مقتدیوں کو پریشانی نہ ہونے دیں۔ جب وقتِ جائز میں نماز پڑھا دیتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۹/۴ھ۔

امام کے پابندی نہ کرنے کی وجہ سے مقتدیوں کا دوسری مسجد میں جانا

سوال[۲۵۱۹]: مسئلہ ہے کہ محلّہ کے قریب کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ اگر امام وقت کا تعین نہ کرتا ہو تو کیسا ہے؟ دوسرے محلّہ کی مسجد میں جماعت کی غرض سے مقتدی پہنچا، عینِ جماعت کے وقت معلوم ہوا کہ امام صاحب نہیں ہیں بغیر اطلاع گئے ہیں اور اکثر ایسا ہو جاتا ہے اور دوسرا کوئی نماز پڑھانے والا نہیں، نہ مقتدیوں میں اتفاق ہے کہ ان میں سے کسی کو چن لیں، اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ پابند جماعت مقتدی کی جماعت جاتی رہتی ہے، کیونکہ دوسری مسجد کا بھی وقت نکل جاتا ہے۔ ایسی حالت میں مقتدی پیشتر ہی سے دوسری مسجد کی راہ اختیار کرے یا نہیں؟ کیونکہ اکثر وقت کی پابندی نہ کرنے سے امام کے مقتدیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا بغیر اطلاع کے اور بغیر جماعت کا انتظام کئے اکثر چلا جانا جس کی وجہ سے مسجد میں جماعت ہی نہ ہو بہت بُرا ہے، امام صاحب کو خود بھی اس کا خیال رکھنا لازم ہے اور سب نمازی اس کا انتظام کریں

= كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۵۵/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلوٰة، الفصل الثامن في الحث على الجماعة: ۲۲۸/۱، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراچي)

ورنہ جماعت کی پابندی کی خاطر نمازیوں کے دوسری مساجد میں چلے جانے سے مسجد کے ویران وغیر آباد ہونے کا اندیشہ ہے، سب نمازیوں کا اس طرح محلہ کی مسجد کو غیر آباد کر کے دوسری مسجد میں جانا بھی درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جوامام نماز میں تاخیر کرے اسکی امامت

سوال [۲۵۲۰]: رمضان کے مہینے میں امام عصر کے وقت کپڑا فروخت کررہے تھے جس کی وجہ سے پندرہ منٹ تاخیر ہونے پر ایک نمازی کے توجہ دلانے پر ماں کی گالی دیتے ہوئے کہا کہ کیا نماز پڑھنے کو دوسری مسجد نہیں ہے جو یہاں آئے ہو، دیر ہوگئی تو ہوجانے دو۔ کیا ایسا امام امامت کے لائق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کی یہ روش غلط ہے، اگر وہ اصلاح نہ کرے تو امامت سے علیحدہ کیے جانے کے لائق ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک شخص کا دو مسجدوں میں امامت کرنا

سوال [۲۵۲۱]: ایک شخص یا ایک امامِ مسجد دو مسجدوں میں ایک وقت کیسے امامت واقامت کرا سکتا

---

(۱) "قلت: لكن في الخانية: وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن، فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي وإن كان واحداً؛ لأن لمسجد منزله حقاًعليه، فيؤ دي حقه. مؤذن لايحضر مسجده أحد، قالوا: هو يؤذن ويقيم ويصلي وحده، وذاك أحب من أن يصلي في مسجد آخر الخ .... ثم ذكره مامر عن الفتح، ولعل ما مر فيما إذا صلى فيه الناس فيخير، بخلاف ماإذالم يصل فيه أحد؛ لأن الحق تعين عليه".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۵، سعيد)

(۲) "ويعزل به إلا لفتنة". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله ويعزل به): أي بالفسق لوطرأعليه، والمراد أنه يستحق العزل كما علمت آنفاً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۴۹، سعيد)

ہے؟ کسی امام کو ایک ایسی مسجد ملی ہوتی ہے کہ جس کی آمدنی کے لئے پچاس چالیس بیگہ زمین صحرائی ملک ہے اور اس میں ایک باغ اور تکیہ جس کی آمدنی امام مذکور اپنے خرچ میں لاتے ہوں اور اس تکیہ و باغ میں ایک مزار بھی ہے جس کا چڑھاوا وغیرہ بھی امام صاحب لیتے ہوں۔ اس باغ کی مسجد کی امامت و اقامت امام صاحب مذکور پر فرض ہے یا نہیں اور پھر یہ امام صاحب اپنی طمع نفسی کی وجہ سے بستی کی مسجد کے امام بھی رہتے ہیں، ایسے شخص کے ساتھ یا پیچھے نماز درست یا جائز ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداًومصلياً:

جب ایک شخص کو معاوضہ مقرر کر کے ایک مسجد کی امامت کے لئے رکھا ہو تو اس مسجد کی امامت اس کے ذمہ ضروری ہے، اس مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں امامت کے لئے جانا ناجائز ہے، اگر اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر امامت کرائے گا تو وہ اس معاوضہ مقررہ کا مستحق نہ ہوگا(۱)۔ اگر امام مذکور ایک ہی نماز دو مرتبہ دو مسجدوں میں پڑھاتا ہے تو دوسری نماز درست نہیں ہوتی، فرض نماز مقتدیوں کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی بلکہ بدستور ذمہ میں باقی رہتی ہے۔ مزار کا چڑھاوا لینا ناجائز ہے اور اس پر چڑھانا بھی ناجائز ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ کاملپوری۔

---

(۱) "و ليس للخاص أن يعمل لغيره، و لو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل". (الدر المختار، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير : ۷۰/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية ، كتاب الإجارة، الباب الثالث في الأوقات التي يقع عليها عقد الإجارة : ۴۱۶/۴، ۴۱۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير : ۱۴۳/۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت و نحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو بالإجماع باطل و حرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام، و قد ابتلى الناس بذلك". (الدر المختار، كتاب الصوم، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم : ۴۳۹/۲، سعيد)

چونکہ امام کی اول مرتبہ فرض ادا ہوگئی ہے، دوسری مرتبہ امام کی نماز نفل ہوگی، اور مقتدیوں کی فرض اور یہ جائز نہیں "و لا مفترض بمتنفل اھ" درمختار: ١/٣٨٦(١)۔

امامت کے ساتھ دوسرا کام کرنا

سوال[٢٥٢٢]: میں ایک بستی میں امامت کا کام کرتا ہوں پچاس روپیہ ماہوار پر مگر عزت نہیں ہے، نیز خواہشِ نفسانی بڑھ جاتی ہے، جب گھر پر ہوتا ہوں نفس بھی تابع رہتا ہے اور دل چاہتا ہے کوئی فری کام کروں۔ اب بتلایئے کہ میں کیا کروں؟ جب کہ امامت ١٢/ سال سے کرتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امامت کو محض پیٹ پالنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ دینی خدمات، مسجد کی آبادی، جماعت کی پابندی، خدا کی رضامندی کی نیت ہونی چاہئے، اگر تنخواہ میں گذارہ نہیں ہوتا تو کوئی دوسرا بہتر کام کر سکتے ہیں، اپنی مصالح کو خود ہی سمجھ لیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وقتِ ملازمت میں امامت کرنا

سوال[٢٥٢٣]: ایک شخص زید سرکاری ملازم ہے ملازمت کے ساتھ ساتھ امامت بھی کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وقت ملازمت میں امامت کرنا یا اذان دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بلا اجازت سرکار وقتِ ملازمت میں کار ملازمت کا حرج کر کے اذان وامامت کے فرائض انجام

=(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، ص:٦٩٣، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر :٢/٥٢٠، رشيديه)

(١) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ١/٥٧٩، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ١/٦٣١، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ١/٣٦٠، دار الكتب العلمية بيروت)

دیتا ہے تو اجازت نہیں، اگر حرج نہیں کرتا تو اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۵ھ۔

جو امام صاحبِ وقار نہ ہو اس کی امامت

سوال[۲۵۲۴]: وہ امام جس کا وقار جماعت میں نہ ہو گیا ہے، نیز مسائل کے بتانے کے بعد بھی نہ مانے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ پابندِ شریعت اور متبعِ سنت ہے تو ٹھیک ہے(۲) اور پھر جو لوگ وقار نہیں کرتے وہ غلطی پر ہیں، ان کو اپنی اصلاح ضروری ہے، اگر امام پابند نہیں تو اس کو اپنی اصلاح لازم ہے، صحیح مسائل کو تسلیم نہ کرنا ہٹ دھرمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

امام صاحب کا گھر گھر کھانا

سوال [۲۵۲۵]: ہمارے یہاں امام مسجد تمام گھروں میں فرداً فرداً کھانا کھاتے ہیں اور کوئی شخص مصلی کی دعوت کرتا ہے یعنی فقیروں کی، تو کیا امام صاحب کی بھی دعوت کرسکتا ہے؟ امام صاحب کے لیے ایسی

---

(۱) "وليس للخاص أن يعمل لغيره ،ولو عمل نقص من أجرته بقدر ماعمل فتاوى النوازل".
(الدرالمختار، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير: ۷۰/۶، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة، الكتاب الثاني في الإجارة، (رقم المادة : ۴۲۲) : ۲۳۷/۱ ،مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الهداية، كتاب الإجارة، باب ضما ن الأجير: ۳۰۸/۳، إمداديه، ملتان)

(۲)" والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً و تجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن اهـ". (الدر المختار ، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱۲۱/۱ ، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة : ۱۰۷/۱ ،دار إحياء التراث العربي بيروت)

دعوت میں کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام صاحب کے کھانے کا انتظام مشترکہ طور پر گاؤں والے اس طرح کریں کہ دن مقرر کرلیں کہ فلاں روز فلاں شخص کے مکان پر کھانا ہے، فلاں شخص کے مکان پر ہے تو یہ درست ہے پھر چاہے تو امام صاحب کو مکان پر بلاکر معزز مہمان کی طرح کھانا کھلا دیا کرے، چاہے امام کے مکان پر یا حجرہ میں جہاں وہ ہوں بھیج دیا کریں، جس طرح رضامندی سے طے ہوجائے، کسی کو ثواب پہونچانے کیلئے اگر غریبوں کو کھانا کھلانا ہو تو امام صاحب کو وہ کھانا نہ کھلایا جائے جو امامت کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امام صاحب کا مقرر شدہ کھانا لانے کیلئے گھر گھر جانا

سوال[۲۵۲۶]: ہمارے محلے کی مسجد میں جو امام نماز پڑھاتے ہیں منجانب محلّہ کھانے کا انتظام ہے جس کو اب تک خود امام صاحب محلے کے گھروں پر جا کر لاتے ہیں، بسا اوقات ایک وقت کے کھانے کے لئے ان کو بار بار دروازہ یا زنجیر کھٹکھٹانا پڑتا ہے اور ایسا بھی کثرت سے ہوتا ہے کہ اہل خانہ کی طرف سے بے جا کلمات تک سننا پڑتا ہے۔ تو کیا امام صاحب کے لئے مناسب ہوگا کہ مسجد کے متولی صاحب سے کھانیکا معقول نظم کرائے؟ کیونکہ مسجد کی اپنی جائیداد اور معقول آمدنی بھی ہے، اسی طرح مؤذن صاحب کو علاوہ کھانے کے دس روپیہ ماہوار مسجد کے سرمایہ سے دیا جاتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مذکورہ صورت یقیناً امام صاحب کے منصب کے خلاف ہے، متولی صاحب ان کا انتظام کریں اور کھانا امام صاحب کے پاس پہونچا دیا کریں، امام صاحب کو خود در بدر نہ پڑے، اور جب کہ مسجد کی آمدنی میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دے رکھی ہے تو امام صاحب کے لئے تنخواہ کا انتظام بھی کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "وفي القنية: يجوز صرف شيئ من وجوه مصالح المسجد إلى الإمام إذاكان يتعطل، لولم يصرف إليه يجوز صرف الفاضل عن المصالح إلى الإمام الفقير بإذن القاضي. لابأس بأن يعين شيئاً من =

دوسرے کے گھر پان لگا کر کھانے والے کی امامت

سوال[۲۵۲۷]: ہمارے گاؤں میں ایک عالم بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور امام صاحب بھی ہیں، کبھی کبھی ظہر وعصر مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور کبھی مسجد میں، اسی لئے ان کا انتظار نہیں کیا جاتا ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے عصر کی نماز پڑھ کر ایک آدمی کا دروازہ بند تھا، مولوی صاحب دروازہ کھول کر پان کھا کر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ چچا جب بھی ہمارے گھر میں ہوتا ہے تب پان لگا کر کھالیتے ہیں، اتنا مہنگا پان ہے جس کو کھانا ہو وہ اپنے پاس رکھے، اور ابھی کوئی دیکھے گا تو ہمارے اوپر الزام لگائے گا، یہ آواز جب ہم نے سنی تو ناظم سے کہا، اور چار چھ آدمیوں سے کہا کہ ان کو پچاس روپے تنخواہ ملتی ہے اور تین روپے پان کو ملتا ہے تو ان کا خیال منتشر ہوگیا۔ ہم سب کو اکھٹا کیا سب کی رائے ہوئی کہ ان صاحب کو بلایا جائے وہ پنچائت میں پہنچ گئے، ہم نے کہا کہ مولوی صاحب کا گھر پانچ کوس پر ہے، ان کے گھر میں پان لگا کر کیوں کھالیا ہے، تب انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب کو نہیں نکالیں گے، تب انہوں نے ہم پر جوتا اٹھایا اور گالی دی کہ اس کا جواب دیجئے۔

الجواب حامداًومصلياً:

بے تکلفی کی بناء پر اگر پان وہاں سے کھالیا اور یہ ناگوار ہے تو امام صاحب کو کہہ دیا جائے کہ آپ کا یہ طریقہ ٹھیک نہیں، آئندہ ایسا نہ کریں (۱)، ان امام صاحب کو بھی چاہیے کہ ایسی روش اختیار نہ کریں، جس سے ان کے وقار کو نقصان پہنچے، بہرحال اتنی بات کو سمجھا کر ختم کیا جا سکتا ہے، یہ ایسی چیز نہیں جس سے امام صاحب کو بدل کر دوسرا امام بلا ناضروری ہو، آپس کا اختلاف نہایت خراب نتائج پیدا کرتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۰/۷/۸۹ھ۔

= مسبلات المصالح للإمام". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۴۱۴، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿أو صديقكم﴾ (سورة النور: ۶۱) أى: بيوت أصدقائكم وأصحابكم ﴿فلا جناح عليكم﴾ في الأكل منها ﴿إذا علمتم﴾ أن ذلك لا يشق عليهم ولا يكرهون ذلك". (تفسير ابن كثير: ۳/۴۰۷، دار الفحياء دمشق)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم، واصبروا، إن الله مع الصابرين﴾. (سورة الأنفال: ۴۶)

امام صاحب کا کھانا

سوال[۲۵۲۸]: ہمارے یہاں ایک مدرس ہیں جو اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں، لیکن ان کے کارنامے ایسے ہیں کہ اکثریت اس کے خلاف ہے، صرف چار پانچ آدمی کو جو کارکن بنے ہوئے ہیں انہوں نے زبردستی روک رکھا ہے اور جھگڑا ہر وقت تیار رہتا ہے کیونکہ کھانے میں انکی کچھ ایسی شرطیں ہیں جو غریب عوام برداشت نہیں کرسکتے۔ ان کی عمر ۳۵/ سال ہے، شادی ابھی تک نہیں کی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جہاں پر اتنے لوگ ناخوش ہوں امام صاحب کو خود ہی استعفیٰ دینا نہیں چاہے۔ وضاحت کے ساتھ لکھیں تاکہ عوام وامام خود سمجھ لیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

امام کے متعلق آپ نے اتنا ہی لکھا ہے کہ ان کی کھانے کی شرائط ایسی ہیں جن کو غریب عوام برداشت نہیں کرسکتے تو یہ کچھ لڑائی اور اختلاف کی بات نہیں، اگر وہاں کے لوگ ان کی شرائط کے موافق کھانا نہیں دے سکتے، وہ عذر کردیں(۱)، جو لوگ دے سکتے ہیں وہ اپنے ذمہ کھانا متعین کرلیں، غرض جھگڑے سے بچنا لازم ہے(۲)۔ اگر امام میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو جس سے امامت میں نقصان آتا ہو تو جو لوگ انکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ قصوروار ہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱/۱۸ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾(سورة البقرة: ۲۸۶)

(۲) قال تعالىٰ: ﴿وأطيعوا الله ورسوله، ولا تنازعوا، فتفشلوا وتذهب ريحكم، واصبروا، إن الله مع الصابرين﴾ (سورة الأنفال: ۴۶)

(۳) "عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلوة: من تقدم قوماً وهم له كارهون". "قال الشوكاني في النيل: وأحاديث الباب يقوى بعضها بعضاً فينتهض للاستدلال بها على تحريم أن يكون الرجل إماماً لقوم يكرهونه .... وقد قيد بعض اهل العلم بالكراهة الدينية بسبب شرعي فأما الكراهة لغير الدين فلا عبرة، بها .... قال في الدرالمختار ولو أمّ قوماً وهم له كارهون إنِ الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره له ذالك تحريماً".

(بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب الرجل يؤم قوما وهم له كارهون: ۱/ ۳۳۱، إمداديه، ملتان)

غیر شادی شدہ کی امامت

سوال[۲۵۲۹]: ایک شخص رنڈوہ ہے اور ذی علم عاقل بالغ جوان عمر مرد ہے، نامرد بھی نہیں ہے، ایسے شخص کو ہمیشگی کے لئے پیش امام بنانا کیسا ہے؟ شادی کا نام بھی نہیں لیتا ہے، کیا نماز شادی شدہ شخص کے پیچھے پڑھنے جیسی فضیلت وشان رکھتی ہے یا کچھ فرق ہے، عند الشرع الشریف؟ جواب از حوالہ تحریر فرمائیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کو شہوت کا غلبہ نہیں تو اس کے ذمہ شادی ضروری نہیں (۱) اور اس سے اس کی امامت میں خلل نہیں آتا، البتہ اگر اس کو شہوت کا غلبہ ہے اور خیالات پراگندہ رہتے ہیں تو بہ نسبت اس کے ایسے شخص کو امام بنانا افضل ہے جس کے بیوی موجود ہے اور خیالات پراگندہ نہیں رہتے بلکہ اس کو اطمینان حاصل ہے اور امامت کی اہلیت بھی رکھتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ رجب/ ۵۶ھ۔

بے شادی شدہ کی امامت

سوال[۲۵۳۰]: ہماری مسجد کے پیش امام نماز روزہ کے پابند، فقہ حنفی سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہیں، اس وقت ان کی عمر ۵۰/ یا ۵۵/ برس کے درمیان ہوگی، لیکن وہ ابھی تک شادی نہیں کئے، ان کی امامت کے متعلق یہاں کے لوگوں میں شکوک پائے جاتے ہیں۔ از روئے فقہ حنفی ایسے امام کی امامت درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) "ویکون (أی النکاح) سنةً حال الاعتدال". (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴۲، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح: ۱/۳۱۶، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "وفی الأشباه قبیل ثمن المثل: ثم الأحسن زوجةً، ثم الأکثر مالاً، ثم الأکثر جاهاً". (الدر المختار)

"(قوله: ثم الأحسن زوجةً)؛ لأنه غالباً یکون أحب لها وأعف لعدم تعلقه بغیرها". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۸، سعید)

تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس امام کی عمر ۵۰/ یا ۵۵/ برس کی ہے اور اس نے شادی نہیں کی اس کو شادی کی ضرورت بھی نہیں، اور اس میں امامت کی اہلیت ہے تو اس کو شادی نہ کرنے کی وجہ سے اس کی امامت میں خرابی نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۵/ ۹۶ھ۔

جس کی بیوی نہ ہو اس کی امامت

سوال [۲۵۳۱]: زید اور اس کے بھائی دونوں ادھیڑ عمر میں ہیں لیکن نہ بیوی ہے نہ بچے ہیں۔ زید کا عذر یہ ہے کہ ماں کی خدمت نہ بیوی کر سکتی ہے، نہ اس کے مزاج کو سمجھ سکتی ہے، نہ نباہ سکتی ہے، اس لئے میں شادی نہیں کرتا۔ لہذا ایسی صورت میں ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور زید کی شادی ہوئی تھی، مدت ہوئی بیوی کو مرے۔ ایسی حالت میں کیا امامت کر سکتا ہے؟ اور اگر زید کی شادی ہوئی ہی نہیں تو اس کا ایسی حالت میں امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اخلاق وعادات واعمال مطابقِ سنت ہیں تو ان کی امامت میں یہ چیز مانع نہیں، ان کے پیچھے نماز درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) غیر شادی شدہ ہونا کوئی عیب نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے امامت ناجائز ہو، تاہم شادی شدہ شخص کو امام بنانا بہتر ہے:

"ثم الأحسن زوجة". (الدر المختار). وفی رد المحتار: "(قوله: ثم الأحسن زوجة)؛ لأنه غالباً يكون أحب لها وأعفّ لعدم تعلقه بغيرها". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/ ۵۵۸، سعيد)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة، ثم الأحسن تلاوةً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خُلقاً، ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً، ثم الأنظف ثوباً". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، =

جس کی ٹھوڑی چند بال پر ہوں اس کی امامت

سوال[۲۵۳۲]: ایک شخص کی موقوف علیہ تک تعلیم ہے اور عمر اٹھارہ سال سے متجاوز ہے، نیز ٹھوڑی کے اوپر اور نیچے کچھ بال نکل رہے ہیں، باقی جگہ پر بال نکلنے کا امکان کم ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو تحریمی یا تنزیہی؟ اور اگر باقی جگہ پر بال نکلنے کا امکان ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص جس کی عمر اٹھارہ سال سے متجاوز ہو چکی ہے اور ٹھوڑی کے اوپر نیچے کچھ بال نکلے ہوں اور باقی حصہ چہرہ میں بال نکلنے کا امکان کم ہے جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ گول داڑھی اس کی نہیں ہوگی اور وہ نماز کے مسائل سے بھی اچھی طرح واقف ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت نہیں:

"قد نبت له شعرات في ذقنه تؤذن؛ لأنه ليس من مستديري اللحى، فهل حكمه في الإمامة كالرجال الكاملين أم لا؟ فأجاب السيد العلامة أحمد بن يونس المعروف بابن الشلبي من متأخري علماء الحنفية عن مثل هذه المسئلة، فأجاب بالجواز من غير كراهة". شامی: ۱/۵۸۷ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۸۸ھ۔

امامت کے وقت اپنی عاجزی کا اعتراف

سوال[۲۵۳۳]: جب کبھی اتفاق سے امامت کا موقع ملتا ہے تو میں مصلی پر کھڑے ہو کر نیت

= باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۸، سعید)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل السادس الكلام في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۰۰، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

باندھنے سے پہلے اپنے دل میں خیال کرلیتا ہوں کہ "یا اللہ! میں اپنی ناقص توحید وایمان اور طہارت کے ساتھ تیرے ان بندوں کے بیچ میں واسطہ بن کر کھڑا ہوتا ہوں، اسے معاف فرما اور میری نماز میں خشوع وخضوع عطاء فرما" اس کے بعد نیت باندھتا ہوں۔ اس کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نماز شروع کرنے سے پہلے اس طرح اپنی عاجزی اور کمزوری کے اعتراف کا اظہار مناسب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/۱۲/۸۱ھ۔

عربی لہجہ میں اذان دینے والے کی امامت

سوال[۲۵۳۴]: زید خالی از ریاء اور بغیر دنیاوی غرض کے شائقینِ عربی لہجہ کے اصرار پر خود ثواب کی نیت رکھتے ہوئے عربی لہجہ سے جانکاری کے مطابق لہجہ مذکورہ میں بآوازِ بلند لاؤڈ اسپیکر سے اذان پڑھتا ہے۔ آیا زید کا یہ عمل شرعی نقطۂ نگاہ سے حرام ہے یا ناجائز یا مکروہ ہے یا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے جو کہ ایک جائز امر کو ناجائز یا مکروہ قرار دے کر عوام کو نیک کام سے برگشتہ کرے یا فتنہ پیدا کرنے کے حالات پیدا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان شریعت کا بہت شاندار حکم ہے، اس لئے بلند جگہ بلند آواز سے مستحب اور مستحسن ہے، جہاں ضرورت ہو وہاں لاؤڈ اسپیکر پر اس کی اجازت ہے تاکہ دور تک آواز پہونچ سکے(۲)۔ عربی لہجہ بھی مندوب

---

(۱) چونکہ نماز میں اصل خشوع وخضوع ہے اور خشوع وخضوع ایسے توجہات سے حاصل ہوتی ہے، اسلئے اپنے آپ کو متوجہ کرنے کے لئے اس طرح کیا جاوے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے: قال اللہ سبحانہ تعالیٰ: ﴿قد أفلح المؤمنون الذين هم في صلاتهم خاشعون﴾، (سورة المومنون: ۱، ۲)

(۲) "(قوله: في مكان عالٍ)، في القنية: ويسن الأذان في موضع عالٍ.......... وفي السراج : وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران، ويرفع صوته". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الآذان: ۱/۳۸۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الآذان: ۵/۴۴۳، ۴۴۴، رشيديه)

ہے، اس کو منع کرنا غلط ہے۔ جو شخص اس کو ناجائز کہتا ہے اس سے ناجائز ہونے کی دلیل طلب کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۸/۹۰ھ۔

سری قرأت میں تیز اور جہری میں ٹھہر کر پڑھنے والے کی امامت

سوال [۲۵۳۵]: جو امام جماعت کی نماز سکون کے ساتھ پڑھتا ہو اور تنہا بہت جلد جلد پڑھتا ہو اس کی امامت کا کیا حکم ہے، کیوں کہ بظاہر اس کا ظاہر و باطن ایک نہیں، ایسے ہی اکثر امام قرأت والی دو رکعتوں میں تو قرآن شریف ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے دیر تک پڑھتے ہیں اور باقی ایک یا دو رکعت بہت جلد پڑھتے ہیں، بعض بعض تو اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ آدھی الحمد بھی کوئی مشکل سے پڑھ سکے۔ کیا ایسے کی امامت بلا کراہت جائز ہے کیوں کہ وہ عوام کی نماز خدا کے ہاں پیش کرنے کا وکیل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آہستہ پڑھتے وقت جلد پڑھنا اور زور سے پڑھتے وقت ٹھہر کر پڑھنا ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے امامت ناجائز ہو، اگر چہ امام کو چاہئے دونوں طرح پڑھتے وقت قواعد و آداب قرآن شریف کی رعایت رکھے (۱)۔ بحالتِ امامت سکون کے ساتھ پڑھنے اور بحالتِ انفراد جلد پڑھنے سے بھی امامت میں خرابی نہیں

---

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة صحةً وفساداً بشرط اجتنابه عن الفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة، ثم الأورع". (الدرالمختار).

"(قوله: ثم الأحسن تلاوة وتجويداً) .... ومعنى الحسن فى التلاوة أن يكون عالمًا بكيفية الحروف والوقف وما يتعلق به". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا فى البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۷، ۶۰۸، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دار إحياء التراث العربى، بيروت)

آتی (۱) اوراس وجہ سے اس کی نیت پر حملہ کرنا کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہیں یہ بھی ناجائز ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۵/ ۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۴/ ۵/ ۱۳۵۸ھ۔

رکوع سجدہ میں جلدی کرنے والے کی امامت

سوال [۲۵۳۶]: جو نماز میں اس قدر جلدی کرے کہ مقتدی تین تسبیح بھی پوری نہ کر سکے تو ایسے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی جلدی کرنا مکروہ ہے، امام کو مقتدیوں کی رعایت اس قدر کرنا چاہئے کہ جس سے وہ لوگ بھی کم از کم تین تین مرتبہ رکوع، سجدہ میں تسبیح کہہ لیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ۱۱/ ۵۵ھ۔

صحیح: بندہ عبداللطیف، ۹/ ذی قعدہ/ ۱۳۵۵ھ، صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

جو امام دینی وعظ کی اجازت نہ دے، سیاسی تقریروں کی اجازت دے اس کی امامت

سوال [۲۵۳۷]: جو امام ملت سے غداری کرے جو مسجد میں دینی وعظ خدا اور رسول کے ذکر کی

---

(۱) (راجع، ص: ۷۳، رقم الحاشية: ۱)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿والله عليم بذات الصدور﴾ (سورة آل عمران: ۱۵۴)

(۳) "وفي المنية: ويكره للإمام أن يعجّلهم عن إكمال السنة، ونقل في الحلية عن عبد الله بن المبارك واسحق وإبراهيم الثوري أنه يستحب للإمام أن يسبّح خمس تسبيحات ليدرك من خلفه الثلاث الخ".

(رد المحتار: كتاب الصلاة، فصل في بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۱/ ۴۹۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۵۱، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۲۱۴، امداديه ملتان)

اجازت نہ دے، دینی وعظ اور جلسوں سے اس کو تکلیف ہوتی ہے، بے شرع لوگوں کو سیاسی جلسوں کی اجازت دے اوران کی ہر طرح مدد کرے جو بڑے متکبر اور مغرور ہو، غریب اور کمزور کو دھونس دیں، کیا ان کی باتیں ٹھیک ہیں اوران کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ مسئلہ تو اتنا صاف ہے کہ ہر شخص جانتا ہے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں (۱)، سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی مسلمان خاص کر امام ان امور کا کیسے مرتکب ہوسکتا ہے، کہ دینی وعظ خدا اور رسول کے ذکر کی اجازت نہ دے اوراس کو اس سے تکلیف ہوتی ہو۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح :بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

فتویٰ صحیح سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے والے کی امامت

سوال[۲۵۳۸] : میں اپنی آنکھیں بنوانے کے سلسلہ میں تیار ہی تھا کہ اتنے میں رجعت نامہ مل گیا، مرتکبین جرم کو سنایا گیا، لیکن ان پر جہل اس قدر غالب ہے کہ کسی مفتی کے فتویٰ پر عمل نہیں کرتے اور صاف انکار کردیا کہ ہم توبہ نہیں کریں گے، ہندوستان کے مفتیوں کے خلاف ہیں۔ایسی صورت میں ان پر شرعاً معصیت عائد ہوتی ہے جو فسق پر دلالت کرتی ہے، مسلمانوں کی کوئی حکومت نہیں ہے اور نہ پنچایت ہی قائم رہی، کوئی کسی کی نہیں سنتا اور سخن پروری مسلط ہوچکی ہے۔اب ان کی امامت کا کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں سے معاملات رکھنے چاہئیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

فتوے کو صحیح سمجھنے کے باوجود اس کو تسلیم نہ کرنا بڑا جرم ہے جس کی سخت سزا ہے (۲)، امامت کا منصب تو

---

(۱)"وعن الحسن مرسلاً قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمر دنياهم، فلاتجالسوهم فليس لله فيهم حاجة". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب المساجد ومواضع الصلوٰة: ۱/۷۱، قديمي)

(۲)"إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوى الأئمة، فقال صاحبه: ليس كما أفتو، أو قال: لا نعمل =

جلیل القدر منصب ہے ایسا آدمی اس کا اہل نہیں (۱)۔ البتہ کسی اہل علم کے نزدیک اس کے علم وبصیرت کی روشنی میں فتویٰ ہی صحیح نہ ہو، یا اس کے نزدیک سوال ہی غلط قائم کیا گیا ہو تو اس کا حکم یہ نہیں، توبہ واستغفار بہرحال امر خیر ہے جس کا حکم نصِ قطعی میں موجود ہے (۲) اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت منقول ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۵ھ۔

صدقۃ الفطر اور چرم قربانی لینے والے کی امامت

سوال [۲۵۳۹]: ایک شخص قوم سید متمول صاحب ایک مسجد میں امام ہیں اور اس مسجد میں دو طرح کی آمدنی ہے: ایک آمدنی شبِ قدر رمضان میں ۴۰/۵۰ روپیہ ہے اور دوسری آمدنی فطرہ اور صدقہ اور کھالیں قربانی کی ہیں تو ان دونوں آمدنیوں میں سے امام کے لئے کونسی جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے؟ باوجود اس کے کہ امام کو صدقات اور قربانی کی کھالیں لینا ناجائز ہونے کا علم ہے اور پھر وہ منت اور خوشامد سے لیتا ہے اور دینے والوں کو بھی معلوم ہے کہ یہ امام متمول سید ہے، مگر چوں کہ سید منت خوشامد کرتا ہے اس کی منت خوشامد کی وجہ سے ان کو دیتے ہیں۔ پس ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے کہ جو دانستہ کھلم کھلا ناجائز آمدنی لے رہا ہے؟ اور اہلِ قربانی جو علم کے باوجود کھالیں ان کو دیتے ہیں ان کی قربانیوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

= بهذا، كان عليه التعزير، كذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، و منها مايتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۲، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إني جاعلك للناس إماما﴾. (سورة البقرة: ۱۲۴)

"وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول و من ألزم الله تعالىٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمى)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين اٰمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "والله إني لأستغفر الله وأتوب إليه في اليوم أكثر من سبعين مرةً". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار، ص: ۲۰۳، قديمى)

الجواب حامداًومصلیاً:

مالدار صاحبِ نصاب آدمی کو صدقۂ فطر لینا ناجائز ہے اور ایسے شخص کو دینے سے صدقۂ فطر ادا نہیں ہوتا، نیز امامت وغیرہ کی اجرت میں دینا بھی جائز نہیں۔ قربانی کی کھال خود استعمال کرنا، امیر وغریب سب کو دینا جائز ہے، لیکن امامت وغیرہ کی اجرت میں اس کا دینا بھی درست نہیں، اگر کھال فروخت کردی ہے تو اس کی قیمت کو کسی غریب مستحق کو صدقہ کرنا واجب ہے، کسی مالدار کو دینا یا کسی اجرت میں یا خود رکھنا ہرگز جائز نہیں، تاہم قربانی میں اس سے خرابی نہیں آتی قربانی ادا ہوجاتی ہے، صرف کھال یا اس کی قیمت کو بے محل صرف کرنے کا گنہ ہوتا ہے جس کی مکافات لازم ہے، اگر امام اس کا مستحق نہیں اور پھر لیتا ہے اور اس کو مسئلہ بھی معلوم ہے تو اس کو امامت سے علیحدہ کردیا جائے بشرطیکہ اس سے بہتر امام موجود ہو(۱)۔

”صدقة الفطر كالزكوة فى المصارف اھ“(۲)۔

”ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال، فإن بيع تصدق بثمنه اھ“. در مختار(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/ ذی الحجہ/۵۶ھ۔

---

(۱) ”فإن أمكن الصلوة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد“. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۱، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۳۶۹، سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثامن فى صدقة الفطر: ۱/۱۹۴، رشيديه)

(۳) (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۸، ۳۲۹، سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب السادس فى بيان مايستحب فى الأضحية والانتفاع بها: ۵/۳۰۱، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الأضحية: ۲/۵۲۱، دارإحياء التراث العربى بيروت)

مسجد میں چماروں کو تعویذ دینے والے کی امامت

سوال[۲۵۴۰]: ہماری مسجد میں ایک امام صاحب نے ایک شخص کو جس کی دو بیویاں تھیں تعویذ دے کر ایک بیوی کو طلاق دلادی، نیز چماروں کو مسجد میں تعویذ دیتے ہیں، جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ امام کے والد اور چند لوگ انہیں وجوہات کے بناء پر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر شرعی ثبوت کے یہ کہنا کہ فلاں شخص نے تعویذ کے ذریعہ طلاق دے دی ناجائز اور گناہ ہے(۱)، جس طرح کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کرادینا اور بلا وجہ شرعی طلاق دلوادینا گناہ ہے(۲)، پس اگر مقتدیوں نے امام پر بہتان لگایا ہے تو وہ توبہ کریں اور معافی مانگیں، آئندہ احتیاط رکھیں(۳)، مسجد میں ایسے شخص

---

(۱) قال تعالی: ﴿یأ یھالذین آمنوا اجتنبو کثیراً من الظن، إن بعض الظن إثم﴾. (سورة الحجرات: ۱۲)

"عن أبی ھریرة رضی اللہ تعالی عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "إیاکم والظن، فإن الظن أکذب الحدیث". متفق علیه". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینھی عنه من التھاجر والتقاطع: ۴۲۷/۲،قدیمی)

(۲) قال تعالیٰ: ﴿فیتعلمون منھما ما یفرقون به بین المرء و زوجه﴾. (البقرة: ۱۰۲)

"وعن جابر رضی اللہ تعالی عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: "إن الشیطان لیضع عرشه علی الماء، ثم یبعث سرایاہ فی الناس، فأقربھم منزلةً أعظمھم عنده فتنةً، ویجیء أحدھم فیقول: مازلت بفلان حتی ترکته وھو یقو ل کذاوکذا،فیقول إبلیس: لا واللہ! ما صنعت شیئاً. ویجیء أحدھم فیقول: ما ترکته حتی فرّقت بینه وبین أھله، قال :فیقربه وید نیه ویلتزمه، ویقول: نعم! أنت". (تفسیر ابن کثیر: ۲۰۲/۱،دارالفیحاء دمشق)

(۳) "ان لھا (أی التوبة) ثلثة أرکان: الإقلاع والندم علی فعل تلک المعصیة والعزم أن لا یعود إلیھا أبداً، فإن کانت المعصیة لحق آدمی، فلھا رکن رابع، وھو التحلل من صاحب ذلک الحق. وأصلھا الندم، وھو رکنھا الأعظم. واتفقو' علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة علی الفور لا یجو ز تأخیر ھا سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً". (النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲،قدیمی)

کو نہ آنے دیں جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہو(۱)،تعویذ کسی اَور جگہ بیٹھ کر دیں (۲)۔لوگوں میں لڑائی کرادینا بھی گناہ ہے(۳)،اگرامام صاحب کا گناہ ثابت ہو جائے اوروہ توبہ نہ کریں تو وہ علیحدگی کے مستحق ہیں (۴)،تاہم مقتدی ترکِ جماعت نہ کریں (۵)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

جوامام مقتدی سے صلح نہ کرے اس کی امامت

سوال[۲۵۴۱]: ایک امام اور مقتدی میں کچھ جھگڑا ہوا، بروز جمعہ یہ معاملہ پیش ہوکر یہ بات طے ہوئی کہ خطا کسی کی نہیں بلکہ دونوں صاحب کی بھول ہے،اس لئے صلح کرلو کیونکہ مرتبہ میں تو امام صاحب بڑے اور عمر میں مقتدی صاحب بڑے ہیں،لہٰذا دونوں مصافحہ ملالو،مگر سارے گاؤں کے کہنے پر بھی پیش امام صاحب نے مصافحہ نہیں کیا۔اس مقتدی کی نماز اس پیش امام کے پیچھے ہورہی ہے یا نہیں؟ اس طرح سے بہت سے

---

(۱) "ولا يحفر في المسجد بئر ماء؛ لأنه لو حفر، يدخل فيه النسوان والصبيان فيذهب حرمة المسجد". (فتاویٰ قاضي خان، كتاب الطهارة، فصل في المسجد: ۱/۶۵، رشيديه)

(۲) "رجل يبيع التعويذ في المسجد الجامع، ويكتب في التعويذ التوراة والإنجيل والفرقان، ويأخذ عليه المال، ويقول: ادفع إلىّ الهدية، لا يحل ذلك، كذافي الكبرى، ويكره كل عمل من عمل الدنيا في المسجد". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ: ۵/۳۲۱، رشيديه)

(۳) قال الله تعالى: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً ولاتفرقوا﴾. (سورة ال عمران: ۱۰۳)

وقال تعالىٰ ﴿ و لا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ريحكم﴾ (سورة الانفال: ۴۷)

(۴) "إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يو جبه، مثل أن يو جد منه اختلا ل أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين، كما كان لهم نصبه و إقامته لا نتظامها و إعلا ئها، و إن أدى خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين". (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/۲۶۴، سعيد)

(۵) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين: "فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم، فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

مقتدیوں کے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے جو اپنے مقتدیوں سے بغض وکینہ رکھے اور صلح پر رضامند نہ ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نماز تو اس مقتدی کی بلکہ سب مقتدیوں کی ان کے پیچھے بھی درست ہوگئی (۱)، لیکن امام صاحب کے لیے یہ طریقہ اچھا نہیں بہت غلط اور سخت ناپسند ہے، جو شخص مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہو اور صلح کرنا چاہتا ہے اور بستی کے لوگ بھی سب خواہش مند ہیں تو امام صاحب کو ایسا نہیں کرنا چاہئے وہ مصافحہ نہ کریں اور دل میں کینہ رکھیں، ان کی بھی اپنی اصلاح ضروری ہے (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۲/۱ھ۔

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: " الجهاد واجب عليكم مع كل أمير: براً كان أوفاجراً، وإن عمل الكبائر. والصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم برًّا كان أوفاجراً وإن عمل الكبائر، والصلوة واجبة على مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". رواه أبوداؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۰۰، قديمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس، والله يحب المحسنين﴾. (سورة آل عمران: ۱۳۴)

فقوله تعالى: "﴿والكاظمين الغيظ﴾: أی لا يعملون غضبهم فی الناس بل يكفون عنهم شرهم، ويحتسبون ذلک عند الله عزوجل، ثم قال تعالى: ﴿والعافين عن الناس﴾: أی مع كف الشرّ يعفُون عمن ظلمهم فی أنفسهم، فلا يبقى فی أنفسهم موجدة على أحد، وهذا اكمل الأحوال". (تفسير ابن كثير: ۱/۵۳۹، دارالفيحاء دمشق)

"وعن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "يفتح أبواب الجنة يوم الإثنين ويوم الخميس، فيغفرلكل عبد لا يشرک بالله شيئاً إلا رجل كانت بينه وبين أخيه شحناء، فيقال: انظروا هذين حتى يصطلحا". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ۲/۴۲۷، قديمی)

جو امام مسجد کے دروازے پر دوکان لگائے اس کی امامت

سوال[۲۵۴۲]: ایک امام مسجد نے مسجد کے دروازے پر الماری کھڑی کر کے دوکان لگالی جس کی بنا پر راستہ مسجد کا نمازیوں کی آمدورفت کے لئے تنگ ہوگیا۔کیا ایسے امام لائق امامت ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام کو ایسے تصرف کا حق نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جو امام مسجد کی دوکان بیچ دے اس کی امامت

سوال[۲۵۴۳]: مسجد کے دروازہ میں ایک دوکان تھی امام مسجد نے اس دوکان کو فروخت کردیا، جب لوگوں نے شور مچایا تو رقم واپس کی۔کیا ایسے امام کے لئے امامت کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ایسا کرلیا تھا، پھر توبہ کرلی تو وہ درگزر کے قابل ہے(۲) ورنہ اس کی

---

(۱) "أما لو تمّت المسجدية ثم أراد البناء، مُنع .... فإذا كان هذا في الواقف، فكيف بغيره؟ فيجب هدمه و لو على جدار المسجد .... ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلاً و لا سكنى".

"قلت: وبه علم حكم ما يصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره، فإنه لا يحل .... والمراد بالمستغل أن يؤجر منه شيء لأجر عمارته". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف: ۳۵۸/۴، سعيد)

"لا يجوز للقيم أن يضيق فناء المسجد للمارّة والجماعة ببناء الحانوت فيه". (الفتاوىٰ البزازية، كتاب الوقف، الرابع في المسجد و ما يتصل به: ۲۷۲/۶، رشيديه)

"حائط المسجد من داخله و خارجه له حكم في وجوب صيانته و تعظيم حرماته و كذا سطحه". (الفقه الإسلامي في أحكام المساجد: ۵۵۳/۱، رشيديه)

(۲) قال سبحانه تعالىٰ: ﴿و إني لغفار لمن تاب﴾ سوره طٰه: ۸۲)

"وعن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه". (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول: ۲۰۳، قديمي)=

امامت مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

امام صاحب کا اعلان کہ جس سے میں ناراض اس سے خدا ناراض

سوال[۲۵۴۴]: دوشخصوں میں کوئی رنجش تھی، ان میں سے ایک نے بعد نماز جمعہ اعلان کیا کہ جس سے میں ناراض ہوجاؤں گا اس سے خدا ناراض ہو جائیگا اوران دونوں میں سے ایک امام ہے اورایک مقتدی، اعلان کرنیوالا امام ہے۔اب سوال یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر ناراضگی کی وجہ کچھ ایسی ہی ہے جس سے خدائے پاک بھی ناراض ہوتو اس اعلان کیوجہ سے اس امام کے پیچھے نماز کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، البتہ اعلان کا یہ طریقہ غلط ہے، کیونکہ اس میں اپنی ناراضگی کو اصل قرار دیا گیا ہے، اگر اس طرح بات کہی جائے کہ جس سے خدا ناراض ہے اس سے میں ناراض ہوں تو فی نفسہ بات صحیح ہے(۲)، لیکن بجائے اعلان کے اس کو تفہیم کرنا، امید ہے کہ نافع ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۵ھ۔

= "وعن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار، الفصل الثالث: ۲۰۶، قديمي)

(۱) "ويكره إمامة عبد و فاسق .... هذا إن وجد غيرهم و إلا فلا كراهة.......... اهـ". (قوله: فاسق: ولعل المراد به من يرتكب الكبائر .... وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، و بأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، و قد وجب عليهم إهانته شرعاً". (الدر المختار مع رد المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(و كذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴، امداديه ملتان)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

(۲) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله إذا أحب عبداً دعا جبرائيل فقال: إني أحب فلاناً فأحبه، قال: فيحبه جبريل، ثم ينادي في السماء، فيقول: إن الله =

تمباکو پینے والے کی امامت

سوال[۲۵۴۵]: جو امام تمباکو نوشی کرتا ہے اس کی امامت کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو امام تمباکو پیتا ہے اس کے پیچھے بھی نماز درست ہے(۱)، لیکن بدبودار منہ لے کر مسجد میں آنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے وضو اور مسواک سے منہ خوب صاف کر کے مسجد میں آئے ورنہ فرشتوں کو بھی اذیت ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

=يحب فلاناً فأحبوه، فيحبه أهل السماء، ثم يوضع له القبول فى الأرض. و إذا أبغض عبداً دعا جبرئيل فيقول: إنى أبغض فلاناً فأبغضه قال: فيبغضه جبرئيل، ثم ينادى في أهل السماء: أن الله تعالىٰ يبغض فلاناً فأبغضوه، قال: فيبغضونه، ثم يوضع البغضاء فى الأرض ". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الحب فى الله ومن الله: ۲/۴۲۵، قديمى)

(۱) "وإن تقدموا، جاز لقوله عليه السلام: "صلوا خلف كل برّو فاجر". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۳۴۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فى بيان من يصلح للإمامة: ۱/۶۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "و عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:" من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربنّ مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلوة : ۱/۶۸، قديمى)

"وأكل نحو ثوم، و يمنع منه، وكذا كلّ مؤذٍ و لو بلسانه". (الدر المختار). وقال ابن عابدين: "(قوله: وأكل نحو ثوم): أى كبصل ونحوه مماله رائحة كريهة، للحديث الصحيح فى النهى عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد، قال الإمام العينى فى شرحه على صحيح البخارى: قلت: علة النهى أذى الملائكة وأذى المسلمين". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها : ۱/۶۶۱، سعيد)

تمباکونوش اور سینمابین شخص کی امامت

سوال[۲۵۴۶]: ایک امام مسجد ہے وہ سینماوغیرہ دیکھتا ہے، حالانکہ وہ عالم بھی ہے، بیڑی، سگریٹ کثرت سے پیتا ہے اور پان میں تمباکو چونا وغیرہ ملا کر کھاتا ہے، مسجد کے تمام مقتدی اس کے اس فعل سے سخت ناراض ہیں، کئی بار سمجھایا گیا مگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے بلکہ حجت سے کام لیتے ہیں اور ہم ناخواندہ کو مکروہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں، ہماری ان کی گفتگو ناگفتہ بہ ہو چکی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ تمباکو اور اس کے استعمال کرنے والے کے لئے کتاب وسنت وفقہ کے اعتبار سے کیا حکم ہے اور اس کی امامت کیسی ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

بدبودار تمباکو کھانا بدبو کی وجہ سے مکروہ ہے، البتہ مسجد میں جانے سے پہلے مسواک وغیرہ کے ذریعہ منہ صاف کر لینا چاہیئے۔ اگر تمباکو خوشبودار ہو تو وہ مکروہ بھی نہیں، البتہ اگر تمباکو نشہ آور ہو جس سے عقل جاتے رہے تو اس کا کھانا پینا حرام ہے(۱)۔ سینما دیکھنے سے ان کو منع کر دیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ اگر آئندہ یہ ثابت ہو گیا کہ آپ سینما تشریف لے گئے ہیں تو آپ کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حقہ نوش کی امامت

سوال[۲۵۴۷]: حقہ پینے والے امام کا کیا حکم ہے، کیا حقہ نوش امام کی نماز ہو جائے گی؟

---

(۱)" قلت: فيفهم منه حكم النبات الذى شاع فى زماننا المسمى بالتتن فتنبه. وقد كرهه شيخنا العمادى فى هديته إلحاقاً له بالثوم والبصل بالأولى فتدبر". (الدر المختار).

"(قوله: وقد كرهه شيخنا العمادى فى هديته) أقول: ظاهر كلام العمادى أنه مكروه تحريماً و يفسق متعاطيه، فإنه قال فى فصل الجماعة: و يكره الاقتداء بالمعروف بأكل الربا أو شىء من المحرمات، أو يداوم الإصرار على شىء من البدع المكروهات كالدخان المبتدع فى هذا الزمان، ولا سيما بعد صدور منع السلطان .... وقال: و يؤخذ منه كراهة التحريم فى المسجد للنهى الوارد فى الثوم والبصل، وهو ملحق بهما". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۶۰، ۴۶۱، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقہ پینے سے منہ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے(۱)، اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ حقہ بالکل نہ پیا جائے، اگر معدہ کی اصلاح وغیرہ کے مقصد کے لئے بقدرِ ضرورت پیا جائے تو اس کا پینا حرام نہیں (۲)، البتہ مسواک وغیرہ سے منہ خوب صاف کرلیا جائے، پھر مسجد میں جائے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی نہ امام کی اور نہ مقتدی کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تمباکو کا منجن استعمال کرنے والے کی امامت

سوال [۲۵۴۸]: ہماری مسجد میں ایک امام صاحب ہیں وہ توحید کے قائل اور شرک وبدعت کے خلاف ہیں، بہت سے بدعتی کام مسجد میں ہوتے تھے وہ بند ہوگئے ہیں، کسی قسم کا فساد وغیرہ کچھ نہیں ہوا، مگر اب چند لوگ محرم والے، جنگ نامہ والے گیارھویں کرنے والے ان کے خلاف کچھ بھی الزام لگا کر ان کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر اللہ کے فضل سے امام صاحب اپنی باتوں پر اٹل ہیں، وہی لوگ عوام میں کچھ نہ کچھ باتیں امام صاحب کے خلاف پھیلا رہے ہیں، وہ یہ کہ امام صاحب تمباکو کا منجن دانتوں پر لگاتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ایسا کہتے ہیں تو یہ بتائیے کہ جو امام تمباکو جلا کر دانتوں پر ملتے ہیں اور نماز سے پہلے مسواک لگا کر وضو

---

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب المساجد و مواضع الصلوة: ۶۸/۱، قديمى)

(۲) (قد سبق تخريجه تحت عنوان: "تمباکونوش اور سینمابین کی امامت"۔)

وأيضاً قال الشامي في التنقيح: "وبالجملة إن ثبت في هذا الدخان إضرار صرف حال عن المنافع، فيجوز الإفتاء بتحريمه، وإن لم يثبت انتفاعه فالأصل حلّه، مع أن في الإفتاء بحله دفع الحرج عن المسلمين فإن أكثرهم مبتلون بتناوله مع أن تحليله أيسر من تحريمه .... نعم لو أضر ببعض الطبائع فهو عليه حرام، ولو نفع ببعض و قصد به التداوي فهو مرغوب". (تنقيح الفتاوى الحامدية: مسائل و فوائد شتى من الحظر والإباحة وغير ذلك: ۳۶۶/۲، قندهار افغانستان)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الأشربة: ۲۲۷/۴، دار المعرفة بيروت)

کرتے اور نماز پڑھاتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو شخص تمباکو کا منجن دانتوں میں استعمال کرے، اور پھر مسواک وغیرہ سے اچھی طرح منہ صاف کرلے تو اس منجن کی وجہ سے اس کی امامت میں کوئی نقصان نہیں بلا کراہت درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۹/۶/۹۶ھ۔

قرآن سے فال نکالنے والے اور سگریٹ نوش کی امامت

سوال[۲۵۴۹]: قرآن شریف کے ذریعہ سے فال کھولنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے عامل کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح دوسرے ذرائع سے فال کھولنا کیسا ہے؟ اور سگریٹ نوشی کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف یا کسی اَور کتاب سے فال کھول کر اس کو حجتِ شرعیہ سمجھنا اور اس پر حق و باطل کا فیصلہ رکھنا صحیح نہیں، غلط ہے(۲)، حق اور باطل کے فیصلے کے لئے شرعی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ محض رجحانِ قلبی کے لئے اگر فال لی جائے تو مضائقہ نہیں(۳)، ایسے شخص پر کوئی سخت حکم نہیں لگے گا اور نہ اس کی امامت میں کوئی

---

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة، ثم الأحسن تلاوةً للقرآن، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خُلقاً، ثم الأحسن وجها، ثم الأشرف نسباً، ثم الأنظف ثوباً". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۸، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۱، امداديه ملتان)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۲۹۹، ۳۰۱، قديمي)

(۲) "وقد صرح ابن العجمي في منسكه كما قال: ولا يؤخذ الفال من المصحف، فإن العلماء اختلفوا في ذالك، فكرهه بعضهم.......... ونص المالكية على تحريمه .... ومن حرمه اعتبر حروف المبني، فإنه في معنى الاستقسام بالأزلام". (شرح الفقه الأكبر للملا على القاري، ص: ۱۴۹، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ الحديثية، مطلب في أنه يكره أخذ الفال من المصحف، ص: ۳۰۷، قديمي)

(۳) "ومنه حديث: "كان صلى الله عليه وسلم يتفاء ل ولا يتطير".......... ووجهه أن الفال أمل ورجاء=

خرابی آئے گی۔ جو شخص پیٹ کی خرابی کی وجہ سے بطور دوا سگریٹ پیتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، مگر مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر کے مسجد میں آئے، اس کی امامت بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۴/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

کمیونسٹ کو ووٹ دینے والے کی امامت

سوال[۲۵۵۰]: ۱...... کمیونسٹ پارٹی کا ممبر بننا اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے ووٹ دینا جائز ہے کہ نہیں اور ووٹ دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۲...... زید کمیونسٹ ٹکٹ سے ٹاؤن ایریا کا ممبر ہے اور اس کا حمایتی بھی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۳...... بکر حافظ قرآن اور کمیونسٹ امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے ووٹ بھی دیا ہے، اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟ (خریدار نمبر: ۱۰۷۷)

الجواب حامداً ومصلياً:

کمیونسٹ اپنی اصل کے اعتبار سے مذہبِ اسلام کے مخالف ہیں(۲) اور ان کی اس اصل کی پابندی کرتے ہوئے ان کی پارٹی کا ممبر بننا مذہبِ اسلام کی مخالفت کرنا ہے، ان کو ووٹ دینا ایک مذہب اسلام کے مخالف کو ووٹ دینا ہے(۳)، اس بات کو سمجھتے اور اعتقاد کرتے ہوئے ممبر بننے والے اور اس کو ووٹ دینے

= للخير من الله تعالىٰ عن كل سبب ضعيف أو قوى". (ردالمحتار، باب العيدين، كتاب الصلوة، مطلب فى الفال والطيرة: ۲/۱۷۲، سعيد)

(۱) "وعن جابر رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا .... اهـ". (مشكاة المصابيح، باب المساجد و مواضع الصلاة، ص: ۶۸، قديمى)

(والصحيح لمسلم، باب نهى من أكل ثوماً أو بصلاً .... الخ: ۱/۲۰۹، قديمى)

(۲) "إن المنافق غير معترف بنبوة نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، والدهرىّ كذلك مع إنكاره إسناد الحوادث إلى الصانع المختار سبحانه وتعالىٰ" (رد المحتار، كتاب الحدود، باب المرتد: ۴/۲۴۱، سعيد)

(۳) "وقوله تعالىٰ: ﴿و تعاونوا على البر والتقوىٰ﴾ يقتضى ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة الله تعالىٰ؛ لأن البرّ هو طاعات الله".

"وقوله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهى عن معاونة غيرنا على معاصى الله =

والے کوامام بنانا درست نہیں (۱)۔

بعض آدمی مذہب اسلام کے معتقد اور پابند ہوکر بھی بعض سیاسی اور وقتی مصالح کی بنا پر کمیونسٹ یا کسی اَور مخالف اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر ممبر بنتے ہیں اور ان کی اس مصلحت کے پیش نظر سچے پکے مسلمان ان کو ووٹ دیتے ہیں ان کا یہ حکم نہیں، لیکن ان کی اس روش سے ایک مخالف اسلام پارٹی کو فروغ ہوکر اقتدار حاصل ہوتا ہے جس سے بہت سے لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوگی اور کمیونسٹ پارٹی کو اسلام کے خلاف نہیں بلکہ موافق سمجھیں گے۔ اور جب ایسے لوگ ممبر بن جائیں گے تو وہ کمیونسٹ جنہوں نے ان کو واقعۃً کمیونسٹ سمجھ کر ووٹ دیا ہے ان سے اپنے ایسے مطالبات منظور کرائیں گے جو کہ اسلام کے مخالف ہوں گے، اگر یہ اس میں کوشش نہیں کریں گے، تو ووٹ دینے والے ان کو غدار اور مکار قرار دیں گے اور یہ غداری ومکاری سب اسلام کے سر رکھی جائے گی اور آئندہ نہ ایسے ممبر پر کبھی اعتماد ہوگا اور نہ ایسے ووٹ دینے والوں پر جو کمیونسٹ پارٹی کا سہارا لے کر ایک مسلمان کو ممبر بنائیں۔

نیز یہ عمل ایک شریف سچا آدمی کبھی اختیار نہیں کرسکتا کہ خود مسلمان ہو اور دنیا کو دھوکہ دے کر اپنے آپ کو کمیونسٹ ظاہر کرے اور ووٹ حاصل کرے، ایسے شخص پر اس کا ضمیر انتہائی ملامت کرے گا، اسلام میں ایسے عمل کی ہرگز اجازت نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے جو لوگ ضمیر کے خلاف کہتے اور عمل کرتے تھے ان کی سخت مذمت قرآن پاک وحدیث شریف میں آئی ہے، ایسے لوگوں پر نہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعتماد تھا نہ خود ان کی پارٹی کو۔ ان لوگوں کا حال یہ تھا: ﴿مذبذبين بين ذلك، لا إلى هؤلاء و لا إلى هؤلاء﴾ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

= تعالی". (أحكام القرآن للجصاص : ۴۲۹/۲، قديمی)

(۱) (راجع ص: ۹۲، رقم الحاشية : ۱)

(۲) (سورة النساء : ۱۴۳)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (جواہر الفقہ، انتخابات میں ووٹ اور ووٹر اور امیدوار کی حیثیت: ۲/۲۹۵، مکتبہ دار العلوم کراچی)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کا اقتدا کیا؟

سوال[۲۵۵۱]: مسلم شریف میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء کی (۱)، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اَور صحابی کی بھی اقتدا کی، خصوصاً ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چاہے کسی عارض کی وجہ سے ہو؟ ایک صاحب اس کی نفی کر رہے ہیں۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام تجویز فرمایا اور خود بھی ان کی اقتدا کے لئے تشریف لائے مگر وہ نماز نہیں پڑھا سکے، بالکل بے اختیار ہوکر رک گئے، اس نماز کی تکمیل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ رجب/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲/ رجب/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "قال أخبرنا جريج قال حدثني بن شهاب عن حديث عباد بن زياد أن عروة ابن المغيرة بن شعبة أخبره أن المغيرة بن شعبة أخبره أنه غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم تبوك، قال المغيرة: فتبرّز رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الغائط ،فحملتُ معه إداوةً قبل صلوة الفجر ،فلما رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم إليّ أخذتُ أهريق على يديه من الإداوة.........وغسل يديه ثلاث مرات ثم غسل وجهه، ثم ذهب يخرج جبته عن ذراعيه فضاق كمّا جبّته، فأدخل يديه في الجبة حتى أخرج ذراعيه من أسفل الجبة، وغسل ذراعيه إلى المرفقين ثم توضأ على خفيه ثم أقبل. قال المغيرة: فأقبلت معه حتى يجد الناس قد قدّموا عبد الرحمٰن بن عوف فصلى لهم، فأدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم إحدى الركعتين فصلى مع الناس الركعة الأخرى، فلما سلم عبد الرحمٰن بن عوف قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يتم صلوته، فأفزع ذلك المسلمين ،فأكثروا التسبيح، فلما قضى النبي صلى الله عليه وسلم صلوته أقبل عليهم ثم قال: "أحسنتم" أو قال: "قد أصبتم". (أخرجه مسلم في كتاب الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلي بهم إذا تأخر الإمام و لم يخافوا مفسدةً بالتقدم: ۱/ ۱۸۰، قديمي)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم أبا بكر رضي الله تعالىٰ عنه أن يصلي بالناس في مرضه فكان يصلي بهم، قال عروة: فوجد رسول الله صلى الله عليه وسلم من =

تنخواہ دار امام کی امامت

سوال[۲۵۵۲]: کسی مسجد کے پیش امام صاحب ایک دینی مدرسہ میں مدرس بھی ہیں، اکثر اوقات پابندیٔ وقت سے مسجد میں تشریف نہیں لاتے، مزدور پیشہ لوگ پریشان ہوتے ہیں، ایک روز بوقتِ عصر نمازیوں نے ان کوٹوکا تو انہوں نے برجستہ انگلیوں کی طرف روپیہ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مدرسہ میں سو (روپیہ) ملتا ہے، اور یہاں مسجد میں کیا، حالانکہ ۲۵/ روپیہ ملتا ہے، دوسال سے وہ خدمت کررہے ہیں۔ کیا اس قسم کا جواب ان کی شان کے لائق ہے؟ اسی وجہ سے ان کے پیچھے نماز ادا کرنے سے نمازیوں کو کراہت ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا جواب امام صاحب کی شان کے لائق نہیں، مقتدیوں کو بھی امام صاحب کے تاخیر سے آنے پر اس طرح نہیں ٹوکنا چاہئے جو ان کی شان کے خلاف ہو، ان کو اپنا تنخواہ دار ملازم نہ سمجھیں۔ نماز پڑھانے کا معاوضہ اس دنیا میں کوئی نہیں دے سکتا، ۲۵/ روپیہ ماہوار جو دیا جاتا ہے وہ ہرگز معاوضۂ امامت نہیں بلکہ بہت معمولی خدمت ہے، اتنی سی بات سے غصہ ہوکر امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا نہ چھوڑیں، امام صاحب کو بھی مقتدیوں کی رعایت رکھنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= نفسه خفةً، فخرج، فإذا أبو بكر يؤمّ الناس، فلما رآه أبوبكر استاخر، فأشار إليه أن كما أنت، فجلس رسو ل الله صلى الله عليه وسلم حذاء أبى بكر إلى جنبه، فكان أبو بكر يصلى بصلاة رسو ل الله صلى الله عليه وسلم والناس يصلون بصلاة أبى بكر". (صحيح البخارى فى كتاب الآذان، باب من قام إلى جنب الإمام لعلة: ۱/۹۴، قديمى)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب استخلا ف الإمام إذاعرض له عذر من مرض وسفر وغير هما من يصلى بالناس: ۱/۱۷۹، قديمى)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنى جاعلك للناس إماماً﴾. (سورة البقرة: ۱۲۴)

"وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ماذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام فى أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم الله تعالى الاقتداء بهم، ثم الإمامة فى الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمى)

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز

سوال[۲۵۵۳]: زید قوم کا ایک فرد ہے، وہ اس لائق ہے کہ امامت کر سکے مگر وہ مجبور اً صدقاتِ واجبہ کی رقم لے کر کھاتا ہے۔ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

اگر یہ چیزیں امامت کے عوض میں نہیں لیتا تو اس کی امامت درست ہے، امامت یا کسی دوسرے کام کے عوض میں فطرہ وچرمِ قربانی کی قیمت لینا اور دینا درست نہیں۔اگر زبان سے معاوضہ کا تذکرہ نہ کیا جائے ،لیکن حال یہ ہو کہ اس کو یہ چیزیں نہ دیں تو وہ ناراض ہو اور اپنا حق سمجھ کر مطالبہ کرتا ہو، نہ دینے کی صورت میں امامت ترک کرنے پر آمادہ ہو تو یہ بھی معاوضہ کی صورت ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر لہ۔

جو امام تنخواہ لینے کے باوجود نماز نہ پڑھائے اس کا حکم

سوال[۲۵۵۴]: ایک جامع مسجد کے امام سے مقتدی اس لئے ناراض ہیں کہ وہ کبھی وقت پر نماز نہیں پڑھاتے اور جب مقتدی عرض کرتے ہیں کہ آپ جماعت میں پابندی سے تشریف لا کر نماز پڑھائیں تو فرماتے ہیں کہ میں مدرسہ سے تنخواہ پاتا ہوں، اسلئے مسجد کی امامت کا پابند نہیں، حالانکہ ہر سال ان کو رمضان

---

(۱) "وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف إلا في جواز الدفع إلى الذمي ،المراد في أحوال الدفع إلى المصارف من اشتراط النية واشتراط التمليك". (التنوير مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۳۶۹/۲، سعيد)

"ولو دفعها (أي الزكاة) المعلم لخليفته، إن كان بحيث يعمل له لو لم يعطه، صح، وإلالا: أي لأن المدفوع يكون بمنزلة العوض". (الدر المختار، كتاب الزكاة :۳۵۶/۲،سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف : ۱۹۰/۱ ،رشيديه)

"ويتصدق بجلدها .... ولايعطى أجرة الجزار منها شيئاً ؛ لأنه يأخذه بمقابلة عمله فصار معاوضةً كالبيع". (البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۳۲۷/۸،رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب السادس: ۳۰۱/۵، رشيديه)

المبارک میں بڑی رقم پیش کی جاتی ہے۔ مزید ان کو دوسو روپے پیش کئے گئے تا کہ وہ نماز پڑھانے کی پابندی کریں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ روپیہ حرام ہے مگر تھوڑی دیر میں کوئی تاویل کر کے اسوقت ہم سے لے لیا اور فرمایا کہ اس جامع مسجد میں چار خاندان کے لوگ نماز پڑھتے ہیں، فی خاندان سو روپے لونگا، چنانچہ ہم چار خاندان والے سوسو روپے پیش کرتے رہتے ہیں مگر پھر بھی نماز نہیں پڑھاتے۔

امام صاحب کے گھر میں ایک نوجوان لڑکا رہتا ہے جس کے سارے مصارف امام صاحب ہی برداشت کرتے ہیں اور اپنی بیوی کا بھی ان سے پردہ نہیں کرواتے، غرض خلافِ شرع کام کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں بہت بڑا عالم ہوں۔ ابھی اسی بقرہ عید پر امام صاحب نے نماز عید پڑھائی ہے اتنی جلدی کہ سینکڑوں نمازی رہ گئے اور عید گاہ کے علاوہ مسجدوں میں دو نمازیں ہوئیں، دیہات کے جو مسلمان آئے ہیں وہ بغیر نماز پڑھے چلے گئے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو امام تنخواہ لینے کے باوجود پابندی نہ کرے اور نماز پڑھانے سے انکار کردے اور کہہ دے کہ میں مدرسہ سے تنخواہ پاتا ہوں امامت کا پابند نہیں، تو وہ امامت کی تنخواہ کا حقدار نہیں (۱)، نمازیوں کو چاہئے کہ اپنے امام کا مستقل انتظام کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۹۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۷/۱/۹۸ھ۔

---

(۱) "ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة: إمابشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه، فإذا وُجد أحد هذه الأشياء الثلاثة، فإنه يملكها، كذا في شرح الطحاوي". (الفتاویٰ العالمكريه، كتاب الإجارة، الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة. اهـ: ۴/۴۱۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الإجارة: ۶/۱۰، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة، الباب الثالث في المسائل التي تتعلق بالأجرة، الفصل الثاني في المسائل التي المتعلقة بلزوم الأجرة وكيفية استحقاقها لمؤجر، (رقم المادة: ۴۶۹) : ۱/۲۶۲، رشيديه، ۱/۲۶۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

مسجد کا روپیہ اپنی تنخواہ میں وصول کرنیوالے کی امامت

سوال[۲۵۵۵]: جس امام کو مسجد کا حساب سپرد کیا ہو وہ امام صاحب جبکہ اس کی تنخواہ بتائی گئی ہو کہ جو مسجد کی دکانوں کا کرایہ ہے وہ اپنی تنخواہ میں لے لیا کرو، وہ امام جو روپے شادی میں لوگ دے گئے، کیا اس امانت کو بغیر محلّہ والوں کے یا بغیر ان لوگوں کے وہ اس روپے کو جو کہ امانت ہے اٹھا سکتا ہے؟ یہ اگر اٹھائے تو کیا امانت میں خیانت کرنے سے اس امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو روپے مسجد کے لئے دیا گیا ہو، امام کو اس کے رکھنے کا حق نہیں (۱)، وہ اپنی تنخواہ وصول کرسکتا ہے (۲)، اس کے علاوہ مسجد کی امانت میں خیانت کرے گا تو اس کی امامت مکروہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۵/۱۰ھ۔

---

(۱) "بعث شمعاً فی شهر رمضان إلی مسجد، فاحترق وبقی منه ثلثه أو دونه، لیس للإمام ولا للمؤذن أن یأخذه بغیر إذن الدافع". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۴۱۹/۵، رشيديه)

"ولو جمع مالاً لینفقه فی بناء المسجد فأنفق بعضه فی حاجته ثم ردبدله فی نفقة المسجد، لایسعه أن یفعل ذلک" (البحر الرائق، کتاب الوقف: ۴۲۰/۵،رشديه)

" وإذا رأی حشیش المسجد .... فإن کان له أدنی قیمة، لا یأخذه .... وکذا الجنائز العتق أو الحصر المقطعة والمنابر والقنادیل المکسرة".(البحر الرائق، کتاب الوقف: ۴۲۰/۵،رشیدیه)

(۲)"ولو أذن قیّم مؤذناً لیخدم مسجداً وقطع له الأجر وجعل ذلک أجرة المنزل وهو أجر المثل، جاز.......... المتولی إذا أمر المؤذن أن یخد م المسجد وسمی له أجراً معلوماً لکل سنة .... فإذا نقد الأجر من ما ل المسجد حل للمؤذن أخذه الخ". (البحر الرائق، کتاب الوقف: ۴۰۵/۵،رشیدیه)

(۳) "(ویکره إمامة.......... فاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من یر تکب الکبائر.......... بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (تنویر الأبصار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱،سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة : ۱۳۴/۱،امدادیه)

اجرت پرقرآن شریف پڑھنے والے کی امامت

سوال[۲۵۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت ہوجائے اس کی قبر پر جوآدمی قرآن شریف پڑھے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اجرت لیکر قبر پرقرآن شریف پڑھنا ناجائز ہے(۱)، اگر وہ امام ایسا کرتا ہے اور باوجود مسئلہ معلوم ہونے کے توبہ نہیں کرتا تو اس کوامام بنانا مکروہ ہے، بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کااہل دوسراموجود ہو(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور یوپی۔

الجواب صحیح:سعیداحمد غفرلہ مفتی مدرسہ ھذا۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱)" فالحاصل أن ماشاع فی زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة، لایجوز؛ لأن فیه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال، فإذا لم یکن للقارئ ثواب لعدم النیة الصحیحة، فأین یصل الثواب إلی المستأجر؟ ولولا الأجرة ماقرأ أحدٌ لأحد فی هذاالزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسباً ووسیلةً إلی جمع الدنیا –إناللہ وإنا إلیه راجعون– اهـ". (رد المحتار، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۵۶/۶،سعید)

(۲) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی ومبتدع لایکفربها، وإن کفربها فلایصح الاقتداء به أصلاً، وولدالزنا، هذا إن وُجد غیرهم، وإلافلاکراهة". (الدرالمختار). وفی رد المحتار: "(قوله: وفاسق) وهوالخروج عن الاستقامة: أی ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحوذلک، بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۰،سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤکدة: ۱۰۸/۱، داراحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، ص ۳۰۲، ۳۰۳،قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۶۱۰/۱، ۶۱۱، رشیدیه)

الفصل الثانی فی إمامة الفاسق

(فاسق کی امامت کا بیان)

فاسق کی امامت

سوال[۲۵۵۷]: زید ایک جگہ امامت کرتا ہے وہ افعالِ قبیحہ میں بھی شرکت کرتا ہے، مثلاً ناچ دیکھنا، سینما دیکھنا، گندے اور فحش مذاق کرنا، دین کا مذاق اڑانا وغیرہ وغیرہ۔ کیا ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کی قتداء کرنا جائز ہے؟

رضا محمد ہمیر پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں (۱)۔ فقط۔

ایضاً

سوال[۲۵۵۸]: جو شخص خائن فاسق وفاجر ہو اس کی امامت ﴿وإن الفجار لفی جحیم﴾ (۱) کے ماتحت کیسی ہے اور نیز فاسق وفاجر کی کھلی علامتیں کیا کیا ہیں؟

---

(۱) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی". (الدر المختار). "(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی و آکل الربا و نحو ذلک". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(وکذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلوة، فصل الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) (سورة الانفطار: ۱۴)

الجواب حامداًومصلیاً:

فاسق وفاجر کی امامت مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا صالح شخص موجود ہو(۱)۔فاسق وہ شخص ہے جوکہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۴/۵/۵۸ھ۔

الجواب صحیح:سعیداحمد غفرلہ،　　　صحیح:عبداللطیف،۱۳/ جمادی الأولی/۵۹ھ۔

ایضاً

سوال[۲۵۵۹]: جوشخص خائن فاسق وفاجر ہواس کی امامت ﴿وإن الفجار لفی جحیم﴾(۳) کے ماتحت کیسی ہےاور نیز فاسق وفاجر کی کھلی علامتیں کیا کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فاسق وفاجر کی امامت مکروہ تحریمی ہے(۴) بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا صالح شخص

---

(۱) "ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی". (الدرالمختار). "فإن أمکن الصلوة خلف غیرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولی من الانفراد". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۹، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، کتاب الصلوة، فصل فی الإمامة الأولی بالإمامة، ص:۵۱۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة ص:۳۰۳، قدیمی)

(۲) " (قوله: وفاسق) من الفسق : وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی و آکل الربا و نحو ذلک ".(رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۶۰، سعید)

(۳) (سورة الانفطار : ۱۴)

(۴) "(ویکره إمامة عبدٍ وأعرابی وفاسق وأعمیٰ .... اهـ". (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤکدة : ۱/۱۰۸، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

موجود ہو(۱)۔ فاسق وہ شخص ہے جو کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۵/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ جمادی الاول/ ۵۸ھ۔

حافظ فاسق کی امامت

سوال[۲۵۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

ایک شخص حافظ قرآن ہے لیکن وہ شریعت کی رو سے فاسق ہے اور یہ حافظ صاحب رمضان المبارک میں قرآن شریف بھی سناتا ہے اور جس مسجد میں یہ حافظ صاحب قرآن شریف سناتے ہیں، اس میں حافظ صاحب معین ہیں جو کہ تمام سال اس مسجد میں امامت کراتے ہیں یہ امام صاحب اس کے پیچھے تراویح کی نماز اور عشاء کے فرض وغیرہ بھی پڑھتے ہیں اور اہل محلّہ میں سے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور اس کے فاسق ہونے کی وجہ سے ہماری تو نماز نہیں ہوتی اس لئے ہم تو نہیں پڑھتے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب مکمل اور مدلل عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام۔

محمد الیاس، مدرس مدرسہ بدرالعلوم قصبہ جسپور، ضلع نینی تال، ۱۹/ جمادی الأولی/ ۶۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سائل نے ان حافظ صاحب کے فسق کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی بلکہ مجمل سوال کیا، لہٰذا جواب بھی مطلق فاسق کی امامت کا دیا جاتا ہے، اب اس کی تحقیق خود سائل کے ذمہ ہے کہ صورت مسئولہ میں فاسق کی

---

(۱) "فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولىٰ من الانفراد". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، سعيد)

(۲) "(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة .... والمراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر و الزاني وآكل الرباء ونحو ذالك". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۱۳۴، امداديه)

تعریف صادق آتی ہے یا نہیں۔

فاسق کو امام بنانا مطلقاً نماز میں خواہ نماز فرض ہو یا تراویح وغیرہ ہو مکروہ تحریمی ہے، جب کہ اس سے بہتر متبعِ سنت مسائلِ نماز سے واقف امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو:

"لوقدموا فاسقاً يأثمون بناءً على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم؛ لعدم اعتنائه بأمور دينه، و تساهله في الإتيان بلوازمه، فلايبعد منه الإخلال ببعض شروط الصلوة، وفعل ما ينافيها بل هو الغالب بالنظر إلى فسقه، اهـ". كبيرى، ص:٤٧٩(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ جمادی الاولی/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

مرتکب کبائر کی امامت

سوال[۲۵۶۱]: ایک شخص کسی مسجد میں امام ہے، اکثر اوقات محلّہ کے لوگوں کے ساتھ غیبت کیا کرتے ہیں، بہت باتوں میں جھوٹ کہنا بھی ثابت ہوا، عفیفہ عورت پر زنا کی تہمت لگائی، ''کسبی'' وغیرہ ناشائستہ الفاظ کہے۔ چنانچہ ایسی بے گناہ پر تہمتِ زنا لگانے کی وجہ سے ایک دفعہ سرکاری عدالت میں مقدمہ دائر ہو کر ماخوذ ہو کر قانوناً جرم ثابت ہونے کے بعد تیس روپیہ جرمانہ بھی دیا ہے، اور بھی بعض بعض باتیں مثلاً بیگانہ عورتوں کے سینہ پر ہاتھ پھیرنا، چوتڑ پر تھپڑ مارنا، کپڑا پکڑ کر کھینچنا وغیرہ افواہ ان کی بابت سنی جارہی ہے۔

اب شرعاً ایسے آدمی کو فاسق کہا جائے گا یا نہیں؟ اگر شرعاً یہ فاسق ٹھہرا تو اس کے پیچھے جمعہ جماعت مکروہ ہے یا بلا کراہت جائز ہے؟ اگر مکروہ ہے تو کیا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے؟ واضح رہے کہ محلّہ کے اکثر مصلیوں کو ان کے عیوب پر واقفیت ہونے کی وجہ سے رغبت اٹھ گئی ہے، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے راضی بھی نہیں ہیں۔

اگر وہ شخص مذکورہ بزور امام رہے تو جمعہ جماعت میں انتشار پیدا ہو کر سوائے چند ان کے قریبی رشتہ

---

(١) (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة، ص:٥١٣، سهيل اكيڈمی لاهور)

(و كذا في الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٥٦٠، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص:٣٠٣، قديمي)

داروں کے سارے مصلیاں دوسری مسجد میں منتقل ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ اب کیا اس شخص کو شرعاً امام رکھنا ضروری ہوگا یا ان کو معزول کر کے کسی نیک چلن آدمی کو مقرر کرنا بہتر ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

غیبت کرنا، کسی پاکدامن پر تہمت لگانا وغیرہ گناہِ کبیرہ ہے(۱) اور ایسے امور کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اگر کوئی بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہو تو امورِ مذکورہ کے مرتکب کو امام نہ بنانا چاہیے بلکہ دوسرے شخص کو امام بنانا چاہیے۔

اگر یہ شخص صدقِ دل سے توبہ کرلے اور اپنی ایسی حرکتوں سے باز آجائے تو پھر اس کی امامت بھی مکروہ نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ شخص مذکورہ کو مسئلہ سمجھا کر اور فتنہ کا اندیشہ ظاہر کر کے توبہ کرادی جائے، اگر وہ نہ مانے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو امامت سے علیحدہ کر کے کسی دوسرے بہتر شخص کو امام مقرر کردیا جائے، اگر اس کی علیحدگی میں فتنہ اور دشواری ہو تو کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی جائے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر شخص مذکورہ کے پیچھے بھی نماز

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا يغتب بعضكم بعضاً﴾. (سورة الحجرات ۱۲)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل المسلم على المسلم حرام: ماله وعِرضه ودمه، حسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم".

"عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى أسمع العواتق في بيوتها. أو قال في خدورها. فقال: "يامعشر من آمن بلسانه! لاتغتابوا المسلمين، ولا تتبعوا عوراتهم، فإنه من يتبع عورة أخيه، يتبع الله عورته، ومن يتبع الله عورته، يفضحه في جوف بيته". (تفسير ابن كثير: ۴/۲۷۳، دارالفيحاء، دمشق)

قال الله تعالى: ﴿ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن﴾ (سورة الممتحنة: ۱۲)

"وأخرج أحمد: "خمس ليس لهن كفارة: الشرك بالله، وقتل النفس بغير حق، وبهت مؤمن، والفرار من الزحف، ويمين صابرة يقتطع بهامالاً بغير حق".

"وأخرج الطبراني: "من ذكر امرأ بشئی ليس فيه ليعيبه به حبسه الله في نارجهنم حتى يأتي بنفاذ ماقال فيه". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المأتين البهت: ۲/۴۱، دارالفكر، بيروت)

مکروہ نہ ہوگی (۱)۔

"اعلم أن الغيبة حرام بنص الكتاب العزيز وشبه المغتاب بأكل لحم أخيه ميتاً، إذهو أقبح من الأجنبى ومن الحى". شامى : ٥/ ٢٦٠ (٢)۔

"هو (أى القذف) من الكبائر بإجماع الأمة، فتح"(٣)۔

"ويكره إمامة عبدوأعرابى وفاسق" تنوير۔ "(قوله: فاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وأكل الربوا، ونحو ذلك، كذا فى البرجندى إسماعيل. وفى المعراج: قال أصحابنا: لاينبغى أن يقتدىٰ بالفاسق إلا فى الجمعة؛ لأنه فى غيرها يجد إماماً غيره، اهـ. قال فى الفتح: وعليه فيكره فى الجمعة إذا توارث إقامتها فى المصر على قول محمد المفتى به؛ لأنه لايسيل إلى التحول، اهـ". ردالمحتار ،ص: ٥٨٤ (٤)۔

"لو قدموا فاسقاًيأثمون بناءً على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، لعدم اعتنائه بأمور دينه". كبيرى ،ص: ٤٧٩ (٥)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ۸/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۹/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

---

(۱) "وفى المواقف وشرحه: إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجبه، مثل أن يوجد منه مايوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلائها، وإن أدى خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/ ۲۶۴، سعيد)

"ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمى". وقال الشامى: فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم، فهو أفضل وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، سعيد)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۶/ ۴۰۸، ۴۰۹، سعيد)

(۳) (فتح القدير، كتاب الحدود، باب حد القذف: ۵/ ۳۱۶، مصطفىٰ البابى الحلبى، بمصر)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الحدود، باب حد القذف : ۴/ ۴۳، سعيد)

(۴) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(۵) (الحلبى الكبير، كتاب الصلاة، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمى، لاهور)

معاصی متعددہ کے مرتکب کی امامت

سوال[۲۵۶۲]: ۱...... جو شخص ہمیشہ اپنی نماز پنجگانہ ادا نہ کرتا ہو بلکہ دیکھا دیکھی کبھی کبھی نماز پڑھتا ہو، یا اگر کہیں مسجد میں کبھی کسی نے امام بنایا ہو تو نماز ادا کر لی ورنہ نہیں۔ ایسے شخص کو امام مسجد بنایا جاوے یا نہیں؟ جو شخص نماز پنجگانہ ہمیشہ ادا کرتے ہیں ان کی نماز ایسے شخص کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

۲...... اور اس شخص کو ایک مرتبہ بستی والوں نے مسجد سے بنظرِ حقارت علیحدہ کر دیا ہو اور یہ پھر دوبارہ آنے کی کوشش کر رہا ہو اور اس کی کوشش میں اگر کوئی دوسرا آدمی بستی والے اپنی مسجد میں امام بنانے کو لا رہے ہوں تو یہ امام اپنی طمع نفسی کی وجہ سے ایسے شخص کی بُرائی کرے اور لوگوں کو اس آدمی کی ناجائز اور جھوٹی بُرائی کرے جو ہمیشہ ہمیشہ علاوہ نماز پنجگانہ ادا کرنے کے نفل اور نماز اشراق بھی ادا کرتا ہے۔

۳...... یہ کہ جس وقت یہ شخص (جس کے لئے دریافت کیا جا رہا ہے) دوبارہ بستی مذکورہ میں اپنے امام ہونے کی خواہش میں آیا ہے، اس کو بستی مذکورہ کے باشندے اس کے سامنے یہ لفظ کہیں کہ میاں جی صاحب! ہم تم کو دوبارہ امام رکھ لیتے لیکن تمہارے اندر چار عیب سخت ہیں، اس نے دریافت کیا کہ کیا ہیں؟ بستی والے بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ ہیں:

۱- ہم سب لوگ صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں اور تم سوتے رہتے ہو۔

۲- اگر تمہارے ہم عمر تم کو سونے سے کبھی آکر جگا دیویں تو تم اذان بے وضو مسجد میں جا کر پڑھ دیتے ہو۔

۳- جب کہ تم نوجوان ہو اور تمہاری بیوی نوجوان ہے اور تم اپنے بسترِ راحت پر لیٹے ہوئے ہو، ہمیں کیا معلوم کہ تم غسل کئے ہوئے ہو یا تم کو غسل کی حاجت ہے، ہمارے اٹھانے پر اور جگانے پر تم اٹھ کر مسجد میں فوراً مصلے پر آکر جماعت کرا دیتے ہو۔

۴- تم اکثر مویشی رکھتے ہو، جس کے واسطے گھاس وغیرہ کو تم گھسیارے کی شکل ہو کر ہمارے کھیت وغیرہ میں کام کرتے ہو، ہم لوگ دور سے کیا شناخت کر سکتے ہیں کہ ہمارے امام مسجد ہیں، اگر ہم کوئی لفظ گستاخانہ گھسیارہ سمجھ کر کہتے ہیں تو بے ادبی ہے۔

اس لئے یہ دریافت طلب ہے کہ ایسی حالت جس شخص کی ہے اس کو امام مسجد بنایا جاوے یا نہیں اور

جوشخص نماز پنجگانہ کا نمازی ہے اس کی نماز ایسے شخص کے ساتھ ہو جائے گی یا نہیں؟ فقط۔

زیادہ حد ادب: احقر محمد صدیق ساکن وتولی ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے جانوروں کے لئے گھاس کھود کر جائز طریقہ سے لانا اور محنت مزدوری کرنا شرعاً کوئی عیب کی چیز نہیں، اس سے امامت میں نقصان نہیں آتا (۱) اور ''گھسیارہ'' یا کوئی اور لفظ تحقیر وتذلیل کی نیت سے کہنا کسی کو بھی جائز نہیں (۲)۔

اذان بلا وضو بھی ہو جاتی ہے، لیکن افضل اور مستحب یہ ہے کہ وضو سے کہی جائے (۳)، جو شخص اپنے

---

(۱) ''عن رافع بن خديج رضى الله عنه قال: قيل: يارسول الله! أىّ الكسب أطيب؟ قال: ''عمل الرجل بيده، وكل بيع مبرور''. رواه أحمد''.

قال الملا على القارى: ''قال: (عمل الرجل بيده): أى من زراعة أو تجارة أو كتابة أوصناعة''. (مرقاة، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۶/۳۰، رشيديه)

''عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة''. رواه البيهقى فى شعب الإيمان''. (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۱/۲۴۲، قديمى)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب﴾ (سورة الحجرات: ۱۱)

''وهذا يدل على أن اللقب المكروه هوما يكرهه صاحبه، ويفيد ذماً الموصوف به؛ لأنه بمنزلة السباب والشتيمة، فأما الأسماء والأوصاف الجارية غير هذا المجرى فغير مكروهة، لم يتنا ولها النهى؛ لأنها بمنزلة أسماء الأشخاص والأسماء المشتقة من أفعال .... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى: ''ياأبا تراب'' لِمَا عليه من التراب .... وقال سهل بن سعد: ماكان اسم أحبَّ إلى على رضى الله عنه أن يُدعى به من أبى تراب. فمثل هذا لايكره؛ إذ ليس فيه ذمٌ، ولايكرهه صاحبه''. (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۰۳، قديمى)

(۳) ''عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ''لايؤذّن إلامتوضئ''. (جامع الترمذى، أبواب الصلوة، باب ماجاء فى كراهية الأذان بغير وضوء: ۱/۵۰، سعيد) .... =

مکان سے اپنی بیوی کے پاس سے آیا ہے، اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ یہ بے غسل ہے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، یہ گمان لغو اور ممنوع ہے(۱)۔ البتہ اگر تحقیق سے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو غسل کی حاجت ہے تو جب تک وہ پاک نہ ہو جائے اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعاً حرام ہے(۲)۔

غیبت کرنا حرام ہے(۳)۔ پنجگانہ نماز فرض عین ہے، اس کا تارک فاسق ہے(۴)۔ پس شخص مذکورہ

= "ویکره أذان جنب وإقامة محدث لاأذانه على المذهب". (الدرالمختار).

"ثم اعلم أنه ذكر في الحاوي القدسي من سنن الأذان: كونه رجلاً عاقلاً، صالحاً، عالماً بالسنن والأوقات، مواظباً عليه، محتسباً، ثقةً متطهراً مستقبلاً". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الأذان: ۱/۳۹۲، ۳۹۳، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن، إن بعض الظن إثم﴾. (سورة الحجرات: ۱۲)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث". فهذا الظن المحظور، وهو ظنه بالمسلم سوأً من غير سبب يوجبه". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۰۴، ۶۰۵، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله عنه: "لاتقبل صلوة من أحدث حتى يتوضأ" متفق عليه".

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لاتقبل صلوة بغير طهور، ولا صدقة من غلول". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الطهارة، باب مايوجب الوضوء: ۱/۴۰، قديمي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا يغتب بعضكم بعضاً﴾ (سورة الحجرات: ۱۲)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل المسلم على المسلم حرام: ماله وعرضه ودمه، حسب امرئ من الشرأن يحقر أخاه المسلم". (تفسير ابن كثير: ۴/۲۷۳، دارالفيحاء دمشق)

(۴) "هي فرض عين على كل مكلف .... ويكفر جاحدها .... وتاركها عمداً مجانةً: أي تكاسلاً فاسق". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

کوامام بنانا مکروہ تحریمی ہے، خصوصاً جب کہ دوسرا نیک آدمی امامت کے لائق تہجد گزار موجود ہے، ایسے غیر پابندِ نماز اور غیبت کرنے والے کو ہرگز ہرگز امام نہ بنایا جائے (۱)۔ تاہم اگر وہ توبہ کرے اور جس کی غیبت کرتا ہے اس سے بھی معاف کرالے اور نماز و جماعت کا پابند ہو جائے تو پھر اس کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

مرتکب مکروہ کی امامت

سوال [۲۵۶۳]: مکروہات وسنت ومستحبات کی پابندی نہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کیسے ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مکروہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدالمختار).

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم، فهو أفضل، وإلافالاقتداء أولىٰ من الانفراد. وإن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰،سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه لفواحش الظاهرة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(۳) " وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين ،فتجب إهانته شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة" (مراقي الفلاح). وقال الطحطاوي في حواشيه : "قال القهستاني : أي أو إصرار على صغيرة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳،قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد) ....=

زانی کی امامت

سوال[۲۵۶۴] : ایک حافظ صاحب کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اور اس کو سمجھایا مگر وہ اپنی اس حرکتِ بد کو نہیں چھوڑتا، میں نے ان سے کتنی ہی مرتبہ یہ بھی کہا کہ تم نماز مت پڑھایا کرو، تمہارے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے حضور سے اس مسئلہ کا فتویٰ تحریراً دریافت ہے تا کہ میں حافظ صاحب کو دکھادوں اور چار آدمی اس کے شاہد ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کا ثبوت زانی کے اقرار یا چار یعنی ثقہ شاہدوں کی شہادت سے ہوتا ہے، بغیر اس کے ثبوت نہیں ہوتا (۱)، اگر شرعی ثبوت ہے اور امام نے توبہ نہیں کی تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے جب کہ اس سے بہتر امامت کے لائق موجود ہو، اگر شرعی ثبوت نہیں تو محض بدگمانی کی بناء پر اس کو زانی کہنا جائز نہیں، البتہ امام کو اپنا چال چلن ایسا رکھنا ضروری ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع نہ ملے (۲)۔

=(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱)" ويثبت بشهادة أربعة رجال في مجلس واحد .... بلفظ الزنا لا الوطء والجماع .... وعدلوا سراً وعلناً .... ويثبت أيضاً بإقراره أربعاً في مجالسة: أي المقر الأربعة اهـ".

(الدرالمختار، كتاب الحدود: ۴/۷، ۸، ۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الثاني في الزنا: ۲/۱۴۳، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الحدود: ۲/۵۰۷، مكتبه شركة علمية ملتان)

(۲)" اتقوا مواضع التهم": ذكره في الإحياء، وقال العراقي في تخريج أحاديثه: لم أجد له أصلاً، لكنه بمعنى قول عمر: "من سلك مسالك الظن اتّهم". و رواه الخرائطي في مكارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يلومن من أساء الظن به". و روى الخطيب في المتفق والمفترق عن سعيدالمسيب قال: وضع عمر بن الخطاب: ثماني عشرة كلمة .... "و من عرض نفسه للتهمة، فلا يلومن من أساء به الظن". (كشف الخفاء: ۱/۴۵، مؤسسة الرسالة بيروت)

"ویکره إمامة عبد و أعرابی و فاسق. وكراهة تقديمه: أی الفاسق كراهة تحريم الخ" در مختار و شامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایضاً

سوال[۲۵۶۵]: ایک شخص کی سالی سے دوسرا شخص زنا کرتا ہے، کیا پہلا شخص دیوث ہوگا یا نہیں اور اسے امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص دیوث نہیں(۲)، البتہ اگر باوجود قدرت کے زنا سے نہیں روکتا تو گنہگار ہے(۳)۔

اور اگر سالی اس کی پرورش میں ہے پھر نہیں روکتا تو انتہائی بے غیرتی ہے اور ایسے شخص کی امامت ناجائز ہے۔ زانی کی امامت کا ناجائز ہونا بالکل ظاہر ہے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ۸/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ شعبان/ ۵۸ھ۔

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا فی الحلبی الكبير، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "ديوث من لا يعار على امرأته، أو محرمه". (الدر المختار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/۷۰، سعيد)

(۳) "عن طارق بن شهاب: "من رأى منكم منكراً، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، و إن لم يستطع فبقلبه، و ذلک أضعف الإيمان". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهی عن المنكر من الإيمان اهـ: ۱/۵۱، قديمی)

(وسنن أبی داؤد، كتاب الخاتم، باب الأمر والنهی: ۲/۲۴۰، سعيد)

(۴) " ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمى". (الدر المختار).

وفی رد المحتار: "(قوله: وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من=

زانی کی توبہ کے بعد امامت

سوال[۲۵۶۶]: اگر زانی ایک مرتبہ زنا کرلے تو اس کے پیچھے کتنے روز تک نماز مکروہ تحریمی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

زانی کی توبہ پر جب وثوق ہوجائے اور وہ اعمالِ صالحہ اختیار کرے اور اعمالِ سیئہ سے اجتناب کرنے لگے تو اس کی امامت درست ہوگی (۱)۔ فقط۔

توبہ کے بعد دوبارہ امامت

سوال[۲۵۶۷]: ہماری مسجد کے امام صاحب جو کہ بتیس سال سے امامت کرتے ہیں، ان سے غلطی ہوئی کہ مسجد کے باہر کچھ خشت پختہ ایک ہندو ٹھیکدار کی پڑی ہوئی تھی، اس میں سے کچھ اٹھا کر حجرہ میں رکھ لی اور ایک دو یوم کے بعد اسی جگہ پر جوں کی توں بغیر تصرف اور بغیر کسی کمی بیشی کے واپس رکھ دی۔ مہتمم صاحب اور مقتدیوں کو یہ حرکت ناگوار خاطر ہوئی، امام ملازمت سے برطرف ہوگئے، اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کیا اور مقتدیوں سے معذرت چاہی، ان سب حضرات نے معاف کیا اور سب خوش ہوگئے۔ مہتمم صاحب اور مقتدیوں کی یہ خواہش ہے کہ امام عیالدار ہیں اور بتقاضائے بشری غلطی ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمانیوالے ہیں، ہم سب نے بھی معاف کیا، حسب سابق ان کو امام رکھا جائے۔ اس کے پیچھے ہماری نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب آدمی سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی توبہ کو قبول فرما کر معاف فرمادیتے ہیں، قرآن کریم

=یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی و آکل الربا و نحو ذلک". (کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۱) "قال الله تعالیٰ: ﴿وإنی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدی﴾ (سورة طه: ۸۲)

"عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لاذنب له". رواه ابن ماجه". (مشکوة المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۱/۲۰۶، قدیمی)

میں ہے: ﴿إنی لغفارٌ لمن تاب﴾ (۱) لہٰذا صورتِ مذکورہ میں ان امام صاحب کے پیچھے مقتدیوں کی نماز درست ہوگی (۲)۔ ان کا توبہ واستغفار کرنا اور اپنی غلطی کی معافی چاہنا قابلِ قدر ہے، حق تعالیٰ استقامت بخشے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۹ھ۔

فیملی پلاننگ سے توبہ کرنے والے کی امامت

سوال [۲۵۶۸] : ۱...... یہ تو معلوم ہے کہ فیملی پلاننگ ناجائز ہے، اور ﴿خشية إملاق﴾ قلتِ رزق کی وجہ سے آپریشن یا مانعِ حمل ادویہ استعمال کرنا یا عزل یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

البتہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی نیم تعلیم یافتہ آپریشن کرائے اور بعد میں جب پوچھ تاچھ شروع ہو تو وہ مولوی صاحب مجمعِ عام میں جامع مسجد کے ایک مفتی صاحب کے سامنے اعلانیہ توبہ کریں اور مفتی صاحب اس کو توبہ کرانے کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز قرار دے تو آیا اس کی توبہ قبول ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے اس لئے مفصل ومدلل جواب جلد از جلد عنایت فرما کر

---

(۱) (سورة طه : ۸۲)

"عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه". متفق عليه".

"وعن أبى سعيد رضى الله تعالىٰ عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الشيطان، قال: وعزتک یارب! لاأبرح أُغوى عبادک مادامت أرواحهم فى أجسادهم. فقال الرب عزوجل: "(وعزتى وجلالى وارتفاع مكانى! لا أزال أغفرلهم ما استغفرونى)". رواه أحمد". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار و التوبة : ۱/۲۰۳، ۲۰۴، قديمى)

(۲) "عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". رواه ابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات ،باب الاستغفار، والتوبة: ۱/۲۰۶، قديمى)

مشکور فرمائیں۔

۲......صورتِ ثانیہ اس مولوی صاحب سے جب مفتیوں نے دریافت کیا کہ آپنے یہ آپریشن کیوں کرایا؟ تو مولوی صاحب حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری صحت ہمیشہ کمزور رہتی تھی اور اہلیہ کی بھی، تو میں نے چند اشخاص کے کہنے پر یہ آپریشن کرالیا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ علماء لوگ اس کو بھی تسلیم نہیں کرتے تو میں اب آپ مفتی حضرات کے سامنے اور تمام مقتدیوں کے سامنے جامع مسجد میں توبہ کرتا ہوں اور اپنے کئے کی معافی مانگتا ہوں اور اپنے فعل پر خود نادم اور پشیمان ہوں۔

لہٰذا خدارا! میری توبہ قبول ہونے کا فتویٰ صادر فرما کر ممنون فرمائیں، مفتی صاحب نے جو کہ دارالعلوم کے فاضل ہیں عام لوگوں کے سامنے اس مولوی صاحب سے اعلانیہ توبہ کرائی اور اس کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز ہونے کا حکم فرمایا۔ ان صورتوں کی علیحدہ علیحدہ تشریح فرما کر مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

توبہ جب سچے دل سے ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ توبہ قبول ہوگئی، اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ کسی کو کہنے کا حق نہیں کہ فلاں کی توبہ قبول نہیں (۱)، البتہ اگر کوئی شخص اس لئے توبہ کا اعلان کرے کہ اس کو امامت سے الگ کر دیا گیا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی اور اب وہ گویا کہ بے روزگار ہے یا اس کا اقتداء جاتا رہے تو ظاہر ہے کہ یہ تو حقیقی توبہ نہیں، نمازی اس کو تسلیم کرنے کے مکلّف بھی نہیں، مگر دل کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى﴾ (سورة طه: ۸۲)

"عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لاذنب له". رواه ابن ماجه". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۱/۲۰۶، قديمي)

(۲) "وقوله صلى الله عليه وسلم: "أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا"؟ .... ومعناه: إنك إنما كلفت بالعمل بالظاهر وما ينطق به اللسان، وأما القلب فليس لك طريق إلى معرفة ما فيه، فأنكر =

جاہل چور کی امامت

سوال[۲۵۶۹]: زید امام ہے اور بے علم ہے، فقط قرآن شریف پڑھا ہوا ہے وہ بھی غلط پڑھتا ہے اور معلوم نہیں کہ کس طرح پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور کس طرح نہیں اور اگر موقع ملے تو چوری بھی کر لیتا ہے اور غسالی اس کا پیشہ ہے، نکاح سابقہ پر دیگر نکاح کرا دیتا ہے، مسجد میں آ کر نماز پڑھ لی اگر کسی دوسری جگہ ہو تو نماز قضاء کر دیتا ہے، قوم کو اس سے نفرت ہے، زید کی وجہ سے جامع مسجد میں صرف بیس پچیس آدمی موجود رہتے ہیں حالانکہ آبادی گاؤں کی ہزار تک ہے۔ اب ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعی یہ امور اس میں موجود ہیں اور اس سے بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، بہتر شخص کو امام بنانا چاہئے (۱)۔ اگر یہ شخص ان امور سے توبہ کر لے اور آئندہ ایسی ممنوعات نہ کرے، نیز قرآن شریف صحیح پڑھے تو اس کی امامت منع نہیں ہے (۲)۔ اگر گاؤں کی آبادی صرف ایک ہزار ہے تو اس میں جمعہ جائز نہیں جواز جمعہ کے لئے کم از کم تین چار ہزار آدمی اور بازار میں ضروریات کا وہاں پایا جانا ضروری ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/شعبان/۱۳۵۵ھ۔

= عليه امتناعه من العمل بما ظهر باللسان، وقال: أفلا شققت عن قلبه لتنظر هل قالها القلب و اعتقدها وكانت فيه أم لم تكن، بل جرت على اللسان فحسب الخ". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله: ۱/۶۸، ۶۹، قديمي)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "فإن أمكن الصلوة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد .... على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً و فسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة للقرأة، ثم الأورع اهـ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(۳) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال: لا جمعة و لا تشريق إلا في مصر جامع". (إعلاء السنن، =

چوری سے توبہ کے بعد چور کی امامت

سوال[۲۵۷۰]: ایک شخص کو چوری کے معاملہ میں کئی مرتبہ سزا ہو چکی ہے، اب بھی اس کا اندیشہ ہے، مگر وہ شخص توبہ کر چکا ہے، نماز کا پابند ہے، یہ شخص لوگوں کو نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اپنی گزشتہ زندگی پر نادم ہو کر اس نے سچی توبہ کر لی اور جن کا مال چوری کیا تھا ان سے معاف کرا لیا، یا اس کے واپس کرنے کی فکر میں لگ گیا تو امیدِ قوی ہے کہ حق تعالیٰ معاف فرمادیں اور اس حالت میں اس کی امامت بھی درست ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= أبواب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة فی القری: ۱/۸، إدارة القرآن کراچی)

"لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاضی و منبر و خطیب، کما فی المضمرات. و الظاهر أنه أرید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة، ألا تری لو صلوا فی القری لزمهم أداء الظهر". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الجمعة: ۲/۱۳۸، سعید)

"قال رحمه الله: وهو: أی المصر کل موضع له أمیر و قاض ینفذ الأحکام و یقیم الحدود، و هذا روایة عن أبی یوسف، و هو اختیار الکرخي. وعنه أنهم لو اجتمعوا فی أکبر مساجدهم لا یسعهم، وهو اختیار البلخی. وعنه هو کل موضع یکون فیه کل محترف ویوجد فیه جمیع ما یحتاج الناس إلیه فی معایشهم، وفیه فقیه مفت و قاضی یقیم الحدود الخ". (تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة: ۱/۵۲۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۱) قال سبحانه تعالیٰ: ﴿و إنی لغفار لمن تاب﴾ (سورہ طٰہٰ: ۸۲)

"وعن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم، تاب، تاب الله علیه". (مشکوة المصابیح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول: ۲۰۳، قدیمی)

"ثم هذا إن کانت التوبة فیما بینه و بین الله .... و إن کانت عما یتعلق بالعباد، فإن کانت من مظالم الأموال فتتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه فی حقوق الله تعالیٰ علی الخروج عن عهدة الأموال وإرضاء الخصم فی الحال والاستقبال بأن یتحلل منهم، أو یردها إلیهم، أو إلی من یقوم مقامهم من وکیل أو وارث". (شرح الفقه الأکبر، بحث التوبة: ۱۵۸، قدیمی)

لڑکے کا بوسہ لینے والے کی امامت

سوال[۲۵۷۱]: اگر کوئی شخص کسی لڑکے کا بوسہ لے لے اور اس کو انزال ہو جائے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شہوت پوری کرنے کے لئے لڑکے کا بوسہ لینا ناجائز ہے (۱)، جو شخص ایسا کرتا ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جو امام لڑکے کا بوسہ لے اس کی امامت

سوال[۲۵۷۲]: ایک شخص دو سال سے امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے، ایک بچہ جو نہایت

---

(۱) "قال في الهندية: والغلام إذا بلغ مبلغ الرجال و لم يكن صبيحاً فحكمه حكم الرجال، وإن كان صبيحاً فحكمه حكم النساء، و هو عورة من قرنه إلى قدمه، لا يحل النظر إليه عن شهوة، و أما الخلوة والنظر إليه لاعن شهوة فلا بأس به، و لذا لم يؤمر بالنقاب، كذا في الملتقط .... وفوق ذلك الميل إلى التقبيل، أو المعانقة، أوالمباشرة، أو المضاجعة، ولو بلا تحرك آلة". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظرواللمس: ۳۶۵/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل النظر إليه و ما لا يحل له اهـ: ۳۳۰/۵، رشيديه)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار).

"(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني و آكل الربا و نحو ذلك". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱۰۸/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قديمي)

خوبصورت ہے اس کو کمرہ میں لے جاتے تھے اور بوسہ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ اس بچے نے شکایت کی کہ امام صاحب نے میرا بوسہ لیا ہے، امام صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ہاں! میں اس کو بیٹا سمجھ کر بوسہ لیتا ہوں اور مصری لوگ بھی بوسہ لیتے ہیں، میں کیوں جھوٹ بولوں، اس پر مسجد میں ہنگامہ ہوا دو پارٹیاں بن گئیں، بعدۂ اس کو مسجد سے الگ کر دیا گیا، اب وہ پھر آنا چاہتے ہیں، حالانکہ بہت سے نمازی ان کو لانے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ایسے امام کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر امام صاحب سے بہتر صحیح العقیدہ، مسائلِ نماز اور طہارت سے واقف صحیح پڑھنے والا، متبعِ سنت دوسرا امام مل جائے تو سابق امام کو دوبارہ لانے اور امام بنانے پر ہرگز اصرار نہ کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

کم سن بچوں سے تنہائی میں خدمت لینے والے اور فجر کے بعد سونے والے کی امامت

سوال[۲۵۷۳]: زید ایک مسجد کا امام ہے، ساتھ ہی بچوں کی تعلیم کا بھی کام ان کے ذمہ ہے، امام موصوف بسا اوقات فجر کی نماز مقتدیوں کے بار بار بلانے پر بھی نہیں پڑھاتے، عاجز آ کر دوسرے آدمی کو پڑھانا پڑتا ہے اور امام صاحب سوئے رہتے ہیں۔ کچھ کم سن بچے ایسے بھی ہیں جن کی عمر بارہ چودہ برس کی ہوگی، اپنے

---

(۱)"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويدًا للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقًا. آهـ".(الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷،سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۱، ۱۲۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷،۱۰۸،دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثاني في بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۸۳،رشيديه)

کمرہ میں بند کر لینے کے بعد اب بچوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، وہ اللہ جانے، لیکن بار بار ایسا دیکھنے کے بعد جب ان سے اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ کمرہ بند کر کے ان سے کچھ خدمت کرا لیتے ہیں۔ جس پر سائل نے ان سے کہا کہ خدمت کرانے کیلئے کمرہ بند کرنے کی ضرورت نہیں، مگر اس پر قطعاً ان کا دھیان نہیں۔ ایسی شکل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں کہ امام موصوف کا یہ عمل ان کیلئے اچھا ہے؟ اگر نہیں تو امامت کے منافی تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نیند کا غلبہ ہے جس کی وجہ سے بیدار نہیں ہو پاتے تب تو ان کو علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں (۱)، البتہ اس کا انتظام ضروری ہے کہ وقت پر بیدار ہو جایا کریں، رات کو بعد عشاء جلد سو جائیں، گھڑی الارم کا انتظام کیا جائے، ایسی جگہ اور اس طرح سوئیں کہ ان کو بیدار کرنا سہل ہو، مؤذن یا کوئی اَور شخص بیدار کر دیا کریں (۲)۔ اگر امام صاحب اس کی فکر اور انتظام نہ کریں بلکہ لاپرواہی سے رہیں، جب چاہیں پڑھائیں یا نہ پڑھائیں، وقت پر اٹھیں یا سوتے رہ جائیں، نماز ادا ہو یا قضاء ہو جائے، ان کو پرواہ بھی نہ ہو تو پھر وہ علیحدہ کئے جانے کے قابل ہوں گے (۳)۔

ایسے بچوں کو بند کمرہ میں ساتھ رہنے سے پرہیز کریں جن سے تہمت کا اندیشہ ہو، اور دوسروں کو بھی

---

(۱) "وعن علی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "رفع القلم عن ثلثة: عن النائم حتی یستیقظ، وعن الصبی حتی یبلغ، وعن المعتوه حتی یعقل". رواه الترمذی وأبوداؤد و الدارمی". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق: ۲/۲۸۴، قدیمی)

(۲) "ویثوب بین الأذان والإقامة فی الکل للکل بما تعارفوه". (ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۳، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۱۷۷، مکتبه امدادیه، ملتان)

(۳) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی". (الدرالمختار). "وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه". (ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشیدیه)

تہمت لگانے سے بچنا ضروری ہے، یہ سخت معصیت ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۹/۹۲ھ۔

سالی سے مذاق کرنے والے کی امامت

سوال[۲۵۷۴]: زید وعمر آپس میں ہم زلف ہیں (۲) اور زید مذکور اپنی سالی کے ساتھ ناشائستہ مذاق کرتا ہے، اور دواعیٔ جماع کا ظاہراً ارتکاب کرتا ہے، اسی بناء پر عمر نے زید کے ساتھ اپنے تعلقات کو ختم کردیا۔ لہٰذا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور عمر کا اس طرح زید سے تعلق ختم کردینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز یہ دونوں حضرات امام ہیں، لہٰذا ان دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، یا ظالم ومظلوم میں کچھ رعایت ہے؟ اور یہ تحریر کریں کہ کن کن لوگوں سے شرعی پردہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ خلافِ شرع ہے اور ناجائز ہے، سالی کو پردہ کرنا لازم ہے، تنہائی اس کے ساتھ حرام ہے(۳)۔ اگر زید فہمائش کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا اور اس کے فتنہ سے حفاظت کے لئے عمر نے اس سے قطع تعلق کردیا اور اپنی بیوی کی اس طرح اس سے حفاظت کرلی تو بہت اچھا کیا، اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے، ایسا کرنے

---

(۱) "اتقوا مواضع التهم". ذكره في الإحياء :وقال العراقي في تخريج أحاديثه لم: أجد له أصلاً لكنه بمعنى قول عمر رضي الله عنه: "من سلك مسالك الظن اتّهم". ورواه الخرائطي في مكارم الأخلاق مرفوعًا بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلايلومن من أساء الظن به". وروى الخطيب في المتفق والمفترق عن سعيد بن المسيب رحمه الله تعالىٰ قال: وضع عمر بن الخطاب رضي الله عنه ثماني عشرة كلمة .... "ومن عرض نفسه للتهمة، فلايلومن من أساء به الظن". (كشف الخفاء: ۱/۴۵، مؤسسة الرسالة، بيروت)

(۲) "ہم زلف: ساڑھو، سالی کا خاوند"۔ (فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور)

(۳) قال الله تعالىٰ ﴿ ولا يبدين زينتهن إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن، أو إخوانهن، أو بني إخوانهن، أو بني أخواتهن، أو نسائهن، أو ماملكت أيمانهن، أو التابعين غير أولي الإربة من الرجال أو الطفل﴾. (سورة النور: ۳۱)

"والخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

سے عمر کی امامت میں کوئی خلل نہیں (۱)، زید البتہ خطاوار ہے اس کو توبہ واحتیاط لازم ہے (۲) ورنہ وہ منصبِ امامت سے علیحدہ کرنے کے قابل ہوگا (۳)۔ جن لوگوں سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے ان سے پردہ کرنا لازم ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز ذلک .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات، مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأداب، باب ما ينهى عنه من التحاسد والتدابر: ۲۲/۱۳۷، مطبعه خيريه بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لّله أشد فرحاً بتوبة أحدكم بضالته إذا وجد". قال النووي: واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً الخ". (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووي، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، تحت آية ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يُوجبه، مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلائها، وإن أدى خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين". (كتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/۲۲۴، سعيد)

(۴) "ومن محرمه هي من لا يحل له نكاحها أبداً بنسب أو سبب ولو بزنا". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/۳۶۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس: ۸/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس: ۷/۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

غیر محرم عورتوں سے بدن دبوانے والے کی امامت

سوال[۲۵۷۵]: زید ایک مسجد میں امام ہے اور قرآن مجید کا حافظ ہے اور پانی پتی لہجہ میں پڑھتا ہے، مگر اس کی شادی نہ ہونے کی وجہ سے بعض بعض باتیں خلافِ شرع معلوم ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے بعض نے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی ہی چھوڑ دی ہے اور بعض بادلِ ناخواستہ پڑھتے ہیں اور خلافِ شرع یہ باتیں ہیں:

کہ ایک دفعہ حافظ صاحب مرضِ نمونیہ میں مبتلا ہوگئے تو حالتِ مرض میں غیر محرم مستورات سے بدن دبواتے رہے جو کہ حافظ کی دور کی رشتہ دار ہیں، مثلاً: ایک چچی ہے جس میں بہت دور کا واسطہ ہے اور اسی طرح سے ایک دور کے چچازاد بھائی کی عورت ہے جس کو حافظ صاحب بھاوج کہہ کر پکارا کرتے ہیں اور ایک دو عورتیں ایسی اَور بھی ہیں جن کے ساتھ دور کا رشتہ ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں کو نفرت ہوگئی ہے۔

اور ایسے ہی ایک شکایت اَور ہے کہ ایک دفعہ حافظ جی صاحب اسی مذکورہ بھاوج کے ساتھ بازار میں جاتے دیکھے گئے ہیں۔ اور ایسے ہی ایک دفعہ اسی بھاوج کے ساتھ ہنسی اور دل لگی کرتے دیکھا گیا ہے جس کے باعث لوگ بہت متنفر ہیں اور بعض نے ان کے پیچھے نماز بھی ترک کردی ہے۔ لہٰذا ارشاد فرماویں کہ آیا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ باحوالہ تحریر فرماویں۔ بینوا بالبرہان وتوجروا عند الرحمٰن۔

مقام سرسہ محلّہ کھٹیکان، ضلع حصار، مدرسہ عربیہ خیر العلوم، محمد الدین۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صرف اتنی باتوں سے بدگمان ہوکر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دینا اور ان سے نفرت کرنا مناسب نہیں، بہتر یہ ہے کہ نرمی اور مناسب طریقہ سے ان کو سمجھا دیا جائے کہ آپ کی ان باتوں سے لوگوں کو بدگمانی اور نفرت پیدا ہوتی ہے(۱) لہٰذا آپ احتیاط کریں، خصوصاً جب کہ آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تو اَور زیادہ بدگمانی کا موقعہ ہے، ویسے بھی شرعاً اجنبی عورت کے ساتھ یعنی نامحرم (جس سے پردہ فرض ہو) خلوت ممنوع ہے(۲)۔ ذرا ذرا سی

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة، وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصار هم ويحفظوا فروجهم﴾ (سورة النور: ۳۰)

"سمعت أبا أمامة رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: =

بات پر امام کو علیحدہ کرنا تو آسان ہوتا ہے لیکن پھر صالح اور صحیح پڑھنے والے امام کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۴/۲/۱۳۵۸ھ۔

نوجوان بیوہ سے پاؤں دبوانے والے کی امامت

سوال[۲۵۷۶]: ایک امام مسجد کچھ دنوں سے بیمار تھے، نوجوان ہیں اور غیر شادی شدہ بھی، انہوں نے بھتیجے کی بیوی کو جو بیوہ ہے اور نوجوان بھی ہے، اپنی خدمت کیلئے رکھ لیا ہے، اس سے پیر بھی دبواتے ہیں۔ جب نمازیوں نے اعتراض کیا تو جواب دیا کہ ہسپتال والوں میں نرسیں بھی تو رہتی ہیں۔ اب نمازیوں میں دو گروپ ہوگئے: ایک کہتا ہے کہ وہ بیٹی سمجھ کر پیر دبواتے ہیں، دوسرا کہتا ہے کہ یہ عورت بیوہ غیر محرم ہے، اس سے ایسی خدمت کیوں لی گئی؟ اب ان امام کے متعلق علمائے دین کا کیا فتوی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کو چاہئے کہ اس بیوہ سے نکاح کرلیں، پھر اس طرح کی خدمت لیں (۱)، نامحرم سے اس

= "اكفلوا لی ستاً أكفل لكم بالجنة: إذا حدث أحدكم فلايكذب، وإذا أوتمن فلايخن، وإذا وعد فلايخلف، وغضوا أبصاركم، وكفو أيديكم، واحفظوا فروجكم."

"عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "إن النظرة سهمٌ من سهام إبليس مسمومٌ، من تركها مخافتی، أبدلته إيماناً يجد حلاوته فی قلبه".

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "كل عين باكية يوم القيامة إلا عيناً غضت عن محارم الله، و عيناً سهرت فی سبيل الله، و عيناً يخرج منها مثل رأس الذباب من خشية الله عزوجل". (تفسير ابن كثير: ۳/۳۷۶، ۳۷۷، دار الفيحاء دمشق)

"الخلوة بالأجنبية حرام". (الدرالمختار، كتاب الحظر، فصل فی النظر واللمس: ۶/۳۶۸، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وأنكحوا الأيامى منكم﴾ (سورة النور: ۳۲)

"الأيامى جمع أيم، ويقال ذلک للمرأة التی لازوج لها وللرجل الذی لازوجة له، سواء كان قد تزوج ثم فارق أولم يتزوج واحد منها" (ابن كثير: ۳/۳۸۳، دارالفيحاء، دمشق)

طرح خلط ملط نہ رکھیں (۱)۔ اگر امام نہ مانیں تو ان کو امامت سے الگ کر کے کسی پابندِ شریعت اور متبع سنت کو امام تجویز کرلیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اغلام باز اور اغلام بازی کا الزام لگانے والے کی امامت

سوال[۲۵۷۷]: ۱...... ایک امام صاحب جب کہ پانچ وقت کی نماز پڑھاتا ہے، دینی مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دیتا ہے، لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا ہے اور بُری باتوں سے منع کرتا ہے، ایک دوسرے امام صاحب پر ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ اغلام بازی کا الزام رکھتا ہے، امام مسجد خدا کی قسم کھاتا ہے کہ ہم نے کوئی بدفعلی نہیں کی۔ تو اب لڑکے کی بات پر اعتبار کرنا چاہیئے جو کہتا ہے کہ ہم سے تین چار بار بدتمیزی کی، یا امام کی قسم کا اعتبار کرنا چاہیئے، اور امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

۲...... امام نے دوسرے امام کے اوپر اغلام بازی کا الزام لگایا ہے ان کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ امام پنج وقتہ نماز اور جمعہ پڑھاتا ہے اور ان کا معاملہ یہ ہے کہ جب یہ باہر جاتے ہیں تو کسی وقت کی نماز نہیں پڑھتے، جب ملازمت پر رہتے ہیں تو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، درست ہے یا نہیں؟ یہ اکثر جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ ان دونوں میں کون سے امام افضل ہیں، کس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... امام صاحب کو محض اس نابالغ لڑکے کے بیان پر مجرم قرار دے کر شرعی سزا کا مستحق نہیں

---

(۱) "الخلوة بالأجنبية حرام، إلا لملازمة مديونة هربت ودخلت خربة، أو كانت عجوزاً شوهاء، أوبحائل". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱۰۷/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۲۱/۱، ۱۲۲، شركة علميه ملتان)

ٹھہرایا جائے گا، امام صاحب کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا (۱)۔ بغیر ثبوتِ شرعی کے کسی کے متعلق الزام لگانا کبیرہ گناہ ہے (۲)، امام صاحب کو بھی احتیاط سے رہنا چاہئے تاکہ بدگمانی کا موقع کسی کو نہ ملے (۳)۔

۲...... الزام لگانا، فرض نماز ترک کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا تینوں سخت قسم کے گناہ ہیں (۴)، اگر واقعۃً

---

(۱) "عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "لویعطی الناس بدعواهم، لادعی ناس دماء رجال وأموالهم، ولکن الیمین علی المدعی علیه". رواه مسلم، وفی شرحه للنووی: "إنه قال: وجاء فی روایة البیهقی بإسناد حسن أو صحیح زیادة عن ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعاً لکن البینة علی المدعی والیمین علی من أنکر". (مشکوة المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضیة والشهادات: ۲/۳۲۶، قدیمی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولایأتین ببهتان یفترینه بین أیدیهن وأرجلهن﴾. (سورة الممتحنة، ۱۲)

"وأخرج أحمد: "خمس لیس لهن کفارة: الشرک بالله وقتل النفس بغیر حق، وبهت مؤمن، والفرار من الزحف، ویمین صابرة یقتطع بهامالاً بغیر حق.

والطبرانی: من ذکر امرأ بشیء لیس فیه لیعیبه به حبسه الله فی نار جهنم حتی یأتی بنفاذ ما قال فیه". (الزواجر عن اقتراف الکبائر، کتاب النکاح، الکبیر الرابعة والخمسون بعد المائتین: البهت: ۲/۴۱، دار الفکر بیروت)

(۳) "اتقوا مواضع التهم". ذکره فی الإحیاء: و قال العراقی فی تخریج أحادیثه: لم أجد له أصلا، لکنه بمعنی قول عمر: "من سلک مسالک الظن اتهم"، و رواه الخرائطی فی مکارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا یلومنّ من أساء الظن به". و روی الخطیب فی المتفق والمفترق عن سعید بن المسیب قال: و ضع عمر بن الخطاب ثمانی عشرة کلمةً .... "ومن عرض نفسه للتهمة، فلا یلومن من أساء به الظن". (کشف الخفاء: ۱/۴۵، مؤسسة الرسالة بیروت)

(۴) "وأخرج أحمد: خمس لیس لهن کفارة: الشرک بالله، و قتل النفس بغیر الحق، وبهت مؤمن". إلی آخر الحدیث". (الزواجر عن اقتراف الکبائر، کتاب النکاح، الکبیرة، الرابعة والخمسون بعد المائتین: البهت: ۲/۴۱، دار الفکر بیروت)

"عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: أوصانی خلیلی: "أن لا تشرک بالله شیئاً وإن قطعت وحرقت، و لا تترک صلوة مکتوبةً متعمداً، فمن ترکها متعمداً فقد برئت منه الذمة، و لا تشرب الخمر فإنها مفتاح کل شر". رواه ابن ماجة". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، الفصل الثالث: ۱/۵۹، قدیمی) =

ان میں یہ چیزیں موجود ہیں تو ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جب تک وہ ان سب چیزوں سے پختہ توبہ نہ کرلیں، ہرگز ان کو امام نہ بنایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۸۷ھ۔

محلوق اللحیۃ کی امامت

سوال[۲۵۷۸]: یہاں ایک مسجد میں کسی نماز میں پیش امام صاحب کسی کام کی وجہ سے جماعت کے وقت نہ پہونچ پائے تو ان کی جگہ ایک دوسرا شخص جو پڑھا لکھا ہے مگر داڑھی ترشواتا ہے نماز پڑھاتا ہے، اس کے پیچھے جو مقتدی داڑھی صاف کراتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور پھر بعد میں اپنی نماز دہراتے ہیں۔ ان کو ایسا کرنا کیسا ہے؟

نثار احمد، خریدار نمبر: ۱۷۸۔

الجواب حامداًومصلياً:

امام متبعِ سنت ہونا چاہئے، لیکن ایسے مقتدیوں کو ایسے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا دہرانا لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

ایضاً

سوال[۲۵۷۹]: جو داڑھی کا بالکل صفایا کراتا ہو اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ اس کے پیچھے نماز ہوتی

= "عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "الكبائر: الإشراک بالله و عقوق الوالدين و قتل النفس واليمين الغموس". (الصحيح للبخاری، كتاب لأيمان والنذر، باب اليمين الغموس: ۹۸۷/۲، قديمی)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ". (الدرالمختار).

"(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی، وآكل الرباء ونحوذلک ....على أن كراهة تقديمه كراهةتحريم".

(ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل الجماعة سنة مؤكدة: ۱/ ۱۰۹، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "فاسق کی امامت"۔)

ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کوامام بنانا مکروہ ہے البتہ اگر وہ خودامام بن کرنماز پڑھاوے تو نماز ہوجائے گی، گووہ ثواب نہ ملے گا جومتقی امام کے پیچھے پڑھنے سے ملتا:

"وإذا صلى الرجل خلف فاسق أو مبتدع، يكون محرزاً ثواب الجماعة لما روينا من الحديث: "صلوا خلف كل بر و فاجر". لكن لا ينال ثواب خلف عالم تقي، قال عليه السلام: "من صلى خلف عالم تقي، فكأنما صلى خلف نبي من الأنبياء". قاضي خان: ۱/۱۱۳ (۱)۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودعفی عنہ، بندہ عبدالرحمٰن، یکم/صفر/۵۲ھ۔

داڑھی کٹے کی امامت تراویح میں

سوال[۲۵۸۰]: داڑھی کتروا کرایک مشت سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ نیز شرعی داڑھی کی مقدار کیا ہے؟ حدیث کے حوالہ کے ساتھ رقم فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اصولِ فقہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔ جس اصل سے بھی جو مسئلہ ثابت ہو اور ثبوت بھی عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص جس طرح بھی ہو وہ قابلِ تسلیم ہے، کسی ایک دلیل میں منحصر

---

(۱) (فتاویٰ قاضي خان، كتاب الصلوة، فصل فيمن يصح الاقتداء به وفيمن لا يصح: ۱/۹۲، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۴۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۰۳، إدارة القرآن كراچی)

(الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

قرار دیکر اس دلیل کا مطالبہ منصبِ مقلد کے خلاف ہے اور مجیب اس کا مکلف بھی نہیں، اس بنیادی تمہید کے بعد عرض ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا سنت ہے (۱)، صحابہ کرام کا بھی عامۃً معمول یہی تھا۔ تو گویا یہ چیزیں اجماعی ہیں، اسی وجہ سے فقہائے کرام نے لکھا ہے: "و یحرم علی الرجل قطع لحیته" (۲)۔

ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹانا، یا چھوٹی چھوٹی رکھنا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں: "وأما الأخذ منها وهی دون ذلك كما یفعله بعض المغاربة و مخنثة الرجال، فلم یبحه أحد". شامی: ۲/۱۱۳ (۳).

---

(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما أنه كان یقبض علی لحیته ثم یقصّ ماتحت القبضة. قال محمد: و به نأخذ، وهو قول أبی حنیفة". (كتاب الآثار، كتاب الحظر والإباحة، باب حف الشعر من الوجه، یقال: حفت المرأة وجهها: أی أخذت عنه الشعر، ص:۱۹۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی البحرالرائق: ۳/۱۹، كتاب الحج، باب الجنایات، رشیدیه)

(وكذا فی تبیین الحقائق، كتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و مالا یفسد : ۲/۱۸۶، دارالكتب العلمیة بیروت)

(وكذا فی الفتاوی العالمكیریة ، كتاب الكراهیة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء و قلم الأظفار و قص الشارب و حلق الرأس الخ :۵/۳۵۸، رشیدیه)

(وكذا فی حاشیة الشیخ الشلبی علی تبیین الحقائق، كتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد : ۲/۱۸۶، دار الكتب العلمیة بیروت)

"عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: "خالفوا المشركین أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحی". "وعن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "جزوا الشوارب، و ارخوا اللحی، خالفوا المجوس". (الصحیح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قدیمی)

(۲)(الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع : ۶/۴۰۷، سعید)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و مالا یفسد : ۲/۴۱۸، سعید)

(وكذا فی بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة : ۱/۳۳، مكتبه امدادیه) .... =

جو شخص ایسا کرتا ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، لأنه فاسق و كراهة تقديمه كراهة تحريم كما في الغنية و رد المحتار وغيرهما(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سودخور اور محلوق اللحیۃ کی امامت

سوال[۲۵۸۱]: سودخور اور داڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور ان کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی، درمختار، شامی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

= (وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب السواک: ۹۱/۲، رشيديه)

(وكذا في حجة الله البالغة، خصال الفطرة و مايتصل بها: ۵۱۷/۱، قديمي)

(وأيضاً فيه، باب إطالة اللحى وإحفاء الشوارب: ۵۱۶/۲، قديمي)

(۱) (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۳، قديمي)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار).

"(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني و آكل الربا و نحو ذلک". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱۲۲/۱، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، فصل الجماعة سنة مؤكدة: ۱۰۸/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، فصل فيمن يصح الاقتداء و فيمن لا يصح: ۹۱/۱، رشيديه)

جوامام داڑھی رکھنے سے منع کرے اس کی امامت

سوال[۲۵۸۲]: جوامام لڑکوں کوداڑھی رکھنے سے منع کرتا ہو کہ ابھی تمہاری عمر داڑھی رکھنے کی نہیں ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

داڑھی رکھنے سے منع کرنا حدیث پاک کا مقابلہ کرنا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۹۲/۴/۷ھ۔

تعلیم یافتہ بے داڑھی والے کی امامت

سوال[۲۵۸۳]: ایک موضع میں مسجد ہے جس میں زید امامت کرتا ہے، زید داڑھی نہیں رکھتا، موضع میں صرف زید ہی ایسا ہے جو امامت کے قابل تعلیم یافتہ ہے، دیگر اشخاص صرف نماز پڑھنے کی قابلیت رکھتے ہیں خطبہ وغیرہ نہیں پڑھ سکتے۔ایسی صورت میں امامت کے متعلق زید کا کیا حکم ہے؟ حالانکہ جولوگ خطبہ پڑھنے کی قابلیت نہیں رکھتے ان میں سے چند داڑھی بھی رکھتے ہیں، کبھی کبھی ایسے شخص آجاتے ہیں جو کافی علم داں ہوتے ہیں اور داڑھی بھی رکھتے ہیں۔ان لوگوں کی موجودگی میں امام مذکور بالا کیا امامت نہیں کر سکتے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

زید کو چاہئے کہ داڑھی شریعت کے موافق رکھے پھر امامت کرے، جو شخص نماز پڑھا سکتا ہے، خطبہ نہیں جانتا، اس کو چاہئے کہ الحمد شریف اور درود شریف، سوم کلمہ، استغفار پڑھ دے، بس خطبہ ادا ہو جائے گا، یہ ضروری

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "أحفوا الشوارب واعفوا اللحی".

"وعن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: " خالفوا المشرکین أحفوا الشوارب وأوفوا اللحی".

"عن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "جزوا الشوارب وأرخوا اللحی خالفوا المجوس". (الصحیح لمسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قدیمی)

نہیں کہ جو خطبہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے وہی پڑھے (۱) اور جب مسائل سے واقف متبعِ سنت شخص موجود ہو تو داڑھی نہ رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ رمضان/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ رمضان/ ۶۷ھ۔

امام کس کو بنایا جائے کم داڑھی والے کو یا دوسرے متبعِ سنت کو؟

سوال [۲۵۸۴]: ۱...... ایک موضع میں ایک صاحب ہیں جن کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے، لیکن قرآن کریم تجوید سے پڑھتے ہیں، مسائل میں خاص جانکاری رکھتے ہیں، باعلم باشعور ہیں، حلال وحرام کی حدود قائم رکھتے ہیں، دوسرے لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو تجوید سے قرآن پڑھتا ہو یا مسائلِ نماز و دیگر مسائل ضروریہ سے واقف ہو، مگر داڑھی ایک مشت والے ہیں۔ ایسی صورت میں کس کو امام بنایا جائے؟

۲...... اگر کوئی شخص لمبی داڑھی والا یہ کہہ کر جماعت میں نہ شریک ہو کہ داڑھی چھوٹی ہے، اس کا یہ فعل کیسا ہے؟ ساتھ ہی چھوٹی داڑھی والے کو یہ کہنا کہ تم اپنی نماز گھر پر ادا کرو امامت نہ کرو، یہ کیسا ہے؟ حالانکہ بغیر تجوید والے کے پیچھے تجوید سے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی ہے، تو یہ چھوٹی داڑھی والے صاحب دوسرے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

---

(۱) "وكفت تحميدة أو تحليلة أو تسبيحة للخطبة المفروضة مع الكراهة، و قالا: لا بدّ من ذكرٍ طويلٍ، و أقله قدر التشهد الواجب، اهـ". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة : ۱۴۸/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة : ۲۶۱/۲، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة : ۳۵۹/۱، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة : ۵۳۰/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا، و لذا لم تجز الصلوة خلفه أصلاً عند مالك، و روايةً عن أحمد". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۵۶۰/۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، ۵۱۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......جوشخص ضروری مسائلِ طہارت ونماز سے واقف ہواور قرآن پاک اتنا صحیح پڑھ لیتا ہوجس سے نماز درست ہوجائے اگر چہ باقاعدہ تجوید سے واقف نہ ہواور عمومی زندگی میں متبع سنت ہواس کوامام بنالیا جائے (۱)۔اور جوشخص مسائلِ کثیرہ سے واقف ہواوراس کا مطالعہ بھی وسیع ہومگر عملی زندگی اس کی سنت کے مطابق نہ ہو،علی الاعلان سنت وشعار کی مخالفت کرتا ہوکہ داڑھی کوایک مشت نہ بڑھنے دیتا ہو،اس سے پہلے ہی کٹا کرکم کرادیتا ہواس کوامام نہ بنایا جائے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۳/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۱۵/ ۹/ ۸۸ھ۔

---

(۱)" والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض .... ثم الأحسن تلاوةً وتجويدًا للقراء ة، ثم الأورع، ثم الأسن". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان من هوأحق بالإمامة: ۱/ ۶۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ اهـ". (الدرالمختار). وفي رد المحتار: "(قوله: وفاسق من الفسق): أي الخروج عن الاستقامة، ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وأكل الرباء ونحو ذلك......على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، الجماعة سنة مؤكدة : ۱/ ۱۰۸،دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲،۳۰۳،قديمي)

داڑھی منڈے اور انگریزی بال والے کی امامت

سوال[۲۵۸۵]: انگریزی بال جس کے ہوں اس کے پیچھے نماز یا تراویح اور بوجہ داڑھی مونڈنے کے نماز یا تراویح جائز ہے یا نہیں؟

محمد ادریس۔

الجواب حامداًومصلياً:

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر نماز پڑھانے والا موجود ہو: "وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق". بحر: ۱/۳۴۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۸/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۸/ ۵۷ھ۔

ٹھوڑی کے بال کٹوانے والے کی امامت

سوال[۲۵۸۶]: اگر کسی شخص کے ٹھوڑی کے بال کٹے ہوئے ہوں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز داڑھی کی طول میں کتنی مقدار ضروری ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

جو بال داڑھی کا جزو ہیں ان کو ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا اور منڈوانا جائز نہیں (۲)، جو امام

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۶۰۷، ۶۱۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۱۲۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب وأوفوا اللحى".

"عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم: قال: "أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى". (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/ ۱۲۹، قديمي)

"والسنة فيها القبضة:.........ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته". (الدر المختار). "(قوله: =

ایسا کرتا ہے اس کی امامت مکروہ ہے(۱)، داڑھی ایک مٹھی رکھی جائے، جب تک ایک مٹھی نہ ہوجائے کٹوانا درست نہیں، جومقدار ایک مٹھی سے زائد ہے اس کو کٹوانا درست ہے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۹ھ۔

انگریزی بال والے کی امامت

سوال[۲۵۸۷]: ایک شخص جس کے سر پر انگریزی بال، داڑھی خشخشی ہو، لباس بھی صالحین کا نہ ہو تو ایسے شخص کو بغیر بڑھائے امامت کے مصلے پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نائب امام کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو خود امامت کے لئے آگے نہیں بڑھنا چاہئے، جس شخص کے سر کے بال داڑھی، لباس، خلاف شرع ہو اس کو نہ دوسرے لوگ امام بنائیں نہ وہ خود امامت کے لئے مصلے پر جائے، چونکہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے (۳)۔فقط واللہ اعلم۔

= والسنة فيها القبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته، فمازاد منها على قبضة، قطعه، كذا ذكره محمد رحمه الله تعالىٰ في كتاب الآثارعن الإمام، قال: وبه أخذ، محيط. اهـ". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٦/٤٠٧،سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب الكراهية، الباب التاسع في الختان والخصاء وقلم الأظفار وقص الشارب: ٣٥٨/٥،رشيديه)

(١) "ويكره إمامة عبدو أعرابي وفاسق وأعمىٰ.........اهـ". (الدرالمختار). "(قوله: وفاسق من الفسق): أي الخروج عن الاستقامة، ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا ونحو ذلك". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٥٥٩، ٥٦٠،سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ٣٠٢، ٣٠٣، قديمي)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة : ١/١٠٨،دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٢) (راجع رقم الحاشية ٢)

(٣) " ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى".(الدر المختار، باب الإمامة: ١/٥٥٩، ٥٦٠، سعيد) =

داڑھی منڈے کا عید کا خطبہ

سوال[۲۵۸۸]: ہمارے یہاں عیدین کا خطبہ وکیل صاحب پڑھتے ہیں جن کی داڑھی مونچھ صاف ہے، نماز دوسرے حافظ صاحب پڑھاتے ہیں، دعاء تیسرے وکیل صاحب کراتے ہیں۔ تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ وکیل صاحب داڑھی کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ خطبہ کے لئے داڑھی کی کوئی قید نہیں ہے، اگر رکھنی ہی ہوگی تو ہم موسمی داڑھی رکھ لیں گے، یعنی خطبہ کے ایک ہفتہ پہلے رکھ لیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

اچھی بات تو یہ ہے کہ نماز اور خطبہ دونوں کام ایک ہی شخص انجام دے اگر چہ دونوں کام دو آدمیوں کے کرنے سے بھی ادا ہو جائیں گے(۱)۔ وکیل صاحب حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مان کر شرعی داڑھی رکھ لیں تو بہت بڑے اجر کے مستحق ہوں گے، موسمی داڑھی کی کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ یہ تو شریعت کے ساتھ فریب کاری ہے کہ خطبہ پڑھنے کی خاطر رکھی گئی ہے تا کہ لوگ اعتراض نہ کریں، کام وہ مقبول ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے ہو(۲)۔

= "بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا، قال: ولذا لم تجز الصلوة خلفه أصلاً عند مالك، و روايةً عن أحمد". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۶۰، سعيد)

(۱) "ولاينبغي أن يصلي غير الخطيب؛ لأنهما كشيء واحد، فإن فعل بأن خطب صبي بإذن السلطان وصلى بالغ، جاز، هو المختار". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة : ۲/۱۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة : ۲/۲۵۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة : ۱/۳۵۸، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) "قال الله تعالىٰ: ﴿لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوىٰ منكم﴾ (سورة الحج: ۳۷)

"عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ مانوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها، أو امرأة يتزوجها، فهجرته إلى ماهاجر إليه". (مشكوة المصابيح: ۱/۱۱، قديمى)

دعاء کے لئے تو کسی خاص شخص کی ضرورت ہی نہیں ہے، ہر شخص اپنی اپنی دعاء جس طرح پنجگانہ نماز کے بعد مانگتا ہے اسی طرح عید کی نماز کے بعد مانگ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

بڑی مونچھ والے کی امامت

سوال[۲۵۸۹]: اگر امام حافظ ہو اور وہ بڑی بڑی مونچھیں رکھتا ہو جن سے ہونٹ ڈھکے ہوئے ہوں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ داڑھی میں مونچھ رکھتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی بڑی مونچھ رکھنا جس سے ہونٹ بالکل ڈھک جائے، حدیث شریف کے خلاف اور مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۹۲ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "أحفوا الشوارب وأعفوا اللحی".

"وعن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: " خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحی".

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "جزوا الشوارب، وأرخوا اللحی وخالفوا المجوس". (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمي)

"وأما روايات "أحفوا الشوارب" فمعناها: أحفوا ما طال على الشفتين". (شرح النووي على صحيح مسلم كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمي)

"و تفسير القص أن ينقص حتى ينتقص عن الإطار، وهو بكسر الهمزة، ملتقى الجلدة واللحم من الشفة". (رد المحتار كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۵۰، سعيد)

"قال القاري: قال ابن حجر: فيسن إحفاءه حتى تبدو حمرة الشفة العليا". (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة: ۱/۳۳، مكتبه امداديه ملتان)

رشوت خور کی امامت

سوال[۲۵۹۰]: رشوت خور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک حافظ صاحب کا شبہ ہے کہ وہ رشوت کا مال بھی کھاتا ہے اور زمین بھی لیتا ہے تو آیا اس صورت میں اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس سے بہتر امام موجود ہو تو رشوت خور کو امام بنانا مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سودخور کی امامت

سوال[۲۵۹۱]: زید سود کھاتا ہے اور لوگوں کا سامان رہن پہ سود رکھتا ہے اور فال وغیرہ دیکھتا ہے اور لوگوں کی قسمت کا حال بیان کرتا ہے اور کان سے بہرا ہے، قرآن مجید غلط پڑھتا ہے، تعویذات قیمۃً فروخت کرتا ہے، زید مذکور بستی کا امام اور قاضی ہے اور معمولی مدرس، مذکورہ صفات کا عامل ہو کر زید امامت اور قضاۃ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن کریم اور احادیث مقطوع وفقۂ ائمۂ مجتہدین اہل السنۃ والجماعت کی رو سے عنایت فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سود کھانا حرام ہے(۲) اسی طرح سود پر سامان رکھنا حرام ہے(۳)، فال دیکھنا بھی منع ہے اور قسمت کا حال خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں: ﴿و ماتدری نفس ما ذا تکسب غداً﴾ الایة، لہٰذا قسمت کا حال بیان کرنا غیب کا دعویٰ کرنا ہے یہ سخت خطرناک کبیرہ گناہ بلکہ شرک ہے(۴)۔

---

(۱) " ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی". (الدر المختار). "(قوله وفاسق): من الفسق : وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی و آکل الربا و نحو ذلک". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۶۲، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قدیمی)

(وکذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الصلوة، بالإمامة : ۱/۱۲۲، مکتبه شرکة علمیة ملتان)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿الذین یأکلون الربا لا یقومون إلا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس، =

....

= ذلک بأنهم قالوا إنما البیع مثل الربا، وأحل الله البیع وحرم الربا﴾. (سورة البقرة:۲۷۵)

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "اجتنبوا السبع الموبقات": أي المهلکات، قالوا: یا رسول الله! و ماهن؟ قال: "الشرک بالله، والسحر، وقتل النفس التی حرم الله إلا بالحق، وأکل الربا، و أکل مال الیتیم ، والتولّی یوم الزحف، و قذف المحصنات الغافلات المؤمنات". أخرجه الشیخان وأبو داود والنسائی".

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : "الربا سبعون حوباً أیسرها أن ینکح الرجل أمه". أخرجه ابن ماجه و البیهقی".

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أن تشتری الثمرة حتی تعظم". وقال: "إذا ظهر الزنا والربا فی قریة، أحلّوا بأنفسهم عذاب الله ". (الحاکم و صححه)". (الزواجر عن اقتراف الکبائر، کتاب البیع، الکبیرة التاسعة والسبعون والحادیة والثمانون، والثانیة والثالثة والرابعة والثمانون بعد المائة: أکل الربا و إطعامه و کتابته الخ: ۱/۳۷۸، دار الفکر بیروت)

(۳)" لا انتفاع به مطلقاً، لا باستخدام ولا سکنی ولالبس و لا إجارة ولا إعارة ، سواء کان من مرتهن أو راهن إلا بإذن کل للآخر، و قیل: لا یحل للمرتهن؛ لأنه ربا، وقیل: إن شرطه کان ربا، و إلا لا".

وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(قوله : و قیل: لا یحل للمرتهن) و عن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي -وکان من کبار علماء سمرقند- أنه لا یحل له أن ینتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له فی الربا؛ لأنه یستوفی دینه کاملاً فتبقی له المنفعة فضلاً، فیکون ربا، و هذاأمر عظیم.......... و یؤیده قول الشارح الأتی فی آخر الرهن: إن التعلیل بأنه ربا یفید أن الکراهة تحریمیة، فتأمل .... قلت: والغالب من أحوال الناس أنهم إنما یریدون عند الدفع الانتفاع ، و لولاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف کالمشروط، وهو مما یعیّن المنع". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعید)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الله عنده علم الساعة، و ینزل الغیث، ویعلم مافی الأرحام، وما تدری نفس ما ذا تکسب غداً، و ما تدری نفس بأیّ أرض تموت، إن الله علیم خبیر﴾ (سورة لقمان :۳۴)

"هذه مفاتیح الغیب التی استأثر الله تعالیٰ یعلمها، فلا یعلمها أحد إلا بعد إعلامه تعالیٰ بها .... =

بہرہ ہونے میں اس کے اختیار کو کچھ دخل نہیں اس میں وہ معذور ہے اور نہ اس سے امامت وغیرہ ناجائز ہوسکتی ہے، قرآن مجید غلط پڑھنے سے بسا اوقات ایسی غلطی ہوتی ہے کہ اس سے معنی بگڑ کر نماز فاسد ہوجاتی ہے، جائز تعویذ پر معاوضہ لینا یا اس کو فروخت کرنا بھی منافی امامت نہیں (۱)۔

یہ جملہ امور زید کو اوّلاً نرمی سے سمجھا دیئے جاویں اگر وہ ناجائز امور سے توبہ کرلے تب تو خیر ورنہ اس کو امام بنانا ناجائز ہے، اس کو امامت سے علیحدہ کرکے کسی دوسرے صالح اور لائق شخص کو امام بنایا جائے، زید اگر توبہ کرکے امام رہے یا امامت سے علیحدہ کردیا جائے، ہرصورت میں اس کو قرآن مجید صحیح کرنا ضروری ہے، غلط پڑھنے سے خود اس کی نماز خراب ہوگی اور مقتدیوں کی بھی، کم ازکم دوتین سورتیں ضرور صحیح کرلے بقیہ قرآن مجید صحیح ہونے تک صحیح سورتوں کو نماز میں پڑھا کرے (۲)۔

= وكذا لا تدرى نفس ما ذا تكسب غداً فى دنياها و أخراها.......... وأيضاً قال: ﴿ما تدرى نفس ماذا تكسب غداً﴾ أخيرٌ أم شرٌ، و لا تدرى -يابن آدم!- متى تموت لعلك الميت غداً ، لعلك المصاب غداً". (تفسير ابن كثير :۵۹۹/۳، ۶۰۱، دارالفيحاء دمشق)

"قلت: و حاصله أن دعوى علم الغيب معارضة لنص القرآن فيكفر بها، إلّا إذ أسند ذلك صريحاً أودلالةً إلى سبب الله تعالىٰ كَوَحْيٍ أو إلهام، و كذا لو أسند إلى أمارة عادية بجعل الله تعالىٰ .... و لولم يعتقده بقضاء الله تعالىٰ أو ادّعىٰ علم الغيب بنفسه، يكفر". (رد المحتار، كتاب الحدود، باب المرتد : ۲۴۳/۴، سعيد)

(۱) "جوّزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن، كما ذكره الطحاوى؛ لأنها ليست عبادة محضة، بل من التداوي". (رد المحتار كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة :۵۷/۶، سعيد)

وكذا فى العرف الشذى على هامش جامع الترمذى، أبواب الطب عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب ما جاء فى أخذ الأجر على التعويذ: ۲۶/۲، ۲۷، سعيد)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل: واجب ، وقيل: سنة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة، ثم الأورع: أى الأكثر اتقاءً للشبهات، والتقوى : اتقاء المحرمات". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱،سعيد)

"ویکره إمامة عبد وأعرابي و فاسق، اهـ". تنویر (۱)۔ "لو قدموا فاسقاً، يأثمون بناءً على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، اهـ". كبيري (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۵/صفر، عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/صفر/۵۹ھ۔

امام کو سود کھلانا اور اس کے پیچھے نماز

سوال [۲۵۹۲]: زید کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں جو بہت متقی و پرہیز گار ہیں اور محلہ میں سود دینے والوں کے یہاں کھانا کھاتے ہیں۔ تو ان کا یہ کھانا کھانا جائز ہوگا یا نہیں اور ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

محلہ والوں کی ذمہ داری ہے کہ امام صاحب کو حلال کمائی سے کھانا کھلائیں، یا حلال کمائی سے اتنی تنخواہ دیں کہ وہ اپنے کھانے کا خود انتظام کرلیں، سود لینا حرام اور سود سے بچنا فرض ہے (۳)، خود بھی وہ توبہ کریں (۴) اور امام صاحب کو بھی سود نہ کھلائیں۔ اگر امام صاحب کو معلوم ہو کہ یہ سودی مال سے نہیں کھلاتے بلکہ حلال کی کمائی سے کھلاتے ہیں، مثلاً سود کے علاوہ بھی کوئی ذریعہ آمدنی ہے، یا قرض لے کر کھلاتے ہیں تو وہ مال حرام نہیں، اس کا کھانا درست ہے (۵)۔ حرام کھانے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی (۶)، جو سود

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۰، سعيد)

(۲) (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱۲۲/۱، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفةً﴾. (سورة آل عمران: ۱۳۰)

(۴) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها سواء كانت صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(۵) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية، و لا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلالٌ و رثتُه أو استقرضتُه من رجل، كذا في الينابيع". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الهندية، الرابع في الهدية: ۳۶۰/۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب: ۵۲۹/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۶) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار). "(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو =

دیتا ہے وہ گنہگار رہے مگر اس کا مال حرام نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

غاصب کی امامت

سوال [۲۵۹۳]: ایک امام جو مدت سے مسجد میں رہتا تھا اس نے پانچ ملزموں پر دعویٰ کیا کہ ان لوگوں نے زمین مسجد معافی خدمت بوئی ہے یا جبراً گاؤں والوں نے بوائی ہے اور میرے ہل چھڑا دیئے اور یہ کہتا ہے کہ یہ زمین ملک مسجد معافی خدمت نہیں ہے اور زمین دار اہل ہنود سے ہے، جس نے زمین مسجد کے نام کی ہے وہ کہتا ہے کہ ملک مسجد معافی خدمت ہے اور امام کہتا ہے کہ میری ہے اس میں مسجد کا کوئی حق نہیں۔ تو اس شخص کے پیچھے یا اس کے بھائی، اولاد وغیرہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص مسجد کی ملک کو اپنی ملک بتائے اور دعویٰ اپنی ملک کا کرے اور زمینِ مسجد دبانا چاہے وہ شخص شرعاً فاسق ہے، لہٰذا اس سے بہتر اگر امامت کا اہل کوئی دوسرا شخص مل جاوے تو اس کو امام بنانا چاہئے۔ اس کو امام بنانا مکروہ ہے جب تک وہ پختہ توبہ نہ کرے، اسی طرح اس کا بھائی یا اولاد اس کے فعل پر راضی اور اس کے مددگار ہوں تو ان کو بھی امام نہ بنانا چاہئے جب تک وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں (۲)، لیکن اگر وہ نماز پڑھادے تو ادا

= الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني و آكل الربا و نحو ذلك". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم آكل الربوا وموكله و كاتبه و شاهديه، و قال: "هم سواء". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربوا: ۱/۲۴۴، قديمي)

(۲) (راجع عنوان "امام کو سود کھلانا")

ہوجائے گی (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۷/ ۵۲ھ۔

صحیح :عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ رجب المرجب/ ۵۲ھ۔

قرض ادانہ کرنے والے کی امامت

سوال[۲۵۹۴]: کوئی آدمی تاجر تھا اس کا کام فیل ہوگیا، لوگوں کا پیسہ اس کے پاس موجود ہے اور دوسرے لوگوں کے پاس اس کا روپیہ موجود ہے، جب وہ دائن اپنا قرض طلب کرتے ہیں تو کہتے ہیں دوسرے لوگوں نے ہمارا روپیہ مار لیا ہم تمہارا پیسہ نہیں دینگے۔ کیا حق العباد تلف کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے جبکہ وہ معاف بھی نہ کرایا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص دوسروں کا روپیہ مارلے اور استطاعت کے باوجود واپس نہ دے اور مطالبہ کرنے پر یہ کہدے میرا روپیہ غیروں کے پاس مارا گیا، اسلئے میں تمہارا روپیہ نہیں دیتا، وہ شخص بہت گنہگار ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۸/ ۷/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "وإن تقدموا جاز، لقوله عليه السلام : "صلوا خلف كل بر و فاجر". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة : ۱/ ۳۴۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

"هذا إن وجد غيرهم ، و إلا فلا كراهة اهـ .... صلى خلف فاسق أو مبتدع، نال فضل الجماعة". (الدر المختار ، باب الإمامة : ۱/ ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان من يصلح للإمامة: ۱/ ۶۶۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". "(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني، وآكل الرباء ونحو ذلك".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد) .... =

خائن کی امامت

سوال[۲۵۹۵]: امام صاحب حج کو گئے، مسجد کا گھنٹہ لانے کے لئے پیسے دیئے گئے، انہوں نے بمبئی میں لاکر بیچ دیا اور کم روپے کا بمبئی سے خرید کر مسجد میں دیدیا۔ ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو گھنٹہ مسجد کے روپے سے خریدا، اس کو فروخت کر کے خود نفع کمانا جائز نہیں، یہ خیانت ہے(۱) پھر جو پرانا گھنٹہ خرید کر دیا ہے اگر وہ مسجد کے لئے مناسب ہو تو اس کو رکھ لیا جائے، اور جو نفع پہلے گھنٹہ کو فروخت کرنے سے ملا ہے وہ بھی مسجد کے واسطے لے لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۷/ ۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قديمي)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تخونوا الله والرسول و تخونوا أماناتكم وأنتم تعلمون﴾ (سورة الأنفال: ۲۷)

"قلت: والصحيح أن الآية عامة، وإن صح أنها وردت على سبب خاص، فالأخذ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب عند الجماهير من العلماء. والخيانة تعمّ الذنوب الصغار والكبار اللازمة والمتعدية". (تفسير ابن كثير: ۲/۳۹۸، دار الفيحاء بيروت)

"عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، و من كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱/۱۰، قديمي)

(۲) "وأهله أن الغاصب والمودع إذا تصرف في المغصوب أو الوديعة وربح، لا يطيب له الربح عندهما =

مسجد و مدرسہ کی رقم میں خیانت کرنے والے کی امامت

سوال[۲۵۹۶]: ۱......اگر کسی مسجد کے پیش امام نے مسجد یا مدرسہ کے حساب و کتاب میں جو کہ منتظمینِ کمیٹی نے اس کے ذمہ کر دیا ہو اور اس نے کوئی خیانت کی ہو، اور منتظمہ کمیٹی کو اس کا مکمل ثبوت بھی مل گیا، ایسی حالت میں مذکورہ کمیٹی پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ امام موصوف سے امامت کراتے رہیں یا منصب امامت سے انہیں علیحدہ کر دیں؟ ایسی حالت میں نمازیوں کی نماز کے بگڑنے کے ذمہ دار صرف امام صاحب ہونگے یا کہ مذکورہ کمیٹی پر بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اور اللہ کے یہاں مذکورہ کمیٹی بھی ذمہ دار ٹھہرائی جائے گی؟

۲......پیش امام کی سپردگی میں ایک دینی مدرسہ ہے، مسجد کی منتظمہ کمیٹی امام صاحب کو مدرسہ کے چندہ وغیرہ صدقۃ الفطر، زکوۃ، عطیات و خیرات و چرم قربانی کی رقومات جمع کر کے باقاعدہ حساب رکھتے ہوئے......... مناسب خرچ کرنے کا ذمہ دار بناتی ہے، جب ان سے حساب مانگا گیا اور انہوں نے حساب پیش کیا اس میں کچھ رسیدات و اخراجات پیش نہیں کئے گئے اور تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حساب اخراجات سے بے شمار زیادہ ہے جس سے بددیانتی ثابت ہوتی ہے۔ کیا از روئے شریعت ایسا حساب جائز ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا یا اس سے نماز پڑھوانا کیسا ہے اور شریعتِ مطہرہ میں ایسے امام کی کیا سزا مقرر ہے؟

۳......امام موصوف نے چار طلباء کو کپڑے بنا کر دینا حساب میں لکھا ہے، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ نہ کپڑے بنوائے گئے اور نہ طلباء کو دیئے گئے اور بددیانتی سے وہ رقم حساب میں لکھ دی گئی، اس پیسہ کی خیانت ہوئی اور جھوٹا حساب منتظم کمیٹی کو دیا گیا۔ کیا امام صاحب کا یہ عمل از روئے شرع جائز ہے؟

۴......امام صاحب کے حساب پیش کرنے کے بعد جو رقم تحویل باقی نکالی جو کہ اخراجات کے علاوہ ان کے پاس باقی رہی تھی انہوں نے اس میں سے کچھ رقم جمع کر کے لکھ دیا۔

= خلافاً لأبی یوسف. .... و قال مشایخنا: لا یطیب له قبل أن یضمن و كذا بعد الضمان بكل حال، و هو المختار، لإطلاق الجواب في الجامعين والمبسوط". (الهداية، كتاب الغصب: ۳/۳۷۳، ۳۷۴، مكتبه امداديه ملتان)

(والجامع الصغير مع شرحه النافع الكبير، كتاب الغصب ص: ۴۶۶، ۴۶۷، ادارة القرآن كراچی)

۵.......امام موصوف سے جب ایک دوسرے مد کا حساب لیا گیا تو انہوں نے بہت کم رقم تحویل باقی میں بتلائی اور جب ان کے حساب کے مطابق پانچ کمیٹی کے معزز اہلِ شرع حضرات نے جانچ کی تو وہ رقم تحویل باقی جو امام صاحب نے پیش کی تھی اس سے چار گنا زیادہ نکلی، تحویل کی یہ رقم موصوف نے خود خرچ کر ڈالی، مطلوبہ رقم مانگنے پر تنخواہ میں سے کاٹنے کو کہہ دیا، حالانکہ یہ رقم موصوف کے پاس ہمیشہ امانت رکھی جاتی تھی۔

۶.......امام موصوف کو جب یہ پتہ چلا کہ میرے دیئے ہوئے حساب کے لئے کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے اور میری خیانتیں اب منظر عام پر منتظمہ کمیٹی کے اور عوام کے سامنے آجائیں گی تو امام صاحب نے سیدھے سادے مسلمانوں کو منتظمہ کمیٹی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی اور اپنے بچاؤ کے لئے ایک گٹ بنایا اور پارٹی بندی کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی بھرپور کوشش کی اور قوم کے اندر تفرقہ پیدا کر دیا۔ اس امام کا یہ عمل کیسا ہے اور ایسے امام کی کیا سزا ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا یا پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱-۶.......جھوٹ، خیانت، غبن، اپنے قصور کو چھپانے کے لئے تفرقہ وانتشار پھیلانا یہ امور ایسے ہیں جن کا حکم کسی مسلمان پر بھی مخفی نہیں (۱)، سب ہی جانتے ہیں کہ یہ چیزیں ناجائز اور گناہ ہے اور منصبِ امامت

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلاً من نتن ما جاء به". (مشكوة المصابيح، باب حفظ اللسان: ۴۱۳/۲، قديمي)

"و عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "آية المنافق ثلث: إذا حدث كذب، و إذا وعد أخلف، و إذا اؤتمن خان". (مشكوة المصابيح، باب الكبائر، الفصل الأول: ۱۷/۱، قديمي)

"و عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: .... "ولا تناجشوا و لا تحاسدوا و لا تباغضوا و لاتدابروا، وكونوا عباد الله إخواناً". (مشكوة المصابيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قديمي)

"و عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إياكم و سوء ذات البين، فإنها الحالقة". (مشكوة المصابيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الثاني، ص: ۴۲۸، قديمي)

بلند منصب ہے، امام کو سب مقتدیوں سے زیادہ متبعِ سنت اور بلند کردار ہونا چاہئے (۱)، یہ بدقسمتی ہے کہ مقتدیوں کو ایسے امام ملتے ہیں، تاہم اگر امام صاحب امانت کی چیزیں اور ان کا حساب صحیح صحیح سے دیں اور پختہ توبہ کرلیں اور یہ توبہ امامت کی خاطر نہ ہو بلکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ہو اور ان کے حالات سے اطمینان ہوجائے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کو معاف کردیا جائے (۲) ورنہ دوسرے دیانت دار لائق امام کو تجویز کرلیا جائے۔ اولاً کچھ روز کے لئے عارضی طور پر امانت کا انتظام کسی اور دیانت دار کے سپرد کردیا جائے، تو بہتر ہے تاکہ امام موصوف اس الجھن سے علیحدہ رہیں اور صرف نماز پڑھانا ان کے ذمہ رہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۱۴۰۱ھ۔

رہن کی آمدنی کھانے والے کی امامت

سوال [۲۵۹۷]: ۱...... ایک شخص امام مسجد ہے اور قوم سے راعی ہے اور وہ زمین رہن رکھتا ہے اور بٹائی کے لئے دیتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز جماعت جائز ہے یا نہیں؟

۲...... اور اس امام سے جو دریافت کیا کہ آپ کے پاس زمین رہن ہے تو امام صاحب نے قرآن شریف کی قسم کھائی کہ میرے پاس زمین رہن نہیں، اس کے پیچھے پٹواری صاحب حلقہ کے جو کاغذات رجسٹری

---

(۱) فإن استووا فی العلم فأورعهم .... : قال النبی صلی الله علیه وسلم : "من صلی خلف عالم تقی، فكأنما صلی خلف نبیّ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فی بیان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۷۰، دارالكتب العلمیة، بیروت)

(وكذا فی ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعید)

(۲) "وقد منا أنه لایعزله القاضی بمجرد الطعن فی أمانته، ولایخرجه إلا بخیانة الظاهرة ببیّنة.......... ثم تاب وأناب أعاده". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۴۱۱، رشیدیه)

(۳) "إذا ظهرت خیانته فإن القاضی یعزله وینصب أمیناً .... فرأی الحاكم أن یدخله معه آخر أو یخرجه من یده ویصیره إلی غیره .... لاینبغی للقاضی أن یأمن الخائن بل سبیله أن یعزله .... أو یضم إلیه ثقةً الخ. وقد یقال: إن المراد من عزله إزالة ضرره عن الوقف، وذلک حاصل بضم ثقة".

(البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الوقف: ۵/۳۹۱، ۳۹۲، رشیدیه)

انتقال دیکھا تو کئی رہن امام صاحب کے نام نکلے۔اب عندالشرع اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ا......رہن کی آمدنی مرتہن کو کھانا جائز نہیں (۱) امام اگر اس سے باز نہ آئے تو اس کی امامت ناجائز ہے(۲) جبکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا اَورامام موجود ہو،البتہ اگر اس آمدنی کو زرِرہن میں منہا کردے تو درست ہے۔

---

(۱) "قال فی المنح: وعن عبدالله محمد بن أسلم السمرقندی –وكان من كبار علماء سمرقند– أنه لايحل له أن ينتفع بشئ منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له فی الربا؛ لأنه يستوفی دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم .... قلت: هذا مخالف لعامة المعتبرات من أنه يحل بالإذان .... ثم رأيت فی جواهر الفتاویٰ: إذا كان مشروطاً، صار قرضاً فيه منفعة وهو ربا .... قلت: والغالب من الناس انهم يريدون عند الرفع الانتفاع، ولولاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط". (ردالمحتار، كتاب الرهن: ۴۸۲/۶، سعيد)

(وكذا فی ملتقی الأبحر مع سكب الأنهر، كتاب الرهن: ۵۸۸/۲، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

(۲) "لكونه فاسقاً، لوقدموا فاسقاً يأثمون بناءً على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ". (الحلبی الكبير، كتاب الصلوة، الأولی بالإمامة، ص: ۵۱۳،سهيل اكيڈمی لاهور)

" ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی ومبتد ع لايكفربها، وإن كفربها، فلايصح الاقتداء به أصلاً، وولدالزنا. هذا إن وُجد غيرهم، وإلافلاكراهة". (الدر المحتار). وفی رد المحتار: "(قوله: وفاسق) وهوالخروج عن الاستقامة: أی ولعل المراد به من ير تكب الكبائر كشار ب الخمر والزانی واكل الرباونحوذلک .... على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ۵۵۹/۱، ۵۶۰،سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱۰۸/۱ ،دارإحياء التراث العربی، بيروت)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فی بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲،۳۰۳،قديمی)

۲......اگر واقعۃً امام نے جھوٹی قسم کھائی ہے اور وہ رہن کی آمدنی لیتا ہے تو جب تک وہ توبہ نہ کرے اس کو امام بنانا مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۱۳/ شعبان/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ ھذا۔

مکان کا کرایہ نہ دینے والے کی امامت

سوال[۲۵۹۸]: جو شخص نہ مکان خالی کرے اور نہ ہی کرایہ ادا کرے اور مالکِ مکان کو پریشان کرے تو ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکان خالی نہ کرنا، نہ کرایہ ادا کرنا یہ ظلم وغصب ہے، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے جب تک وہ توبہ کرکے اصلاح نہ کرلے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امام صاحب کیلئے کسی عامل کی منی پینا

سوال[۲۵۹۹]: یہاں پر پیش امام حافظ ہے، اخلاق اچھے ہیں، شریعت کے پابند ہیں، پوری جماعت ان سے خوش ہے، مگر ایک بار ایسی غلطی سرزد ہوگئی کہ امام نے ایک عامل متقی پرہیزگار کی منی پی لی (پیالہ

---

(۱) (راجع، ص: ۱۴۲، رقم الحاشية: ۲)

(۲) "(ويكره إمامة فاسق وأعمى)". (الدر المختار). وقال ابن عابدينؒ: (قوله وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني، وآكل الربا ونحوها .... وأما الفاسق، فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. .... بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: ۱/ ۱۶۳، غفاريه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۱۳۴، امداديه)

میں لےکر۔)اور کہا مجھے یہ بشارت ہوئی تھی کہ ان کی منی پینے سے دلی مراد حاصل ہوگی۔

مگر اب امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ شیطان کا غلبہ تھا جس کی بناء پر یہ عظیم غلطی سرزد ہوئی، معافی کا خواستگار ہوں، وہ بیچارے خدا کے حضور میں بھی گڑگڑاتے ہیں، اپنی جہالت کے قائل ہیں۔اب آپ بتائیں کہ ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور شرعاً کیا سزا ہوگی؟ وہ شریعت کا ہر حکم ماننے کو تیار ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

منی خواہ کسی عامل متقی کی ہو یا کسی فاسق وفاجر کی ہو نجس اور حرام ہے، اس کا پینا نجس اور حرام چیز کا پینا ہے، جس کو ایسی بشارت ہو کہ منی پینے سے مراد پوری ہوگی اس کو اس پر عمل کرنا جائز نہیں، ایسی بشارت شیطان کی طرف سے ہے(۱)۔اف! امام صاحب سے سخت غلطی ہوگئی، اگر وہ سچے دل سے نادم ہوکر توبہ کریں اور اطمینان ہو کہ ان عامل صاحب یا کسی بھی عامل صاحب کے ساتھ ایسا نہیں کرینگے تو ان کی امامت درست ہوگی (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)"ثم نجاسة المنی عندنا مغلظة.......... وفی المسعودی :منی الإنسان نجس، وکذا منی کل حیوان" (البحرالرائق ، کتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/ ۳۹۰،رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۱۳،سعید)

"قال علیه الصلاة والسلام: "إن الله لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم".(رد المحتار، کتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/ ۲۱۰،سعید)

(۲) قال سبحانه وتعالی: ﴿وإنی لغفار لمن تاب﴾ الآیة (سورة طه: ۸۲)

" وعن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "إن العبد إذا اعترف، ثم تاب، تاب الله علیه". (مشکوة المصابیح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول،ص: ۲۰۳،قدیمی)

"وعن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له". (مشکوة المصابیح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶،قدیمی)

ناجائز رقم سے پنکھا خریدنے والے کی امامت

سوال[۲۶۰۰]: زید مسجد کا امام ہے مگر زید کے حجرے میں جو بجلی کا پنکھا لگا ہے وہ چندہ سے لایا گیا ہے جس میں ایسے لوگوں کا پیسہ ہے جن کا شراب کا مکمل دھندہ ہے اور سینما کا بھی پیسہ ہے اور زید ان سب باتوں کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا جو امام ایسے روپیہ سے لائے ہوئے پنکھے سے ہوا استعمال کرتا ہے تو کیا شریعت کے نزدیک ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام کو ناجائز پیسوں سے پنکھا خریدنا درست نہیں تھا(۱)، اگر جائز و ناجائز دونوں قسم کا پیسہ پنکھے کی قیمت میں لگایا تو اس میں گنجائش ہے، تاہم شراب کی قیمت اور سینما کی آمدنی سے امام صاحب کو پیسہ لینا نہیں چاہئے، اگر سینما وشراب والوں کے پاس جائز پیسہ بھی ہو تو وہ پیسہ لینا درست ہے(۲)، امامت ان امام صاحب کی درست ہے، ایسے پنکھے کی حجرہ میں ہوا لگنے کی وجہ سے ان کی نماز اور ان کے پیچھے مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اگر امام صاحب ناجائز پیسے سے خریدے ہوئے پنکھے کو وہاں سے ہٹا کر جائز پیسے سے خریدا ہوا پنکھا استعمال کریں تو معترض کا یہ اعتراض بالکل ختم ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "اكتسب حراماً واشترى به أو بالدراهم المغصوبة شيئاً، قال الكرخي رحمه الله تعالىٰ: إن نقد قبل البيع، تصدق بالربح، وإلا لا، وهذا قياس. وقال أبوبكر: كلاهما سواء، ولا يطيب له". (الدرالمختار، كتاب البيوع، باب المتفرقات: ۲۳۵/۵، سعيد)

(۲) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال فلابأس، إلا أن يعلم بأنه حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لايقبل الهدية، ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجلٍ، كذا في الينابيع". (الفتاوىٰ العالمكيريه، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الهندية، الرابع في الهدية: ۳۶۰/۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب: ۵۲۹/۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

بغیر دباغت چمڑے کا کاروبار کرنے والے کی امامت

سوال[۲۶۰۱]: ایک مسلمان بغیر دباغت چمڑہ کا بیوپار کرتا ہے اور بازار کا بیٹھنے والا ہے، وہ شخص امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صحیح العقیدہ، قرآن پاک صحیح پڑھنے والا، مسائلِ نماز وطہارت سے واقف، متبعِ سنت ہونا چاہئے (۱)۔ مردار کی کھال بغیر دباغت بیچنا اور خریدنا جائز نہیں، یہ بیع باطل ہے (۲)، ایسے کاروبار کرنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے (۳)۔ دباغت کے بعد بیع وشرا درست ہے (۴)، دباغت کے لئے کھال کو باقاعدہ

---

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة، ثم الأحسن تلاوةً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خُلقاً، ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً، ثم الأنظف ثوباً". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۸، سعيد)

(۲) "عن عبد الله بن عُكيم رضى الله تعالىٰ عنه قال: أتانا كتاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أن لا تنتفعوا من الميتة بإهاب و لا عصب". (جامع الترمذى، أبواب اللباس، باب ما جاء فى جلود الميتة إذا دبغت: ۱/۳۰۳، سعيد)

"وجلد ميتة قبل الدبغ لو بالعرض، و لو بالثمن، فباطل. ولم يفصله ههنا اعتماداً على ما سبق، قاله الدانى كما لا يخفى". (الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۷۳، سعيد)

(۳) "ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمى، إلا أن يكون أعلم القوم". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(۴) "عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أيما إهاب دُبغ، فقد طهر". (جامع الترمذى، أبواب اللباس، باب ما جاء فى جلود الميتة إذا دبغت: ۱/۳۰۳، سعيد)

"وجلد ميتة قبل الدبغ لو بالعرض، ولو بالثمن فباطل .... و بعده: أى الدبغ يباع، إلا جلد إنسان وخنزير و حيّة". (الدرالمختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۷۳، سعيد)

پکانا بھی ضروری نہیں بلکہ دھوپ میں یا نمک وغیرہ مسالہ لگا کر ایسا بنالینا بھی کافی ہے کہ گلنے سڑنے سے محفوظ رہ سکے اور خون کی رطوبت ختم ہوجائے (۱)، جو جانور شرعی طور پر ذبح کیا جائے اس کی کھال بغیر دباغت ہی پاک ہے (۲)۔ خنزیر کی کھال کسی طرح پاک نہیں ہوتی، وہ نجس العین ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حج میں افیون کی سمگلنگ کرنے والے کی امامت

سوال [۲۶۰۲] : ایک امام مسجد حج کے بہانہ افیون لیکر عرب جاتے ہیں اور وہاں سے سونا لاتے ہیں اور رشوت دے کر نکل آتے ہیں، ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس سے اکثر مقتدی ناراض ہیں۔ فقط۔

منور حسین، محلہ دیپا سرائے سنبھل، مرادآباد۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر شخص مذکور کو اس کا اعتراف ہے یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے

---

(۱) "والدباغ على ضربين: حقيقي و حكمي، فالحقيقي هو أن يدبغ بشيء له قيمة كالشب والقرظ والعفص وقشور الرمان و لُحي الشجر و الملح و ما أشبه ذلك، والحكمي أن يدبغ بالتشميس والتريب والإلقاء في الريح، لا بمجرد التجفيف". (البحر الرائق، كتاب الطهارة : ۱/۱۷۹، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضوء: ۱/۲۵، رشيديه)

(۲) "وما: أي إهاب طهر به بدباغ، طهر بذكاة على المذهب". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب المياه : ۱/۲۰۴، ۲۰۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضوء: ۱/۲۵، رشيديه)

(۳) "(قوله: إلا جلد الخنزير والآدمي) يعني كل إهاب دُبغ، جاز استعماله شرعاً، إلا جلد الخنزير لنجاسة عينه". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۷۹، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب المياه : ۱/۲۰۴، ۲۰۵، سعيد)

جب تک وہ توبہ نہ کرے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۱ھ۔

غلط مسئلہ بتانے والے کی امامت

سوال[۲۶۰۳]: جوشخص اکثر مسئلہ غلط بتاتا ہواوراپنے اندرعالم ہونے کا فخر رکھتا ہوتو اہلِ محلّہ کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگرنماز صحیح پڑھادی تو نماز ادا ہو ہی جائے گی، اگر غلط پڑھائی تو غلط ہوگی، اکثر مسئلہ غلط بتانے میں ہر نماز کے متعلق احتمال رہے گا، جب صحیح مسائل جاننے اور بتانے والا موجود ہو تو غلط مسئلہ بتانے والے کو امام نہ بنایا جائے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۰/۹ھ۔

---

(۱) "ویکرہ إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی". وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلوة، فصل:۔ الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الهدایه، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، شرکة علمیة ملتان)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلوة فقط صحةً و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً، ثم الأنظف ثوباً". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۸، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۳۹، مکتبه امدادیه ملتان)

کاروبار کی وجہ سے تارکِ جماعت کی امامت

سوال[۲۶۰۴]: زید کاروباری مصروفیات کی بناء پر جماعت سے نماز نہیں پڑھتا، ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نماز ہوجائے گی مگر اس کو امام بنانا مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تارکِ جماعت کی امامت

سوال[۲۶۰۵]: تارکِ جماعت کی امامت جمعہ وعیدین میں شرعاً درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو شخص بلاعذر ترک جماعت کا عادی ہو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، بحالتِ مجبوری اس کے پیچھے جو

---

(۱) "الجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدی: أرادوا بالتأكيد الوجوب". (الدر المختار).

"وقال فی شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلاعذر يعزر وتُردّ شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا فی التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثامن فی الحث على الجماعة: ۱/۶۲۷، إدارالقرآن، كراچی)

"ويكره إمامة فاسق". (الدرالمختار). قال ابن عابدين: "(قوله وفاسق) من الفسق: و هو الخروج عن الاستقامة". (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الصلاة: ۱/۱۶۳، غفاريه كوئٹه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴، امداديه)

"وأما بيان من يصلح للإمامة فی الجملة، فهو كل عاقل مسلم .... كابن عمر وغيره والتابعون اقتدوا بالحجاج فی صلوة الجمعة وغيرها، مع أنه كان أفسق أهل زمانه .... و لأن جواز الصلاة متعلق بأداء الأركان، و هؤلاء قادرون عليها، إلا أن غيرهم أولى". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فی بيان من يصلح للإمامة: ۱/۶۶۶، ۶۶۷، دار الكتب العلمية بيروت)

نمازادا کی جائے گی اسکا اعادہ لازم نہیں ہوگا:

"قال فی شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلاعذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه، وقد يوفق بأن ذلك مقيد بالمداومة على الترك، كما هو ظاهر قوله صلى اله عليه وسلم: "لايشهدون الصلوة، اهـ". ردالمحتار: ۱/۳۷۱(۱)۔

"كراهة تقديمه كراهة تحريم". شامی: ۱/۳۷٦(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تارکِ نماز کی امامت

سوال[۲٦۰٦]: ہمارے گاؤں میں فلاں نامی ایک آدمی جس کا کام ذبح وکفن ودفن کا ہے اوراس نے کبھی ہر روز کی نماز اور عیدین کی نماز وخطبہ نہیں پڑھی اور نہ پڑھائی، اس پر بھی وہ کہتا ہے کہ عیدین کی نماز پڑھانے والا میں ہوں اور یہ میرا ہی حق ہے، اس میں جماعت کا کوئی حق نہیں، میرا ہی رائٹ ہے، کلکٹر کو فریب دے کر اپنا رائٹ لے کر آیا ہے، اس لئے ہم جماعت والے کورٹ میں مقدمہ چلانے والے ہیں کہ پیش امام مسجد کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے یا کہ ملان کی طرف سے؟ اس باب میں مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلياً:

جو شخص ہر روز کی نماز پابندی سے نہ پڑھتا ہو وہ فاسق ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے: "وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين، فتجب إهانته شرعًا، فلايعظّم بتقديمه للإمامة، آهـ".

---

(۱)(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲،سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۰۳،رشيديه)

(۲)(رد المحتار ، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵٦۰،سعيد)

(وكذا فى الحلبى الكبير، كتاب الصلاة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ، كتاب الصلاة، فصل فى بيان الأحق بالإمامة، ص:۳۰۲،قديمى)

مراقی الفلاح۔ "کون الکراهة فی الفاسق تحریمیة، اھـ". طحطاوی، ص: ۱٦٥(۱)۔

امام مقرر کرنے کا حق بانی مسجد کو ہے، پھر اس کے خاندان والوں کو اولاد وغیرہ کو، پھر اہلِ محلّہ کو، لیکن امام میں اہلیت ہونا شرط ہے:

" البانی أولیٰ بنصب الإمام والمؤذن، وولد البانی وعشیرته أولیٰ من غیرهم. بنیٰ مسجدًا فی محلة............ المؤذن فنازعه بعض أهل المحلة...... إن کان مااختاره أهل المحلة أولیٰ من الذی اختاره البانی، فما اختار ہ أهل المحلة أولی، وإن کانا سواء، فمنصوب البانی أولیٰ، اھـ". أشباه، ص. ١٤١(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غیر پابندِ نماز کی امامت

سوال[۲٦٠٧]: کسی بستی میں ایک مسجد ہے، مگر ایک ایسا مسلم شخص موجود ہے جو نماز کا پابند تو نہیں ہے مگر نماز پڑھاتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جو لوگ پابندِ صلوۃ ہیں وہ نماز پڑھنا درست نہیں سمجھتے اور جو صرف جمعہ کے نمازی ہیں وہ درست سمجھتے ہیں۔

---

(۱)(حاشية الطحطاوی مع مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قدیمی)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، کتاب الصلوٰة، الأولیٰ بالإمامة، ص: ۵۱۳ سهیل اکیڈمی، لاهور)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵٦۰، سعید)

(۲) ("الأشباه والنظائر، کتاب الوقف، رقم القاعدة: ۴۲، ۴۳، ۴۴: ۲/ ۲۳۲، ۲۳۳، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف، الموضع الثالث فی الناظر المولی من القاضی فینصبه القاضی فی مواضع: ۵/ ۳۸۹، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف فی إجارته: ۴/ ۴۳۰، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز تو اس کے پیچھے بھی ادا ہو جاتی ہے لیکن اوصافِ امامت کا جامع شخص موجود رہتے ہوئے غیر پابند کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے(۱)، اگر اس کو علیحدہ کرنے میں فتنہ ہے اور اہلِ حق اقلیت میں ہیں اور مجبور ہیں تو اس شخص سے کہا جائے کہ پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کیا کرے (۲) کہ بلا عذر ترک جماعت منافق کی علامت ہے اور اس کی عادت کرنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے، جس کی گواہی بھی شرعاً قبول نہیں (۳)، اور ایسے طریقہ سے نہ کہا جائے کہ وہ طنز اور طعنہ سمجھ کر ضد میں آجائے بلکہ حسن اسلوب سے کہا جائے (۴) اور اللہ پاک سے دعا بھی کی جائے کہ وہ مقلب القلوب ہے، وہ حق بات کو دل میں ڈالتا ہے اور عمل کی توفیق دیتا ہے۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ..........هذا إن وُجد غیرهم، وإلا فلا کراهة". "(قوله: أی غیر الفاسق)..........علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (الدر المختار مع رد المختار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنةٌ مؤکدة: ۱/۱۰۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأمر أهلک بالصلوٰة واصطبر علیها﴾. (سورة طه: ۱۳۲)

(۳) "الجماعة سنةمؤکدة للرجال، فتسن أوتجب علی الرجال العقلاء البالغین الأحرار القادرین علی الصلوة بالجماعة من غیر حرج".

"و لذا قال فی الأجناس: لا تقبل شهادته إذا ترکها استخفافاً و مجانةً، إما سهواً أو بتأویل ککون الإمام من أهل الهواء أو لا یراعی مذهب المقتدی، فتقبل". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۴، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق، باب الإمامة: ۱/۲۳۸، امدادیه ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۲۰۳، رشیدیه)

"عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: لقد رأیتنا و مایتخلف عن الصلوة إلا منافق، و قد علم نفاقه". الحدیث. (مشکوة المصابیح، باب الجماعة و فضلها: ۱/۹۶، قدیمی)

(۴) قال الله تعالی: ﴿ادع إلی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة﴾. (سورة النحل. ۱۲۵)

جوامام نماز کی پابندی نہ کرے اس کاحکم

سوال: [۲۶۰۸]: زید بکر کی مسجد کا امام ہے، زید کو مسجد کی طرف سے تنخواہ، اور نمازیوں کی طرف سے کھانا پابندی سے ملتا ہے، زید زیادہ تر سوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ نماز کا مقررہ وقت نکل جاتا ہے، اور بعض اوقات اپنے ذاتی کاروبار یعنی تجارت کی غرض سے دن دن بھر غائب رہتا ہے، اور لوگ فرداً فرداً نماز پڑھ کر اپنے کاروبار میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ تو ایسے حالات میں نماز پڑھنے والوں کو بوجہ مجبوری امام کے جماعت کا ثواب ملے گا یا اپنی تنہا نماز کا، اور اس کا مواخذہ امام سے قیامت میں ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب امام تنخواہ لے کر امامت کرتا ہے تو اس کو پابندی لازم ہے، عموماً اوقاتِ نماز میں مسجد میں حاضر ہو اور تجارت وغیرہ میں مشغول رہنا اوقاتِ نماز میں اور لوگوں کے واسطے بھی جائز نہیں، چہ جائیکہ تنخواہ دار امام کیلئے، ایسا شخص حق اللہ اور حق العباد ہر دو کو ضائع کرتا ہے، ایسی صورت میں مسجد میں جماعت نہ ہونے کی ذمہ داری امام کے سر ہے (۱)، مقتدیوں کو چاہئے کہ امام سے پابندی وقت کا مطالبہ کریں، اگر امام پابندی نہ کرے تو اس کی تنخواہ وضع کرلے (۲) اور اس کی عدم حاضری کی صورت میں کسی دوسرے شخص کو امام بنا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں، تنہا تنہا نہ پڑھیں (۳)، اگر امام پھر بھی پابندی نہ کرے تو اس کو علیحدہ کر کے کسی دوسرے لائق اور پابند کو امام بنائیں (۴)۔ اگر کبھی اتفاقیہ طور پر امام کو ضرورت کی وجہ سے کہیں جانا ہو تو مقتدیوں کو اطلاع کر کے یا اپنا

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾. (سورة النساء: ۵۸)

(۲) "وليس للخاص أن يعمل لغيره، ولو عمل، نقص من أجرته بقدر ماعمل. فتاویٰ النوازل. وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة، قال في التاتارخانية: وفي فتاویٰ الفضلي: وإذا استاجر رجلاً يومًا يعمل كذا، فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة، ولا يشتغل بشئ آخر سوى المكتوبة". (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير: ۶/ ۷۰، سعيد)

(۳) (راجع كفاية المفتي، كتاب الصلوة، تيسرا باب امامت وجماعت تحت عنوان: "امام وقت پر نہ پہنچے تو دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے": ۳/ ۸۷، دار الإشاعت كراچی)

(۴) "لو حدث عذر مانع لإجراء موجب العقد، تفسخ الإجارة". "والأصل أن كل عذر لا يمكن معه =

نائب مقرر کر کے جانا چاہیئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/۶/۱۳۶۱ھ۔

ایضاً

سوال [۲۶۰۹]: ایک پیش امام نماز کے ٹائم کی پابندی نہیں کرتا، ان سے ایک دفعہ کہا بھی گیا ہے، انہوں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنی صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

امام صاحب کو چاہیئے کہ وقتِ مقررہ کی پابندی کیا کرے، مقتدیوں کو پریشان نہ ہونے دے، جب وہ وقتِ جائز میں نماز پڑھا دیتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= استيفاء المعقود عليه إلا بضرر يلحقه في نفسه أو ماله، يثبت له حق الفسخ. بيرى على الأشباه". (شرح المجلة لرستم باز، الكتاب الثاني في الإجارة، الفصل الأول في مسائل ركن الإجارة، المادة: ۴۴۳، ۱/۲۴۹، حنفيه كوئٹه)

(۱) "عن عبيد الله بن عبد الله قال: "دخلت على عائشة رضى الله تعالىٰ عنها فقلت: ألا تحدثنى عن مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت: بلىٰ! ثقل النبى صلى الله عليه وسلم ......فقال: "أصلّى الناسُ"؟ قلنا: لا، هم ينتظرونک يا رسول الله!......فأرسل النبى صلى الله عليه وسلم إلى أبى بكر بأن يصلى بالناس، فأتاه الرسول، فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرک أن تصلى بالناس آه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب على المأموم من المتابعة وحكم المسبوق: ۱/۱۰۲، قديمى)

"وإذا علمت جواز الاستخلاف للخطبة والصلوٰة مطلقًا بعذر وبغير عذر حال الحضرة والغيبة وجواز الاستخلاف للصلوة دون الخطبة وعكسه، فاعلم أنه إذا استناب لمرض ونحوه، فالنائب يخطب ويصلى بهم والأمر فيه ظاهر". (رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ۲/۱۴۰، سعيد)

(۲) "ثم الأداء فعل الواجب فى وقته". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۲، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۳۸، رشيديه)

جو شخص نماز کا عادی نہ ہو اس کو امام مقرر کرنا

سوال[۲۶۱۰]: زید کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں مگر وہ امامت کرانے کی لیاقت رکھتا ہے تو اگر اہلِ محلّہ اس کے واسطے کچھ ٹھہرا کر اس کو امام بنالیں اور وہ اس لالچ کی وجہ سے امام بن جائے اور نماز کا عادی ہو جائے تو آیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو وہ مکروہ ہوگی یا نہیں، اگر ہوگی تو وہ تحریمی ہوگی یا تنزیہی؟ اگر بغیر کچھ ٹھہرائے اس خیال سے امام بن جائے کہ لوگ میری عزت کریں گے اور نماز کا عادی ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک زید نماز کا عادی نہیں تو فاسق تھا تو اس کی امامت مکروہ تحریمی تھی (۱)، جب توبہ کر کے نماز کا عادی ہو گیا تو اس کی امامت جائز ہوگی، کچھ ٹھہرا کر امامت کرائے یا بلا ٹھہرائے دونوں حالتوں میں اس کی امامت صحیح ہے (۲)۔ رہا نیت کا حال، سو وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، محض قیاس سے اس کی نیت کو فاسد کہہ کر اس کی امامت

---

(۱) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی". "(قولہ وفاسق): من الفسق: أی الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک.......... علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قدیمی)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجویداً للقراءة، ثم الأورع، اهـ". (الدر المختار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق ، کتاب الصلوة ، باب الإمامة: ۱/۳۴۲، ۳۴۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

کونا جائز نہیں کہا جاسکتا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مستقلاً سنت چھوڑنے والے کی امامت

سوال[۲۶۱۱]: زید ایک مسجد میں امام ہے اور حفظ کے بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے جس کی وجہ سے دو تنخواہیں الگ الگ ملتی ہے۔ مذکورہ امام تمام وقت کی سنتیں نہیں پڑھتا، خواہ وہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ، کہے جانے پر کہتے ہیں کہ غیر مؤکدہ نہ پڑھنے پر کوئی بات نہیں ہے، یہ تو سب جانتے ہیں لیکن ہر وقت قصداً نہ پڑھنا کیسا ہے؟ ان کے اس فعل سے جاہل طبقہ پر بھی اثر پڑتا ہے اور ان کے شاگرد ایسا ہی کرتے ہیں۔ ایک نمازی صاحب نے اس کے اس فعل پر ان سے کہا بھی، جس کا انہوں نے مذکورہ جواب دیا، مسجد زیادہ تر جاہل محلے والوں کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنت مؤکدہ کا مستقلاً ترک کرنا اور ترک کی عادت ڈالنا بدنصیبی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی کا سبب ہے(۲)، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے(۳)، سنتوں کا اہتمام چاہئے، سنتِ غیر

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿والله عليم بذات الصدور﴾ (سورة آل عمران: ۱۵۴)

"عن أسامة بن زيد رضى الله تعالىٰ عنه –وهذا حديث ابن أبى شيبة– قال: بعثنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى سرية .... قال: "أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا اهـ".

قال الإمام النووى فى شرحه: "و معناه إنک إنما كلفت بالعمل بالظاهر و ما ينطق به اللسان، وأما القلب، فليس لک طريق إلى معرفة ما فيه، فأنكر عليه امتناعه من العمل بما ظهر باللسان. وقال: "أفلا شققت عن قلبه" لتنظر هل قالها القلب و اعتقد و كانت فيه أم لم تكن فيه؟ بل جرت على اللسان فحسب يعنى وأنت لست بقادر على هذا، فاقتصرُ على اللسان و لا تطلب غيره". (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووى، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله: ۱/۶۸، قديمى)

(۲) "قال عليه السلام: "من ترک الأربع قبل الظهر، لم تنله شفاعتى". قلت: غريب جداً". (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة، (رقم الحديث: ۲۵۶۴): ۲/۱۶۲، مؤسسة الريان بيروت)

(۳) "ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمى". (الدرالمختار). وفى رد المحتار: "(قوله وفاسق): من =

مؤکدہ کا پڑھنا بھی فضیلت کی چیز ہے اور حسنات میں ترقی کا ذریعہ ہے(۱) لیکن اگر کوئی شخص ترک کرے تو اس پر مواخذہ نہیں (۲) مگر غیر مؤکدہ کو بھی حقیر اور خفیف سمجھنا درست نہیں (۳)۔ تحفۃ الأخیار میں سنت سے متعلق نہایت اعلیٰ مضامین ومسائل مذکور ہیں، استدلال میں حدیث بھی نقل کی گئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

جو امام سنت نہ پڑھے اس کی امامت

سوال[۲۶۱۲]: ہم لوگ گاؤں کے رہنے والے ہیں، ہمارے یہاں پر ایک آدمی نماز پڑھاتا ہے اور عشاء کی سنت نہیں پڑھتا ہے، اگر اس کو کہتے ہیں تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں کہنے سے نہیں پڑھتا، اور اذان بھی نہیں دیتا، کہتا ہے کہ میرے اوپر واجب نہیں ہے۔ دریافت یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

= الفسق: أى الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربا ونحو ذلك،......... فقد علّلوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً،......... على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٥٥٩، ٥٦٠، سعيد)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ١/١٠٨، داراحيار التراث العربى بيروت)

(١)"عن أم حبيبة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صلى فى يوم وليلة ثنتى عشرة ركعةً، بُنى له بيت فى الجنة: أربعاً قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء، وركعتين قبل صلاة الفجر". (رواه الترمذى) وفى رواية مسلم: "مامن عبد يصلى لله ثنتى عشرة ركعةً تطوعاً غير فريضةٍ، إلابنى الله له بيتاً فى الجنة". أو "إلابُنى له بيت فى الجنة". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السنن وفضائلها: ١/١٠٣، قديمى)

(٢)"ترك السنة لا يوجب فساداً ولا سهواً بل إساءةً لو عامداً غير مستخف". (الدرالمختار).
"(قوله: عامداً غير مستخف) فلو غير عامد، فلا إساءة أيضاً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/٤٧٣، ٤٧٤، سعيد)

(٣) (تحفة الأخيار فى إحياء سنة سيد الأبرار مع حاشية "نخبة الأنظار" من رسائل مجموعة اللكنوى، ج: ٤، إدارة القرآن، كراچى)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگراس کے ذمہ اذان نہیں ہے اس لئے وہ اذان نہیں دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے دوسرا آدمی اذان دیا کرے، اگر وہ سنتیں وہاں نہیں پڑھتا ہے، اپنے مکان پر یا کسی اَور جگہ پڑھتا ہے یالوگوں کے کہنے سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں، اس سے اس کی امامت میں نقصان نہیں آتا ہے۔ اگر وہ سنتیں بالکل نہیں پڑھتا ہے اور نمازیوں کے کہنے سے ضد ہوگئی ہے تو اس کو سمجھادیا جاوے کہ یہ ضد ٹھیک نہیں ہے، اس کا انجام خراب ہے اور اگر پھر بھی نہ مانے بلکہ سنتوں کو مستقل ترک کردے تو اس سے بہتر متبعِ سنت کو امام تجویز کرلیا جائے، تارکِ سنت کو امام نہ بنایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمودغفرلہ۔

تراویح نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال[۲۶۱۳]: ایک حافظ ہیں قرآن کریم پورایادنہیں، کبھی تراویح نہیں پڑھتے، کانوں سے بہرے ہیں مگر جمعہ وعیدین کی امامت ضرور کرتے ہیں۔ تو ایسے امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر وہ صحیح طریقہ سے نماز پڑھادیتے ہیں تو نماز ان کے پیچھے بھی ادا ہوجاتی ہے (۲) لیکن ان کو چاہیئے

---

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، .... ثم الأحسن تلاوةً و تجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۷، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(والهداية ، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۱۲۱، ۱۲۲، شركة علمية، ملتان)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجرًا، والصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم بر أكان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر، والصلوة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/ ۳۵۰، امداديه ملتان) .... =

کہ وہ خود ہی امامت سے دست بردار ہو جائیں، تراویح مستقل ترک کرنا ایک سنت کو ترک کرنا ہے جس کا انجام عتابِ الٰہی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۸۹ھ۔

نماز قضاء ہونے پر امام کا یہ جواب کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نماز قضاء ہوئی تھی"

سوال[۲۶۱۴]: ایک مولوی صاحب کی فجر کی نماز قضاء ہوگئی جب لوگوں نے ان سے کہا کہ جب تم نے نماز قضاء کردی تو ہم لوگوں کا کیا حال ہوگا، تو برجستہ انہوں نے کہا کہ نماز حضور کی بھی قضاء ہوئی ہے۔ اس جملے سے لوگوں پر غلط اثر پڑا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے علماء کی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک جہاد سے واپس تشریف لاتے ہوئے ایک مقام پر پورے انتظام کے باوجود فجر کی نماز قضاء ہوگئی تھی (۲)، نیز ایک جہاد کی مشغولی میں نماز کی مہلت ملی نہیں، اس وقت نماز قضاء ہوئی جس کا حضور اکرم صلی اللہ

= "وإن تقدموا، جاز لقوله عليه الصلوٰة والسلام:" صلو اخلف كل بر وفاجر". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۴۶،دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يصلح للإمامة: ۱/۲۶۲،دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "وحكمها ما يؤجر على فعله و يلام على تركه". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله : يلام): أى يعاتب بالتاء و لا يعاقب، كما أفاده في البحر والنهر، لكن في التلويح: ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق حرمان الشفاعة. لقوله عليه الصلوة والسلام: "من ترك سنتي، لم ينل شفاعتي اهـ". و في التحرير: أن تاركها يستوجب التضليل و اللوم اهـ، والمراد الترك بلا عذر على سبيل الإصرار". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة : ۱/۱۰۴،سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطهارة: ۱/۳۵، امداديه ملتان)

(وكذا في العناية على هامش فتح القدير ، كتاب الطهارة : ۱/۲۰، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۲) "عن عبد الله بن قتادة عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه قال: سرنا مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلة فقال =

علیہ وسلم کو بے حد افسوس ہوا اور قلق ہوا، حتی کہ آپ نے بددعاء بھی فرمائی کہ ”اللہ تبارک وتعالیٰ ان دشمنوں کی قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہم کو نماز بھی نہ پڑھنے دی“ (۱)۔

لیکن آج اگر کسی کی نماز قضاء ہوجائے تو اس کو چاہیے کہ اس قضاء ہوئی نماز پر افسوس کرے، پشیمان ہو کر خدا سے معافی مانگیں، نہ یہ کہ جسارت سے کہدے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نماز قضاء ہوئی ہے۔ ایسا کہنے والے کو پورا اجتناب لازم ہے ورنہ مطلب یہ ہوگا کہ جس قصور میں یہ شخص مبتلا ہے، نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں مبتلا ہوئے، یا یہ مطلب ہوگا کہ نماز کا قضاء کردینا دنیا میں سنت ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قضاء ہوجانے میں بھی شرعی حکم اور تعلیمات ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند۔

امامتِ جنب

سوال [۲۶۱۵]: اگر کوئی شخص حالتِ جنابت میں امامت کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اور سب نمازیوں کی نماز کو بھی غارت کرتا ہے، اگر اس طرح نماز پڑھنے

= بعض القوم: لو عرّست بنا يا رسول الله! قال: "أخاف أن تناموا عن الصلاة" قال بلال رضي الله تعالىٰ عنه : أنا أوقظكم فاضطجعوا وأسند بلال رضي الله تعالىٰ عنه ظهره إلى راحلته، فغلبته عيناه فنام، فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم وقد طلع حاجب الشمس، فقال: " يابلال! –رضي الله تعالىٰ عنه– أين ماقلت"؟ قال: ماألقيت عليّ نومة مثلها قط. قال: "إن الله قبض أرواحكم حين شاء، وردها عليكم حين شاء، يا بلال! –رضي الله تعالىٰ عنه– فأذن بالناس بالصلاة". فتوضأ فلما ارتفعت الشمس ابيضت، قام فصلى". (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة ،باب الأذان بعد ذهاب الوقت : ۱/۸۳،قديمي)

(۱) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم :أنه قال يوم الخندق: "ملأ الله عليهم بيوتهم و قبورهم ناراً كما شغلونا عن الصلاة الوسطى حتى غابت الشمس". (صحيح البخاري: ۲/۵۹۰، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق و هي الأحزاب ، قديمي)

سے نماز کا استخفاف مقصود ہے تو یہ کفر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

گالی دینے والے کی امامت

سوال[۲۶۱۶]: ایک مسجد کے امام صاحب اگر کسی مولانا صاحب کو "حرام زادہ" یا "حرام خور" اور "گدھے کی طرح چلاتا ہے" وغیرہ کہہ کر گالی دیں تو اس سے امام صاحب کو کس قسم کا گناہ ہوسکتا ہے، اور یہ گالی بکنے کے بعد جتنے روز نماز پڑھائی ہے تو اس نماز کی حالت کیا ہوگی اور امامت میں کوئی نقص پیدا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معمولی مسلمان کو گالی دینا بھی فسق ہے: " سباب المسلم فسوق "(۲)۔ عالمِ دین کو بلا وجہ گالی دے تو ایمان کا خطرہ ہے(۳)۔ امام صاحب کو اس کا تدارک ضروری ہے، معافی مانگے، توبہ کرے(۴) ورنہ وہ

(۱) "و إنما اختلفوا إذا صلى لا على وجه الاستخفاف بالدين، فإن كان على وجه الاستخفاف ينبغي أن يكون كفراً عند الكل". (رد المحتار، كتاب الطهارة: ۱/۸۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب السير، باب المرتد، ثم أن الفاظ الكفر أنواع: ۱/۶۹۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالإيمان والإسلام: ۲/۲۶۹، رشيديه)

(۲) "حدثني عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله: ۱/۱۲، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: سباب المسلم فسوق اهـ: ۱/۵۸، قديمي)

(۳) "و يخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيهاً من غير سبب". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۰، رشيديه)

(۴) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". =

امامت سے علیحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے اوران کوامام بنانا ناجائز ہوگا(۱)۔ جونمازیں پڑھی جاچکی ہیں ان کااعادہ لازم نہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۶/۱/۹۲ھ۔

گالی کے عادی کی امامت

سوال[۲۶۱۷]: جس آدمی کی عادت ہوکہ وہ بات کرنے میں گالی دیتاہواورمقتدیوں کوگالی دیتاہو منافق کہتاہوتوکیاوہ شخص امامت کے قابل ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ وصف ہرگز امام کے لئے زیبانہیں،اس کا منصب جلیل ہے،شانِ امامت کے خلاف ہے،اس کو اصلاح کرنی چاہئے ورنہ تووہ امامت سے الگ کئے جانے کے قابل ہوگا(۳)۔

تنبیہ: مقتدیوں کے لئے سخت ابتلا ہوتا ہے جب ان کوایسے امام ملتے ہیں،حق تعالیٰ کی رحمت ہوتو مقتدیٰ بھی اچھے ہوں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

مسجدمیں گالی گلوچ کرنے والے کی امامت

سوال[۲۶۱۸]: جوامام مسجد میں گالی گلوچ کرےاورمسجدکااحترام نہ کرے............ایسےامام کی

= (شرح مسلم للنووی، کتاب التوبة : ۲/۳۵۴، قدیمی)

(۱) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی". وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: وفاسق) من الفسق : وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی و آکل الربا و نحو ذلک". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤکدة : ۱/۱۰۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲)نمازمیں کسی ایسےفعل کاارتکاب نہیں کیاہے کہ جس سےنمازکااعادہ لازم ہو۔

(۳) "ویعزل به إلا لفتنة". (الدر المختار). وفی رد المحتار:"(قوله: یعزل به): أی بالفسق لو طرأ علیه، والمراد أنه یستحق العزل". (کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۴۹، سعید)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الجهاد، باب البغاة : ۴/۲۶۴، سعید)

امامت کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسی حرکت سے تو ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے(١) امام کا منصب تو بلند ہے، اگر امام باز نہ آئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

باپ کوگالی دینے والے کی امامت

سوال[٢٦١٩]: جو شخص باپ کو''حرامی، تیرے جنم میں نطفہ کا فرق ہے'' بول کر گالی دے، اس کے اوپر از روئے شرع کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسا شخص فاسق اور نہایت کمینہ ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے(٣)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٩٢/١٠/٢٦ھ۔

---

(١) ''عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ''سباب المسلم فسوق، و قتاله کفر''. (مشکوة المصابیح، کتاب الأداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم: ٤١١/٢، قدیمی)

'' فالحاصل أن المساجد بُنیت لأعمال الآخرة مما لیس فیه توهم إهانتها و تلویثها فیما ینبغی التنظیف منه، ولم تُبن لأعمال الدنیا ولو لم یکن فیه توهم تلویث و إهانة''. (الحلبی الکبیر، فصل فی أحکام المساجد، ص: ٦١١، سهیل اکیڈمی لاهور)

(٢) ''(ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی) قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ ''(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی و آکل الربا و نحو ذلک''. (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ٥٦٠/١ سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ٦١٠/١، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ١٣٤/١، امدادیه ملتان)

(٣) (سیأتی تخریجه تحت عنوان: ''استاد کے نافرمان شاگرد کی امامت''۔)

باپ کوگالی دینے اورستانے والے کی امامت

سوال[۲۶۲۰]: ایک شخص اپنے بوڑھے باپ کو بہت ستاتا ہے، اس پرکبھی کبھی فاقہ ڈالتا ہے،جھگڑتا ہے،کبھی والدکودھوکا بھی دیا، والد بےنمازی ہے۔ایسے شخص کوامام مقررکرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب باپ غریب اورضعیف ہوکھانے کمانے کے قابل نہ ہوتو اس کا نفقہ بیٹے کے ذمہ ہوتا ہے(۱)۔ باپ اگر چہ بےنمازی اور گنہگار ہوتب بھی باپ کا احترام واجب اور لازم ہے، اس کوگالی دینا اورستانا حرام ہے(۲)۔ جوشخص باپ کے ساتھ وہ معاملہ کرے جوسوال میں درج ہے وہ فاسق اور بہت بڑا گنہگار وظالم ہے، اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح :سیداحمدعلی سعید۔

---

(۱) "قال: و يجبر الولد الموسر على نفقة الأبوين المعسرين، مسلمين كانا أو ذميين، قدرا على الكسب أو لم يقدرا، بخلاف الحربيين. و لا يشارك الولد الموسر أحدا فى نفقة أبويه المعسرين، كذا فى العتابية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع عشر فى النفقات، الفصل الخامس فى نفقة ذوى الأرحام : ۱/۵۶۴، رشيديه)

(وكذا فى الهداية، كتاب النكاح، باب النفقة، فصل: وعلى الرجل أن ينفق على أبويه اهـ : ۲/۴۴۵، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) قال الله تعالىٰ:﴿ و قضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه و بالوالدين إحساناً، إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما، فلا تقل لهما أفٍ و لا تنهرهما، و قل لهما قولاً كريماً﴾. (سورة الإسراء :۲۳)

وقال الله تعالىٰ:﴿ و صاحبهما فى الدنيا معروفاً﴾. (سورةلقمان :۱۵)

"ثم بيّن صفة الإحسان إليهما بالقول والفعل والمخاطبة الجميلة على وجه التذلل و الخضوع، و نهى عن التبرم والتضجر بهما بقوله ﴿ فلا تقل لهما أف﴾. و نهى عن الإغلاظ والزجر لهما بقوله: ﴿ولا تنهرهما﴾ فأمر بلين القول والاستجابة ما يأمرانه به مالم يكن معصيةً". (أحكام القرآن للجصاص : ۳/۲۹۱، قديمى)

(۳) "ويكره إمامة عبدوأ اعرابى وفاسق وأعمى". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(وقوله : وفاسق)، =

جھگڑالواور فسادی کی امامت

سوال[۲۶۲۱]: گزارش ہے کہ اس سے قبل خط روانہ کرچکا ہوں، اس میں آپ نے پانی کے متعلق تو تحریر کردیا لیکن حافظ جی کے متعلق کچھ نہیں تحریر کیا۔ جو حافظ جھگڑے فساد گالی وغیرہ سے پیش آتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بے وجہ جھگڑا فساد کرنا اور گالی دینا بہت بُرا ہے(۱) امام اور مقتدی سب کو اس سے باز آنا چاہئے، توبہ کرنا چاہئے (۲)۔ جو نمازیں اس امام کے پیچھے پڑھی گئی ہیں ادا ہوگئیں ہیں، آئندہ ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

استاد کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی امامت

سوال[۲۶۲۲]: ۱.....عالم خالد نے عباس کو عرصہ دراز تک دینی تعلیم پڑھا لکھا کر دینِ اسلام سے آشنا

= من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا الخ". (الدرالمحتار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٥٥٩، ٥٦٠، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ١/١٠٨، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/١٢٢، شركة علميه، ملتان)

(١) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "سباب المسلم فسوق و قتاله كفر". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الأداب، باب حفظ اللسان والشتم: ٢/٤١١، قديمي)

(٢) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، سواء كان المعصية كبيرةً أو صغيرةً". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ٢/٣٥٤، قديمي)

کیا،علمِ فقہ سے مفصل واقف کار کرایا، بعدازیں اگر عباس مذکور اپنے پدر بزرگوار یا برادر کے کہنے پر مولوی خالد کو کسی مجلس سے برخواست کردے، زدوکوب کی دھمکی دے اور خود پیشوا بنے۔ کیا ایسا بے ادب شاگرد امام بن سکتا ہے یا نہیں؟

۲...... جب تک عباس توبہ واستغفار نہ کرے یا اپنی خطا کی اپنے استاد سے معافی نہ مانگے، کیا اس کے پیچھے نمازِ جنازہ، نمازِ عید وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس استاد نے دینِ اسلام کی تعلیم دی اور علم فقہ سے مفصل واقف بنایا وہ بہت بڑا محسن ہے(۱)، اس کا حق باپ بھائی سے زیادہ ہے، باپ بھائی یا کسی اَور کے کہنے پر استاذ کو زدوکوب کی دھمکی دینا نہایت کمینہ حرکت ہے(۲)، ایسا شخص امامت کا مستحق نہیں، جب تک نالائق حرکت پر نادم ہو کر توبہ نہ کرے اور استاذ سے معافی نہ مانگ لے اس کو امام نہ بنایا جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۳/۲۶ھ۔

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من لم يشكر الناس لم يشكر الله". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الرجوع في الهبة الفصل الثاني: ۲۶۱/۱، قديمي)

(۲) "اعلم أن طالب العلم لاينال العلم ولا ينتفع به إلا بتعظيم العلم وأهله وتعظيم الأستاذ وتوقيره، فقد قيل: ماوصل من وصل إلابالحرمة، وما سقط من سقط إلا بترك الحرمة، وقيل: الحرمة خيرٌ من الطاعة، ألاترى أن الإنسان لايكفر بالمعصية وإنما يكفر باستخفافها وبترك الحرمة. ومن تعظيم العلم تعظيم المعلّم. قال عليّ كرم الله وجهه: "أنا عبد من علّمني حرفاً واحداً، إن شاء باع وإن شاء أعتق، وإن شاء استرق". .... فإن مَن علّمك حرفاً مما تحتاج إليه في الدين فهو أبوك في الدين. .... وفي الجملة يطلب رضاه، ويجتنب سخطه، ويمتثل أمره في غير معصية الله تعالىٰ". (تعليم المتعلم تأليف الإمام برهان الإسلام تلميذ صاحب الهداية، ص: ۲۱، قديمي)

"حق العالم على الجاهل وحق الأستاذ على التلميذ واحدٌ على السواء، وهو أن لايفتح الكلام قبله، ولا يجلس مكانه. الخ". (ردالمحتار، مسائل شتى: ۷۵۶/۶، سعيد)

(۳) "قد نصّوا على أن أركان التوبة ثلاثة: الندامة على الماضي، والإقلاع في الحال، والعزم على عدم=

استاد کے نافرمان شاگرد کی امامت

سوال[۲۶۲۳]: ایک استاد مثلاً (زید) نے اپنے شاگرد مثلاً (عمر) کوکسی ناراضگی کی بناپر عاق کردیا، کیا عاق کرنا شرعاً کوئی حکم رکھتا ہے؟ بصورت دوم کیا حکم ہے اوراس شخص کوامام مسجد بنانا کیسا ہے، جائز ہے یانا جائز؟

نوٹ: استاذ کی ناراضگی کا سبب یہ ہے کہ شاگرد اپنے استاد کی زوجہ سے ناجائز تعلق رکھتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

عاق کہتے ہیں نافرمان کو، شاگرد صورتِ مسئولہ میں یقیناً ایسی حرکت کا مرتکب ہے کہ جواستاد کی ناخوشی کا موجب ہے، شاگرد کوایسی حرکت سے توبہ کرنا اوراستاد کوراضی کرنا ضروری ہے، جب تک وہ توبہ نہ کرے تب تک اس کوامام نہ بنانا چاہئے (۱) بعدتوبہ اس کی امامت درست ہے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۱۸/ ۸/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعیداحمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/ شعبان/ ۵۸ھ۔

امامت پرلعنت بھیجنے والے کی امامت

سوال[۲۶۲۴]: ہماری مسجد میں ایک امام ہیں اوران کی عادت یہ ہے کہ وہ پانچ منٹ دیر سے

= العود في الاستقبال. .... وإن كانت عما يتعلق بالعباد .... وأما إن كانت المظالم في الأعراض .... فيجب في التوبة فيها مع ما قدمناه في حقوق الله أن يخبر أصحابها بما قال من ذلك ويتحلل منهم". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۵۸، ۱۵۹، قديمي)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدرالمختار).

"(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني و آكل الربا و نحو ذلك". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/ ۱۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۱۲۲، مكتبه شركة علمية ملتان)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً للقرأة، ثم الأورع اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۷ سعيد)

آتے ہیں، نماز پڑھاتے ہیں، لہٰذا ابھی چند دن ہوئے ہیں کہ ظہر کی نماز میں امام آئے نہیں، تو امام کے چھوٹے بھائی نے نماز پڑھائی، لیکن بعد میں امام صاحب بھی تشریف لے آئے تو وہ مؤذن پر بہت ناراض ہوئے اور یوں کہا کہ تمہاری آنکھیں نہیں تھیں دیکھنے کے لئے جو تم نے مجھے دیکھا نہیں میں حوض پر وضو کر رہا تھا، بہر حال میں نے مؤذن کی حمایت کی اور کہا کہ جب آپ نہیں تھے تو آپ کے بھائی نے نماز پڑھادی، آپ مؤذن پر بے کار گرم ہو رہے ہیں، لہٰذا انہوں نے نماز پڑھانی چھوڑ دی۔

اس کے بعد نمازیوں نے ان سے کہا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھاتے؟ تو انہوں نے کہا ''لعنت ہے ایسی امامت پر'' اور کئی مرتبہ کہا۔ تو آپ بتائیں کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے جب کہ وہ تین سال سے امامت کر رہے ہیں اور کئی دفعہ ایسا ہی ہو چکا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن امام صاحب کے متعلق آپ کو تشویش ہے اور ان کی خرابی لکھ کر فتویٰ دریافت کیا ہے تو پھر آپ کو موقع مل گیا ہے کہ ان امام صاحب نے خود ہی نماز پڑھانا چھوڑ دیا ہے، غنیمت جانے ان سے امامت کے لئے دوبارہ عرض کر دیا گیا انہوں نے قبول نہیں کیا بلکہ ایسی امامت پر لعنت کی۔ اب بہتر ہے کہ کوئی دوسرا امام جو عقائد کے اعتبار سے صحیح ہو اور مسائل طہارت وصلوۃ سے واقف ہو، قرآن پاک صحیح پڑھتا ہو، متبعِ سنت ہو تجویز کر لیا جائے، موجودہ امام صاحب کو لعنت سے بچایا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

''جھوٹ کہوں تو ابو جہل سے زیادہ برا میرا حشر ہو'' کہنے والے کی امامت

سوال [۲۶۲۵]: ایک صاحب جو فاضلِ عربی یعنی مولوی ہیں اور پیش امام بھی، نیز ایک دینی ادارہ میں تعلیم بھی دیتے ہیں، ایک دوسرے معلم کے بارے میں جو کافی دنوں سے امامِ شہر بھی تھے، ان پر اغلام بازی اور مشت زنی کے واقعہ کا چرچا ہوا، اس سے پہلے بھی چند بار ہو چکا تھا، جب معاملہ کی تحقیق وتفتیش کا موقع آیا تو مذکورہ فاضل عربی

---

(۱) (راجع عنوان المتقدم: ''استاد کے نافرمان شاگرد کی امامت''۔)

امام نے کہا کہ میں نے دیکھا نہیں البتہ جو باتیں میں نے سنی ہیں ان الفاظ کو دہراتے ہوئے واقعہ کی سچائی اور ثبوت میں ان الفاظ سے قسم کھائی کہ ''جو میں کہہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ بُرا میرا حشر ہو''۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ موصوف نے جو قسم کھائی ہے، کچھ صاحبان کو شبہ ہے کہ ان کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی کو مجرم قرار دینے کے لئے اس کا اقرار ضروری ہے، یا شرعی ثبوت (چشم دید گواہوں کا بیان) ضروری ہے، جب تک ان میں سے کوئی بات نہ ہو اس کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا (۱)۔پھر ایسی صورت میں یہ کہنا کہ ''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس میں جھوٹ کہوں تو ابوجہل سے زیادہ برا میرا حشر ہو''،نہایت خطرناک ہے۔امام صاحب فاضل عربی موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا نہیں، محض سنی ہوئی بات پر بغیر خود دیکھے اور بغیر گواہی کے ایسی سخت بات کہنا اپنے ایمان کو تباہ کرنے کے ہم معنی ہے (۲)، ان کو لازم ہے کہ فوراً اپنی اس غلطی پر نادم ہوکر سچے دل سے توبہ کریں اور جن کے سامنے ایسا کہا ان کے سامنے بھی اپنی توبہ کا اظہار کریں (۳)، ورنہ امامت سے علیحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے (۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۴/۲۰ھ۔

---

(۱) ''ومن نظائره: لو إدعى على رجلين عمداً فأقرّ أحمدهما بالخطاء والآخر بالعمد فالدية عليهما''. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الجنايات، الباب الخامس فى الشهادة فى القتل والإقرار: ۱۹/۶، رشيديه)

''وإذا شهد شاهدان على رجل أنه ضرب رجلاً بالسيف، فلم يزل صاحب فراش حتى مات، فعليه القصاص''. (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الجنايات، الباب الخامس فى الشهادة فى القتل .... الخ: ۱۶/۶، رشيديه)

(۲) ''إذا كان المقذوف رجلاً، يكون القذف أيضاً من الكبائر، ويجب الحد أيضاً''. (مرقاة المفاتيح، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول: ۳۵/۱، رشيديه)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿يأيها الذين اٰمنوا توبوا إلىٰ الله توبةً نصوحاً﴾ (التحريم: ۸)

''وعن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبى صلى الله عليه وسلم ''إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه''. (مشكاة المصابيح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الأول، ص: ۲۰۳، قديمى)

(۴) ''ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق''. (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

''اگر کوئی میرا گلا گھونٹ کر مار دے'' کہنے والے کی امامت

سوال[۲۶۲۶]: جس امام کو یہ کہا گیا کہ دو حجرے ہیں ایک میں جو سامان مسجد کا ہے اس کو رکھ لو، وہ یہ جواب دے دے کہ ''جو کوئی آ کر مجھ کو گلا گھونٹ کر مار گئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے'' اس نے اللہ کی ذمہ داری ختم کر دی اور انسان کی ذمہ داری طلب کرے وہ شخص کون ہوتا ہے خواہ امام ہو یا عام مسلمان، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ انتظام اور تدبیر کی بات ہے، اللہ کی ذمہ داری ختم کرنا نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۲/۵/۹۶ھ۔

مسجد میں بیٹھ کر غیبت کرنے والے کی امامت

سوال[۲۶۲۷]: کیا کسی امام کا دوسروں کو سخت سست کہنا مقتدیوں میں نشانہ بناتے ہوئے عزت ریزی کے الفاظ استعمال کرنا اور احاطہ مسجد میں چند لوگوں کے ہمراہ پیٹھ پیچھے برائیاں بیان کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ کسی کو سخت سست کہنے کا حق نہیں کسی بھی مسلمان کی عزت ریزی نہ کی جائے، کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ نہ کیا جائے (۲)۔

---

(۱)''عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم یحرس، وکان یرسل معه أبو طالب کل یوم رجال من بنی هاشم یحرسونه حتی نزلت: ﴿والله یعصمک من الناس﴾ (تفسیر روح المعانی: ۱۹۹/۶، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر: ۷۸/۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

وقال الجصاص الرازیؒ: ''ولم یدفع أحد من علماء الأمة وفقهائها سلفهم وخلفهم وجواب ذلک (أی الدفاع) إلاقوم من الحشو وجهال أصحاب الحدیث الخ''. (أحکام القرآن: ۵۰/۲، قدیمی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولایغتب بعضکم بعضاً﴾ الآیة (سورة الحجرات: ۱۲)

''عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: صعد رسول الله صلی الله علیه وسلم المنبر، فنادی =

مقتدیوں کی نرمی اور حکمت کیساتھ اصلاح کی جائے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جھوٹے کو امام ومؤذن بنانا

سوال[۲۶۲۸]: زید کی کذب بیانی پایۂ تکمیل کو پہونچ گئی ہے، دھوکے باز ہے جھوٹے کیس علماء و اہل اللہ پر ڈالے تو کیا اس کو مؤذن رکھا جاسکتا ہے اور امام بنایا جاسکتا ہے، اس کی مؤذنی اور امامت دائمی طور پر درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے شخص کو امام بنانا بھی مکروہ تحریمی ہے (۲) اور مؤذن بنانا بھی مکروہ ہے (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۵ھ۔

= بصوت رفيع فقال: "يامعشر من أسلم بلسانه، ولم يفض الإيمان إلى قلبه! لاتؤذوا المسلمين، ولا تعيّروهم، ولا تتبعوا عوراتهم، فإنه من يتبع عورة أخيه المسلم يتبع الله عورته، ومن يتبع الله عورته، ليفضحه ولو في جوف رحله". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح ،كتاب الأداب،باب مانيهى عنه من التهاجرو التقاطع اهـ: ۴۲۹/۲،قديمى)

"قد يتوهم من حدهم السابق للغيبة أنهاتخص باللسان وليس كذلك .... وهذاموجو د حيث أفهمت الغير مايكرهه المغتاب ولو بالتعريض أوالفعل أوالإشارة أوالإيماء أوالغمز أوالرمز، أوالكتابة". (الزواجرعن اقتراف الكبائر، كتاب النكاح ،الكبير ة الثامنة والتاسعة والأربعون بعد المائتين: الغيبة والسكوت عليها رضاوتقرير: ۲۷/۲، دارالفكر بيروت)

(۱) قال الله تعالى:﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والمو عظة الحسنةِ وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

(۲) "(ويكره إمامة فاسق)" قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وفاسق) من الفسق : وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر .... و أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايتّهم لأمر دينه، و بأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، و قد وجب عليهم إهانته شرعاً .... كراهة تقديمه كراهة تحريم". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۵۵۹/۱، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱۳۴/۱ ، امداديه)

(۳) "و ينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقياً عالماً بالسنة .... ويكره أذان الفاسق". =

جھوٹ بولنے والے اور غیبت کرنے والے کی امامت

سوال[۲۶۲۹]: زید نے جھوٹ غیبت بکر کی کی تو کیا زید قابلِ امامت ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹ (۱) اور غیبت (۲) ناجائز ہے لہذا زید کو اس سے توبہ ضروری ہے، اگر زید توبہ نہ کرے بلکہ جھوٹ اور غیبت پر اصرار کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے بشرطیکہ دوسرا شخص اس سے بہتر امامت کے

=(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان: ۱/۵۳، ۵۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۹۴، امداديه ملتان)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۲، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فنجعل لّعنة الله على الكٰذبين﴾. (سورة آل عمران: ۶۱)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "عليكم بالصدق، فإن الصدق يهدى إلى البر، والبر يهدى إلى الجنة، و ما يزال الرجل يصدق و يتحرى الصدق حتى يُكتب عند الله صديقاً. و إياكم والكذب، فإن الكذب يهدى إلى الفجور، وإن الفجور يهدى إلى النار، و ما يزال العبد يكذب و يتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذاباً". رواه أبو داود والترمذي و صححه". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الأربعون بعد الأربع مائة الكذب الذي فيه حد أو ضرر: ۲/۳۲۲، دار الفكر بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا يغتب بعضكم بعضاً، أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتاً فكرهتموه﴾. (سورة الحجرات: ۱۲)

"عن أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال في خطبة الوداع: "إن دماء كم و أعراضكم حرام كحرمة يومكم هذا، في شهركم هذا، في بلدكم هذا، ألا هل بلّغت". رواه الشيخان".

"كل المسلم على المسلم حرام: دمه و عرضه وماله". رواه مسلم". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب النكاح، الكبيرة الثامنة والتاسعة والأربعون بعد المائتين: الغيبة والسكوت عليها رضا و تقرير: ۲/۱۲، دار الفكر بيروت)

لائق ہو(۱) اور زید کو امامت سے علیحدہ کرنے میں فتنہ وفساد یا مسجد کی ویرانی کا خوف نہ ہو(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف،۹/صفر/۵۹ھ۔

اندھے جھوٹے کی امامت

سوال [۲۶۳۰]: کوئی شخص اندھا ہو اور امامت کرتا ہو، یا قرأت غلط پڑھتا ہو، ہدایت کرنے پر عمل نہ کرتا ہو اور جھوٹ بولتا ہو، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، اگر بوجہ ثواب جماعت کی نماز پڑھے اور نماز اپنی دہرالے تو کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب تک کوئی ایسی چیز معلوم نہ ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو نماز ادا ہو جائے گی (۳)، ہاں! اگر

---

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمى". (الدر المختار). "فإن أمكن الصلوة خلف غيرهم، فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۱۱، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۶۲، سعيد)

(۲) " إن للأمة خلع الإمام وعزله بسببٍ يوجبه، مثل أن يُوجد منه مايوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه و إقامته لانتظامها و إعلائها، و إن أدى خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين اهـ". (رد المحتار، كتاب الحدود، باب البغاة: ۴/۲۶۴، سعيد)

(۳) "صلى خلف فاسق أو مبتدع، نال فضل الجماعة". (الدرالمختار). "أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد، لكن لاينال كما ينال خلف تقى ورع". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

"وكره إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع والأعمىٰ، وإن تقدموا، جاز لقوله عليه السلام: "صلوا خلف كل بر وفاجر". (تبيين الحقائق ، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴، امداديه، ملتان)

".ينبغى أن يكون محل الكراهة عند وجود غيرهم لاما إذا لم يوجد غيرهم ".(النهر الفائق ، =

کوئی چیز ایسی معلوم ہو مثلاً قرأۃ میں ایسی غلطی کی جس سے معنی بگڑ گئے، یا اس کے جسم یا کپڑے پر نجاستِ مانعہ موجود تھی تو نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے(۱)، جب کہ دوسرا شخص صحیح پڑھنے والا طہارت ونماز کے مسائل سے واقف متبعِ سنت امامت کیلئے موجود ہو تو جھوٹ بولنے والے غلط قرأۃ کرنے والے نابینا کو امام بنانا مکروہ ہے(۲)، جب تک بہتر امام کا انتظام نہ ہو تو ایسی موجودہ صورت میں امام مذکور کے پیچھے نماز ادا کر لی جائے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۴۴/۱، امداديه، ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۱۱/۱، رشيديه)

(۱) "ولا يصح الاقتداء غير الألثغ بالألثغ على الأصح .... ولا تصح صلاته إذا أمكنه الاقتداء بمن يحسنه أوترك جهده. .... وكذا من لا يقدر على التلفظ بحرف من الحروف أو لا يقدر على إخراج الفاء إلا بتكرار". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة: ۵۸۱/۱، سعيد)

"و إذا ظهر حدث إمامه، و كذا كل مفسد في رأى مقتدٍ، بطلت، فيلزم إعادتها لتضمنها صلاة المؤتم صحةً و فساداً، كما يلزم الإمامَ إخبارُ القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو ركن". (الدرالمختار). "فلو قال المصنف كما في النهر: ولو ظهر أن بإمامه ما يمنع صحة الصلاة، لكان أولى، ليشمل ما لو أخل بشرط أو ركن .... لو علم من إمامه ما يعتقد أنه مانع و الإمام خلافه، أعاد". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۹۱/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۴۰/۱، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۵۵/۱، امداديه، ملتان)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ .... هذا إن وجدغيرهم، وإلا فلاكراهة". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنةٌ مؤكدة: ۱۰۸/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۳۴/۱، امداديه، ملتان)

(۳) "فإن أمكن الصلوٰة خلف غير هم، فهو أفضل، وإلافالاقتداء أولىٰ من الانفراد، وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم، و إلا فلا كراهة كما لا يخفى". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۱۱/۱، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۴۴/۱، امداديه، ملتان)

چغل خور کی امامت

سوال[۲۶۳۱]: جوآدمی چغل خوری کرتا ہو اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چغل خوری کبیرہ گناہ ہے(۱) اگر امام اس سے توبہ نہ کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۸۸ھ۔

حاسد کی امامت

سوال[۲۶۳۲]: حاسدوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿همّازٍ مشّاءٍ بنميم﴾ (سورة القلم: ۱۱)

"يعني الذي يمشي بين الناس، و يحرش بينهم، و ينقل الحديث لفساد ذات البين وهي الحالقة، و قد ثبت في الصحيحين من حديث مجاهد عن طاووس عن ابن عباس قال: مرّ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بقبرين فقال: "إنهما ليعذبان، وما يعذبان في كبيرٍ، أما أحدهما فكان لا يستتر من البول، و أما الآخر فكان يمشي بالنميمة".

"عن حذيفة قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لا يدخل الجنة قتات". يعني نماماً". (تفسير ابن كثير: ۵۱۸/۴، ۵۱۹، دارالفيحاء دمشق)

"خيار عباد الله الذين إذا رُؤوا، ذُكر الله، و شرار عباد الله المشاء ون بالنميمة، المفرقون بين الأحبة، الباغون للبراء العيب". رواه احمد.

"ويروى عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: "هي الحالقة، لا أقول: تحلق الشعر، و لكن تحلق الدين". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الثانية والخمسون بعد المائتين: النميمة: ۳۶/۲، دار الفكر بيروت)

(۲)" وكذا تكره خلف أمرد وسفيه .... وشارب الخمر و آكل الرباء و نمام". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۲/۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، فصل الجماعة سنة مؤكدة: ۱۰۸/۱، داراحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداًومصلیاً:

حسد کرنا گناہ ہے(۱) امامت مکروہ ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وعدہ خلاف کی امامت

سوال[۲۶۳۳]: زید تجارت کرتا ہے مگر قرض وقت پر ادانہیں کرتا بلکہ وعدہ پر وعدہ کرتا رہتا ہے، اکثر اشخاص کو تجارت میں شرکت کی دعوت دے کر روپیہ وصول کرلیا جاتا ہے اور ادائیگی میں حیلہ بہانہ کرتا رہتا ہے۔بکر سے زیور مستعار لیا جاتا ہے کہ ان کی اہلیہ کسی شادی میں شریک ہوں گی اور تین چار یوم کا وعدہ کیا جاتا ہے،مگر وقت پر واپس نہیں کیا جاتا،متعدد تقاضوں پر مختلف بہانوں سے جواب ملتا ہے، بالاخر اقرار کیا جاتا ہے کہ زیور رہن رکھا ہے اور اہلیہ کہیں نہیں گئی۔اگر کوئی بات مسئلہ کی اسے کہی جاتی ہے تو تیوری پر شکن ڈال لیتے ہیں اور ترش روئی سے ہم کلام ہوتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ زید امامت کے قابل ہے یا نہیں، زید کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن شر حاسد اذا حسد﴾ (سورة الفلق: ۵)

"لأن الله عزوجل لم يخصص من قوله:﴿ و من شر حاسد إذا حسد﴾ حاسداً دون حاسد، بل عمّ بأمره إياه بالاستعاذة من شر كل حاسد، فدل على عمومه". (جامع البيان فی تفسير القرآن للطبری: ۲۲۸/۳۰، دار المعرفة بيروت)

"و عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم :"إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث، ولا تحسسوا، و لا تجسسوا، و لا تناجشوا، و لا تحاسدوا، و لا تباغضوا، و لا تدابروا، و كونوا عباد الله إخواناً". و فی رواية: "و لا تنافسوا". متفق عليه".

"عن الزبير قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : "دبّ إليكم داء الأمم قبلكم: الحسد والبغضاء، هی الحالقة، لا أقول: تحلق الشعر، ولكن تحلق الدين". رواه أحمد والترمذی". (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب ما ينهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ۴۲۷/۲، ۴۲۸، قديمی)

(۲) (قد مضی تخريجه تحت عنوان: "جھوٹ بولنے والے اور غیبت کرنے والے کی امامت"۔)

نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا ہوگا؟ عمر زید کی ان حرکات کی بنا پر زید کے پیچھے نماز ترک کر دیتا ہے مگر کلام ترک نہیں کرتا، تا کہ شر پیدا نہ ہو، زید عمر کو منافق کہتا ہے۔ زید کا یہ فعل کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ شرعی وعدہ خلافی کرنا ناجائز اور گناہ ہے(۱)، اگر وعدہ کرتے وقت تو پورا کرنے کی نیت تھی لیکن بعد میں کسی مجبوری سے پورا نہیں کر سکا تو اس میں مضائقہ نہیں (۲)۔ مسئلہ بتانے پر چیں بجبیں ہونا بھی برا ہے۔ اگر زید کی وعدہ خلافی اور بد معاملگی کی عادت ہوگئی ہے جس سے دوسروں کو بھی اذیت ہوتی ہے تو اولاً زید کو نرمی سے سمجھانا چاہئے کہ یہ عادت خلافِ شرع اور ناجائز ہے(۳)۔ اسی طرح مسئلہ شرعیہ پر ترش رو ہونا اور سخت کلام ہونا بھی منع ہے(۴)، اس سے توبہ لازم ہے۔ اسی طرح کسی مسلم کو بلا وجہ شرعی منافق کہنا سخت گناہ ہے اس سے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وأوفو بالعهد إن العهد كان مسئولاً﴾ (سورة الاسراء: ۳۴)

وقال الله تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ (سورة المائدة: ۱)

"وقد اشتمل قوله تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ على إلزام الوفاء بالعهود والذمم التي نعقدها لأهل الحرب وأهل الذمة والخوارج وغيرهم من سائر الناس". (أحكام القرآن للجصاص: ۴۱۸/۲، قديمي)

"عن عبد الله بن عمرو أن النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، قال: "أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن، كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، قديمي)

(۲) "عن زيد بن أرقم عن النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجيء للميعاد، فلا إثم عليه". رواه أبو داؤد والترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثاني: ۴۱۶/۲، قديمي)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

(۴) "إذا كان المستفتي بعيد الفهم فليرفق به، ويصبر على تفهم سواله وتفهيم جوابه، فإن ثوابه جزيل". (آداب المفتي للنووي). قال المحشي: (قوله: فإنه ثواب جزيل) "قال العلامة الآلوسيؒ=

بھی توبہ ضروری ہے(۱)۔

اگر زید توبہ کرلے اور آئندہ ان چیزوں کو چھوڑ دے تب تو خیر (۲) ورنہ زید کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے بشرطیکہ زید سے بہتر امامت کے لائق دوسرا موجود ہو (۳)۔ عمر حرکاتِ مذکورہ کی بناء پر زید کے پیچھے نماز نہ پڑھنے سے منافق نہیں ہوا (۴)، زید کا اس کو منافق کہنا جائز نہیں، بلکہ سخت گناہ ہے، ایسے کلام سے زبان کو روکنا

= فی تفسیر قوله تعالیٰ: ﴿فاحكم بيننا بالحق﴾ ما لخصه أنه ينبغي للمفتي، و كذا للحاكم أو مَن له نوع رجوع إليه من أهل الحاجة والخصومة أن يتحمل على شطاطة الخصم وأغلاطه، و يقتدى فی مثل ذلک بالنبی داؤد الأواب عليه السلام فی قوله تعالیٰ: ﴿فاحكم بيننا بالحق و لا تشطط﴾ فإنه لم يغضب و لم يُوَبّخهم على فعلهم تسور المحراب اهـ". (آداب المفتی للإمام النووی مع حاشيته، ص:۴۷، الرشيد كراچی)

(۱) "حدثنی عبد الله أن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "سباب المسلم فسوق، و قتاله كفر". (صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله وهو لا يشعر اهـ: ۱/۱۲، قديمی)

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "لله أشد فرحاً بتوبة أحدكم من أحدكم بضالته إذا وجد".

وقال الإمام النووی: "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصی واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً اهـ". (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووی، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمی)

(وكذا فی روح المعانی: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربی، بيروت)

(۲) "عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۱/۲۰۶، قديمی)

(۳) " ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی .... و ولد الزنا، هذا إن وُجد غيرهم، و إلا فلا كراهة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا فی الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۴) "عن عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كان يقول: "ثلاثة لايقبل منهم صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون". قال الشوكانی فی النيل: وأحاديث الباب يقوی بعضها بعضاً فينتهضن =

نہایت ضروری ہے (۱)۔ جونمازیں پڑھیں ہیں ان کا اعادہ لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۵/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپو، ر۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

جعلسازی کرنے والے کی امامت

سوال [۲۶۳۴]: زید ایک اسلامی ادارہ میں تنخواہ دار امام ہے، زید نے ادارہ کو اپنے حجرہ مسکونہ کی مرمت کرانے کی اطلاع دی اور مبلغ چالیس روپے مطالبہ کیا، ادارہ نے اس سے ادائیگی مبلغ چالیس روپے کی رسید طلب کی تو امام مذکور نے ایک رسید اپنی ادائیگی کی تصدیق کر کے ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ ادارہ کے افسر اعلیٰ نے اس مرمت کی جانچ کے لئے ایک شخص کو متعین کر دیا جس پر اس نے رپورٹ دی کہ حجرہ کی مرمت ایک صاحبِ خیر نے اپنی جانب سے کرادی ہے اور امام مذکور کا مطالبہ غلط ہے اور رسید جعلی ہے۔ امام مذکور نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ کیا اس صورت میں امام قابلِ امامت ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام نے جعلسازی کر کے غلط طریقہ پر ناحق روپیہ وصول کرنا چاہا مگر اللہ پاک نے ناکام کر کے اس کو بچادیا، وہ ناحق روپیہ وصول نہیں کر سکا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی اور کرم کر کے ناجائز روپیہ اس تک نہیں پہونچنے دیا تو اب اگر وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کر لے تو مقتدی کو بھی چاہئے کہ اس کو معاف کر دیں۔ "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". الحديث (۲) امید ہے کہ اس سے امام کی اصلاح ہوگی اور وہ

= للاستدلال بها على تحريم ان يكون الرجل إماماً لقوم يكرهونه، ويدل على التحريم نفي قبول الصلوة، وأنها لا تجاوز اذان المصلين ولعن الفاعل لذالك .... قال في الدرالمختار: ولو أمّ قوماً وهم له كارهون إنَ الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه". (بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب الرجل يؤم قوماً وهم له كارهون: ۱/ ۳۳۱، امداديه، ملتان)

(۱) (راجع، ص: ۱۷۸، رقم الحاشية: ۱)

(۲) والحديث بتمامه: "عن أبي عبيدة بن عبد الله عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (رواه ابن ماجة، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۲۳، مير محمد كتب خانه كراچى)=

آئندہ ایسا اقدام نہیں کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۹/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۹/ ۸۷ھ۔

جعلسازی اور فریب دہی جیسی نازیبا حرکات والے کی امامت

سوال [۲۶۳۵]: ایک شخص مسمّٰی محی الدین جس پر ہم لوگوں کے بہت احسان ہیں، چچا مرحوم نے انہیں نہایت پریشانی اور خستہ حالی کے وقت ایک کمرہ کرایہ پر دلایا، کھانے وغیرہ کا انتظام کیا اور ایک مسجد میں کمیٹی والوں سے بڑی سفارش کر کے ان کو مسجد کی امامت دلوائی وغیرہ وغیرہ، مگر وہ شخص نہایت جعل ساز، فریبی اور جھوٹا ثابت ہوا، کرایہ کا مکان بھی جعل کر کے غصب کرلیا اور مسجد میں تفرقہ، فتنہ وفساد پیدا کردیا جس کی وجہ سے کافی خلفشار ہے اور متولیان وممبرانِ مسجد نے آنا چھوڑ دیا اور اس کی نازیبا حرکتوں کی وجہ سے الگ جماعت اسی مسجد کے بالائی حصہ میں کرتے ہیں جنکی تعداد بیس، چالیس آدمی ہیں۔ تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ جو اپنے مفاد کی خاطر غلط بیانی اور کذب بیانی سے مسجد کے اندر شر وفساد برپا کئے ہوئے ہیں اور بہت خلفشار پھیلا دیا؟ امید ہے جواب سے مطلع فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹ بولنا اور دھوکہ دیکر جعلی بیع نامہ بنانا، اور دوسرے کے مکان پر غاصبانہ قبضہ کرنا شرعاً ناجائز ہے اور سخت گناہ ہے(۱)۔ اگر یہ تحریر کردہ واقعات اسی طرح ہیں، ان میں جھوٹ نہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ

= "عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم:" کل بنی آدم خطاء، و خیر الخطائین التوّابون". (ابن ماجة، أبواب الزهد، باب ذکر التوبة، ص: ۳۲۳، میر محمد)

(ومشکوة المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۱/ ۲۰۶، قدیمی)

(۱) قال تعالیٰ: ﴿ألا لعنة الله علی الظالمین﴾ (سورة هود: ۱۸)

"آیة المنافق ثلاث: إذا حدث کذب، وإذا وعد أخلف، وإذا عاهد غدر". زاد مسلم فی روایة: "وإن صام وصلی، وزعم أنه مسلم". رواه الشیخان".

"ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک به القوم فیکذب، ویل له ویل له." (رواه أبو داؤد=

تحریمی ہے تاوقتیکہ امام توبہ کرکے اپنی اصلاح نہ کرے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ادا ہوگی (۱)۔ دوسری جماعت اسی مسجد میں کرنا بھی مکروہ ہے، اس سے بھی پرہیز لازم ہے، اس سے مستقل خلفشار پیدا ہوجاتا ہے، اس کی اجازت نہیں (۲)۔ مناسب یہ ہے کہ چند معزز دیندار آدمی سرجوڑ کر تعصب سے علیحدہ ہوکر اصل واقعہ کی تحقیق وتفتیش

= والترمذی وحسنه والنسائی والبیهقی". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الشهادات، الكبيرة الأربعون بعد الأربعمائة: الكذب الذی فيه حد أوضرر: ۳۲۳/۲، ۳۲۵، دار الفكر بيروت)

قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيهاالذين آمنوا أو فوا بالعقود﴾ (سورة المائدة: ۱)

"وأخرج الشيخان أنه صلى الله عليه وسلم قال: "أربع من كن فيه كان منافقًا خالصًا، ومن كان فيه خصلة منهن كان فيه خصلة من النفاق حتى يدعها :إذا حدث كذب، وإذا اؤتمن خان، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر".

"وفی مسلم وغيره: "إذا جمع الله الأولين والآخرين يوم القيامة، يُرفع لكل غادر لواء يعرف به يقال: هذه غدرة فلان بن فلان". (الزواجر عن اقتراف الكبائر ، كتاب الجهاد، الكبيرة الثانية والثالثة والرابعة بعد الأربع مائة: قتل أو غدر أو ظلم اهـ :۲۹۴/۲، دار الفكر بيروت)

"أخرجه الشيخان عن عائشة رضی الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من ظلم قيد شبر من أرض" : أی قدره، "طوّقه من سبع أرضين"........... و مسلم: "لا يأخذ أحداً شبراً من الأرض بغير حقه، طوّقه إلى سبع أرضين". (الزواجر عن اقتراف الكبائر ، باب الغصب ، وهو الاستيلاء على مال الغير ظلماً : ۴۳۴/۱، دار الفكر بيروت)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمىٰ". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وفاسق)هو الخروج عن الاستقامة، و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر و الزانی و أكل الربا و نحو ذلك". (الدرالمحتار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنةّمؤكدة : ۱۰۸/۱، دار احياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح ، كتاب الصلاة،فصل فی بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قديمی)

(۲) "أقول وبالله التوفيق : ما قاله الإمام الحلوانی مبنیٌّ على ما كان فی زمن السلف من صلاة الجماعة مرةً واحدةً و عدم تكرارها، كما هو فی زمنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و زمن الخلفاء بعده، و قد =

کرکے خلفشار کوختم کردیں یا امام کو الگ کردیں یا جماعت ثانیہ کو ختم کردیں۔جس کی غلطی ہو وہ اپنی غلطی تسلیم کرے اور سب اتفاق کے ساتھ رہیں (۱)۔

تنبیہ: اس کا بھی لحاظ ضروری ہے کہ امام اور مقتدی ہر ایک کے منصب کی رعایت رکھتے ہوئے بیان لیا جائے او معاملہ نمٹا دیا جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۴ھ۔

حلال کوحرام سمجھنے والے کی امامت

سوال[۲۶۳۶]: ایک امام صاحب حلال کو حرام کہتے ہیں اور حرام کو بھی حلال کہتے ہیں، تو اس کی اقتداء ٹھیک ہے یا نہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

جوشئ حرام لعینہ ہو اور اسکی حرمت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نصوص سے ثابت ہو اس کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے، اسی طرح اس کے عکس کا حکم ہے۔اگر اس شئ کی حرمت لعینہ نہیں یا قطعی الثبوت نہیں یا قطعی الدلالت نہیں تو اس کو حلال سمجھنا کفر نہیں بلکہ فسق ہے۔بہر دوصورت جس امام کی یہ حالت ہو وہ امامت کے لائق نہیں، اس کو امامت سے علیحدہ کرکے کسی دوسرے پابندِ شرع اور اہلِ حق کو امام مقرر کرنا چاہئے (۲)۔

= علمت أن تكرارها مكروه في ظاهر الرواية، إلا في رواية عن الإمام و رواية أبي يوسف كما قدمنا"
(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۶، سعيد)
(و كذا أيضاً في باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)
(و كذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۵، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما المؤمنون إخوة فأصلحوا بين أخويكم﴾ (سورة الحجرات: ۱۰)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويدًا للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن. اهـ". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷،سعيد)
(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۶۶۹،دار الكتب العلميه، بيروت)
(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"من اعتقد الحلال حرامًا أو على القلب، يكفر إذا كان حراماً لعينه، وثبتت حرمته بدليل قطعي، أما إذا كان حراماً لغيره بدليل قطعي أوحرامًا لعينه بخبر الأحاد، لايكفر إذا اعتقده حلالاً، آهـ". طحطاوی، ص:۷٤(۱)۔ "من اعتقد الحرام حلالاً أو على القلب يكفر، أما لو قال لحرام: هذا حلال، لترويج السلعة أوبحكم الجهل، لايكون كفرًا، وفي الاعتقاد: هذا إذا كان حرامًا لعينه وهو يعتقده حلالاً حتى يكون كفرًا، أما إذا كان حرامًا لغيره، فلا فيما إذا كان حرامًا لعينه إنما يكفر إذا كانت الحرمة ثابتة بدليل مقطوع به، أما إذا كانت بأخبار الآحاد فلايكفر، كذا في الخلاصة، آهـ". فتاویٰ عالمگیریہ، ص:۲۷۲(۲)۔ **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۱/۲/۷ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۱/۲/۸ھ۔

حدیث شریف کی توہین کرنے والے کی امامت

سوال[۲۶۳۷]: ایک شخص مسجد سے نکل کر جارہا تھا اور دنیا کے مال واسباب کی تعریف کررہا تھا، دوسرا شخص مسجد میں تھا، مسجد والے شخص نے باہر جانے والے سے کہا کہ اس کے منہ سے دنیائے فانی کی تعریف کرنے کے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جس نے دنیا کے مال کو مال کہا اس کا آگے مال نہیں اور دنیا کے گھر کو گھر کہا اس کا آگے گھر نہیں، تو باہر جانے والے نے لَوٹ کر جواب دیا-نعوذ باللہ-: "حدیث گئی ایسی تیسی میں"۔ ایسا کہنے والے کے متعلق کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱)(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، ص:۱۳۸، قديمي)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بالحلال والحرام و كلام الفسقة والفجار وغير ذلك:۲/۲۷۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين :۵/۲۰۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالحلال و الحرام:۵/۵۰۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نے بہت سخت بات کہی، جب تک وہ نادم ہوکر سچی پکی توبہ نہ کرے اس کو امام نہ بنایا جائے، بحر، عالمگیری وغیرہ میں اس کا حکم سخت لکھا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۹۳ھ۔

جو شخص علمائے حق کی تکفیر کر چکا ہو اس کی امامت

سوال[۲۶۳۸]: کیا کسی ایسے حافظ یا قاری کو جامع مسجد کا امام بنانا شرعاً جائز ہے جو زمانہ سابق میں علمائے حق اور اکابرِ دین کو اپنے قلم سے کافر لکھ چکا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صدق دل سے توبہ کرے اور اعلان کردے کہ میں نے غلط فہمی اور نفسانیت کی وجہ سے علمائے حق کو کافر لکھا تھا، میں اب توبہ کرتا ہوں اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ کافر نہیں، کیونکہ جو شخص کسی کو کافر کہتا ہے اور واقعتاً وہ کافر نہیں تو یہ کلمہ خود اس کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے اور اس پر اس کا وبال پڑتا ہے(۲)۔ پھر قوم کو

---

(۱) "ویکفر .... برده حديثاً مروياً إن كان متواتراً، أو قال على وجه الاستخفاف: سمعناه كثيراً". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۴/۵، رشيديه)

"و من أنكر المتواتر فقد كفر، ومن أنكر المشهور، يكفر عندالبعض. وقال عيسى بن أبان: يضلل و لايكفر، و هو الصحيح. و من أنكر خبر الواحد، لايكفر، غيرأنه يأثم بترك القبول". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين و منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام: ۲۶۳/۲، رشيديه)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للملاعلى القارى، مطلب في إيراد الألفاظ المكفرة التي جمعها العلامة بدرالرشيد من أئمة الحنفية، ص: ۱۶۶، قديمى)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "أيما امرىءٍ قال لأخيه: كافر، فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال، و إلا رجعت عليه".

"وقال عليه السلام: "من دعا رجلاً بالكفر، أو قال: عدوّ الله، و ليس كذلك إلا حار عليه". الحديث. (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم يا كافر: ۵۷/۱، قديمى)

اطمینان ہوجائے کہ اس کا یہ اعلان واقرار خطیب بننے کے لئے نہیں بلکہ اصلاحِ نفس اوراپنے گناہ سے ندامت کی بنا پر ہے تو اس قاری حافظ کو امام وخطیب بنانا درست ہے جب کہ اس میں امامت کی دوسری شرائط بھی موجود ہوں: قال الله تعالیٰ : ﴿وإني لغفار لمن تاب﴾ الآية (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

منکرینِ قرآن وحدیث اور فاسق کے مرید کی امامت

سوال [۲۶۳۹]: ایک امام ہے وہ ایک بے نمازی داڑھی منڈے ہوئے فاسق کے ہاتھ پر بیعت ہوگیا اور اس کو دوعالموں نے سمجھایا اور کہا کہ جب تک شریعت ساتھ نہ ہوگی طریقت حاصل نہیں ہوسکتی ہے، کلامِ پاک وحدیث سے ثابت ہے۔تو وہ غصہ ہوگیا اور کہا کہ میں کلام پاک وحدیث کونہیں مانتا، اس معاملہ میں شریعت کا کیا حکم ہے، کیا کرنا چاہیئے۔اب اس نے بیعت کو فسخ کردیا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

جب امام صاحب نے کہا کہ ''میں کلام پاک وحدیث شریف کونہیں مانتا'' تو اس کو ہرگز امام نہ بنایا جائے (۲)، جب تک کہ وہ اپنی غلطیوں کا اقرار کرکے توبہ واستغفار وتجدید ایمان وتجدید نکاح نہ کرے (۳)۔ شریعت کو ترک کرکے طریقت حاصل نہیں کی جاسکتی، بے نمازی داڑھی منڈے فاسق کے ہاتھ پر بیعت ہونے

---

(۱) (سورة طٰه، پ: ۱٦، الآية: ۸۲)

"عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :" التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار و التوبة، الفصل الثالث، ص: ۲۰٦، قديمى)

(۲) "ويكفر إذا أنكر آيةً من القرآن، أو تسخر بآية منه". (البحرالرائق ، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۵/۵، رشيديه)

(۳) "ماكان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بالتوبة الرجوع عن ذلك، وتجديد النكاح بينه وبين امرأته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر: ۲۸۳/۲، رشيديه)

سے خدائے پاک کی خوشنودی حاصل نہ ہوگی، بلکہ شیطان کی خوشنودی حاصل ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مشرک کے جنازہ کی نماز پڑھانے والے کی امامت

سوال[۲۶۴۰]: جو شخص مشرک انسان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کا خاتمہ شرک پر ہوا ہو اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا قطعاً جائز نہیں، ﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين﴾(۲) الآیہ جو آدمی علم کے باوجود ایسا کرے اس کو امام بنانا جائز نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

غیر مسلم سے سارق کا نام معلوم کرنے والے کی امامت

سوال[۲۶۴۱]: کسی مسلم یا غیر مسلم سے سارق کا نام اور شیٔ مسروقہ کے پتہ پوچھنے والے اور یہ ظاہر کرنے والے کہ ہر ایسی باتوں پر یقین رکھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا عقیدہ اور عمل غلط ہے، خلافِ شرع ہے (۴) جب تک اس سے توبہ نہ کرلے، ہرگز امام نہ

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني، يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم، والله غفور رحيم. قل أطيعوا الله والرسول، فإن تولوا، فإن الله لا يحب الكافرين﴾ (سورة آل عمران: ۳۱، ۳۲)

(۲) (سورة التوبة: ۱۱۳)

(۳) قال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "(قوله وفاسق) ويكره إمامة .... فاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر الخ .... بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴، امداديه)

(۴) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "من أتى كاهناً =

بنایا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غلط اوصاف والے شخص کی امامت

سوال [۲۶۴۲]: ایک شخص جو کہ مندرجہ ذیل اخلاق اور عادات کا حامل ہے، امامت کا اہل ہو سکتا ہے یا نہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کسی جگہ ایک مسجد ہے اور اس میں مندرجہ ذیل صفتوں والا امام ہو تو مقتدی کو اس کے پیچھے مجبوراً نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں:

۱- خیانت کا ارتکاب کر چکا ہے۔

۲- اپنی بیوی کو بغرضِ سیر و تفریح باہر لیجاتا ہے جو کہ اکثر اوقات بلا پردہ ہوتی ہے۔

= فصدّقه بما يقول .... فقد برئ مما أنزل على محمد".

"الفرق بين الكاهن والعرّاف أن الكاهن: إنما يتعاطى الخبر عن الغيب في مستقبل الزمان، و يدّعي معرفة الأسرار، والعرّاف: هو الذي يتعاطى معرفة الشيء المسروق و مكان الضالة ونحوهما من الأمور".

"و في رواية لأحمد والحاكم عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه بلفظ: "من أتى عرّافاً أو كاهناً، فصدقه بما يقول، فقد كفر بما أنزل على محمد". (مرقاة المفاتيح شرح المشكوة، كتاب الطب والرقى، باب الكهانة: ۸/۳۶۶، رشيديه)

"ومنها: أن تصديق الكاهن بما يخبره من الغيب كفرٌ، لقوله تعالىٰ: ﴿قل لايعلم من في السمٰوات والأرض الغيب إلا الله﴾ و لقوله عليه السلام: "من أتى كاهناً فصدقه بما يقول، فقد كفر بما أنزل على محمد". (شرح الفقه الأكبر، حكم تصديق الكاهن، ص: ۱۴۹، قديمي)

و قال سبحانه تعالىٰ: ﴿وإني لغفار لمن تاب﴾ الآية: ۸۲، سورة طٰهٰ

(۱) "و يكره إمامة عبد و فاسق .... و لعل المراد به من يرتكب الكبائر .... و أما الفاسق، فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، و بأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، و قد وجب عليهم إهانته شرعاً". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴، امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

۳-اکثر جھوٹ بولنے کا بھی عادی ہے۔

۴-ریاکار ہے۔

۵-مسلمانوں میں تفرقہ بازی کرانا چاہتا ہے۔

۶-نماز کے اوقات کا پابند نہیں، بمشکل آوازیں دینے پر جماعت کرتا ہے۔

۷-گورنمنٹ کے مال کی چوری بتلاتا ہے۔آیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

خیانت کرنا گناہ ہے(۱) جس سے توبہ اور صاحبِ حق سے معافی طلب کرنا اوراس کوراضی کرنا ضروری ہے(۲)۔عورت کونامحرم کے سامنے بے پردہ کرنا منع ہے،اگر کسی ضرورت سے شرعی پردہ کے ساتھ باہر لیجاوے تو جائز ہے(۳)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لاتخونوا الله والرسول وتخونوا أماناتكم وأنتم تعلمون﴾ (سورة الأنفال: ۲۷)

﴿وتخونوا أماناتكم﴾ عطف على المجزوم أولا، والمراد النهي عن خيانة الله تعالىٰ والرسول وخيانة بعضهم بعضاً، والكلام عند بعض على حذف مضاف: أى أصحاب أماناتكم". (تفسير روح المعاني: ۹/۱۹۲، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "اٰية المنافق ثلث إذا حدّث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أو تمن خان". (الصحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱/۱۰، قديمى)

(۲) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلابطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان والدار قطني في المجتبى".

"و عن سمرة -رضي الله تعالىٰ عنه- عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "على اليد ما أخذ حتى يؤدى". رواه أحمد، وأبوداؤد، والنسائي". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية: ۱/۲۵۵، قديمى)

(۳) قال الله تعالىٰ : ﴿و قرن في بيوتكن﴾: أى ألزمن، فلا تخرجن لغير حاجة، و من الحوائج الشرعية =

ریاکاری بھی سخت گناہ ہے (۱)، مسلمانوں میں بلاوجہ تفریق ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے (۲)۔ نمازی کا اپنے وقت پر پابند رہنا ازخود ہرایک کے لئے ضروری ہے، کسی عذر کی وجہ سے اگر کبھی تاخیر ہوجائے اور دوسرا شخص مطلع کردے تو مضائقہ نہیں۔ گورنمنٹ کی چوری علاوہ حکم شرعی کے جان، مال عزت خطرہ میں ڈالنا ہے جن کی حفاظت لازم ہے (۳)۔

= الصلاة في المسجد بشرطه كما قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :"لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، و ليخرجن وهن تفلات". وقوله تعالىٰ:﴿ و لا تبرّجن تبرج الجاهلية الأولىٰ﴾ قال مجاهد: كانت المرأة تخرج تمشي بين يدي الرجال،فذلك تبرّج الجاهلية .... و قال مقاتل بن حيان .... والتبرج أنها تلقي الخمار على رأسها و لا تشده، فيواري قلائدها و قرطها و عنقها، و يبدو ذلك كله منها". (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب): ۳/۶۳۶، ۶۳۷، دار الفيحاء دمشق)

(۱) "وعن جندب قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من سمّع سمع الله به، و من يرائي يرائي الله به". متفق عليه".

"عن محمود بن لبيد أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر". قالوا: يا رسول الله! و ما الشرك الأصغر؟ قال: "الرياء". رواه أحمد، و زاد البيهقي في شعب الإيمان: "يقول الله لهم يوم يجازي العباد بأعمالهم: "اذهبوا إلى الذين كنتم تراؤون في الدنيا ، فانظروا هل تجدون عندهم جزاءً وخيراً". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۲/۴۵۴، ۴۵۶، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ:﴿ و لا تفرقوا﴾ أمرهم بالجماعة و نهاهم عن التفرقة، و قد وردت الأحاديث المتعددة بالنهي عن التفرق، والأمر بالاجتماع والائتلاف، كما في صحيح مسلم من حديث سهيل بن أبي صالح، عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن الله يرضى لكم ثلاثاً، ويسخط لكن ثلاثاً: يرضى لكم أن تعبدون و لا تشركوا به شيئاً، وأن تعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا، و أن تناصحوا من ولّاه الله أمركم. ويسخط لكم ثلاثاً : قيل وقال، وكثرة السوال، وإضاعة المال". (تفسير ابن كثير، (سورة آل عمران): ۱/۵۱۶، دارالفيحاء دمشق)

(۳) "عن عبد الرحمن بن أبي بكرة عن أبيه في حديث طويل: "فإن دمآء كم و أموالكم وأعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هذا، في شهر كم هذا، في بلدكم هذا، ليبلغ الشاهد الغائب اهـ". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: رُبّ مبلغ أوعىٰ من سامع : ۱/۱۶، قديمي) ...... =

کسی ذی اثر عالم کے ذریعہ سمجھا دیئے جائیں، اگر وہ مان جائیں اور ناجائز امور سے توبہ کر کے اپنی حالت شریعت کے مطابق کرلیں تو بہتر ہے، ورنہ اگر ان سے بہتر امامت کے لائق متبع سنت آدمی موجود ہو تو اس کو امام بنالیا جائے (۱) اور موجودہ امام کو الگ کر دیا جائے بشرطیکہ اس کے علیحدہ کرنے میں فتنہ پیدا نہ ہو اور مسجد کے ویران ہونے کا خوف نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ۷/ ۶۴ھ۔

ایک امام صاحب کی خرابیاں

سوال [۲۶۴۳]: ۱...... زید وعمرو، بکر پر دیوث اور اس کی بیوی ہندہ پر زانیہ اور اس کے دیور پر زانی کا الزام لگاتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس باہمی ناجائز تعلق کی خبر ہم لوگوں کو سالوں سے ہے، مگر ذکر اس کا اب کرتے ہیں اور ثبوت میں بکر ہی کو جو ہندہ کا شوہر ہے پیش کرتے ہیں کہ ہم لوگوں سے بکر ہی نے کہا تھا کہ ہماری بیوی سے ہمارے بھائی کا ناجائز تعلق ہے، حالانکہ بکر اب اس بات کا انکار کرتا ہے، کیا زید وغیرہ کتمان شہادت کی وجہ سے مجرم ہو کر امامت کر سکتے ہیں؟

۲...... لواطت پر بلا عینی وشرعی ثبوت پیش کئے کسی پر الزام لگا دینے والا امامت کر سکتا ہے؟

= "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "المسلم أخو المسلم، لا يخونه و لا يكذبه و لا يخذله، كل المسلم على المسلم حرام: عرضه و ماله و دمه، التقوى ههنا، اهـ". (جامع الترمذي، أبواب البر والصلة عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب ماجاء في شفقة المسلم على المسلم: ۲/ ۱۴، سعيد)

(۱) "قال رحمه الله تعالىٰ: (ثم الأورع) لقوله عليه السلام: "اجعلوا أئمتكم خياركم، فإنهم وفدكم فيما بينكم و بين ربكم". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۳۴۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "و في المواقف وشرحه: إن للأمة خلع الإمام و عزله بسببٍ يُوجبه، مثل أن يُوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين و انتكاس أمور الدين، كما كان لهم نصبه و إقامته لانتظامها و إعلائها، وإن أدّى خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين". (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/ ۲۶۴، سعيد)

۳......امانت کے طور پر بوعدۂ واپسی ایک کاغذ زید نے لیا اور باوجود واپس نہ کرنے کے بھی امامت کرتا ہے، کیا یہ امامت صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل پورا واقعہ ہمارے علم میں نہیں، باہمی مخالفت کی بناء پر جن امور کو سوال میں لکھا ہے ان کا جواب خود بھی واضح ہے، تاہم نمبروار تحریر ہے:

۱......بغیر ثبوتِ شرعی کے ایسا کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اگر شرعی حکومت ہو تو ایسے لوگوں کو سخت سزا دی جائے، جب بکر حلفیہ انکار کرتا ہے تو اس کو ثبوت میں کیسے پیش کیا جاسکتا ہے، جو لوگ ایسے اتہامات لگانے میں ملوث ہیں ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جب تک وہ توبہ کرکے اصلاح نہ کرلیں (۱)۔

۲......اس کا حکم بھی نمبر: ا کی طرح ہے (۲)۔

۳......جس کی امانت واپسی کے وعدہ پر لی تھی اس کو واپس کرنا ضروری ہے، واپس نہ کرنا خیانت ہے،

---

(۱)"عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "أتدرون ما الغيبة"؟ قالوا: الله ورسوله أعلم. قال: "ذكرك أخاك بمايكره". قيل: أفرأيت إن كان فی أخی ماأقول؟ قال: "إن كان فيه ماتقول اغتبته، وإن لم يكن فيه فقد بهتّه". قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وإذا لم تبلغه) يكفيه الندم، قوله: وإلاشرط بيان كل مااغتابه به مع الاستغفار والتوبة، والمراد أن يبين له ويعتذر إليه ليسمح عنه بأن يبالغ فی الثناء عليه والتودد إليه، ويلازم ذلک حتی يطيب قلبه الخ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۶/۴۱۰، ۴۱۱، سعيد)

"(ويكره إمامة فاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر .... وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً .... بل مشی فی شرح المنية علی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الصلاة: ۱/۱۶۳، غفارية)

(۲)(راجع الحاشية المتقدمة)

جوشخص ایسا کرے وہ بھی مستحق امامت نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

امام کی خرابیاں

سوال[۲۶۶۴]: ایک شخص عالم ہے لیکن بہرہ ہے، چیخ وپکار کے ذریعہ ہی سن سکتا ہے، نماز میں مقتدی آواز سے اشارہ کرتے ہیں تو بعض وقت درستی کر لیتا ہے اور بعض وقت نہیں، منبر پر ایسے شخص کی تعریف کرتا ہے جس سے ذاتی مفاد ہو اور جس سے رنجیدگی ہوتی ہے اس کی مذمت وعیب جوئی کرتا ہے۔ جھوٹے مقدمہ پر اپنے احباب واقارب کی اعانت کرتا ہے اور خاص دلچسپی رکھتا ہے، سیاسی پارٹیوں کے ساتھ اس کا کافی دخل ہے۔ کیا ان سب نقائص کے پیشِ نظر ایسے امام کی امامت ناجائز ہے یا جائز؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر حالات یہی ہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے جبکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو(۲)، غیبت، عیب جوئی، غلط تعریف، جھوٹے مقدمہ بازی میں اعانت واستعانت، ان میں ہر وجہ مستقل نقص ہے، سیاسی پارٹی سے تعلقِ صحیح نقص نہیں (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱)"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"آية المنافق ثلث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أوتمن خان". (مشكوة المصابيح، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول: ۱/۱۷، قديمى)

(والصحيح لمسلم، باب خصال المنافق: ۱/۵۶،قديمى)

(وأيضاً راجع ،ص: ۱۹۱، رقم الحاشية: ۱)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى .... هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة".

(الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۱،رشيديه)

(وكذا في التبيين، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴،امداديه)

(۳)"وعن أبي سعيد وجابر رضي الله عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"الغيبة أشد من الزنا". =

امام کے متعلق چند خرابیاں

سوال[۲۶۴۵]: جس امام کے اندر مندرجہ ذیل کمزوریاں ہوں تو اس امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

۱...... جو اپنے مقتدیوں میں سے کسی ایک سے ترک موالات کرے۔

۲...... جو بڑے دنوں پر گھر گھر جا کر چاول یا آٹا جمع کرے۔

۳...... جو نماز پڑھانے کی اجرت طلب کرتا ہو۔

= (إلى آخر الحديث). (مشكوة المصابيح، باب حفظ اللسان، الفصل الثالث، ص: ۴۱۵، قديمى)

"وعن أبى هريرة رضى الله عنه قال:قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم :"إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث، ولاتحسسوا ولاتجسسوا" الخ. (مشكوة المصابيح ، باب ما ينهىٰ عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات ، الفصل الأول ، ص:۴۲۷، قديمى)

"و عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: .... "ومن ستر مسلماً، ستره الله يوم القيامة". (مشكوة المصابيح، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ص: ۴۲۲، قديمى)

"و عن أبى بكرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: "أثنى رجل على رجل عند النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: "ويلك! قطعت عنق أخيك" -ثلثاً- من كان منكم مادحاً لا محالة فليقل: أحسب فلاناً و الله حسيبه إن كان يرى أنه كذلك" الخ. (مشكوة المصابيح ، باب حفظ اللسان، الفصل الأول، ص: ۴۱۲، قديمى)

"وعن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "المسلم أخو المسلم لا يظلمه و لا يسلمه، و من كان فى حاجة أخيه كان الله فى حاجته، و من فرّج عن مسلم كربةً فرّج الله عنه كربةً من كربات يوم القيامة". الخ". (مشكوة المصابيح، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ص: ۴۲۲، قديمى)

"فالسياسة استصلاح الخلق بإرشادهم إلى الطريق المنجى فى الدنيا والآخرة، فهى من الأنبياء على الخاصة والعامة فى ظاهرهم و باطنهم .... ومن علماء ورثة الأنبياء على الخاصة فى باطنهم لا غير". (ردالمحتار، كتاب الحدود، مطلب فى الكلام على السياسة :۴/۱۵، سعيد)

۴......جس کے متعلق یہ شبہ ہو کہ زانی ہے اگرچہ شرعاً اس پر زنا ثابت نہ ہو۔

۵......جو شخص کسی پر جان بوجھ کر قرض جتائے، اس نے لیا ہی نہ ہو، صرف اپنے آپ کو کسی جرم سے بچانے کی خاطر۔

۶......جو بستی کے چند نکھٹو، پنچوں کی کٹھ پتلی بن گیا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......ترکِ موالات کی وجہ معلوم ہونی چاہئے شرعی ہے یا غیر شرعی؟

۲......یہ جمع کرنا کس نظم اور کس مقصد کے تحت ہے؟

۳......کیا تنخواہ ماہانہ یا ششماہی یا سالانہ طلب کرتا ہے، یا ایک نماز پڑھانے کی اجرت طلب کرتا ہے؟

۴......شبہ کرنے والے مجرم ہیں، جب کہ بلا ثبوت شرعی شبہ کرتے ہیں (۱)۔

۵......اگر یہ قرض جتانا جھوٹ ہے تو وہ شخص کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں نے قرض نہیں لیا، نیز کوئی جرم اس پر ثابت ہے جس سے بچنے کی خاطر یہ قرض جتایا ہے، یا یہ بھی نمبر:۴ کی طرح ہے، غرض بات مجمل ہے۔

۶......اس کی بھی تفصیل سامنے آنی ضروری ہے۔ کسی کی امامت کو مجروح کرنے کیلئے غلط قسم کی کوشش کرنا قبیح ومذموم ہے، اس سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

ایک امام کے خراب حالات، داڑھی کی حد

سوال[۲۶۴۶]: ہمارے محلے کی مسجد میں جو پیش امام ہے اس محلّہ سے کچھ دوری پر ایک جامع مسجد آباد ہے، جس میں چند اشخاص زیادہ تر نماز ادا کرتے ہیں، صرف فجر کی نماز ایسی ہے کہ جس میں کم وقت رہتا ہے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یأیها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن، إن بعض الظن إثم، ولاتجسسوا﴾ (سورة الحجرات: ۱۲)

"عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "إیاکم والظن، فإن الظن أکذب الحدیث". اهـ. متفق علیه". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع: ۱/۴۲۷، قدیمی)

اور جامع مسجد پہنچنے میں نماز نکل جانے کا خدشہ رہتا ہے ایسی صورت میں یہ لوگ اس محلّہ کی مسجد میں مقیم پیش امام کے پیچھے اپنی نماز ادا کرتے ہیں کہ کیا یہ درست ہے اور امام صاحب کے عقائد یہ ہیں، بزرگوں کی نیاز وغیرہ کو ضروری سمجھتے ہیں اور قبروں کو سجدہ کرنا جائز کہتے ہیں، اور عوام جتنے بھی افعال آج کل بزرگوں کی قبروں پر کرتے ہیں اس کو اچھا سمجھتے ہیں، انبیاء کرام حضرات اولیاء کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں اور بوقت مصیبت بزرگوں سے استمداد واستعانت کو جائز کہتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو رب العزت کی ذات میں حلول سمجھتے ہیں.........کسی نے سمجھا ہی نہیں اس قسم کے عقائد رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان کامل جب ہوتا ہے تو وہ ہر وقت ذکر میں رہتا ہے نماز میں التاسید ھا ہونا ضروری نہیں، علماء کو گالیاں دیتے ہیں اور لوگوں میں علماء کے خلاف بدظنی پیدا کرتے ہیں داڑھی فرنچ کٹ رکھتے ہیں، انگریزی بال سر پر رکھتے ہیں اگر ان سے کہو تو کہتے ہیں کہ داڑھی رکھنا کچھ ضروری نہیں، لمبی داڑھی تو سکھوں کی ہوتی ہے، تعزیہ وغیرہ کو شوکت اسلام کہتے ہیں، دارھی رکھنا کیسا ہے اور اس کی حد کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں، اگر یہ امام اپنے عقائد فاسدہ اقوال کاسدہ اعمال قبیحہ سے تائب ہو کر اپنی اصلاح نہ کرے اور متبع سنت نہ بن جائے (۱) تو اس کو امامت سے جدا کرنا واجب ہے (۲) جدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے دوسری مسجد میں جا کر جہاں

---

(۱) "ویکره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى ومبتدع لايكفربها، وإن كفر بها، فلايصح الاقتداء به أصلاً". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، داراحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵،دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إن للأمة خلع الإمام وعزله بسبب يوجبه مثل أن يوجد منه مايوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه واقامته لانتظامها وإعلائها، وإن أدى خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/۲۶۴، سعيد)

کا امام صحیح العقیدہ اور متبع سنت ہو نماز پڑھا کریں (۱) ورنہ اپنی نماز کو تو یہ امام تباہ کرتا ہی ہے مقتدیوں کی نماز بھی اس کے پیچھے تباہ و برباد ہوگی (۲) داڑھی کی حد ایک مشت ہے اس سے پہلے کٹانا جائز نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

ایک امام صاحب کی کوتاہیاں

سوال [۲۶۴۷]: ۱...... آج سے ایک ماہ قبل ایک صاحب اپنے پیسے کاغذ کے ٹھونگے میں رکھ کر مسجد کے برآمدہ میں بھول کر چلے گئے تھے، نماز عشاء میں ایک گھنٹہ بعد جب ان کو یاد آیا تو وہ دوبارہ مسجد آئے جبکہ مسجد کھلی تھی اور امام صاحب موجود نہیں تھے، قریب ہی ایک دعوت میں شریک تھے۔ اس شخص نے متولی مسجد سے رجوع کیا جو کہ مسجد ہی میں موجود تھے، متولی نے امام صاحب کے لڑکے کو امام صاحب سے معلوم کرنے کیلئے بھیجا، امام صاحب نے کھانے کے درمیان اس واقعہ سے انکار کر دیا مگر دوسرے ہی دن صبح کو خود جا کر مذکور رقم اس شخص کے گھر پہنچادی، دریافت کرنے پر امام صاحب نے فرمایا کہ محض تنبیہ کی غرض سے رات کو نہیں بتلایا۔

اس واقعہ کا بیان امام صاحب نے ہر موقعہ پر مختلف دیا جس کی وجہ سے لوگوں میں بے چینی پھیل گئی اور

---

(۱) "قال الإمام: إذا كان إمامه لحاناً، لا بأس بأن يترك مسجده و يطوف". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل فصل في التراويح: ۱/۱۱۶، رشيديه كوئٹه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، تراويح ص: ۴۰۷، ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والذين كذّبوا بآيٰتنا و لقاء الآخرة حبطت أعمالهم﴾ (سورة الأعراف: ۱۴۷)

وقال تعالىٰ: ﴿أولئك حبطت أعمالهم و في النار هم خالدون﴾ (سورة التوبة: ۱۷)

(۳) "عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قال أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى".

"ومنهم من حد و بما زاد على القبضة فيزال". (النووي على صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قديمي)

و أخذ أطراف اللحية والسنة فيها القبضة .... و لذا يحرم على الرجل قطع لحيته".

(الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

لوگ ان کو بدنیت تصور کرنے لگے، اس واقعہ سے ان چند حضرات نے نماز جماعت ومسجد دونوں ترک کردی ہے اوراپنے گھروں پر پنج وقتی نمازیں ادا کرتے ہیں، اور نماز جمعہ دوسری مسجد میں ادا کرتے ہیں۔اس وجہ سے بظاہر دو جماعتیں بن گئی ہیں، اکثریت امام کی ہمدرد ہے اور سختی سے ان کی بحالی اور مشاہرہ میں اضافہ کی متمنی ہے جبکہ ان چند افراد کا مطالبہ ہے کہ امام صاحب کو فوراً برطرف کردیا جائے۔

۲......ایک بیمار نے نظر مانی تھی کہ صحت مند ہونے پر ایک گائے قصائی سے خرید کر صدقہ کردونگا، امام صاحب قصائی سے پہلے ہی طے کر چکے تھے کہ گائے کی جو بھی قیمت ہو میں تم سے مبلغ سو روپے لے لونگا، جونہی وہ شخص قصائی کو گائے کی قیمت دے کر گیا، امام نے قصائی سے طے شدہ رقم وصول کرلی، اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام صاحب صدقہ لینے سے بھی پرہیز نہیں کرتے ہیں۔

۳......زید نے مسجد کی موم بتیاں کئی مرتبہ فروخت کی ہیں اور کمیٹی کی میٹنگ میں دریافت کرنے پر بتایا کہ سب جلادی گئی ہیں، اس پر ممبر کمیٹی نے بیان دیا کہ فلاں شخص نے موم بتیاں فروخت کی ہیں، جس کا میں ثبوت دے سکتا ہوں، تب زید نے اقرار کیا کہ ہاں! میں نے کچھ موم بتیاں فروخت بھی کی ہیں۔اس واقعہ سے غلط بیانی کا ثبوت ملتا ہے۔

۴......زید کے بارے میں یہ بھی شکایت ہے کہ پنج وقت کی نمازیں وقت مقرر پر نہیں پڑھاتے ہیں اور خصوصاً فجر میں بڑی کوتاہی کرتے ہیں، اکثر اوقات میں وقت مقررہ پر مسجد کھلتی بھی نہیں ہے۔

۵......زید مسائل سے بھی ناواقف ہے۔

مندرجہ بالا عیوب کی بناء پر کیا ان کی امامت از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ جو لوگ فی الحال ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں ان کی نمازیں ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

امام صاحب اپنی ان غلطیوں کا اعتراف کرکے آئندہ کو احتیاط رکھیں، سب لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں خلفشار وتفریق پیدا نہ کریں، جمعہ وجماعت ترک نہ کریں، مسجد کو نہ چھوڑیں، البتہ اگر امام صاحب مسائلِ نماز وطہارت سے واقف نہیں تو پھر دوسرا مسائلِ طہارت ونماز سے واقف پابندِ شریعت امام تجویز

کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۱۸ھ۔

ایضاً

سوال [۲۶۴۸]: ایک شخص اجنبی ہے، اس کا گھر ہمارے گھر سے تقریباً دوسو میل پر ہے اور یہاں نہ تو اس کا کوئی رشتہ ناطہ ہے، کسی زمانے میں یہاں اس کی کبھی کوئی رشتہ داری نہیں تھی، نہ ہی ہمارے کفو برادری کا ہے، نہ کوئی مستقل پیشہ ہے، جی حضوری میں مالداروں کی رہتا ہے۔ ایسا شخص ہماری جماعت، عیدین میں ان خود غرض پیشہ والے زیرِ سایہ اپنی بناوٹی مجبوری دکھا کر جماعت عید الفطر کے روپے کبھی آدھا کبھی آدھے سے کم رقم لیتا رہا، امام ومقتدیٰ بن کر خود غرض لوگ اپنے علاقہ کے غرباء ومساکین کی حق تلفی کر کے دیتے رہے۔

اب حال یہ ہے، اس جماعت میں سے چند پڑھے لکھے ایسے ہیں کہ اللہ کا فضل ہر اعتبار سے بہتر ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کی نماز اس شخص مذکور کے پیچھے جائز ہے؟ خود غرضوں کا یہ حال ہے کہ اپنی طبیعت سے ہر ایک سال دوسال پر جس کو چاہے امام بنائیں، جس جماعت کا وہ اجنبی شخص عیدگاہ کی تخمیناً دو ایکڑ زمین میں سے ڈیڑھ ایکڑ زمین اہلِ ہنود میں سے ہریجن لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر اور اپنے کو وہ انصاری بتا کر حکومت سے چپ چاپ

---

(۱)" عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضى الله تعالىٰ عنه يقول لنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يؤمّ القوم أقرؤهم لكتاب الله، وأقدمهم قراءةً، فإن كانت قراءتهم سواء، فليؤمهم أقدمهم هجرةً. اهـ". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمى)

(وجامع الترمذى، أبواب الصلوٰة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، سعيد)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل: واجب، وقيل: سنة، ثم الأحسن تلاوة و تجويدًا للقراءة". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل فى بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

بے خبری میں بندوبست کرکے اور غیر قوم اس مذکورہ عیدگاہ کی زمین کچھ پیسہ لے کر دینے کیلئے تیار ہوجائے اور وہ اجنبی تاہنوز اس جماعت سے مستفیض ہوتا رہا ہو، وہ اس صورت مذکورہ بالا پر بھی زمین کو واپس دینے کیلئے تیار نہ ہو، لطف یہ ہے کہ وہ تیار شدہ لوگوں کو بھی بہکا کرنا کام کردے۔ اسی صورت حال پر اگر مسلمانوں کے دوگروہ ہوجائیں اور سابق جگہ سے آدھ میل یا پاؤ میل دوری پر یا اس کے قریب دوسری زمین پر جماعت نمازِ عیدین ادا کرے، اس حال میں نماز عیدین دوسرے گروہ کی جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جماعت عید الفطر کا روپیہ اگر نماز پڑھانے کی اجرت میں دیا جائے تو یہ درست نہیں، اگر یہ صدقۂ فطر ہے تو وہ بھی اجرت میں دینا درست نہیں بلکہ وہ غریبوں کا حق ہے(۱)۔ جو شخص جس کو ضرورت مند سمجھے اس کو دے(۲)۔ نماز کیلئے ایسے آدمی کو امام بنایا جائے جو صحیح طور پر نماز پڑھائے اور متبعِ شریعت ہو(۳) اگرچہ نماز شخصِ مسؤل عنہ کے پیچھے بھی ادا ہوگئی۔ عیدگاہ کی وقف زمین کو فروخت کرنا ہرگز جائز نہیں، جو شخص ایسا کرے وہ سخت گنہگار ہے(۴)، اس کی امامت برقرار رکھنا جائز نہیں، اس کو امامت سے برطرف کیا جائے، اور کسی دیندار

---

(۱) "ومصرف هذه الصدقه ماهو مصرف الزكاة، كذا فى الخلاصة". (الفتاویٰ العالمكيريه، كتاب الزكاة، الباب الثامن فى صدقة الفطر: ۱/۱۹۴، رشيديه)

(وكذا فى تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۳۶۹، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/۴۴۶، رشيديه)

(۲) "وجاز دفع كل شخص فطرته إلى مسكين على المذهب، كما جاز دفع صدقة جماعة إلى مسكين واحد بلاخلاف". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۱/۳۶۷، سعيد)

(۳) "عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبامسعود رضى الله تعالىٰ عنه يقول لنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يؤمّ القوم أقرؤهم لكتاب الله، وأقدمهم قراءةً، فإن كانت قراء تهم سواء، فليؤمهم فأقدمهم هجرةً. آه". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمى)

(وأيضاً تقدم تخريجه تحت عنوان: "ایک امام صاحب کی کوتاہیاں"۔)

(۴) "وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ، فيزول ملك الواقف عنه إلى الله تعالىٰ على =

وپابند سنت کوامام بنایا جائے (۱)۔ اگرچہ نماز عید دوسری جگہ بھی درست ہے (۲)، مگر سب ایک جگہ متفق ہوکر نیک ودیندار امام کے پیچھے پڑھا کریں، اس میں خیر وبرکت ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲ھ۔

= وجهٍ تعود منفعته إلى العباد، فيلزم، و لا يباع و لا يوهب ولايورث، و اللفظ ينتظمهما، والترجيح بالدليل، لهما قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لعمر حين أراد أن يتصدق بأرض له تدعى "ثمغ": تصدق بأصلها لا يباع و لا يورث و لا يوهب". (الهداية، كتاب الوقف: ۶۳۷/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف: ۳۳۸/۴، ۳۳۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الأول في تعريفه و ركنه اهـ : ۳۵۰/۲، رشيديه)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدرالمختار). وفي ردالمحتار: "(قوله: وفاسق من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الرباء ونحوذلك ......وكراهة تقديمه كراهة تحريم". (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۰،سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوٰة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ۵۱۳، ۵۱۴، سهيل اكيڈمی،لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲،قديمي)

(۲) "عن أبي سعيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام". رواه أبوداود والترمذي والدارمي". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب المساجد ومواضع الصلوٰة: ۷۰/۱،قديمي)

"عن حذيفة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فُضّلنا على الناس بثلث: جُعلت صفوفنا كصفوف الملائكة، وجُعلت لنا الأرض كلها مسجداً، وجُعلت تربتها لنا طهوراً إذا لم نجد الماء". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۵۴/۱، قديمي)

(۳) "قال رحمه الله تعالىٰ: (ثم الأورع) لقوله عليه السلام: 'اجعلوا أئمتكم خياركم، فإنهم وفدكم فيما بينكم و بين ربكم". و لأنه عليه السلام قدم أقدمهم هجرةً، و لا هجرة اليوم، فأقمنا الورع مقامها".

(تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۳۴۴/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

ترش رو اور جھوٹ بولنے والے کی امامت

سوال[۲۶۴۹] : ۱......امام مسجد کا عام رویہ مقتدیانِ مسجد کے ساتھ ترش روئی کا رہتا ہے اور مقتدی ان سے ہمیشہ ناراض رہتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے اس امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

۲......جب جی میں آیا اذان دیتے ہیں اور جب جی میں آیا جماعت کرتے ہیں جس سے مقتدیوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے، ان سے بارہا کہا گیا کہ اذان اور جماعت کا وقت مقرر فرما دیجئے، آج تک امام صاحب مذکور نے وقتِ اذان وجماعتِ پنجگانہ مقرر نہیں کیا، اس بابت پر اصرار کیا گیا تو فرماتے ہیں کہ میں بورڈ کا ملازم ہوں، میرا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

۳......امام صاحب مذکور کھلا جھوٹ بولتے ہیں، غیبت کرتے ہیں۔ کیا ایسے امام کے پیچھے شرعی طور پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۴......امام موصوف پنجاب ہریانہ مسلم وقف بورڈ سے فرائضِ امامت کی تنخواہ پاتے ہیں، ان سے کہا گیا کہ مسجد میں جو تیل سرسوں آتا ہے اس کو اپنی ذات پر استعمال نہ کریں، قبل ازیں ان سے اس بات پر جھگڑا ہوا اور فتویٰ منگایا گیا جس میں مسجد کا تیل ان کیلئے ناجائز قرار دیا گیا۔ امام صاحب نے تیل اپنی ذات پر استعمال نہ کرنے کا وعدہ کیا اور تیل مقتدیوں کے حوالہ کرتے رہے جس کو فروخت کر کے چھوٹے چھوٹے مصارف کی تکمیل کی جانے لگی، اب پھر امام مذکور نے یہ تیل اپنی ذات پر استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیا یہ تیل امام صاحب کے لئے جائز ہے؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......امام صاحب کی ان کوتاہیوں اور غلطیوں کے باوجود جو نمازیں ان کی اقتداء میں پڑھی گئی ہیں وہ ادا ہوگئیں، ان کے لوٹانے کی ضرورت نہیں، جبکہ دوسری مسجد نماز کیلئے وہاں کھلی ہوئی نہیں ہے تو مجبوراً امام موصوف کے پیچھے نماز ادا کرتے رہیں، جماعتِ مسجد ترک نہ کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھی ہے، جماعت ترک نہیں کی (۱)،

---

(۱) "وکان ابن عمرو أنس رضی اللہ عنہما یصلیان الجمعة خلف الحجاج". (تبیین الحقائق، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة: ۱/۳۴۷، دارالکتب العلمیة، بیروت) .... =

حدیث پاک میں ارشاد ہے: "صلوا خلف کل بروفاجر" ابوداؤد(۱) جس میں ہر فاجر اور نیک کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے فرمایا گیا ہے۔ ذاتی رنجش سے متأثر ہوکر جماعت ترک کر کے گھر پر نماز پڑھنا غلط اور شرعاً مذموم ہے(۲)۔

امام صاحب سے جوشکایات ہیں ان کی اطلاع باقاعدہ وقف بورڈ کو کی جائے وہاں فہمائش ہوگی، توامید ہے کہ شکایات دور ہوجائیں گی، ورنہ وقف بورڈ کی طرف سے شکایات دور کرنے کا انتظام کردیا جائے گا، مثلاً: جنتری سامنے رکھ کراوقاتِ نماز کیلئے سال بھر کا نقشہ بنا کر مسجد میں لٹکا دیا جائے گا جس سے سب کوسہولت ہوجائے گی، جو بچے امام صاحب کے سپرد ہیں ان کا امتحان لیا جائے گا۔ کوتاہی ہوگی تو تنبیہ کی جائے گی۔ وقت

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان من يصلح للإمامة: ١/٦٦٢، دارالكتب العلمية، بيروت)

(١) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجرًا، والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر، والصلوة واجبة على كل مسلم براً كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ١/٣٥٠، امداديه ملتان)

"وإن تقدموا، جاز لقوله عليه السلام: "صلوا خلف كل بروفاجر". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٣٤٦، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان من يصلح للإمامة: ١/٦٦٢، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ٥١٤، سهيل اكيڈمی لاهور)

(٢) "الجماعة .... فتسن أو تجب -ثمرته تظهر في الإثم بتركه- على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة من غير حرج". (الدرالمختار).

ولذا قال في الأجناس : لا تقبل شهادته إذا تركه استخفافاً و مجانةً، إما سهواً أو بتأويل ككون الإمام من أهل الأهواء أو لا يراعى مذهب المقتدى، فتقبل اهـ". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٥٥٣، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ١/٢٣٨، امداديه ملتان)

پر غیر حاضری ہوگی تو اس کا بھی انتظام کیا جائے گا۔ جب امام صاحب سے آپ لوگوں نے خود معاملہ نہیں کیا تو آپ باز پرس قوت سے نہیں کر سکتے، وقف بورڈ نے معاملہ کیا ہے وہاں سے باز پرس خوب ہو سکتی ہے، اس کا اثر بھی امام صاحب پر ہوگا۔

(**تنبیہ**:) آپس کے اختلافات کو ختم کیجئے، اس اختلاف کی وجہ سے مسجد کو ویران نہ کیجئے، ایسا نہ ہو کہ اس مخالفت کی نحوست سے یہ مسجد بھی دیگر مساجد کی طرح بند ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۹/۹۵ھ۔

جھوٹ بولنے، درست طور پر طہارت حاصل نہ کرنے والے بہرے امام کی امامت

سوال [۲۶۵۰] : امورِ ذیل دریافت وضاحت طلب ہیں:

۱...... مسمّٰی حاجی محمد شفیع صاحب نقشبندی جامع مسجد عثمانیہ رسالہ بازار بلدرم کے پیش امام ہیں جن کے تعلق سے آپ کی رائے درکار ہے، جو بوقتِ امامت زبان سے صحیح طور پر الفاظ ادا کرنے کے بجائے عربی الفاظ کی ترتیب بدل دیتے ہیں۔

۲...... جھوٹ بولتے ہیں۔

۳...... طہارت صحیح طور پر ادا نہیں کرتے۔

۴...... بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں حالانکہ مسجدِ جماعت سے پیش امام صاحب کو تنخواہ بھی ملتی ہے جن کے زیرِ پرورش کوئی نہیں ہے جو مسجد ہذا میں رہتے ہیں۔

۵...... مسجد کے قرآن شریف کی حفاظت کی الماری میں اپنا بستر اور استعمال شدہ کپڑے وغیرہ رکھتے ہیں اور کلام پاک کو باہر رکھ کر بے حرمتی کرتے ہیں۔

۶...... پیش امام صاحب کان سے بہرے ہیں۔

۷...... آنکھ کی بینائی بھی برابر نہیں ہے۔

۸...... پیش امام صاحب مسجد ہذا ہی کے اندر رہتے ہیں، خورد و نوش کرتے ہیں، جہاں ہم مسلمان وضو کرتے ہیں پیش امام صاحب اس جگہ غسل وغیرہ کرتے ہیں، اور جب ضرورت پڑتی ہے تو اپنے کپڑے وغیرہ وہیں دھوتے ہیں۔

۹......اکثر نماز کے بعد ڈراؤنی آواز میں روتے ہیں۔

۱۰......نماز میں عربی الفاظ کو جھٹکے دیکر ادا کرتے ہیں۔

۱۱......نماز کے وقت پیش امام صاحب سورت میں اکثر غلطی کر دیتے ہیں تو لقمہ دینے کے باوجود توجہ نہیں کرتے اس لئے کہ بہرے ہیں، اگر کوئی پیش امام صاحب سے دریافت کرے تو موصوف جہالت کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تو پیش امام ہوں، جن کا اکثر یہ کہتے رہنا ہے کہ میں پیش امام ہوں اور اکثر یہ بھی ادا کرتے ہیں کہ میں اپنی نماز ادا کرتا ہوں، اگر کوئی میرے ساتھ نماز پڑھے تو ان کی مرضی۔ اس کے علاوہ بلاوجہ کسی مسلم پر جھوٹ کا الزام عائد کر دیتے ہیں تو موصوف کسی شرعی مسائل سے واقف نہیں اور نہ کوئی عربی ترجمہ سے واقف ہیں، غرض کہ کوئی بات نہیں سنتے۔

لہٰذا عرض ہے کہ اگر مندرجہ بالا عنوان پیش امام کی عادت میں داخل ہیں تو برائے کرم فرمایا جائے کہ اس خصوص میں کیا فتوہ جات عائد ہوتے ہیں، معلوم فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......ترتیب کس طرح بدل دیتے ہیں کیا ''اب'' کو ''برادر''، ''من'' کو ''تم'' اور ''ما'' کو ''ام'' پڑھتے ہیں یا کیا صورت ہے؟

۲......صریح جھوٹ بولتے ہیں یا(۱) توریہ وتعریض سے کام لیتے ہیں؟ اول تو عین الکذب کو درمختار میں حرام لکھا ہے، توریہ وتعریض کی گنجائش بھی دی ہے(۲)، پھر اتفاقاً گناہ کا سرزد ہو جانا جس پر ندامت وتوبہ بھی

(۱) ''عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "علیکم بالصدق، فإن الصدق یهدی إلی البر، و إن البر یهدی إلی الجنّة، و ما زال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یُکتب عند الله صدیقاً. و إیاکم والکذب فإن الکذب یهدی إلی الفجور، وإن الفجور یهدی إلی النار، و ما زال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند الله کذاباً''. رواه صحاح سته. (تنبیه الغافلین، باب الزجر عن الکذب، ص: ۸۲، حقانیه بشاور)

(۲) ''والکذب حرام إلا فی الحرب للخدعة، و فی الصلح بین اثنین، و فی رضاء الأهل، و فی دفع الظالم عن الظلم، و المراد التعریض؛ لأن عین الکذب حرام، قال فی المجتبی: وهو الحق، والمراد به التعریض؛ لأن عین الکذب حرام إلا لحاجة''. (مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة، فی المتفرقات: =

ہواَور بات ہے اور گناہ کا عادی ہونا جس پر عموماً ندامت بھی نہیں ہوتی ہے یہ اَور بات ہے جوکہ پہلی بات سے بہت سخت ہے (۱) (اللہ محفوظ رکھے)۔

۳......وضو وغسل صحیح طور پر ادا نہیں کرتے، یا حقیقی نجاست کو صحیح طور پر دور نہیں کرتے، وضو وغسل صحیح طور پر ادا نہیں کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آیا فرض ترک کرتے ہیں اس طرح کہ اعضاء خشک رہ جاتے ہیں یا نہیں؟ یا تین دفعہ دھوکر پورے سنن ومستحبات کو ادا نہیں کرتے، اسی طرح نجاستِ حقیقی بدن یا کپڑے پر لگی رہ جاتی ہے یا تین تین دفعہ نہیں دھوتے؟ حکم سب کا یکساں نہیں اس لئے تفصیل کی ضرورت ہے۔

۴......جتنی تنخواہ ملتی ہے کیا وہ سب ضروریات کیلئے کافی ہوتی ہے اور بلا ضرورت محض لالچ کی وجہ سے بھیک مانگتے ہیں تو شرعاً وعرفاً بہت قبیح اور مذموم ہے، ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیئے (۲)۔ کسی بے تکلف دوست سے

= ۲/۵۵۲، دار إحياء التراث العربي)

"الكذب مباح لإحياء حقه و دفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام، قال: وهو الحق، قال تعالىٰ ﴿قتل الخراصون﴾ (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۷، سعيد)

(۱) "عن أبي بكر الصديق رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما أصرّ من استغفر وإن عاد في اليوم سبعين مرةً". رواه الترمذي و أبوداود".

"وعن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل بني آدم خطاء، وخير الخطائين التوّابون". رواه الترمذي وابن ماجة و الدارمي".

"و عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله يحب العبد المؤمن المفتن التوّاب".

"و عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الإيمان". وقال: تفرد به النهراني وهو مجهول، وفي شرح السنة: روى عنه موقوفاً، قال: "الندم توبة، والتائب كمن لا ذنب له". (مشكوة الصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۱/۲۰۴، ۲۰۶، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ ﴿لا يسألون الناس إلحافاً﴾ (سورة البقرة: ۲۷۳)

قال ابن كثير تحت هذه الآية: "عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:=

کسی وقت یہ کہہ دینا کہ فلاں چیز کھلاؤ مثلاً چائے پلاؤ بھیک میں داخل نہیں ہے، کیونکہ بے تکلف دوستوں میں کھانے اور کھلانے کا سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے، ایک دوسرے کو کھلاتے پلاتے رہتے ہیں (۱)۔

۵...... اگر ان کے پاس رہنے اور سامان رکھنے کیلئے جگہ موجود ہے تو پھر ان کو مسجد کی الماری کو جو کہ قرآن پاک رکھنے کیلئے ہے اپنے کام میں نہیں لانا چاہئے (۲)، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ قرآن شریف اگر بجائے الماری کے طاق میں رکھ دیا جائے تو اس میں بے حرمتی کیا کی؟

۶...... یہ بے اختیاری چیز ہے (۳) لیکن اگر کبھی ان کو غلطی ہو جائے تو بہرے پن کی وجہ سے لقمہ میں دشواری پیش آئے گی۔

= "من سأل وله ما يغنيه، جاء ت مسألته يوم القيامة خدوشاً" أو "كدوحاً في وجهه". قالوا: يارسول الله! و ما غناه ؟ قال: "خمسون درهماً أو حسابها من الذهب". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۳۵، دار الفيحاء دمشق)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿أوصديقكم﴾ [سورة النور: ۶۱] "أى بيوت أصدقائكم و أصحابكم ، فلا جناح عليكم في الأكل منها إذا علمتم أن ذلك لا يشق عليهم، ولا يكرهون ذلك". (تفسير ابن كثير: ۳/۴۰۷، دار الفيحاء دمشق)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: بعثنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في سرية ....قال: "وما علمت أنها رقية، اقبضوا الغنم واضربوا لي معكم بسهم". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، أبواب الطب عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، باب ما جاء في أخذ الأجر على التعويذ: ۲/۲۶، سعيد)

(۲) "متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته". (الفتاوى العالمكيرية ،كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد و ما يتعلق به ، الفصل الأول في الوقف على المسجد و تصرف القيم وغيره في مال الوقف عليه : ۲/۴۶۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف ، فصل في أحكام المساجد: ۵/۴۲۰، رشيديه كوئٹه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿قل أرأيتم إن أخذ الله سمعكم و أبصاركم و ختم على قلوبكم مَن إلٰه غير الله يأتيكم به﴾ (سورة الأنعام : ۴۶)

وقال الله تعالىٰ: ﴿قل من يرزقكم من السماء والأرض أمن يملك السمع والأبصار﴾ (سورة يونس: ۳۱)

۷...... یہ بھی معذوری ہے(۱) لیکن اگر اس کی وجہ سے طہارت میں کمی رہے ان کو پتہ ہی نہ چلے کہ کپڑے پر ناپاک چھینٹ پڑ گئی تو اشکال ہوگا (۲)۔

۸...... مسجد میں مستقلاً رہنا نہیں چاہیئے (۳)، ان کیلئے کمرہ کا انتظام کر دیا جائے، وضو کی جگہ خارجِ مسجد ہو تو وہاں غسل کرنا، کپڑے دھونا بھی درست ہے (۴)۔

۹...... خدا کے ڈر سے رونا تو عیب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، بہت خوش قسمت ہے وہ شخص

---

(۱) (راجع، ص: ۲۰۶، رقم الحاشية: ۲)

(۲) "قال رحمه الله تعالىٰ: (والأعمىٰ)؛ لأنه لا يتوقى النجاسة، ولا يهتدى إلى القبلة بنفسه، و لا يقدر على استيعاب الوضوء غالباً. وفى البدائع: إذا كان لا يوازيه غيره فى الفضيلة فى مسجده فهو أولى، و مثله فى المحيط. و قد استخلف النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ابن أمّ مكتوم و عتبان بن مالك على المدينة، وكانا أعميين". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵، ۳۴۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

(وكذا فى بدائع الصنائع، فصل فى بيان من يصلح للإمامة: ۱/۳۶۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف، وإذا أراد أن يفعل ذلك، ينبغى أن ينوى الاعتكاف الخ. ولا بأس للغريب و لصاحب الدار أن ينام فى المسجد فى الصحيح من المذهب، والأحسن أن يتورع فلا ينام، كذا فى خزانة الفتاوى". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد اهـ: ۵/۳۲۱، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و مايكره: ۱/۶۶۱، سعيد)

(۴) "و من منتهياته التوضوء .... فى المسجد إلا فى إناء أو فى موضعٍ أعِدّلذلك". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ۱/۱۳۳، سعيد)

"لو بنى فوقه بيتاً للإمام لا يضر؛ لأنه من المصالح، أما لو تمت المسجدية، ثم أراد البناء، مُنع، و لو قال: عنيت ذلك، لم يصدق، تاترخانية". (الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب فى أحكام المساجد: ۴/۳۵۸، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل فى أحكام المساجد: ۵/۴۲۱، رشيديه)

جس کو یہ دولت نصیب ہو، اور وہ مقتدی بھی خوش قسمت ہیں جن کو خوفِ خدا سے رونے والا امام مل جائے (۱)۔

۱۰......عربی کے بعض حروف جھٹکے سے ادا ہوتے ہیں، اسی طرح وہ بھی ادا کرتے ہوں گے، اگر ملاقات ہوا اور زبانی ادا کرکے آپ بتلاتے تو اچھی طرح پتہ چل جائے کہ یہ صورت ہے تب اس کا حکم معلوم ہوتا۔

۱۱......وہ لقمہ دینے پر توجہ تو جب کریں جب وہ لقموں کو سنیں، بہرے پن کی وجہ سے نہ وہ لقمہ سنیں نہ وہ توجہ دیں۔ جہالت سے پیش آنا جہالت ہے جبکہ ان کے ساتھ کوئی جہالت نہ کرے تو وہ کیوں جہالت کریں، اگر کسی مقتدی کو واقعۃً کوئی اشکال پیش آئے تو اس کو چاہیے کہ اپنے امام کا احترام ملحوظ رکھ کر ادب سے ان کی خدمت میں عرض کریں اور ان کو چاہیے کہ وہ نرمی اور شفقت سے اس کا جواب دیں، نہ مقتدی امام صاحب کے احترام کے خلاف کوئی بات کہے، نہ امام صاحب کسی کو حقیر و ذلیل کریں، اسی میں خیر ہے (۲)۔

نماز وطہارت کے مسائل سے واقف ہونا تو بہت ضروری ہے ورنہ بسا اوقات نماز خراب ہو جائیگی اور پتہ بھی نہیں چلے گا، مقتدی کی نماز کا وبال بھی امام کے ذمہ رہے گا، جو شخص نماز وطہارت کے مسائل سے واقف نہ ہو اس کو امام نہ بنایا جائے (۳)۔ جھوٹا الزام عائد کرنا کبیرہ گناہ ہے، اس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے (۴)۔

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "سبعة يظلّهم الله فی ظله يوم لا ظل إلا ظله .... و رجل ذكر الله خالياً ففاضت عيناه". (صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب من جلس فی المسجد ينتظر الصلوة و فضل المساجد : ۹۱/۱، قديمی)

(۲) قال تعالیٰ: ﴿يأيها الذين اٰمنوا لا يسخر قوم من قوم عسی أن يكونوا خيراً منهم و لا نساءٌ من نساء عسی أن يكن خيراً منهن﴾. (سورة الحجرات: ۱۱)

(۳) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويدًا للقراء ة، ثم الأورع آھ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل فی بيان من هو أحق بالإمامة: ۲۶۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۳۴۲/۱، ۳۴۴، دار الكتب بيروت)

(۴) "خمس ليس لهن كفارة: الشرك بالله، و قتل النفس بغير حق، و بُهت مؤمن، والفرار من =

جو شخص صحیح پڑھتا ہو، اگر عربی ترجمہ نہ جانتا ہو نماز اس کی بھی صحیح ہوجائیگی، امام ہو یا مقتدی سب کا یہی حکم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۰ھ۔

امام صاحب اگر غلط مذاق کریں تو کیا حکم ہے؟

سوال[۲۶۵۱]: امام صاحب وضو کی جگہ بیٹھ کر گندا گندا مذاق کرتے ہیں، اور بھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ جس سے جماعت کے ٹوٹ جانیکا اندیشہ ہے اور مسجد کی صفائی بھی بند ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ یہ چیز آپ کے منصب کے خلاف ہے اس سے احتیاط فرمائیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۹۵ھ۔

بیوی کا نفقہ نہ دینے والے کی امامت

سوال[۲۶۵۲]: زید نے اپنی لڑکی کی شادی کی، جب داماد سے خرچہ نہ چلا تو باپ نے عدالت سے نکاح فسخ کرالیا، جس سے نکاح ہوا تھا، وہ طلاق نہیں دیتا اور امامت کرتا ہے۔ اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

= الزحف، و یمین صابرة یقتطع بها مالاً بغیر حق". أخرجه أحمد".

"من ذكر امرأ بشيء ليس فيه ليعيبه به، حبسه الله في نار جهنم حتى يأتي بنفاذ ما قال فيه". رواه الطبراني". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب النكاح، الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المائتين: البهت: ۴۱/۲، دار الفكر بيروت)

(۱) (راجع، ص: ۲۰۸، رقم الحاشية: ۳)

(۲) "عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذيّ". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ۴۱۳/۲، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض یک طرفہ درخواست پر نکاح ثانی کی عدالت کی طرف سے اجازت مل جانے پر پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا دوسرے نکاح کی ابھی اجازت نہیں (۱)۔ جو امام بیوی کو نہ آباد کرتا ہے نہ طلاق دیکر آزاد کرتا ہے وہ گنہگار ہے، اسکو برادری اور پنچائت کے ذریعے سے روکا جائے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرے یا اسکو طلاق دے کر آزاد کردے تاکہ بعد عدت وہ دوسری جگہ نکاح کرنے کی حقدار ہوجائے (۲)، ورنہ امامت سے الگ کردیا جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

---

(۱) "جاء رجل وامرأة إلى علي بن أبي طالب –رضي الله تعالى عنه– ومع كل واحد قيام من الناس، فأمرهم علي رضي الله تعالى عنه ،فبعثوا حَكَماً من أهله وحَكَماً من أهلها، ثم قال للحَكَمين: "ماعليكما؟عليكما إن رأيتما أن تجمعا، تجمعا، وإن رائيتما أن تفرقا ، تفرقاً. فقالت المرأة: رضيت بكتاب الله ماعليّ فيه ومالي. وقال الرجل: أما الفرقة، فلا، فقال علي رضي الله تعالى عنه: "كذبت –والله!– حتى تقر (بمثل الذي أقرت به)". دليل على أن رضاه شرط للفرقة ،فمالم يوكله للطلاق، ويفوض أمره إليه لا ينفذ طلاقه". (أحكام القرآن، للعلامة ظفر أحمد العثماني: ۲/۲۶۰، إدارة القرآن)

(۲) "قال سبحانه تعالى: ﴿وإن تحسنوا﴾ في العشرة مع النساء وتتقوا النشور والإعراض وإن تظافرت الأسباب الداعية إليهما ﴿وتصبروا﴾ على ذلك ولم تضطروهن على فوت شئ من حقو قهن أو بذل مايعز عليهن فإن الله كان بماتعملون من الإحسان والتقوى خبيراً فيجازيكم ويثيبكم على ذلك. ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء لاتقدروا ألبتة على العدل بينهن بحيث لايقع ميل ما إلى جانب في شان من الشؤن كالقسمة والنفقة والتعهد والنظر والإقبال والممالحة والمفاكهة والموانسة الخ ﴿ولو حرصتم فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة﴾ وهي كما قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: التي ليست مطلقة ولاذات بغل ﴿وإن تصلحوا وتتقوا فإن الله كان غفوراً رحيماً، وإن يتفرقا﴾ المرأة وبعلها: أي إن لم يصطلحا ولم يقع وفاق بو جهٍ مّامن الصلح وغيره، ووقعت بينهما الفرقة بطلاق. ﴿يغن الله كلاً من سعته وكان الله واسعاً حكيماً﴾". (روح المعاني، سورة النساء: ۵/۱۶۲، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

وقال سبحانه تعالى: ﴿ولا تمسكوهن ضراراً لتعتدوا، ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه﴾ (سورة البقرة: ۲۳۱)

(۳) "ويعزل به إلالفتنة". (الدرالمختار). "(يعزل به): أي بالفسق لو طرأ عليه، والمراد أنه يستحق العزل". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۴۹، سعيد)

سینما دیکھنے اور قوالی سننے والے کی امامت

سوال[۲۶۵۳]: ایک پیش امام صاحب جو ہمیشہ سینما دیکھتے ہیں اور قوالی بھی سننے جاتے ہیں اور ان کے لڑکے کی تجارت بھی سینما کی ہے اور خود امامت کرتے ہیں اور مصلی پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ ہم میں کیا ہے؟ اس کا جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

سینما دیکھنا اور قوالی سننا مستقل عیب ہے اس کے باوجود اپنے کو بے عیب سمجھنا بہت بڑا عیب ہے، قوالی کی حرمت "سکب الأنهر" (۱) اور فتاویٰ بزازیہ (۲) و تنقیح الفتاوی الحامدیہ (۳) میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قوالی سننے والے کی امامت

سوال[۲۶۵۴]: جیسا کہ آج کل عرسوں میں قوالی ہوتی ہے ان میں کسی امام مسجد کا شریک ہو کر سننا یا اس کو اچھا کہنا کیسا ہے؟ آیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟

---

(۱) "واستماع الملاهي حرام لقوله عليه السلام: "استماع صوت الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر: أي بالنعمة كما بسطه البزازي، أو لتغليظ الذنب كما في الاختيار، أو للاستحلال كما في النهاية". (سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۵۵۴/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (الفتاوى البزازية، كتاب الكراهية، الثالث فيما يتعلق بالمناهي: ۳۵۹/۶، رشيديه)

(۳) (تنقيح الفتاوى الحامدية، مسائل و فوائد شتى من الحظر والإباحة وغير ذلك و مطالبه في سماع الآلات المطربة: ۳۵۵/۲، تاجران ارگ بازار قندهار افغانستان)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۴۹/۶، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الثامن عشر في الغناء واللهو، و سائر المعاصي، والأمر بالمعروف: ۱۱۲/۶، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب تک دوسرا آدمی موجود ہوتو قوالی سننے والے عرس میں شریک ہونے والے کو امام نہیں بنانا چاہئے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایضاً

سوال[۲۶۵۵]: زید پیرزادہ ہے،موجودہ دور کی قوالی مع مزامیر سنتا ہے،رسم گاگر کرتا ہے(۲)، چادر مرغا جو لوگ قبر پر چڑھاتے ہیں اس کو بھی منع نہیں کرتا حتی کہ طواف قبر وسجدہ سے مانع نہیں ہوتا،ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس نماز کا کیا حکم ہے جو ایسے شخص کی امامت میں ادا کی گئی ہو؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

"من ذهب إلى الغزو و فاتته صلوة، فقد ارتكب سبع مائة كبيرةً". كذا عن الشيخ الرازى فما ظنك فيمن فاتته صلوة لمثل هذا الحضور .... و غرضه استماع الدف والمزمار واللعب بالرقص الذى أحدثه أولاً السامرى حين أخرج لهم عجلاً جسداً له خوار، و قد نقل صاحب الهداية فيها: أن المغنّى للناس إنما لا تقبل شهادته؛ لأنه يجمعهم على كبيرة، والقرطبى على أن هذا الغنى وضرب القضيب والرقص حرامٌ بالإجماع عند مالك وأبى حنيفة

---

(۱) "وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين، فتجب إهانته شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فى بيان الأحق بالإمامة ، ص:۳۰۲، ۳۰۳، قديمى)

(وكذا فى الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة : ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الصلاة،فصل: الجماعة سنة مؤكدة : ۱/۱۰۸ ،دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى الحلبى الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة، ص:۵۱۳ سهيل اكيڈمى لاهور)

(۲)" گاگر: مٹی کا وہ برتن جس میں شربت بھر کر منہ پر سرخ کپڑا اور پھولوں کے ہار ڈال کر مزاروں پر چڑھاتے ہیں"۔(فیروز اللغات،ص:۱۰۷۸،فیروز سنز، لاہور)

والشافعي وأحمد رحمه الله تعالىٰ في مواضع في كتابه، اهـ". الفتاوى البزازية: ٣٤٩/٣، على هامش الهندية (١)۔ وبسط الكلام في تنقيح الفتاوى الحامدية: ٣٥٥/٢(٢)۔

"اعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام و ما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو بالإجماع باطلٌ وحرام ما لم يقصدوها صرفها لفقراء الأنام، اهـ". الدرالمختار على هامش رد المحتار: ١٢٨/٢(٣)۔

"لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف واتخاذ السرج والمساجد عليها، و من الاجتماع بعد الحول كالأعياد، و يسمونه عرساً، اهـ". التفسير المظهری(٤)۔

جو شخص امورِ مذکورہ کا ارتکاب کرتا ہے، یا قدرت کے باوجود ان امور کو منع نہیں کرتا بلکہ بلا تکلف دیکھتا رہتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان امور سے ناخوش نہیں ہے، ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے(۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۴ھ۔

---

(۱) (الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ في المتفرقات: ۳۴۹/۶، رشيديه)

(۲) (تنقيح الفتاوى الحامدية، مسائل و فوائد شتى من الحظر والإباحة وغير ذلك و مطالبه، في سماع الآت المطربة: ۳۵۵/۲، تاجران كتب ارگ بازار قندهار افغانستان)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۴۹/۶، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۳۴۶/۸، رشيديه)

(۳) الدر المختار، كتاب الصوم، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۴۳۹/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۵۲۰/۲، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب مايلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قديمی)

(۴) (التفسير المظهرى: ۶۵/۲، سورة آل عمران: ۶۴، حافظ كتب خانه، كوئٹه)

(۵)" ويكره إمامة عبد وأعرابي و فاسق وأعمى". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، و بأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، و قد وجب عليهم إهانته شرعاً .... =

ساز پر گانے والے کی امامت

سوال[۲۶۵۶]: ایک شخص نائی ہے اور ساز پر گاتا ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نائی کا پیشہ درست ہے بشرطیکہ داڑھی نہ مونڈتا ہو، ساز پر گانا ناجائز ہے، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

ناچ گانے میں شرکت کرنے والے کی امامت

سوال[۲۶۵۷]: امام نماز پڑھا کر گھر چلا گیا، محلّہ میں ناچ گانا یا بھیڑ ہو رہی تھی، محلّہ کے کافی مسلمان اس میں شرکت فرماتے، اس مجلس میں روشنی کی ضرورت تھی، ایک شخص نے کہا گیس جلالو، حاضرین میں جتنے لوگ تھے گیس جلانا نہیں جانتے تھے، لوگوں نے کہا کہ امام صاحب کو بلالو وہ جلا دینگے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر امام صاحب واپس اپنے گھر چلے گئے۔اب محلّہ کے ایک سود خور حاجی صاحب کہتے ہیں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوگی، علیحدہ نماز پڑھتا ہے، باقی سب محلّہ کے لوگ امام صاحب کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں۔تو کیا ایسی صورت میں سب کی نماز درست ہو جاتی ہے یا نہیں؟

= علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قدیمی)

(۱) قال الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: "(یکره إمامة .... فاسق)". "(قوله: فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا و نحو ذلک". .... وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه، و بأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه، و قد وجب علیهم إهانته شرعاً .... بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل: ۱/۱۶۳، غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵، دارالکتب العلمیة، بیروت)

الجواب حامداً و مصلیاً:

ناچ گانا غلط کام کرنا اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے، جو لوگ اس میں شریک تھے سب ہی گنہگار ہونگے (۱)، پر گیس جلانے کے لئے امام صاحب کو بلانا اور بھی غلطی ہے، ان کے بلانے پر امام صاحب نے گیس جلا دیا، اگر نہ آتے تو اس کے سب مخالف ہو جاتے، ابھی تو ایک ہی آدمی مخالفت کرتا ہے پھر سب مخالفت کرتے، اس ڈر کے مارے اگر امام نے آکر گیس جلا دی تو اس کو ایسی سزا دینا کہ ایک حاجی صاحب اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ نماز کو ناجائز بتلاتے ہیں تو یہ زیادتی ہے۔ امام صاحب بھی استغفار کریں (۲) اور حاجی صاحب بھی ان کے پیچھے نماز پڑھا کریں۔ سود کا لینا دینا حرام ہے اور موجبِ لعنت ہے (۳) اس سے بھی حاجی صاحب باز آئیں اور توبہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿و من الناس من يشترى لهو الحديث﴾ (سورة لقمان: ٦)

"(لهو الحديث) على ما روى عن الحسن: كل ما شغلك عن عبادة الله تعالىٰ و ذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء و نحوها .... و ذكر بعض تلامذة البغوى فى كتابه الذى سماه "التغريب": أن الغناء حرامٌ فعله وسماعه .... و قال ابن الصلاح فى فتاواه بعد كلام طويل: فإذَنْ هذا السماع حرام بإجماع أهل الحل والعقد من المسلمين". (روح المعانى: ٦٧/٢١، ٦٩، دار إحياء التراث العربى بيروت)

"عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء الزرع". رواه البيهقى فى شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ٤١١/٢، قديمى)

(۲) قال العلامة النووى رحمه الله تعالىٰ: "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً، والتوبة من مهمات الإسلام و قواعده المتأكدة". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ٣٥٤/٢، قديمى)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفةً﴾ (سورة آل عمران: ١٣١)

"عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم آكل الربوا و موكله و كاتبه و شاهديه، و قال: "هم سواء". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربوا: ٢٤٤/١، قديمى)

غلط محفل میں شریک ہونے والے کی امامت

سوال [۲۶۵۸]: ایک شخص ہنسی گول کی جگہ اور گانے بجانے کی جگہ شوق سے بیٹھتا ہے اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسی مجالس میں شرکت ناجائز ہے اگر اس شخص سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے دوسرے کو امام بنانا چاہئے تاوقتیکہ یہ شخص توبہ نہ کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

گانے بجانے کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال [۲۶۵۹]: جو شخص ایسی مجلس میں نکاح پڑھائے جس میں باجے بجتے ہوں، تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس شادی میں خلافِ شرع امور: گانا بجانا وغیرہ ہوں اور پہلے سے معلوم بھی ہو تو اس میں شرکت منع ہے (۲) امام کو بھی اور مقتدی کو بھی، اگر امام نے ایسی جگہ نکاح پڑھا دیا اور شرکت کر لی ہے تو اس کو توبہ واستغفار

---

(۱) "ويكره إمامة عبد و أعرابي وفاسق وأعمى و مبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هذا إن وُجد غيرهم، وإلافلا كراهة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في البحرا الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "دُعي إلى وليمة و ثمة لعب أو غناء، قعد وأكل، فإن قدر على المنع فعل، وإلا صبر إن لم يكن ممن يُقتدى به، فإن كان (أي فإن كان هو المقتدى) و لم يقدر على المنع، خرج و لم يقعد، وإن علم أولاً، لا=

کرنا چاہئے اورآئندہ کو پرہیز کرنا چاہئے (۱)، اگر امام باز نہ آئے تو اس کی امامت مکروہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

گانے بجانے کی فحش مجلس اوراس کے روکنے والے امام کا حکم

سوال[۲۶۶۰]: ایک قریہ کے لوگوں نے بوقتِ نماز عشاء بالمقابل مسجد ایک مکان پر باجہ گراموفون لگا کر عوام الناس مذکر ومؤنث کو ہرقسم کے اور ہرعمر کے جمع کرکے تمام رات ایسی بے حیائی میں گزاری، قریہ مذکورہ کے امام نے بایں الفاظ منع کیا کہ ''او بے حیاؤ، بے شرموں اور بے سلیقہ کنجرو، دیوّثو! تمہیں

= یحضر أصلاً''. (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۴۷/۶، ۳۴۸، سعید)

(وکذا فی ملتقی الأبحر مع شرحه الدرالمنتقی، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات: ۵۵۰/۲، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إنما التوبة علی الله للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب، فأولئک یتوب الله علیهم، وکان الله علیماً حکیماً﴾ (سورة النساء: ۱۷)

وقال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحریم: ۸) ''وقال التوری: عن السماک عن النعمان عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه قال: التوبة النصوح أن یتوب من الذنب ثم لایعود فیه أو لا یرید أن یعود فیه. ولهذا قال العلماء: التوبة النصوح هو أن یقلع عن الذنب فی الحاضر، و یندم علی ما سلف منه فی الماضی، و یعزم علی أن لا یفعل فی المستقبل، ثم إن کان الحق لآدمی رده إلیه بطریقه''. (تفسیر ابن کثیر: ۵۰۳/۴، دارالفیحاء دمشق)

(۲)'' ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق وأعمی''. وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: ''(قوله: و فاسق) من الفسق و هو الخروج عن الاستقامة، و لعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وأکل الربا و نحو ذلک .... علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم''. (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، کتاب الصلوة، الأولی بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱۲۲/۱، مکتبه شرکة علمیة ملتان)

شرم نہیں آتی کہ بچوں کو جمع کر کے عورتوں کو بھی شامل کرتے ہو، یہ اغوا ہو جائیں گے، ایسی بے حیائی کی تعلیم دے رہے ہو"۔ آخر قوم نے یوں ہی رات بے ہودہ گوئی میں گزاری جیسے مثال کے طور پر ایک مصرع نقل کرتا ہوں۔ جس کے معنی یہ ہیں:

یعنی میری تماک میں تُو مکان کی چھت پر چارپائی نہ بچھا کیونکہ اب تو میں تمام کی تمام تیری ہی ہو چکی ہوں، جہاں میں کیوں شہرت کرتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

قوم کا یہ ہی شعار بن گیا ہے، اس سے قبل بھی چند مرتبہ ان کو منع کر دیا گیا تھا، مگر قوم باز نہ آئی تو امام نے اس قوم کی امامت چھوڑ دی، تعلیم قرآن چھوڑ دی، اب قوم اپنے استاد (جو کہ ان کی چند پشتوں کا امام رہ چکا ہے) کے خلاف طرح طرح کے منصوبے، غیبت و ناجائز حملے کر رہی ہے اور اپنا دوسرا امام تلاش کر رہی ہے اور قوم کہتی ہے کہ باجے ہمارے پیر صاحب سنتے اور بجاتے آئے ہیں، منع کہاں، اگر یہ بے حیائی ہوتی تو پیر صاحب کہاں سنتے وغیرہ وغیرہ۔ اور امام کہتا ہے کہ اگر اسلام میں ایسے کھیل کود تماشے کے کام جائز ہیں تو میں ایسے اسلام و ایمان سے بیزار ہوں جو سکھوں کی طرح ہر حال میں یعنی شادی میں ساز وغیرہ کے ساتھ شادی منائی جاوے اور موت کے وقت میں وہی ڈھولک مولک سے ماتم کی رسم ادا کی جاوے۔

علاوہ اس کے چند یوم کے بعد وہی باجہ بجانے والے دوسرے گاؤں سے ایک عورت بال بچے اور شوہر والی عورت اغوا کر کے رائے پور لے گئے اور مغویہ کو مسیحی مذہب میں داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے تاکہ مرتدہ کر کے نکاح اول توڑ جائے، یہ ہے اس وقت کے مسلمانوں کا ایمان۔ اب یہ قوم حق پرست ہے یا امامِ قوم؟ اب قوم حقِ استادی فراموش کر سکتی ہے یا نہیں؟ ایسی قوم کا صوم وصلوۃ درست ہے یا نہیں؟ امام عنداللہ مجرم ہے یا نہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے اور امام کے واسطے کیا حکم ہے؟ جواب صاف صاف تحریر فرمائیں۔ بحوالہ کتب مع دلائل شرعیہ کے۔ بینوا و توجروا۔

عام باغ، فقیر یہ ڈاکخانہ ہندہ، ضلع راولپنڈی، محمد شفیع، ۱۵/ شعبان/ ۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قوم کے یہ افعالِ شنیعہ ناجائز اور کبیرہ گناہ ہیں (۱) خاص کر غیر کی عورت کو اغوا کر کے مرتد بنانا کفر

---

(۱) "وفي السراج: ودلّت المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر. =

ہے(۱)، اگر وہ خدانخواستہ مرتد ہوکر مسیحی مذہب میں داخل ہوگئی تب بھی مفتیٰ بہ قول کے موافق پہلا نکاح فسخ نہ ہوگا (۲) اوراس کو مرتد بنانے والا، یا اس کے لئے مشورہ دینے والا کافر ہوجائے گا، اس عورت کو اس کے پہلے شوہر کے پاس واپس کرنا فرض ہے(۳)۔

اسی طرح گانے بجانے وغیرہ حرکات سے بھی توبہ لازم ہے(۴) اور جس طرح ہوسکے اپنے ناشائستہ

= قال أبو سعود: صوت اللهو و الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات.

قلت: وفي البزازية: استماع صوت الملاهي .... حرام لقوله عليه الصلاة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر". (الدرالمختار، كتاب الحظر و الإباحة: ۳۴۸/۶، ۳۴۹، سعيد)

"وفي الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام.......... اهـ". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

(۱) "وفي المحيط والفتاوىٰ الصغرىٰ أيضاً: من لقّن غيره كلمة الكفر ليتكلم بها، كفر الملقّن وإن كان على وجه اللعب والضحك. ومن أمر امرأة بأن ترتد .... كفر الآمر .... وفي المحيط: من أمر أحداً أن يكفر، كفر الآمر". (شرح فقه الأكبر، ص: ۱۸۲، ۱۸۳، قديمي)

(وكذا في التاتارخانية، فصل في تعليم الكفر و تلقينه والأمر بالارتداد: ۵۲۶/۵، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين: ۲۷۵/۲، رشيديه)

(۲) "(ولو ارتدت) .... وأفتى مشايخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً تيسيراً لا سيما التي تقع في الكفر". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹۴/۳، سعيد)

"(قوله: زجراً لها) عبارة البحر: حسماً لباب المعصية: الحيلة للخلاص منه .... الخ". (ردالمحتار)

(۳) "أن مَن أمر امرأة حتى ترتد عن الإسلام لتَبِين من زوجها، فهو كافر .... وفي المضمرات: وتجبر المرأة على الإسلام، وتضرب خمسة وسبعين سوطاً، وليس لها أن تتزوج إلا بزوجها الأول". (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في تعليم الكفر وتلقينه .... اهـ: ۵۲۶/۵، إدارة القرآن كراچي)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (التحريم: ۸) ....=

افعال سے توبہ کرکے امام صاحب کو راضی کریں اور امام صاحب کو بھی چاہیے کہ ان لوگوں کو نرمی اور شفقت کے ساتھ نصیحت کریں کہ اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور سخت الفاظ استعمال نہ کریں اور ان کے لئے دعا بھی کریں۔اور امام صاحب کو (یہ) بھی چاہیے دوسری جگہ نہ جائیں، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے قوم کی اصلاح فرمادیں۔البتہ اگر قوم سخت مخالف ہوجاوے اور امام صاحب کا رہنا دشوار کردے اور ان کے وہاں رہنے سے اصلاح کی توقع نہ ہو بلکہ فتنہ پیدا ہوتو امام صاحب کو چاہیے کہ کسی دوسری جگہ اپنا انتظام کرلیں۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ ۸/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۷/ شعبان/ ۵۷ھ۔

عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال [۲۶۶۱]: ایک شخص نے عدت کے دنوں میں نکاح کردیا ہے، اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر باوجود علم کے ایسا نکاح کیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور اس نکاح میں شریک ہونے والے اور باوجود قدرت کے اس نکاح کو نہ روکنے والے سب گنہ گار ہوئے، سب کے ذمہ توبہ علی الاعلان لازم ہے(۱)۔اگر اس شخص سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے، دوسرے کو

= "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: "يا أيها الناس! توبوا إلى الله، فإني أتوب إليه في اليوم مائة مرةً". (مشكوة المصابيح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الأول، ص: ۲۰۳، قديمي)

"وعن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن العبد إذا إعترف ثم تاب، تاب الله عليه". (المشكوة، المصدر السابق)

(۱)قال الله تعالى: ﴿إلا الذين تابوا وأصلحوا وبينوا﴾ (سورة البقرة: ۱۶۰)

"يدل على أن التوبة من الكتمان إنمايكون بإظهار البيان، وأنه لايكتفى في صحة التوبة بالندم على الكتمان فيما سلف دون البيان فيما استقبل". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۱۴۳، قديمي)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۲/۴۳۶، قديمي)

امام بنانا چاہیے تاوقتیکہ یہ شخص توبہ نہ کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال [۲۶۶۲]: ایک امام نے ایک شخص کے گھر میں اس کی سگی ہمشیرہ کا نکاح بغیر طلاق کر دیا اگر چہ لوگوں نے منع بھی کیا اور اس نے بعد میں اقرار کر کے توبہ کر لی ہے تو اب اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

رحمت خان، راجپوت ڈاکخانہ شاہ آباد، ضلع کرنال، پنجاب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورت مسئولہ میں وہ نکاح صحیح نہیں ہوا، کیونکہ جب تک پہلا شوہر زندہ ہے اور اس نے طلاق وغیرہ بھی نہیں دی تو اس کی عورت کا نکاح کسی جگہ شرعاً درست نہیں اور امام نے جو باوجود علم کے وہ نکاح پڑھایا تو امام گنہگار رہوا اور لوگوں کے سمجھانے سے نہ ماننے کی وجہ سے اَور سخت گناہ ہوا (۲)، لہٰذا ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے جب کہ کوئی دوسرا شخص اہل امام موجود ہو: "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق". درمختار: ۱/۵۲۳ (۳)۔ لیکن جب سب کے سامنے توبہ کر لی اور اپنی غلطی کا اقرار کر کے نادم ہوا تو اب اس کی امامت

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى ومبتدع لا يكفربها، وإن كفربها فلايصح الاقتداء به أصلاً، وولدالزنا، هذا إن وُجد غيرهم، وإلافلاكراهة". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والمحصنات من النساء إلاماملكت أيمانكم﴾ [سورة النساء: ۲۴] "أي وحرم عليكم من الأجنبيات المحصنات، وهن المزوجات". (تفسير ابن كثير، ۱/۶۲۹، دارالفيحاء، دمشق)

(۳) (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد) .... =

جائز ہے، لقوله علیه السلام :"التائب من الذنب كمن لاذنب له"(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۶/ ۸/ ۵۲ھ۔

صحیح :عبد اللطیف، ۶/ شعبان/ ۵۲ھ۔

مطلقہ مغلظہ کو بلا حلالہ کے رکھنے والے کی امامت

سوال[۲۶۶۳] : ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی، اس پر حکم شرعی معلوم کیا گیا تو علمائے کرام نے طلاق مغلظہ ثابت کرتے ہوئے حلالہ کا حکم دیا، لیکن یہ شخص مذکور حلالہ کو عار خیال کرتا ہے اور تعلقِ زوجین قائم رکھتے ہوئے اپنے پاس زوجہ کو رکھے ہوئے ہے، یہ شخص پنج وقت نماز کا امام ہے، جمعہ وعیدین وغیرہ کا امام کبھی برابر ہوتا ہے۔صورتِ بالا کے ہوتے ہوئے یہ امامت کی اہلیت رکھتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی جائیں گی وہ صحیح ہونگیں یا نہیں؟ اکثر لوگ اس واقعہ کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ایسی صورت میں اس کو امامت کرنی چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس عورت کو طلاقِ مغلظہ واقع ہو چکی ہے اس کو بلا حلالہ کے رکھنا حرام ہے، اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے:﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعدُ حتى تنكح زوجاً غيره﴾(۲) پھر جب تک شخصِ مذکور (اس) عورت کو جدا کر کے حرام کاری سے توبہ نہ کریں، اس وقت تک اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، اس کے

= (وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱۲۲/۱ ،شركة علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱۰۸/۱ ، دارإحياء التراث بيروت)

(۱)(مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۲۰۶/۱، قديمى)

(۲) (سورة البقرة: ۲۳۰)

"وعن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أن رفاعة القرظي رضى الله تعالىٰ عنه تزوج امراةً، ثم طلقها فتزوجت آخر، فأتت النبى صلى الله عليه وسلم فذكرته أنه لا يأتيها، وأنه ليس معه إلامثل هدبة. فقال: "لا، حتى تذوقى عسيلته ويذوق عسيلتك". (صحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب إذاطلقها ثلاثاً، تزوجت بعد العدة زوجاً غيره فلم يمسها : ۸۰۱/۲،قديمى)

پیچھے نماز پڑھنے سے فرض ادا ہو جائیگا مگر اس کو امام بنانے سے کراہت تحریمی کا گناہ ہوگا۔

"لو قدموا فاسقاً، يأثمون بناءً على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بأمور دينه، وتساهله في الإتيان بلوازمه، فلا يبعد منه الإخلال لبعض شروط الصلاة وفعل ما ينافيها، بل هو الغالب بالنظر إلى فسقه، ولذالم تجز الصلوة خلفه أصلاً عند مالك وروايةً عن أحمد، إلا أناجوزناها مع الكراهة لقوله عليه الصلاة والسلام : "صلوا خلف كل بر وفاجر..........". رواه الدار قطني. .... : لكن قال أصحابنا: لاينبغي أن يقتدى به إلا في الجمعة للضرورة فيها، بخلاف سائر الصلوة للتمكن من التحول إلى مسجد آخر فيما سوى الجمعة، وعليه يحمل عمل الصحابة والتابعين في الاقتداء بالحجاج، وعلى هذا فينبغي أن تكره الجمعة أيضاً إذا تعددت الجوامع كما في زماننا لإمكان التحول؛ إذ الفتوى على جواز التعدد".

كبيرى (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ۷/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶/ ۷/ ۶۱ھ۔

تین طلاق کے بعد رکھنے والے کے احکام: امامت، جنازہ، معاشرہ وغیرہ

سوال [۲۶۶۴]: ۱......زید نے بقائمیِ ہوش وحواس معززینِ شہر کے سامنے بجبر واکراہ تین طلاق دیدی، آیا دوبارہ اس مطلقہ کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ نکاح کر سکتا ہے اگر کر سکتا ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟

۲......اگر زید مذکور تین طلاق کے بعد تجدیدِ نکاح کرے اور دلیل میں یہ کہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے، اس لئے میں نے ایسا کیا۔ کیا یہ قول اس کا معتبر ہے؟

(الف) کیا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یا کسی اَور امام کا یہ مسلک ہے کہ تین طلاق کے بعد تجدید نکاح

---

(١) (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة : ٥١٣، ٥١٤، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع الرد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/ ٥٥٩، ٥٦٢، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/ ٦١٠، ٦١١، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الامامة : ١/ ٣٤٦، ٣٤٧، دار الكتب العلمية، بيروت)

کر کے مطلقہ کو رکھے؟

(ب) مقلد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہو کر ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) ایسے شخص کیساتھ معاشرت خورد ونوش مصاحبت وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

(د) اگر یہ شخص مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

(ہ) ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

(ز) اگر وہ لوگوں کے بتلانے کے بعد اس بیوی کو مثلِ منکوحہ سمجھے تو عام مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا معاملہ رکھنا چاہیے؟

(و) کیا اس کا کوئی کفارہ ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی، اب اس سے نکاح حرام ہے: ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (۱)۔

۲......اگر کوئی شخص بیک وقت تین طلاق دے مثلاً کہے: "أنت طالق ثلاثا". تو یہ طلاق مغلظہ باتفاقِ ائمہ اربعہ واقع ہو جاتی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف نہیں، ان کے نزدیک بھی تجدید نکاح بغیر حلالہ کافی نہیں، لہٰذا زید کا قول غلط ہے، ایسا شخص ائمہ اربعہؒ اور اجماع اور نصِ قطعی کے خلاف کرتا ہے، جب تک کہ شخص مذکور عورت مذکورہ سے قطع تعلق نہ کرے اور اپنی اس حرکت سے سچی توبہ نہ کرے اس سے معاشرت ومجالست ترک کردی جائے تا کہ وہ تنگ آکر اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے (۲)۔

---

(۱) (سورة البقرة : ۲۳۰)

"وعن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أن رفاعة القرظى تزوج امرأةً، ثم طلقها، فتزوجت آخر، فأتت النبى صلى الله عليه وسلم، فذكرته أنه لا يأتيها، وأنه ليس معه إلامثل هدبة، فقال: "لا، حتى تذوقى عسيلته ويذوق عسيلتك". (صحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب إذاطلقها ثلاثاً، ثم تزوجت بعد العدة زوجاً غيره، فلم يمسها : ۲/ ۸۰۱، قديمى)

(۲) قال الملاعلى القارى رحمه الله تعالىٰ تحت هذاالحديث: "(لايحل لرجل أن يهجر أخاه الخ) قال=

اس کی جنازہ کی نماز ضروری پڑھی جائے (۱)، البتہ اگر کوئی مقتدا شخص اس غرض سے اس کے جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو کہ لوگوں کو عبرت ہو اور وہ ایسے کام نہ کریں تو گنجائش ہے (۲)۔ زید مذکور کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے (۳)، پس کفارہ یہی ہے کہ عورت مذکورہ کو علیحدہ کردے اور خدا پاک کے سامنے سچی توبہ کرے، اس

= الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقها، إلا إذاكان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مرالأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح للملا على القارى، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القارى، كتاب الآداب، باب ماينهى من التحاسد الخ: ۲۲/۱۳۷، مطبعه خيريه بيروت)

(۱) "وهي فرض على كل مسلم مات خلابغاةوقطاع طريق إذ قتلوافي الحربِ وكذا مكابر في مصر ليلاً بسلاح وخناق". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبى: ۲/۲۱۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادى عشر في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ۱/۱۶۲، رشيديه)

(۲) "وعن مالك وغيره، أن أهل الفضل لايصلون على الفساق زجراً لهم". (الشرح الكامل للنووى على الصحيح لمسلم، كتاب الجنائز، باب ترك الصلاة على القاتل نفسه: ۲/۳۱۴، قديمى)

(۳) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدرالمختار). "(قوله: وفاسق): من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحوذلك، فقد عللو كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمردينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، باب الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، ۵۱۴، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة: ۳۰۲، ۳۰۳، قديمى)

نکاح کے دوام پر اصرار سخت خطرناک ہے۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل: " الأعلام المرفوعة فی حکم الطلقات المجموعة" اور "الأزهار المر بوعة" وغیرہ بھی تصنیف ہوئے ہیں، جن میں استدلال بالحدیث کی حیثیت سے کافی بحث کی گئی ہے۔

"وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث، قال فی الفتح بعد سوق الأحاديث الدالة عليه: وهذايعارض ماتقدم، وأما إمضاء عُمَر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بأنهاكانت واحدةً، فلايمكن إلا وقد اطلعوا فی الزمان المتأخر على وجود ناسخ أولعلمهم بانتهاء الحكم لذلك لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفاءها فی الزمن المتأخر. وقول بعض الحنابلة: تُوفّی رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مائة ألف عين رأته فهل صح لكم عنهم أو عن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل؟ أما أولاً فإجماعهم ظاهر؛ لأنه لم ينقل عن أحدمنهم أنه خالف عمر رضی الله تعالیٰ عنه حين أمضى الثلاث، ولا يلزم فی نقل الحكم الإجماعی عن مائة ألف تسمية كل فی مجلد كبير لحكم واحد على أنه إجماع سكوتی، وأما ثانياً فالعبرة فی نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدين.

والمائة ألف لايبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم أكثر من عشرين كالخلفاء والعبادلة وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وأنس وأبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنهم أجمعين، والباقون يرجعون إليهم ويستفتون منهم. وقد ثبت النقل عن أكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث، ولم يظهرلهم مخالف - فماذابعدالحق إلاالضلال - وعن هذاقلنا: لو حكم حاكم بأنها واحدة لم ينفذ حكمه؛ لأنه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف". شامی: ۲/ ۵۷۶(۱)۔

إعلاء السنن جلد ۱۱، کے اخیر میں اس مسئلہ پر نہایت مبسوط ومدلل کلام کیا ہے، من شاء البسط

(۱) (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۳۳، سعيد)

(وكذا فی فتح القدير، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة: ۳/۴۶۹، مصطفیٰ البابی الحلبیؔ، مصر)

فلیراجع إلیه (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/ ٦٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور، یوپی، ۱۹/شوال/ ٦٦ھ۔

محض ضد میں طلاق دینے والے کی امامت

سوال [۲٦٦۵]: ایک شخص نے مولوی عالم ہوکر اپنی عورت کو محض اس وجہ سے طلاق دی کہ میرے بہنوئی نے میری بہن کو طلاق دی ہے یعنی ایک کی بہن دوسرے کو بیاہی تھی، جب پہلے اس نے مولوی صاحب کی بہن کو طلاق دے دی ہے تو مولوی صاحب نے بھی ضداً اس کی بہن کو طلاق دیدی، پھر علاوہ ازیں مہر خرچ وغیرہ نہیں دیتا۔ تو کیسا ایسے ظالم کے پیچھے نماز پڑھنا اور سلام، طعام کا معاملہ رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لوگ اس ظلم یا اس سے بڑے ظلم (حق اللہ یا حق العباد کو تلف کرنے میں) ملوث نہ ہوں ان کو چاہیئے کہ ایسے شخص کو اپنی نماز کے لئے امام نہ تجویز کریں (۲)، سلام، طعام کے ترک کرنے سے بہتر یہی ہے کہ ان کو اصلاح پر آمادہ کیا جائے، ورنہ آج کل سلام طعام کے ترک کرنے سے صلاح نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات طبیعت میں ضد پیدا ہوجاتی ہے، خاص کر اہلِ علم حضرات جن کا کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق نہ ہو اور وہ خود فکر اصلاح سے خارج ہوں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (اعلاء السنن، کتاب الرقة هل وقوع الطلاق البدعی مسألة خلافية بين الصحابة والتابعين: ۱۱/۷۵۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراچی)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". وفي رد المحتار "(قوله: وفاسق): من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك، فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ۱/۵۵۹، ۵٦۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، باب الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) اگر قطع تعلق سے اصلاح کی امید ہو تو اس سے قطع تعلق کرنے کی گنجائش ہے: .... =

زبردستی طلاق کی وجہ سے امامت درست ہوگی یا نہیں؟

سوال[۲۶۶۶]: زید کو بہکا کر سسرال والوں نے اپنے گھر بلالیا اور کورے کاغذ پر انگوٹھے کا نشان لگوالیا، اس کے بعد زید گھر آگیا، مگر چند لوگ امام مسجد کے ساتھ ہیں اور خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ کوئی دھوکہ والی بات نہیں، زید اپنی بیوی کے پاس گیا، امام ہونے کی وجہ سے لوگوں نے یقین کرلیا اور لڑکا یعنی زید اس کے ساتھ کردیا، لڑکی والے نے گھر لیجا کر اس کو مارا پیٹا اور زبردستی طلاق لے لی، لڑکی بے پردہ رہتی ہے۔ وہ امامت کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام صاحب نے بلاوجۂ شرعی محض دھوکہ دے کر دیدہ دانستہ اس طرح جبراً طلاق دلوانے میں مدد کی ہے تو وہ بھی گنہگار ہوئے کہ انہوں نے ظالم کی مدد کی ہے، اگر وہ توبہ نہ کریں اور اپنی غلطی کا اقرار نہ کریں تو ان کو امام بنانا مکروہ ہوگا (۱)۔ اگر حالات دوسرے ہوں تو حکم بھی دوسرا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ۔

= قال الملاعلي القارى رحمه الله تعالىٰ تحت حديث: "لايحل لرجل أن يهجر أخاه الخ": "قال الخطابى: رُخّص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقها، إلا إذاكان الهجران فى حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مرالأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح للملا على القارى، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، واتباع العورات، الفصل الاول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، رشيديه)

(وكذا فى عمدة القارى شرح البخارى، كتاب الآداب، باب ماينهى من التحاسد والتدابر الخ: ۱۳۷/۲۲، مطبعه خيريه بيروت)

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمى". (الدرالمختار) وفى رد المحتار: "(قوله: وفاسق): من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربا ونحوذلك، فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ۵۵۹/۱، ۵۶۰، سعيد) .... =

خالہ اور بھانجی کا ایک شخص سے نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال[۲۶۶۷]: ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے، صحیح ظن سے قرآن قرات میں پڑھ سکتا ہے، نماز جمعہ بھی وہی پڑھاتے ہیں جو کہ خطبہ میں پڑھتے ہیں، ہر روز پنجگانہ اذان بلا وضو کے دیتے ہیں، چند اشخاص اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا وضو اذان دینا ٹھیک نہیں ہے، لیکن امام صاحب اس پر اصرار کرتے ہیں کہ بلا وضو اذان دینا جائز ہے اور صحیح ہو جاتی ہے۔ اور وہ پیش امام عقائد نکاح سے بالکل واقفیت نہیں رکھتے ہیں، ایک نکاح امام صاحب موصوف نے ناجائز پڑھا دیا ہے، نکاح بحیثیتِ دستور طریقہ سے پڑھایا، ایک شخص کے گھر میں خالہ موجود ہے اس کی بھانجی سے اس کا نکاح جائز قرار دے دیا، آیا یہ مسئلہ جائز ہے یا نہیں؟ خالہ اور بھانجی ایک مرد کے عقد میں رہ سکتی ہیں؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

آپ نے لکھا ہے کہ "ایک پیش امام مسجد ناظرہ حافظ ہے"، اس کا مطلب میں نے نہیں سمجھا "ناظرہ حافظ" کسے کہتے ہیں؟ قراتِ قرآن شریف میں کیا غلطی کرتے ہیں؟ اس کو لکھئے کیونکہ غلطی معمولی ہوتی ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور بعض غلطی سخت ہوتی ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، خطبہ کے متعلق کیا لکھا ہے سمجھ میں نہیں آیا، صاف صاف لکھئے۔

اذان کے لئے افضل یہ ہے کہ باوضو کہے لیکن اگر بے وضو کہدے تب بھی ناجائز نہیں، بلکہ درست ہے: "ویکره أذان جنب، وإقامة محدث لا أذانه علی المذهب الخ". درمختار: ۱/۴۰۷(۱)۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة، ۱/۱۰۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي علي مراقي الفلاح، فصل في بيان الأحق بالإمامة: ۳۰۲، ۳۰۳، قديمي)

(۱) (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۴، رشيديه)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۷۵، مكتبة غفارية، كوئٹه)

امام صاحب کواگر معلوم تھا کہ اس شخص کے گھر میں ایک عورت پہلے سے موجود ہے اوراب دوسری سے نکاح کرتا ہے اور وہ دوسری بھانجی ہے پہلی خالہ ہے اور یہ ناجائز ہے تو وہ شخص اور وہ عورت اور امام صاحب جس قدر لوگ نکاح میں شریک ہوئے سب پر توبہ لازم ہے، اور جس کو علم نہیں تھا وہ گنہ گار نہیں ہوگا (۱)۔

اب لازم ہے کہ اس مرد اور عورت میں تفریق کرادیں (۲) اور امام صاحب اور سب شریک ہونے والے توبہ کریں اور امام صاحب توبہ نہ کریں تو ان کو امامت سے علیحدہ کردیا جائے بشرطیکہ دوسرا آدمی امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو (۳)۔ وہ مرد وعورت اگر مفارقت نہ کریں اور باوجود فہمائش کے نہ مانیں تو سب مل کر ان سے قطع تعلق کرلیں تا کہ وہ دونوں تنگ آکر توبہ کریں (۴)، اگر وہ شخص دوسری عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو فی

---

(۱) "ومن استحل حراماً وقد عُلم تحريمه في الدين: أي ضرورة كنكاح المحارم أو شرب الخمر .... وعن محمد رحمه الله بدون الاستحلال ممن ارتكب كفر: أي في رواية شاذة عنه "والفتوى على الترديد إن استعمل مستحلاً كفر، وإلالا، فإن ارتكب من غير استحلال فسق". (شرح الملاعلى القاري على الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكنايه، ص: ۱۸۸، قديمي)

(۲) "ولايجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها لقوله عليه السلام: "لاتنكح المرأة على خالتها، ولا على عمتها، ولا على ابنة أخيها، ولاعلى ابنة أختها". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۸، ۳۰۹، شركة علميه ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

"يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدر المختار، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الرابع في المحرمات بالجمع: ۱/۲۷۷، رشيديه)

(۳) "ويكره إمامة عبدو أعرابي وفاسق وأعمى ومبتدعٍ لايكفر بها، وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد زنا، هذا إن وُجد غيرهم، وإلافلا كراهة". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشيديه)

(۴) "رُخّص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوزفوقها، إلا إذاكان الهجُران في حقٍ =

الحال دونوں کو الگ کردے اور پہلی کو طلاق دیدے جب اس کی عدت ختم ہو جائے تب دوسری سے نکاح کرے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم،۱۶/۱۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا۔

سوتیلی نانی سے نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال[۲۶۶۸]: ۱......ایک شخص نے اپنی ماں کی ماں سے یعنی سوتیلی نانی سے نکاح کرلیا ہے، آیا یہ نکاح کیسا ہوا ہے، اور سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے یا نہیں؟

۲......اگر محرمات میں ہے تو جس شخص نے اس کا نکاح پڑھایا اور جولوگ اس میں شامل ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

۳......اگر نکاح پڑھانے والا امام ہو اور لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو تو اس کے لئے امامت درست ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ سوتیلی نانی محرمات میں سے ہے تو نکاح فسخ کردیا جائے یا نہیں؟ اور امام صاحب جتنے دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے ہیں وہ نماز لوٹانا پڑے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

= من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر الخ:۸/۷۵۸،رشيديه)

راجع للتفصيل: (فيض القدير، (رقم الحديث ۹۹۶۲) : ۱۲/۶۵۲۱،نزار مصطفى الباز رياض)

(۱)"وإن أراد أن يتزوج إحداهما بعد التفريق، فله ذلك إن كان التفريق قبل الدخول، وإن كان بعد الدخول، فليس له ذلك حتى تنقضي عدتها، وإن انقضت عدة إحداهما دون الأخرى، فله أن يتزوج المعتدة دون الأخرى مالم تنقض عدتها، وإن دخل بإحداهما، فله أن يتزوج دون الأخرى مالم تنقض عدتها، وإن إنقضت عدتها، جازله أن يتزوج بأيتهما شاء، كذافي التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۱/۲۷۸،رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في المحرمات:۳/۴۱،سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......سوتیلی نانی سے کیا مراد ہے، اگر یہ مراد ہے کہ حقیقی ماں کی سوتیلی ماں یعنی حقیقی نانا کی بیوی، پھر تو اس سے نکاح ناجائز ہے:"حرم أصله وفرعه، وزوجة أصله وفرعه مطلقاً ولوبعيداً اه". درمختار(۱)۔

اوراگر یہ مراد ہے کہ سوتیلی ماں کی حقیقی ماں یعنی کسی عورت سے اس کی باپ نے دوسرا نکاح کرلیا اس عورت کی حقیقی ماں یاسوتیلی ماں سے اس نے نکاح کرلیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے:

" قال الخير الرملي: ولاتحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الإبن ولابنتها ولازوجة الربيب ولا زوجة الرابّ الخ". درمختار(۲)۔

۲......جائز نکاح پڑھنا اوراس میں شامل ہونا تو جائز ہے اورناجائز نکاح پڑھنا اوراس میں شامل ہونا جائزنہیں، جوازعدم جواز سے نمبر:"۱" سے معلوم ہوسکتا ہے۔

۳......اگر جائز سے پڑھایا ہے پھرتو اس کی امامت میں کوئی اشکال نہیں، اگر ناجائز نکاح پڑھایا ہے اورمسئلہ سے واقف ہوتے ہوئے ایسا کیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اورمرداورعورت نیز شرکاء سب کو گناہ ہوا سب کوتوبہ لازم ہے(۳)۔اورمردوعورت میں تفریق ضروری ہے(۴)، اگرامام توبہ نہ کرے تواس کوامام نہ

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۸/۳، ۳۱، سعيد)

قال الله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم أمّهٰتكم﴾ (النساء: ۲۳)

"عموم في جميع مايتناوله الاسم حقيقةً، ولا خلاف أن الجدات وإن بَعُدن محرمات، واكتفى بذكر الأمهات؛ لأن اسم الأمهات يشملهن كما أن اسم الأباء يناول الأجداد وإن بَعُدوا". (أحكام القرآن للجصاص: ۱۷۶/۲، قديمى)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳۲۳/۱، دارإحياء التراث العربى، بيروت)

(۲) (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ۳۱/۳، سعيد)

(۳) "واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح اللنووى على مسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمى)

(۴)"يجب على القاضي التفريق بينهما".(الد ر المختار، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳،سعيد)=

بنایا جائے (۱)۔

اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر ایسا کیا ہے تو گناہ نہیں ہوا (۲)، البتہ تفریق پھر بھی ضروری ہے۔ جو نمازیں ایسے امام کے پیچھے لوگ پڑھ چکے ہیں اس نکاح پڑھانے کی وجہ سے ان کا اعادہ کسی حال میں لازم نہیں، خواہ نکاح جائز پڑھایا ہو خواہ ناجائز، جواز عدم جواز کا حال نمبر: ا میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۵۹ھ۔

زبردستی نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال [۲۶۶۹]: ہندہ سے بکر زبردستی زیادہ مہر پر نکاح کروایا گیا، اس نکاح کے متعلق مسجد کا مستقل امام بخوبی واقف ہے۔ جب کمیٹی اور بکر کے درمیان نکاح و مہر کے متعلق جدوجہد ہوئی اس وقت پر وہ بھی حاضر تھے اور جان گئے کہ نکاح بالکل جبراً ہو رہا ہے، مگر کمیٹی کو کوئی شرعی رائے دیئے بغیر کمیٹی کا حکم پاتے ہی نکاح پڑھ دیا گیا۔ ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے؟ اس نکاح کے بعد وہ جو نکاح پڑھائے گا تو وہ شریعت کی بنیاد سے درست ہو سکتا ہے یا نہیں؟

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الرابع في المحرمات: ١/٢٧٧، رشيديه)

(١) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٥٥٩، ٥٦٠، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/١٢٢، شركة علميه ملتان)

(٢) "رُفع عن أمتي الخطاء والنسيان". الحديث: أي إثمه لاحكمه .... وقال ابن الهمام: قوله رفع الخطاء من باب المقتضى ولاعموم له؛ لأنه ضروري فوجب تقديره على وجه يصح والإجماع على أن رفع الإثم مراد، فلا يراد غيره الخ". (فيض القدير: ٣٤٠٣/٧، ٣٤٠٤، (رقم الحديث: ٤٤٦١)، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز، رياض)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگرامام صاحب نے بھی اس ظلم میں حصہ لیا ہےتو وہ گناہ میں شریک ہیں (۱)، تاہم اس کے بعد جونکاح پڑھیں گے وہ صحیح ہو جائیں گے، نکاح خواں سفیر محض ہوتا ہے، کذا فی بحر الرائق۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۹ھ۔

حمل ساقط کرانے والے کی امامت

سوال [۲۶۷۰]: ایک شخص نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا، بعد دو ماہ کے پتہ چلا، تشخیص کرائی تو معلوم ہوا کہ منکوحہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل حرام سے ہے، تب اس حمل کو ایک ناگوار سمجھ کر قصداً ساقط کرا کر پھر دوبارہ الٹا کر نکاح کیا۔ اب اسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

حافظ عظمت اللہ، مقام مصطفیٰ آباد، محلہ قاضیان، ضلع انبالہ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہو چکا تھا، حمل ساقط کرا کے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ تھی، البتہ وضعِ حمل سے پہلے صحبت کرنا درست نہ تھا (۲)، قصداً حمل کو ساقط کرنا ایسی صورت میں سخت گناہ ہے (۳)۔ اگر باوجود علم کے ایسا کیا ہے تو توبہ کرنا لازم ہے (۴)، اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امام نہ بنایا جائے، بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کا اہل

---

(۱) کسی بھی معصیت میں اعانت کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے: قال الله تعالیٰ ﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ الآية.

(۲) "وصح نكاح حبلى من زنى، لا حبلى من غيره وإن حرم و طؤها و دواعيه، حتى تضع -متصلٌ بالمسألة الأولى- لئلا يسقى ماؤه زرع غيره". (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۸/۳، ۴۹، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳۱۲/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا الموء ودة سُئلت بأىّ ذنب قُتلت﴾ (سورة التكوير: ۸، ۹، الاية)

"إسقاط الحمل حرام بإجماع المسلمين، وهو من الوأد الذى قال تعالیٰ فيه وإذا الموء ودة سئلت بأىّ ذنب قتلت) (فتاوى ابن تيمية: ۲۱۷/۴، بحواله جديد فقهى مسائل، مصنفه مولانا سيف الله رحمانى)

(۴) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة على الفور سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". =

ہو اور یہ جب صدق دل سے توبہ کرلے تو اس کو امام بنانے میں بھی مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۸/ ۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ شعبان/ ۵۳ھ۔

زانیہ کے شوہر کی امامت

سوال [۲۶۷۱]: زید کی شادی ایک عورت سے ہوئی جس کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی، لڑکی جب دو سال کی ہوئی تو عورت مذکور دیگر شخص سے ناجائز تعلقات پیدا کر کے اس کے ہمراہ چلی گئی زید کی عدم موجودگی میں، زید اور اس کے اعزہ واقارب ایک برس تک تلاش کرنے میں نہایت پریشان رہے، عدالتی کاروائی بھی چھ ماہ تک رہی لیکن ناکامیاب رہے۔ بعد عرصہ ایک برس تقریباً اتفاقاً ایک جگہ سے ہمراہ زانی کے وہ پکڑی گئی جب کہ وہ حاملہ تھی بدکاری سے اس وقت قطعاً زید کے ساتھ رہنے کو پسند نہ کرتی تھی لیکن زبردستی زید نے پکڑ کر اس کے والدین کے سپرد کردی۔

کچھ روز بعد اس کے بطن سے زنا کا لڑکا تولد ہوا، اس کے تولد ہونے کی خبر اس کے والدین نے زید کو بھی دی، اس وقت زید کی رضامندی بھی اس کو اپنے گھر میں آباد کرنے کی نہ تھی، لیکن بعد از ایک برس اس کے والدین نے منت سماجت کی کہ ہماری عزت اسی میں ہے کہ آپ ہماری لڑکی کو مع لڑکے مذکور کے گھر میں آباد کرلیں، زید نے اس خیال سے کہ اس کے والدین نہایت دیندار اور مخلص ہیں اور لڑکی نے بقول اس کے والدین توبہ بھی کرلی ہے اس کو اپنے گھر آباد کرلیا، ہمراہ لڑکا بھی آیا جس پر لوگوں کا خیال ہے بہت بُرا ہوا، کیونکہ زید بذاتِ خود بہت دیندار حافظ

= (شرح مسلم للنووی، کتاب التوبة: ۲/ ۳۵۴، قدیمی)

(۱) "ویکره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار). "فإن أمكن الصلوة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد.......... (قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني و آكل الربا و نحو ذلك". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۶۱۰، رشيديه)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۷، سعيد)

قرآن اور متقی ہے، نیز امام مسجد اور پیری مریدی بھی کرتا ہے، کیونکہ امام کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا جب زنا سے پیدا ہوا لڑکا بھی زید کے گھر میں ہے اور وہ عورت مذکور بھی، اس صورت میں شریعتِ اسلامیہ کے نزدیک امامت کرانے میں کوئی قباحت تو نہیں، اگر ہے تو شریعتِ اسلامیہ کا ایسے متقی امام کے لئے کیا حکم ہے؟ اس معاملہ کی بناپر انگشت نمائی بہت ہوتی ہے اس لئے فتویٰ کی ضرورت ہوئی تاکہ جواب ہو سکے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید اپنی بیوی کی اس حرکت سے خوش نہیں بلکہ ناخوش ہے اور اب جب کہ زوجہ نے توبہ کرلی ہے تو پھر کیا اشکال ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف سے سچی توبہ کا مقبول ہونا ثابت ہے (۱)۔ اگر بالفرض زید کی زوجہ اب بھی حرام کاری میں مبتلا ہے اور زید اس حرام کاری سے ناخوش ہے اور زوجہ کو روکتا ہے مگر وہ باز نہیں آتی تو ایسی صورت میں بھی زید کے ذمہ واجب نہیں کہ اس زوجہ کو طلاق دے: "و لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة اهـ". در مختار (۲)۔ زید کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۶۲ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً، عسى ربكم أن يكفّر عنكم سيئاتكم و يدخلكم جنت تجرى من تحتها الأنهار﴾ (سورة التحريم: ۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ قل يعبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله، إن الله يغفر الذنوب جميعاً، إنه هو الغفور الرحيم﴾ (سورة الزمر: ۵۳)

عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "والذى نفسى بيده! لو لم تذنبوا، لذهب الله بكم و لجاء بقوم يذنبون، فيستغفرون الله فيغفر لهم". رواه مسلم".

"عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". رواه ابن ماجة والبيهقى فى شعب الإيمان، وقال: تفرد به النهرانى وهو مجهول. وفى شرح السنة: روى عنه موقوفاً. قال: "الندم توبة، والتائب كمن لا ذنب له". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۱/۲۰۳، ۲۰۶، قديمى)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۶/۴۲۷، سعيد)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية، الباب الثلاثون فى المتفرقات: ۵/۳۷۲، رشيديه)

زوجِ مزنیہ کی امامت

سوال[۲۶۷۲]: زید کی شادی ایک عورت سے ہوئی جس کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی، لڑکی جب دو سال کی ہوئی تو عورت مذکور نے دیگر شخص سے ناجائز تعلقات پیدا کر کے اس کے ہمراہ چلی گئی زید کی عدم موجودگی میں۔ زید اور اس کے اعزہ واقارب ایک برس تک تلاش کرنے میں نہایت پریشان رہے، عدالتی کارروائی بھی چھ ماہ تک رہی لیکن ناکامیاب رہے۔

بعد عرصہ ایک برس تقریباً اتفاقاً ایک جگہ سے ہمراہ زانی کے وہ پکڑی گئی، جب وہ حاملہ تھی بدکاری سے، اس وقت قطعاً زید کے ساتھ رہنے کو پسند نہ کرتی تھی، لیکن زبردستی زید نے پکڑ کر اس کے والدین کے سپرد کر دی۔ کچھ روز بعد اس کے بطن سے زنا کا لڑکا تولد ہوا، اس کے تولد ہونے کی خبر اس کے والدین نے زید کو بھی دی، اس وقت زید کی رضامندی بھی اس کو اپنے گھر میں آباد کرنے کی نہ تھی لیکن بعد از ایک برس اس کے والدین نے منت سماجت کی کہ ہماری عزت اس میں ہے کہ آپ ہماری لڑکی کو مع لڑکے مذکور کے اپنے گھر میں آباد کر لیں۔ زید نے-اس خیال سے کہ اس کے والدین نہایت دین دار اور مخلص ہیں اور لڑکی نے بقول اس کے والدین کے توبہ بھی کر لی ہے-اس کو اپنے گھر میں آباد کر لیا ہے، ہمراہ لڑکا بھی آیا، جس پر لوگوں کا خیال ہے کہ بہت برا ہوا کیونکہ زید بذاتِ خود بہت دین دار حافظ قرآن اور متقی ہے، نیز امام مسجد اور پیری مریدی بھی کرتا ہے کیونکہ امام کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے۔

اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ آیا جب زنا سے پیدا ہوا لڑکا بھی زید کے گھر میں موجود ہے اور وہ عورت مذکور بھی۔ اس صورت میں شریعتِ اسلامیہ کی طرف سے امامت کرانے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ اگر ہے تو شریعتِ اسلامیہ کا ایسے متقی امام کے لئے کیا حکم ہے؟ اس معاملہ کی بناء پر انگشت نمائی بہت ہوتی ہے، اس لئے فتویٰ کی ضرورت ہوئی تاکہ جواب ہو سکے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اپنی بیوی کی اس حرکت سے خوش نہیں بلکہ ناخوش ہے اور اب جب کہ زوجہ نے توبہ بھی کر لی ہے تو

پھر کیا اشکال ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف سے سچی توبہ کا مقبول ہونا ثابت ہے (۱)۔ اگر بالفرض زید کی زوجہ اب بھی حرام کاری میں مبتلا ہے اور زید اس حرام کاری سے ناخوش ہے اور زوجہ کو روکتا ہے مگر وہ باز نہیں آتی تو اس صورت میں بھی زید کے ذمہ واجب نہیں کہ اس زوجہ کو طلاق دے: "ولا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة، اھ". درمختار: ۵/۳۰۳ (۲)، لہٰذا زید کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جس امام کی بیوی کا تعلق کسی غیر سے ہو اس کی امامت

سوال [۲۶۷۳]: ایک حافظ صاحب ایک محلہ کی مسجد میں امامت کرتے تھے، اس محلہ کا ایک لڑکا امام صاحب کے گھر آتا جاتا تھا، بتلایا گیا کہ امام صاحب کی بیوی سے اس لڑکے کا ناجائز تعلق ہے، اتفاق سے ایک روز وہ لڑکا پکڑا گیا اس حالت میں کہ عورت مکان کے باہر صحن میں تھی اور لڑکا مکان کے اندر دروازہ بند کئے ہوئے تھا، اس پر کچھ تنبیہ کر کے چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد امام صاحب نے مسجد سے امامت چھوڑ دی اور اپنے گھر رہے اور کوئی بات آج تک نہیں ہوئی۔ امام صاحب بذات خود نیک اور شریف ہیں، دوسرے محلہ کے لوگ ان کو اپنی مسجد میں امام رکھنا چاہتے ہیں، آیا ان کو امام رکھنا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شخص مذکور کی امامت جبکہ وہ نیک ہیں، شریف ہیں قطعاً جائز ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن العبد إذا اعترف وتاب، تاب الله علیه". (مشكاة المصابيح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الأول، ص: ۲۰۳، قديمی)

"وعن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة المصابيح، باب التوبة والاستغفار، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، قديمی)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل كتاب إحياء الأموات: ۶/۴۳۱، سعيد)

(۳) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد) =

فاجرہ کے شوہر کی امامت

سوال[۲۶۷۴]: ایک شخص کی بیوی دوسرے آدمی کے ساتھ چلی گئی اور کافی عرصہ اس کے پاس رہی، اس عرصہ میں اس عورت سے ایک بچہ اغواء کنندہ کا پیدا ہوا ہے، بعدہ اس کا خاوند عورت مذکورہ کو لایا اور اپنے گھر عورت مذکورہ کو آباد کرلیا، کیا اس عورت کا خاوند امام بن سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اس کا خاوند یہ بھی کہتا ہے کہ عورت تائب ہوگئی ہے۔ بالدلیل بیان فرمایا جائے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر عورت فاجرہ ہو اور شوہر اس کے فجور سے رضامند نہ ہو بلکہ اس کو منع کرتا ہو اور عورت باز نہ آتی ہو تو اس کا گناہ شوہر پر کچھ نہیں اور شوہر کے ذمہ ایسی عورت کو طلاق دینا واجب نہیں: "له امرأة فاسقة لاتنزجر بالزجر، لایجب تطلیقها، کذا فی القنیة،اهـ". عالمگیری: ۵/۳۷۲(۱)۔

"لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة. اهـ". درمختار۔ "ولاعلیها تسریح الفاجره إلا إذا خافا أن لایقیما حدود الله، فلابأس أن یتفرقا اهـ. مجتبیٰ. والفجور یعم الزنا وغیره، وقد قال صلی الله علیه وسلم لمن زوجته لاتردّ یدَ لامس، وقد قال: إنی أحبها: "استمتع بها". اهـ". درمختار:۵/۳۰۳(۲)۔

اور پھر جبکہ زوجہ نے توبہ کرلی ہے تو شوہر کی امامت میں کوئی مضائقہ نہیں (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،		صحیح:عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۱/۶۲ھ۔

= (وكذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی بیان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹،دار الکتب العلمیة بیروت)

(وكذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷ ،دارإحياء التراث العربی بیروت)

(۱)(الفتاویٰ العالمکیریه، کتاب الکراهية، الباب الثلاثون فی المتفرقات:۵/ ۳۷۲،رشیدیه)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع :۶/ ۴۲۷،سعید)

(وأیضًا کتاب النکاح، فصل المحرمات :۳/۵۰،سعید)

(۳) "عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "التائب من =

ایسے شخص کی امامت جس کی بیوی بے پردہ ہو

سوال[۲۶۷۵]: ایک حافظ اوراس کی بیوی بے پردہ ہوکر بازار میں دوکان لگا کر مال کی خرید وفروخت کرتے ہیں، اس حافظ کے پیچھے نماز فرض یا تراویح درست ہے یانہیں، اگر درست ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟

ملا امیر علی، معلم امام باڑہ، گاؤں قصابان کھنڈوہ محلّہ، املی پورہ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگراس حافظ کی بیوی شرعی طور پر پردہ نہیں کرتی اور وہ بے پردگی سے نہیں روکتا بلکہ اس کے اس فعل سے خوش ہے اوراس سے بہتر امامت کا اہل دوسرا شخص موجود ہے تو ایسے حالات میں اس حافظ کوامام بنانا مکروہ ہے، کیونکہ ایسا شخص شرعاً فاسق ہوتا ہے۔ اگروہ بے پردگی سے روکتا ہے اور بیوی نہیں مانتی تو امامت مکروہ نہیں: "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق". تنویر :۱/۵۸٤(۱) ۔واللہ اعلم بالصواب والیه المرجع والمأب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۷/ جمادی الثانیہ/۱۳۵۲ھ۔

الجواب صحیح. عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۰/ جمادی الثانیہ/۱۳۵۲ھ۔

کبوتر باز امام کی امامت جس کی بیوی بے پردہ ہو

سوال[۲۶۷۶]: جو امام کبوتر بازی کھلی کرتا ہو وہ نہ مانے تو شریعت میں نماز کیلئے کیا حکم ہے، اس کے پیچھے نماز ہوگی یانہیں؟ شریعت میں امام کی بیوی کیلئے پردہ کی کیا شرائط ہیں؟ وہ بھی تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب نے شوقیہ کبوتر پال رکھے ہیں جن کو اڑاتے بھی ہیں تب تو محض نامناسب کام کیا ہے جس کی وجہ

= الذنب كمن لاذنب له". رواه ابن ماجة والبيهقى فى شعب الإيمان وقال: تفرد به النهرانى وهو مجهول. وفى شرح السنة: روى عنه موقوفاً قال: الندم توبة، والتائب من الذنب كمن لاذنب له".

(مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۱/۲۰۶،قديمى)

(۱) (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹،۵۶۰،سعيد)

(وكذا فى الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲،مكتبه شركة علميه، ملتان)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة : ۱/۱۰۸،دار إحياء التراث العربى، بيروت)

سے امامت میں خلل نہیں، اگر ہار جیت میں اڑاتے ہیں تو پھران کی امامت مکروہ ہے جب تک کہ توبہ کر کے اپنی اصلاح نہ کرلیں (۱)۔ ہر ایسے آدمی سے پردہ لازم ہے جس سے نکاح جائز ہو (۲)، اگر گھر سے باہر کا بھی عورت کو کچھ کام کرنا پڑتا ہے تو میلے کپڑے پہن کر سب بدن ڈھانپ کر باہر جائے اور ضرورت پوری کر کے واپس آجائے، اچھے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر نکلنے کی اجازت نہیں (۳)۔ اگر کوئی امام اپنی بیوی کو پردہ میں رکھنا چاہتا ہے اور اس پر زور بھی دیتا ہے مگر بیوی نہیں مانتی، گھر سے نکلتی ہے، امام اس سے ناخوش ہے تو اس کی وجہ سے اس کی امامت میں خلل نہیں آئے گا (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: وفاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وأكل الربا ونحوذلك". (الدر المختار مع ردالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولايبدين زينتهن إلالبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن أو إخوانهن أوبني إخوانهن أو بني أخواتهن﴾ الآية (سورة النور: ۳۱)

"ومن لايحل له نكاحها أبداً بنسب أو سبب ولو بزناً". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/۳۶۷، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ وقرن في بيوتكن ولاتبرّجن تبرّج الجاهلية الأولىٰ﴾ (سورة الأحزاب: ۳۳)

"ولايكن خراجات ولاجات طوافات في الطُرُق والأسواق وبيوت الناس، وهذا لايُنافي خروجهن للحج أولمافيه مصلحة دينية مع التستر وعدم الابتذال". (روح المعاني: ۹/۲۰۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن أبي موسىٰ رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا استعطرت المرأة، فمرت على القوم يجدوا ريحها، فهي كذا وكذا". قال قولاً شديدًا. وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أيماامرأة أصابت بخوراً، فلا تشهدنّ معنا العشاء". قال ابن نفيل: الآخرة". (سنن أبي داود، كتاب الترجل، باب في طيب المرأة للخروج: ۲/۲۱۹، سعيد)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتزر وازرة وزر أخرىٰ﴾ (سورة الفاطر: ۱۸)

جو شخص ستر کا اہتمام نہ کرے اس کی امامت

سوال [۲۶۷۷]: اگر کوئی شخص بسا اوقات کاشف العورۃ رہے یعنی بکارِ دنیوی مشغول ہو کر مانندِ لنگوٹ کے کپڑا پہنے رہے تو اس عالم باصفت مذکورہ کے پیچھے عند الشرع نماز جائز ہے یا نہیں؟(۱)۔

ایضاً

سوال [۲۶۷۸]: اگر کوئی عالم ننگا ہو کر نہر یا چشمہ پار ہو جاوے، دریں حالت کہ اس کے آس پاس آدمی بھی موجود ہوں تو اس شخص پر منجانب شرع کیا حکم ہے؟(۲)۔

بے پردہ بیوی کے ساتھ بازار میں گھومنے والے کی امامت

سوال [۲۶۷۹]: ہمارے یہاں جامع مسجد کے پیش امام صاحب اپنا لباس پینٹ شرٹ وغیرہ بھی پہنتے ہیں اور دوسرے ان کے گھر کے اندر بالکل بے پردگی ہے، میاں بیوی دونوں کو بازار اور تمام جگہوں پر گھومتے دیکھا گیا ہے۔ امام صاحب سے جب کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ احمد آباد اور مہاراشٹر کیلئے پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ اور دوسرے یہ بھی روزانہ کا معمول ہے کہ دونوں میاں بیوی دروازے اور کھڑکی وغیرہ کھلی رکھتی ہیں، مستی کرتے رہتے ہیں، کیا یہ ٹھیک ہے؟ اور ان سے کہنے پر انہوں نے کہا ہے کہ جو میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہے وہ مشرک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو امام بیوی کو ساتھ لیکر اس کی بے پردگی کی حالت میں بازار میں گھومتا پھرتا ہے، اور شوقیانہ زندگی بسر کرتا ہے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۹۲ھ۔

(۱،۲) ان دونوں سوالوں کا جواب کتاب میں مذکور نہیں۔

(۳) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(وفاسق) من الفسق: "وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی وآكل الربا ونحو ذلک ......فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن فی تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ......على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا فی الحلبی الكبير، كتاب الصلوٰة، الأولیٰ بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا فی الهداية، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۱۲۲، شركت علميه ملتان)

جس کی بیوی قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ کرے اس کی امامت

سوال[۲۶۸۰]: زید کی بیوی اپنے ماموں اور چچا کے لڑکے سے پردہ نہیں کرتی، بلکہ سامنے آتی ہے اور زید اس کو منع بھی کرتا ہے مگر صرف زبان سے منع کرتا ہے اور کوئی تشدد نہیں کرتا تو زید پر بیوی کے پردہ نہ کرنے کا گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اور زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا مکروہ؟ اور زید کو کس قدر تشدد کرنا چاہئے؟ اگر تشدد کرنے سے فساد کا اندیشہ ہو پھر بھی تشدد کرے یا نہیں؟ اگر زید کی بیوی اور زید کا بھائی، عَمر و ایک ہی گھر میں رہتے ہوں دوسرے گھر میں رہنے کی گنجائش نہ ہو، ایسی صورت میں پردہ کی کیا صورت ہوگی؟ اگر زید کی بیوی عمرو سے پردہ نہ کرے تو اس کا گناہ عمرو کو بھی ہوگا یا نہیں؟ اگر اندیشہ فساد کا نہ ہو تو پھر بھی پردہ نہ کرنے کا گناہ ہوگا یا نہیں؟ اگر زید اوپر جو مذکور ہے مسائل خوب جانتا ہو تو جاہل کے مقابلہ میں امامت کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چچا اور ماموں کے لڑکے سے شرعاً پردہ ضروری ہے، اگر زید کی بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی تو وہ گناہ گار ہے(۱) اور زید کو منع کرنا ضروری ہے، اگر منع نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا (۲)، زید کو تشدد کرنا اور اپنی زوجہ کو پردہ نہ کرنے پر شرعاً مارنا بھی درست ہے۔ اگر ناقابلِ برداشت فساد کا خیال ہوا اور اس وجہ سے زید اپنی بیوی پر تشدد نہ کرے اور بلا تشدد کے نہ

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن، ويحفظن فروجهن، ولايبدين زينتهن إلاماظهر منها، وليضربن بخمرهن على جيوبهن، ولايبدين زينتهن إلالبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنآئهن أو أبنآء بعولتهن أو إخوانهن أو بني إخوانهن أو بني أخواتهن أو نسائهن أوماملكت أيمانهن أو التابعين غير أولي الإربة من الرجال أو الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء﴾ (سورة النور: ۳۱)

وقال الله تعالىٰ: ﴿يآأيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

(۲) "إن سالماً حدثه أن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "كلكم راعٍ وكلكم مسئول عن رعيته، الإمام راعٍ ومسئول عن رعيته، والرجل راعٍ في أهله وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها، والخادم راعٍ في مال سيده ومسئول عن رعيته". (صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرىٰ والمدن: ۱/۱۲۲، قديمي)

مانے تو شرعاً زید پر گناہ نہیں۔ اول صورت میں زید کی امامت مکروہ ہے جبکہ اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو(۱) ثانی صورت میں زید کی امامت مکروہ نہیں۔

"یجوز له: أی الزوج أن یضربها فی أربعة الأمور ومافی معناها .... ومنه إذا کشفت وجهها لغیر محرم، ومنه ماإذا أسمعت صوتها للأجنبی". کذا فی الخیریة، ص: ۱۱۸(۲)۔

پردہ کرنا ہر حال میں ضروری ہے خواہ اندیشۂ فساد ہو یا نہ ہو(۳) مگر شریعت نے جن مواقع کو مستثنیٰ کردیا ہے وہ مستثنیٰ ہیں(۴)، اگر وسعت ہے تو زید کے ذمہ اپنی عورت کیلئے مستقل مکان یعنی کوٹھا دینا ضروری ہے جس میں اس کا

---

(۱)"ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ ومبتدع لایکفر بها، وإن کفر بها فلایصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هذا إن وُجد غیرهم، وإلافلاکراهة. بحر بحثاً".

"وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه، وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه، وقد وجب علیهم إهانته شرعاً". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲،سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰،رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵، ۳۴۶،بیروت)

(۲)(البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر:۵/۸۲،رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر: ۴/۷۷،سعید)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿یٰایها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

"عن نبهانَ مولی أم سلمة رضی الله عنها أنه حدث أن أم سلمة رضی الله عنها حدثته أنها کانت عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ومیمونة قالت: فبینما نحن عنده أقبل ابن أم مکتوم، فدخل علیه -وذلک بعد ماأمرنا بالحجاب- فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم:" احتجبا منه" فقلت: یا رسول الله! ألیس هو أعمیٰ، لایبصرنا ولایعرفنا؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "أوَ عَمیَا وَانِ أنتما؟ ألستما تُبصرانه؟". (ابن کثیر، سورة النور:۳/۳۷۸،دار الفیحاء دمشق)

(۴) "فإن خاف الشهوة أو شک، امتنع نظره إلی وجهها.......... إلالحاجة کقاض وشاهد یحکم ویشهد علیها، -لفّ ونشر مرتب-، لالتحمل الشهادة فی الأصح، وکذا مرید نکاحها.......... وشرائها ومداواتها، وینظر الطبیب=

بھائی وغیرہ کوئی نہ رہتا ہو(۱)۔ اگر وہ پردہ کرنے کو کہتا ہے اور زید کی بیوی باوجود کوشش اور فہمائش کے پردہ نہیں کرتی تو اس کا گناہ زید کے ذمہ نہیں ہوگا(۲)، اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

گانے بجانے والی کے شوہر کی امامت

سوال[۲۶۸۱]: ۱...... وہ حفاظ جو مختلف مساجد میں امامت کراتے ہوں اور ان کے مکانات مسکونہ کسی ایک مسجد سے بہت ملحق ہوں مگر ان کی عورتیں ان کی موجودگی ہی میں اپنے ناچ گانے اور بے ہودہ نغمات سے نمازیوں کے خیالات منتشر کرتی ہوں، حالانکہ مسلمان غیر مسلموں سے فوراً دست وگریباں ہوجاتے ہیں، اگر وہ کسی مسجد کے پاس سے باجا بجاتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔

۲...... اگر ان کے ان شوہروں کو کہ وہ امام ہیں روکنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ حجت کرتے ہیں اور دین سے بے خبر لوگوں کی عورتوں کو اپنی عورتوں کے لئے مثال بناتے ہیں، لہٰذا:

الف: ان کا یہ فعل دین میں کس قسم کا ہے؟

ب: ان لوگوں کی امامت جائز ہے یا نہیں اور ان کی سزا کیا ہے، نیز وہ عورتیں جن کے شوہر امام ہیں اور وہ یہ ہی اگر تقاریب میں اپنے اس بے ہودہ گانے کی آواز سے طوفانِ بدتمیزی اٹھائیں اور اسے جائز سمجھیں تو ان کے لئے کیا حکم

= إلى موضع مرضها بقدر الضرورة؛ إذ الضرورات تتقدر بقدرها، وكذا نظر قابلة وختان". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/۳۷۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في بيان أحكام النظر ونحوه: ۲/۵۴۰، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) "وكذا تجب لها السكنى في بيت خالٍ عن أهله وأهلها بقدر حالهما كفاها. وفي البحر عن الخانية: يشترط أن لايكون في الدار أحدٌ من أحماء الزوج يؤذيها". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: من أحماء الزوج) صوابه من أحماء المرأة كما عبر به في الفتاویٰ الهندية عن الظهيرية؛ لأن أقارب الزوج أحماء المرأة وأقاربها أحماء ه. اهـ".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۹۹، ۶۰۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۶، ۳۲۷، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتزر وازرة وزر أخرىٰ﴾ (سورة الفاطر: ۱۸)

ہے؟ اس قسم کے گھروں کا مسلمان اگر مقاطعہ کردیں تو ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ فقط۔

والسلام: احقر العباد بوعلی سنساری پوری، ۱۱/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر وہ امام اپنی عورتوں کے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو وہ لوگ گنہ گار ہیں، ان کے ذمہ واجب ہے کہ عورتوں کو ناشائستہ اور ناجائز افعال سے منع کریں (۱)۔ اگر وہ روکنے پر قادر نہیں، یا روکتے ہیں لیکن نہیں مانتے پھر ان اماموں پر عورتوں کے ان افعال کا گنہ نہیں اور اس صورت میں ان کی امامت میں بھی اس سے نقصان نہیں آتا (۲)۔ البتہ اگر باوجود قدرت کے نہیں روکتے بلکہ عورتوں کے افعالِ مذکورہ کو اچھا سمجھتے ہیں تو ان کی امامت منع ہے بشرطیکہ دوسرا شخص امامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو (۳)۔ اگر مقاطعہ کرنے سے ان کی اصلاح کی توقع ہو تو مقاطعہ کرنا مناسب ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۴/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري –رضي الله تعالىٰ عنه– :عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، و ذلك أضعف الإيمان". رواه مسلم".

"وعن العرس بن عميرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا عملت الخطيئة في الأرض من شهدها فكرهها، كان كمن غاب عنها. و من غاب عنها فرضيها، كان كمن شهدها". رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۲/۴۳۶، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾ (سورة فاطر: ۱۸)

(۳) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى و مبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هذا إن وُجد غيرهم، وإلا فلا كراهة". (التنوير مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۴) "وعن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا يحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلث ليال، فيلتقيان فيعرض هذا و يعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". (صحيح البخاري، =

جس کی بیوی گھاس کاٹتی ہو اس کی امامت

سوال [۲۶۸۲]: جس امام کی بیوی گھاس کاٹتی ہو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تنگ دستی اور عسرت کی وجہ سے مجبوراً باہر جا کر گھاس کاٹتی ہے کہ بغیر اس طرح کے کام کے گزارہ نہیں ہوتا اور اپنی خاصیت کے موافق میلے کچیلے کپڑوں میں جاتی ہے اور چہرہ نامحرم کے سامنے نہیں کھولتی تو اس میں مضائقہ نہیں، اس سے اس کے شوہر کی امامت میں فرق نہیں آتا (۱)۔ اگر کوئی اور صورت ہے تو اس کو لکھ کر دریافت کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

= كتاب الأدب، باب الهجرة: ۲/۸۹۷، قديمى)

قال الملا على القارى تحت هذا الحديث: "قال الخطابى: رُخّص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، و لا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فى حقٍ من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح لملا على القارى، كتاب الأدب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، رشيديه)

"(قوله: و لا يحل لمسلم) إلى آخر نية التصريح بحرمة الهجران فوق ثلاثة أيام، و هذا فيمن لم يجن على الدين جناية، فأما من جنى عليه و عصى ربه، فجاء ت الرخصة فى عقوبته بالهجران كالثلاثة المتخلفين عن غزوة تبوك، فأمر الشارع بهجرانهم، فبقوا خمسين ليلةً حتى نزلت توبتهم الخ". (عمدة القارى، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد الخ: ۲۲/۱۳۷، مطبعة خيريه بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وقرن فى بيوتكن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الأولىٰ﴾ (سورة الاحزاب: ۳۳)

قال العلامة الآلوسى تحتها "ومايجوز من الخروج كالخروج للحج وزيارة الوالدين، وعيادة المرضىٰ، وتعزية الأموات من الأقارب ونحو ذلك، فإنما يجوز بشروط مذكورة فى محلها .... فعلم أن المراد الأمر بالاستقرار الذى يحصل به وقارُهن وامتيازهن على سائر النساء بأن يُلازمْنَ البيوت فى أغلب أوقاتهن، ولايكن خراجات ولاجات طوافات فى الطرق والأسواق وبيوت الناس، وهذا لا ينافى خروجهن للحج أو لما فيه مصلحةٌ دينيةٌ مع التستر، وعدم الابتذال". (روح المعانى: ۲۲/۶، ۹، دارإحياء التراث العربى بيروت)

جس کی اہلیہ استانی ہو اس کی امامت

سوال[۲۶۸۳]: ہماری مسجد کے ایک امام مدرسہ کے استاد ہیں اور ان کی اہلیہ بھی ایک مدرسۂ بنات کی استانی ہے، بعض لوگ اسے کراہت وعدم جواز امامت کا حکم دیتے ہیں، کیونکہ ان کی اہلیہ استانی ہیں۔ ایسے امام صاحب کی امامت میں نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ اگر احکامِ شرع کی پابندی کے ساتھ تعلیم دیں تو اس کی وجہ سے امامت میں نقصان نہیں آئے گا، بلاشبہ ان کے پیچھے نماز درست ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۸۹ھ۔

جس امام کی لڑکیاں بے پردہ ہوں اس کی امامت

سوال[۲۶۸۴]: جس شخص کے والدین اس سے ناراض ہوں اور جس نے اپنی جوان لڑکیوں کو نامحرم اشخاص کے یہاں رکھ رکھی ہوں اور اس کو سمجھایا جاتا ہے تو گمراہی کے چند الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے۔ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سوال میں والدین کے ناراض ہونے کی وجہ ذکر نہیں کی گئی، لہٰذا اس کے متعلق بیان نہیں کیا جاسکتا۔ نامحرم اشخاص سے پردہ فرض ہے اور نامحرم کے ساتھ خلوت حرام ہے(۱)، پس اگر شخصِ مذکور اپنی جوان لڑکیوں کو نامحرم سے پردہ

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یایها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن﴾ (الأحزاب: ۵۹)

"إن سالماً حدثه أن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما یقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: "کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیته الإمام راع ومسئول عن رعتیه، والرجل راعٍ فی أهله وهو مسئول عن رعیته. آه". (أخرجه البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ: ۱/۱۲۲، قدیمی)

"وفی الأشباه: الخلوة بالأجنبیة حرام، إلا لملازمة مدیونة هربت ودخلت خربة، أو کانت عجوزاً شوهاء أو بحائل". (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر واللمس: ۶/۳۶۸، سعید)

کرانے پر قادر ہے اور پھر پردہ نہیں کراتا تو گنہ گار ہے، اس کو اپنے فعل سے بچنا ضروری ہے، اگر وہ باز نہ آئے اور اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو تو شخصِ مذکور کو امام نہ بنایا جائے، ایسی حالت میں اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، دوسرے اہل شخص کو امام بنانا چاہئے اور خاص کر جب کہ سمجھانے پر گمراہی کے الفاظ بھی زبان سے نکالتا ہو، ایسی حالت میں اس کی امامت سے زیادہ احتراز چاہئے (۱) گو ان الفاظ پر جب تک اس کا علم نہ ہو کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/ ربیع الاول/ ۱۳۵۵ھ۔

جو امام اپنی لڑکیوں کی شادی نہ کرائے اس کے پیچھے نماز کا حکم

سوال [۲۶۸۵]: ایک صاحب امام مسجد ہیں ان کے دو لڑکیاں ہیں، ایک کی عمر ۳۰/ سال اور ایک کی ۲۵/ سال ہے۔ جب ان کو شادی کے لئے کہا جاتا ہے تو عذر کر دیتے ہیں، شادی کرنے کو تیار نہیں ہوتے، اس لئے اکثر مقتدیاں ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے کراہیت کرتے ہیں۔ اب اس میں کیا حکم ہے شرع شریف کا؟ مطلع فرمایا جاوے۔

---

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ ومبتدع لايكفر بها، وإن كفر بها لايصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هذا إن وُجد غيرهم، وإلافلا، بحر بحثاً".

"وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً .... على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۶۱۰، ۶۱۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/ ۱۰۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وفي جامع الفصولين: روى الطحاوي عن أصحابنا: لايُخرج الرجلَ من الإيمان إلاجحودُ ما أدخله فيه، ثم ماتيقن أنه ردة يحكم به، ومايشك أنه ردة لايحكم بها؛ إذ الإسلام الثابت لايزول بشكٍ مع أن الإسلام يعلو". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/ ۲۱۰، رشديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیاعذر کردیتے ہیں وہ معلوم ہونا چاہئے تاکہ اس پرغور کیا جاسکے کہ وہ معقول ہے یا غیر معقول، تاہم نماز اگر شریعت کے مطابق پڑھاتے ہیں تو نماز ان کے پیچھے صحیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۵/۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/۱۳۶۶ھ۔

جس امام کے بیٹے گنہگار ہوں اس کی امامت

سوال[۲۶۸۶]: ہمارے علاقہ میں ایک حافظ صاحب ہیں ان کی تین اولاد ہیں، بڑا بیٹا بلیک مارکٹنگ کرتا ہے، منجھلا بیٹا ڈاکو کے نام پر اپنے اطراف میں مشہور ہے، مذکورہ حافظ صاحب اپنے ان دونوں بیٹوں سے برابر مل جل کر رہتے ہیں۔ اب وہ ایک محلّہ اور علاقہ کے امام ہیں، ان کی زبان بہت ہی کڑوی ہے، دنیوی مال ومتاع کے بہت حریص بھی ہیں، ادنیٰ شئی کیلئے وہ لوگوں کے دل دکھانے کو گناہ نہیں سمجھتے ہیں، ان کے مال اور شخصی قوت کے بہت زوردار ہونے کی وجہ سے طوعاً وکرہاً لوگ ان کا اتباع کرتے ہیں۔ بہر حال اب ایسے امام کے پیچھے مقتدی کی نماز جائز ہوگی یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ایسے شخص کو تجویز کیا جائے جو اَوروں سے زیادہ علم دین رکھتا ہو، صحیح قرآن شریف پڑھتا ہو، متبع سنت ہو، گناہوں سے بچتا ہو(۱)، اگر نمازیوں میں تو یہ اوصاف موجود ہوں، لیکن امام ان سے خالی ہو، یعنی نہ علم دین زیادہ رکھتا ہو، نہ قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، نہ متبعِ سنت ہو، نہ گناہوں سے بچتا ہو تو پھر ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ بیٹوں کے گناہوں کا وبال والد پر اس وقت ہے کہ وہ ان کے گناہوں سے ناخوش نہ ہو(۲)۔

---

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن. آهـ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "العبارة بأسرها: "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار).

"أما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب =

”بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا“. شامی: ۱/۳۷۶، نعمانیه) (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس کا بیٹا چوری کرتا ہو اس کی امامت

سوال[۲۶۸۷]: ایک شخص مسجد میں امام ہے اور اس کا بیٹا چوری کا ارتکاب کر چکا ہے تو کیا اس امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس نے اپنے بیٹے کو چوری کیلئے خود ترغیب نہ دی ہو اور اس کی حرکت سے خوش نہیں تو اس کی وجہ سے امام کی امامت میں خلل نہیں آئے گا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس کا والد ناجائز کاروبار کرے اس کی امامت

سوال[۲۶۸۸]: ایک لڑکا عالم فارغ دارالعلوم ہے اور اس کا والد نکاح پر نکاح کا کاروبار کرے تو لڑکے کی امامت درست ہے یا نہیں؟

= علیهم إهانته شرعًا بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا“.

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشیدیه)

(۱)”عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:” من رأی منکم منکراً، فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذالک أضعف الإیمان“. رواه مسلم“.

”وعن العرس بن عمیر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :”إذا عملت الخطیئةفی الأرض فمن شهدها فکرهها، کان کمن غاب عنها. ومن غاب عنها فرضیها، کان کمن شهدها“. رواه أبو داؤد“. (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۲/۴۳۶، قدیمی)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولاتزروازرة وزر أخریٰ﴾ (سورة الفاطر: ۱۸)

الجواب حامداً و مصلیاً :

والد کے اس ناجائز کاروبار سے لڑکے کی امامت میں کوئی خرابی نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

جس جس کی امامت مکروہ ہے اس کی کراہت کی وجہ کیا ہے؟

سوال [۲۶۸۹] : عبارت: "والأولی بالإمامة الأعلم بالسنة، ثم الأقرأ، ثم الأورع، ثم الأسن، فإن أمّ عبدٌ أو أعرابی أوفاسق أو أعمی أو مبتدع أو ولدالزنا، کره"۔

اس عبارت میں جن افراد کا ذکر ہے ان میں سے ہر ایک کی وجۂ کراہت حدیث کی روشنی میں مدلل بیان فرمائیں، مذکورہ اشخاص میں سے اگر حافظ اور سبعہ عشرہ کے قاری اور عالم ہوں تو کیا کراہت سے نکل کر "أقرأ، ثم الأقرأ" میں شامل ہو سکتے ہیں، اگر ہو سکتے ہیں تو کون کون؟ تشریح فرمائیں۔

ضروری دریافت طلب امر یہ ہے کہ بالخصوص "اعمیٰ" کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالئے گا کہ اگر وہ حافظ اور سبعہ عشرہ کا قاری اور عالم ہو تو کیا کراہت باقی رہے گی؟ اور ایسی مثال کوئی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیر القرون میں ملتی ہے کہ اعمیٰ ہونے کی باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامت کے لئے منتخب فرمایا ہو؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ "اعمیٰ" اگر مسائلِ طہارت میں محتاط ہو اور افضل ہو تو اس کی امامت مکروہ نہیں، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سفر کے وقت مدینہ طیبہ میں امام تجویز فرمایا۔ فاسق اور مبتدع اگر عالم اور قاری ہو تو اس کی امامت پھر بھی مکروہ ہوگی۔ عبد، اعرابی، ولد الزنا کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول میں کراہت ختم ہو جائے گی، دوسرے قول میں باقی رہے گی، پہلا قول قوی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ عِلّتِ کراہت غلبۂ جہل اور تنفیرِ جماعت ہے جو علم و تقویٰ کی وجہ سے ختم ہو جائے گی:

"ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق وأعمی، إلا أن یکون: أی غیر الفاسق أعلم القوم الخ". الدرالمختار. "(قوله: أی غیر الفاسق) تبع فی ذلك صاحب البحر حیث قید کراهة إمامة

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولاتزرُ وازرةٌ وزر أخریٰ﴾ (سورة الفاطر: ۱۸)

الأعمى و في غيره بأن لايكون أفضل القوم، فإن كان أفضلهم فهو أولى الخ. ثم ذكر أنه ينبغي جريان هذا القيد في العبد والأعرابي و ولد الزنا. و نازعه في النهر وفي الهداية بأنه علل الكراهة بغلبة الجهل فيهم، و بأن في تقديمهم تنفير الجماعة، و مقتضى الثانية ثبوت الكراهة مع انتفاء الجهل، لكن ورد في الأعمى نصٌ خاص هو استخلافه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لابن أم مكتوم و عتبان على المدينة، وكانا أعميين؛ لأنه لم يبق من الرجال من هو أصلح منهما، وهذا هو المناسب لإطلاقهم واقتصارهم على استثناء الأعمىٰ الخ۔

وحاصله أن قوله: (إلا أن يكون أعلم القوم) خاصٌ بالأعمىٰ، أما غيره فلا تنتفي الكراهة بعلمه، لكن ما بحثه في البحر صرح به في الاختيار حيث قال: و لوعدمت: أي علة الكراهة بأن كان الأعرابي أفضل من الحضري، والعبد من الحر، وولد الزنا من ولد الرشد، والأعمىٰ من البصير، فالحكم بالضد الخ، ونحوه في شرح المنتقى للبهنسي، و شرح درر البحار. ولعل وجهه أن تنفير الجماعة بتقديمه يزول إذا كان أفضل من غيره، بل التنفير يكون في تقديم غيره. وأما الفاسق فقد عللوا كراهية تقديمه بأنه لايهتم لأمردينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، و قد وجب عليهم إهانته شرعاً، ولا يخفى أنه إذا كان أعلم من غيره أتزول العلة؟ فإنه لا يؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة، فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حالٍ، بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا، ولذا لم تجز الصلوة خلفه أصلاً عند مالك، و روايةً عن أحمد، الخ". رد المحتار: ۱/۳۷٦(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵٦۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/٦۱۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل : ۱/۱٦۳، مكتبه غفاريه)

الفصل الثالث فی إمامة المبتدع

(بدعتی کی امامت کا بیان)

مبتدع کی امامت

سوال[۲۶۹۰]: ایک چھوٹی اسٹیٹ میں صرف ایک مسجد ہے جس میں نماز ہوتی ہے، مسجد کی امامت شہر قاضی صاحب (جوشافعی مذہب کے ہونے کے علاوہ رسوماتِ محرم الحرام کے حامی، عربی علوم میں بھی کما حقہ عبور نہیں) کے نائب جو حنفی ہیں اور ملازم سرکار، مغرب میں صرف آ کر نماز پڑھاتے ہیں اور گاہ بگاہ عشاء بھی اور نماز جمعہ ہمیشہ، بقیہ اوقات میں جماعت نہ ہونے کے باعث مقتدیان نے دوسرے پیش امام کا تقرر کیا جو حالاتِ حاضرہ کے مطابق خطبہ دیتے ہیں اور قرآن شریف تجوید کے ساتھ پڑھتے ہیں، بخلاف سابق امام کے کہ اکثر مقامات پر کچھ غلطیاں بھی ہوجایا کرتی ہیں اب کثرت مقتدیان کی امام ثانی کے پیچھے نماز پڑھنے کی ہے چنانچہ ثانی امام کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔

اگر سابق امام صاحب جن کو مقتدی اپنا امام مقرر کرنا نہیں چاہتے نماز جمعہ چند اشخاص کولیکر-جن کی تعداد غالباً چھ سات یا اور کچھ زائد ہو- اول ادا کرلیں بنا بر شر وفساد کے (امام اول امام ثانی کی اقتداء کرتے چلے آرہے ہیں) تو دوسری جماعت جمعہ کی-جس میں ساٹھ ستر کے قریب اشخاص ہیں- ادا کریں یا ظہر یا فرداً نماز ظہر پڑھیں؟ امام صاحب کے صاحبزادے کی شادی قادیانیوں میں ہوئی اور ان کے ان سے تعلقات ہیں، قاضی صاحب کسی نماز میں بھی نہیں آتے ہیں بجز عیدین کے۔

عین الحق معرفت مولوی عبدالستار پشاوری۔

الجواب حامداً ومصلياً:

سوال میں چند امور غور طلب ہیں: اول یہ کہ "امام شافعی المذہب ہے" اس کے متعلق فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر شافعی المذہب امام کے متعلق معلوم ہو کہ وہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہے تب تو اس کا اقتداء صحیح ہے، اگر معلوم ہو کہ وہ رعایت نہیں کرتا تو اقتداء صحیح نہیں، اگر رعایت وعدم رعایت کا کچھ علم نہ ہو تو اس کی اقتداء مکروہ ہے، اگر بعد میں امام

کے متعلق کسی ایسی چیز کا علم ہو کہ وہ مقتدی کے مذہب کے اعتبار سے مفسد صلوۃ ہے تو مقتدی کو اعادہ نماز ضروری ہے:

"الحاصل أنه إن علم الاحتياط منه في مذهبنا، فلا كراهة في الاقتداء به، وإن علم عدمه فلا صحة، وإن لم يعلم شيئاً، كره". شامی، ص:٦٩٨ (١)۔

دوم: یہ کہ "امام رسوماتِ محرم کا حامی ہے" پس اگر ایسی رسوم کرتا ہے جو شرک نہیں فقط گناہ ہیں تو وہ فاسق ہے، فاسق کا اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر ایسی رسوم کرتا ہے جو شرک تک پہونچ جاتی ہیں تو اس کی اقتداء کسی حال میں درست نہیں (٢) جب تک توبہ کر کے تجدیدِ ایمان نہ کرے (٣)۔

سوم: یہ کہ "عربی علوم میں بھی اس کو کما حقہ عبور نہیں" پس اگر روزمرہ کے مسائلِ ضروریہ سے واقف ہے تو عبور نہ ہونا مفسد صلوۃ نہیں۔ اور مسائلِ ضروریہ فسادِ صلوۃ و صحتِ صلوۃ وغیرہ سے بھی واقف نہیں تو اس کی امامت ناجائز ہے کیونکہ صحت و فسادِ صلوۃ کا اس کو علم ہی نہ ہوگا (٤)۔

---

(١) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ٢/٧، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ٢/٨١، ٨٢، رشيديه)

(٢) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى، إلا أن يكون أعلم القوم، ومبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها لا يصح الاقتداء به أصلاً". (الدر المختار). "فإن أمكن الصلوة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد ....(قوله: وفاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الرباء ونحو ذلك .... بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٥٥٩، ٥٦٢، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة، ص:٥١٣، ٥١٤، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٦١٠، ٦١١، رشيديه)

(٣) "ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، و بتجديد النكاح بينه و بين امرأته، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، و منها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد الخ، قبيل الباب العاشر في البغاة: ٢/٢٨٣، رشيديه)

(٤) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ". (الدر المختار) "(قوله: بأحكام الصلوة فقط): أي وإن كان غير متبحّر في بقية العلوم، و هو أولى من المتبحر، كذا في زاد الفقير عن شرح الإرشاد". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٥٥٧، سعيد) .... =

چہارم: یہ کہ "اکثر مقامات پر غلطیاں بھی ہوجایا کرتی ہیں" پس اگر وہ غلطیاں مفسدِ صلوۃ ہیں تو نماز کا اعادہ ضروری ہے ورنہ نہیں۔

پنجم: یہ کہ "مقتدی ان کو امام بنانا نہیں چاہتے" اور بظاہر افعالِ مذکورہ کی وجہ سے امام بنانا نہیں چاہتے ہوں گے تو اس کو امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے(۱)۔

ششم: یہ کہ "اس کی قادیانیوں سے رشتہ داری وغیرہ کے تعلقات ہیں" سو یہ بھی بہت مخدوش اور خطرناک حالت ہے، اگر اس کے عقائد بھی قادیانیوں کے ہی ہیں تو وہ مرتد کے حکم میں ہے(۲)۔

ہفتم: یہ کہ "وہ بجز عیدین کے کسی نماز میں نہیں آتا" تو تارکِ جماعت ہے(۳)۔

= (وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى باب الإمامة، ص:۵۱۳، سهيل اكيڈمى)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۷، رشيديه)

(۱) "عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول: "ثلاثة لا يقبل الله منهم صلوةً: من تقدم قوماً و هم له كارهون، و رجل أتى الصلوة دباراً —والدبار أن ياتيها بعد أن تفوته— و رجل اعتبد محرره". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب الرجل يؤم القوم و هم له كارهون: ۱/۹۵، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾. (سورة الأنعام: ۶۸)

"يعني بعد ما تذكر نهى الله تعالىٰ لا تقعد مع الظالمين. و ذلك عموم في النهي عن مجالسة سائر الظالمين من أهل الشرك و أهل الملة لوقوع الاسم عليهم جميعاً. و ذلك إذا كان في تقية من تغييره بيده أو بلسانه بعد قيام الحجة على الظالمين بقبح ما هم عليه، فغير جائز لأحد مجالستهم مع ترك النكير سواء كانوا مظهرين في تلك الحال للظلم والقبائح أو غير مظهرين له؛ لأن النهى عام عن مجالسة الظالمين؛ لأن في مجالستهم مختاراً مع ترك النكير دلالة على الرضا بفعلهم، وَ نظيره قوله تعالىٰ: ﴿لعن الذين كفروا من بني إسرائيل﴾ (سورة المائدة، ص:۷۸) وقال الله تعالىٰ: ﴿و لا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ (سورة هود:۱۱۳) (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۵، قديمى)

"المرتد في الشرع: الراجع عن دين الإسلام، و ركنها إجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الإيمان". (الدرالمختار، كتاب الحدود، باب المرتد: ۴/۲۲۱، سعيد)

(۳) "وهو أن صلاة الجماعة واجبة على الراجح في المذهب، أو سنة مؤكدة في حكم الواجب، كما في البحر، =

غرض امورِ مذکور کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو ہرگز ہرگز امام نہ بنایا جاوے، ثانی امام میں اگر منکرات یا دوسرے اس قسم کے منکرات جو امام کے مخالف ہوں موجود نہ ہوں تو ان کو مستقل امام بنالیا جاوے (۱)۔ اور نماز جمعہ کی صورت مسئولہ میں مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ آبادی میں یا آبادی کے بالکل متصل عیدگاہ وغیرہ میں پڑھ لی جائے (۲) اور اگر وہ جگہ اتنی چھوٹی ہے کہ جہاں جمعہ جائز نہیں تو پھر سب کو ظہر پڑھنی چاہیئے (۳) اور جواز جمعہ کے متعلق وہاں کی آبادی اور بازار وغیرہ کی حالت لکھ کر دریافت کرلیا جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/محرم الحرام/۵۴ھ۔

= وصرحوا بفسق تاركها و تعزيره، و أنه يأثم". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۴۵۷، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۲، ۶۰۳ رشيديه)

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً اهـ". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(و كذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فى بيان من هو أحق بالإمامة : ۱/۶۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار فى مسجد المحلة ولو بدون أذان، ويؤيده مافى الظهيرية : لو دخل جماعة المسجد بعدما صلى فيه أهله، يصلون وُحداناً، وهو ظاهر الرواية". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۵، رشيديه)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية ، كتاب الصلوة، الباب الخامس فى الإمامة : ۱/۸۳، رشيديه)

(۳) "تقع فرضاً فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق .... ألا ترى أن فى الجواهر: لو صلوا فى القرى لزمهم أداء الظهر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الجمعة : ۲/۱۳۸، سعيد)

"ومن لم تجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى، لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة بأذان و إقامة". (الفتاوى العالمكيرية ، كتاب الصلوة، الباب السادس عشر فى صلوة الجمعة : ۱/۱۴۵، رشيديه)

بدعتی کی امامت

سوال[۲۶۹۱]: اگر امام بدعتی ہو تو اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی یا نہیں کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے: "أبی الله أن يقبل عمل صاحب بدعة حتی يدع بدعته". ابن ماجة(۱)، اسی طرح برے گمراہ فرقوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًو مصلياً:

اگر بدعتی امام ایسی بدعت میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے کفر عائد ہوجاتا ہے تو اس کی امامت جائز نہیں اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی (۲) اگر اس کی بدعت ایسی بدعت نہیں اور نماز کے فرائض وواجبات کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی: "صلوا خلف كل بر و فاجر". أبوداؤد (۳)۔اور ایسی حالت میں اس کی نماز قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پاک اس سے راضی نہیں، اور اس کو قرب خداوندی حاصل نہ ہوگا لیکن ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے: "كراهة تقديم الفاسق كراهة تحريم". غنية (۴)،اس عبارت سے ہر فرقہ کی امامت کا حکم معلوم ہوگیا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "أبی الله أن يقبل عمل صاحب بدعة حتی يَدَعَ بدعته". (سنن ابن ماجة، باب اجتناب البدع والجدل، ص:٦، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی و مبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها لا يصح الاقتداء به أصلاً".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا فی الحلبی الكبير، كتاب الصلوة، الأولی بالإمامة، ص:۵۱۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا فی البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۱۱، ۶۱۲، رشيديه)

(۳) رواه أبو داود بلفظ: "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: " الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً، والصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر، والصلوة واجبة علی كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". (أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۴۳، مكتبه امداديه ملتان)

(۴) (الحلبی الكبير، كتاب الصلوة، الأولی بالإمامة، ص:۵۱۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا فی رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۶۰سعيد)

ایضاً

سوال[۲۶۹۲]: زید ایک عالم ہونے کی حیثیت رکھتا ہے مگر بدعتیوں کا ساتھ دیتا ہے، ان کی دعوتیں وغیرہ کھاتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جو لاعلمی میں نمازیں پڑھی گئی ہیں وہ ہوئیں یا نہیں؟ براہ نوازش احکام شرعیہ سے مطلع فرمائیں۔ والسلام۔

احقر الناس: بندہ محمد احسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیا زید خود بھی بدعت کرتا ہے پھر وہ بدعت کیسی ہے، اگر شرک کی حد تک پہونچتی ہے، جیسے قبر کو سجدہ کرنا تو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ اگر معمولی بدعت ہے جو گناہ صغیرہ کے درجہ میں ہے تو نماز جائز ہے، اگر گناہ کبیرہ کے درجہ میں ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے جب کہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا شخص موجود ہو(۱)، تاوقتیکہ بدعت کی تعیین نہ کی جائے کہ وہ کیا بدعت کرتا ہے کوئی قطعی حکم نہیں کیا جاسکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔

ایضاً

سوال[۲۶۹۳]: جو شخص علمِ غیب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتلاتا ہو اور عقیدہ رکھتا ہو تو اس کی اقتداء کرنی درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی، إلا أن یکون أعلم القوم، ومبتدع لا یکفر بها، وإن کفر بها لا یصح الاقتداء به أصلاً". (الدرالمختار). "فإن أمکن الصلوة خلف غیرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولی من الانفراد .... (قوله: وفاسق) وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الرباء ونحو ذلک علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۲، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۶۱۰، ۶۱۲، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، کتاب الصلوة، الأولی بالإمامة، ص: ۵۱۳، ۵۱۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

الجواب حامداًومصلیاً:

جس شخص کا عقیدہ کفریہ ہو اس کا امام بنانا اور اس کی اقتداء کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ "ویکره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى، إلا أن يكون أعلم القوم، ومبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها لا يصح الاقتداء به أصلاً". تنویر الأبصار: ۳۹۲/۱ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بریلوی کی امامت

سوال[۲۶۹۴]: بریلوی عقیدہ رکھنے والے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بریلوی عقیدہ کیا ہے، تحقیق کرکے بھیجئے، تب غور کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایضاً

سوال[۲۶۹۵]: ایک شخص بریلوی خیال کا ہے اس کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور آپ مختار کل ہیں، نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر وناظر ہیں اور یہ شخص ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ آیا اس شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ یہ بھی واضح رہے کہ مسجد اس موضع میں ایک ہی ہے، بعض لوگ اسی مسجد میں اپنی نماز الگ جماعت کرکے پڑھتے ہیں یعنی ایک جماعت ہوجاتی ہے تو پھر دوسری جماعت کرکے نماز پڑھتے ہیں اور لوگوں میں کافی انتشار پیدا ہوجاتا ہے اذان ایک ہی ہوتی ہے اور جماعتیں دو ہوتی ہیں۔

رحیم بخش ہردوئی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ صفت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اس صفت کو ماننا بے دلیل ہے

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۶۱۰/۱، ۶۱۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۳۴۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۲۴۲/۱، مكتبه امداديه ملتان)

بلکہ خلافِ نص ہے(۱) اس لئے ایسے شخص کو امام بنانا درست نہیں (۲)، تمام نمازیوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کو امامت سے ہٹا کر دوسرے صحیح العقیدہ مسائلِ طہارت و نماز سے واقف، متبعِ سنت آدمی کو امام تجویز کریں ورنہ سب گنہگار ہوں گے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نمازِ عید بدعتی کے پیچھے پڑھنے کا حکم

سوال[۲۶۹۶]: ایک امام نے کئی نکاح حمل والی عورتوں کے پڑھائے ہیں، سجدۂ تعظیمی جائز قرار دیتا ہے،

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿قل لا أقول لكم عندى خزائن الله، ولا أعلم الغيب، و لا أقول لكم إنى ملك﴾ (سورة الأنعام: ۵۰)

"عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: "من زعم أنه يعلم –يعنى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– ما يكون فى غد، فقد أعظم على الله الفرية؛ لأن الله تعالىٰ يقول: ﴿قل لا يعلم من فى السموات والأرض الغيب إلا الله﴾ (سورة نمل: ۶۵) (تفسير ابن كثير: ۳/۳۷۴، سهيل اكيڈمى لاهور)

قال الله تعالىٰ: ﴿و ما تكون فى شأن و ماتتلوا منه من قرآن و لا تعملون من عمل إلا كنا عليكم شهوداً إذ تفيضون فيه﴾. (سورة يونس: ۶۱)

"عن أبى سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه قال: قام فينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خطيباً بعد العصر فلم يدع شيئاً .... "إن الدنيا حلوة خضرة، وإن الله مستخلفكم فيها فناظرٌ كيف تعملون". إلى آخر الحديث، رواه الترمذى". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۲/۴۳۷، قديمى)

(۲) و تمام العبارة: "ومبتدع: أى صاحب بدعة، وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة، وكل من كان من قبلتنا لا يكفر بها .... وإن كفر بها لا يصح الاقتداء به أصلاً". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۱، رشيديه)

(۳) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً للقرأة .... و لو قدموا غير الأولى، أساء وا بلا إثم". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۹، سعيد)

(وكذا فى حاشية الشيخ الشلبى على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۴۴، دارالكتب العلمية بيروت)

بدعتیوں کا حامی ہے اور مفتی بھی ہے تو عیدگاہ میں ادائے واجب (نماز عید) کے لئے جانا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر عید کی نماز کسی جگہ دوسری بھی ہوتی ہو اور وہاں کا امام متبعِ سنت ہو، تو صورتِ مسئولہ میں عیدگاہ نہ جائے بلکہ دوسری جگہ پڑھ لے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مزار کی مٹی کھانے والے اور اس پر سجدہ کرنے والے کی امامت

سوال[۲۶۹۷]: جو شخص مزار کی مٹی کھاتا ہے اور مزار پر سجدہ کرتا ہے، اگر وہ شخص مرغی یا خصی یا مٹھائی خادم کو دے تو کیا وہ سب چیزیں حرام ہیں؟ اور اسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر یہ چیزیں بزرگ کے نام پر چڑھاوے کی ہیں تو ان کا لینا حرام ہے(۲) ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ

---

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى إلا أن يكون أعلم القوم، ومبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها لا يصح الاقتداء به أصلاً". (الدر المختار).

"(قوله: وفاسق) .... قال في الفتح: و عليه فيكره في الجمعة، إذا تعددت إقامتها في المصر على قول محمد المفتى به؛ لأنه بسبيل إلى التحول". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۴۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام و ما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام، وقد ابتلى الناس بذلك".

(الدر المختار، كتاب الصوم، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۲/۴۳۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/۵۲۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قديمي)

تحریمی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۲ھ۔

چڑھاوا، اور دیگ چڑھانے والے کی امامت

سوال[۲۶۹۸]: ہم لوگ جماعت دیوبندیہ کے ساتھ ہیں اور ہماری مسجد کے امام صاحب قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور پیروں کے نام کی دیگیں بھی کرتے ہیں اور دیوبندی علماء کو برا بھلا کہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے، میں نے سب پر ہاتھ پھیر رکھا ہے، وہ تبلیغ کو غلط بات کہتے ہیں، وہ سنت کو ایک ایک رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔ کیا ہماری نماز ایسے امام کے پیچھے ہو جاتی ہے یا نہیں؟ ان کا رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، پیروں کے نام کی دیگیں کرنا(۲) علمائے حق کو برا کہنا، سنتیں مستقل ترک کرنا، یہ ایسی خرابیاں ہیں کہ جب تک ان سے توبہ نہ کرے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۳ھ۔

مرشد کے نام کا جھنڈا لگانے والے کی امامت

سوال[۲۶۹۹]: ایک مسجد کے پیش امام اپنے مرشد کے نام کا جھنڈا لگاتے ہیں اور نیاز وغیرہ کر کے کھا لیتے ہیں اور مزار کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار). "(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك .... وإن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰ سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "مزار کی مٹی کھانے والے اور اس پر سجدہ کرنے والے کی امامت"۔)

(۳) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر خدا کے نام پر غریبوں کو دے کر اپنے مرشد کو ثواب پہونچادیں تو درست ہے، اگر مرشد ہی کے نام پر نیاز کرتے ہیں اور خود کھالیتے ہیں تو یہ طریقہ غلط ہے(۱)، پیر کے نام کا جھنڈا لگانا بھی غلط ہے(۲)، مزار کی پرستش (سجدہ کرکے) تو مشرکانہ طریقہ ہے(۳)۔ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں جب تک توبہ کرکے اصلاح نہ کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوؤں کا بکرا ذبح کرنے والے کی امامت

سوال[۲۷۰۰]:۱......اہلِ ہنود کافر، زید کے مکان پر آئے اور کہا چلو صاحب ہمارے دو بکرے ذبح کردو، یہ مسلمان اس کے ساتھ دریا پر بلا روک ٹوک چلا گیا، ذبح کرنے سے پہلے اس مسلمان نے ان آدمیوں (کفاروں) سے دریافت کیا کہ بکروں کو کس کے واسطے ذبح کرتے ہو، کہا کہ ہمیں خواجہ کی بھینٹ دینی منظور ہے۔ان اہل ہنود کے ساتھ سوائے بکروں کے ڈلیا بھی بھینٹ کے لئے موجود تھا جو مسلمانوں کی نظروں نے بھی دیکھا ہے۔اب پوچھنا اس امر کا ضروری ہے کہ ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

۲......اب اس مسلمان آدمی سے دو چار گاؤں کے آدمیوں نے جو اس گاؤں میں رہتے ہیں جہاں یہ پڑھا لکھا مسلمان رہتا ہے پوچھا کہ تم نے ان اہلِ ہنود کے وہ بکرے کیوں ذبح کئے یا ایسا امر کیوں کیا؟ تو اب وہ مسلمان پوچھنے والے کو جواب دیتا ہے کہ میں نے ان سے یہ کہا ہے کہ تم اس کو رب کے واسطے ذبح کرو اور ثواب اس کا خواجہ کو پہونچاؤ۔یہ

---

(۱) (راجع عنوان: "مزار کی مٹی کھانے والے اور اس پر سجدہ کرنے والے کی امامت"۔)

(۲) "[تنبيه]: كره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۳، سعيد)

(۳) قال الإمام الشاه ولى الله: "فمنها أنهم كانوا يسجدون للأصنام والنجوم، فجاء النهى عن سجدة غير الله قال الله تعالىٰ: ﴿لا تسجدوا للشمس و لا للقمر، واسجدوا لله الذى خلقهن﴾ [سورة فصلت: ۳۷]. (حجة الله البالغة، المبحث الخامس مبحث البر والإثم، السجود لغير الله: ۱/۱۸۴، قديمى)

مسلمان آدمی شاید ان پوچھنے والوں کے رعب داب سے یہ بات کہتا ہے یا شریعت کے ڈر سے ہمیں کافی ثبوت نہیں کہ اس نے ان سے ایسا کہا یا نہیں کہا، کیوں کہ دوسرا سوائے اہلِ ہنود اور اس ذبح کرنے والے کے اَور مسلمان وہاں نہیں تھا، باقی وہ اپنی زبان سے اس بات کو ضرور کہتا ہے۔ اس آدمی کو ان کو ایسا جواب دینا کیسا ہے؟

۳......یہ مسلمان ہر ایک پوچھنے والے کو جواب دیتا ہے کہ مسئلہ صحیح ہے، اس مسئلے کو وہ مسلمان صحیح اس واسطے کہتا ہے کہ اگر وہ ان بکروں کو گنڈا(۱) سے مارتے تو ان کی جان بری طرح سے نکلتی، چلو شریعت کی تکبیر سے حلال ہی کرو۔ اس خیال سے حلال کرنا کیسا ہے اور اس مسلمان کی سب باتیں شریعت کی رو سے تحریر کرنی ضروری ہیں۔

الجواب حامداًو مصلیاً:

اگر ان مسلمان نے ان کفار سے یہ کہا ہے کہ ان بکروں کو خدا کے نام پر ذبح کرو اور ثواب خواجہ کو پہونچاؤ تب تو اس کے ذبح کرنے میں کوئی نقصان نہیں (۲)، اس سے اس کی امامت میں کوئی خرابی نہیں آئی اور جب کہ کوئی اَور شخص وہاں موجود نہیں تھا اور وہ مسلمان کہتا ہے کہ میں نے ایسا کہا تو پھر اس کا اعتبار کیوں نہیں کیا جاتا، تردید کی وجہ کیا ہے، اس کا اعتبار کرنا چاہئے، محض اس وجہ سے کہ یہ شاید پوچھنے والوں کے رعب سے یا شریعت کے مسئلہ سے ڈر کر اب بات بناتا ہے اور اس وقت اس نے نہیں کہا ہوگا اس کا اعتبار نہ کرنا اور اس کو جھوٹا سمجھنا جائز نہیں، جب کوئی پکی دلیل نہ ہو مسلمان کے قول

---

(۱) ''گنڈاسا: چارا کاٹنے کا ہتھیار، لاٹھی میں لگا ہوا لوہے کا تیز ہتھیار''۔ (فیروز اللغات، ص:۱۱۰۹، فیروز سنز، لاہور)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فكلوا مما ذكر اسم الله عليه إن كنتم بآياته مؤمنين﴾ (سورة الأنعام: ۱۱۸)

"هذا إباحة من الله، لعباده المؤمنين، أن يأكلوا من الذبائح ما ذُكر عليه اسمه، و مفهومه أنه لا يباح مالم يذكر اسم الله عليه كما كان يستبيحه كفار قريش من أكل الميتات، و أكل ما ذبح على النصب وغيرها". (ابن كثير: ۲/۲۲۶، مكتبة الفيحاء دمشق)

"للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقةً أو غيرها، كذا في الهداية، بل في زكاة التاترخانية عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء، اهـ. هو مذهب أهل السنة والجماعة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۴۳، سعيد)

(و كذا في كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعيد)

کا اعتبار کرنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۵۹ھ۔

میلاد اور دسویں میں شریک ہونے والے کی امامت

سوال [۲۷۰۱]: جو شخص صرف اس وجہ سے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا کہ امام صاحب دسویں اور میلاد شریف میں شرکت نہیں کرتے، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ایسے امام کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟

ظہور احمد، جامع مسجد کوکرو، ضلع مظفر نگر۔

الجواب حامداً ومصلياً:

میلادِ مروجہ، دسویں، وغیرہ ثابت نہیں بدعت ہے (۲) ان چیزوں میں اگر امام شرکت نہ کرے تو امامت میں

---

(۱) "عن أبي ظبيان عن أسامة بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه و هذا حديث ابن أبي شيبة، قال: بعثنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في سرية فصبّحنا الحرقات من جهينة فأدركت رجلاً، فقال: لا إله إلا الله، فطعنته فوقع في نفسي من ذلك، فذكرته للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أقال لا إله إلا الله، وقتلته"؟ قال: قلت: يا رسول الله! إنما قالها خوفاً من السلاح قال: "أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا، اهـ". الحديث. (الصحيح المسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله: ۱/ ۶۸، قديمي)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالىٰ: "و معناه أنك إنما كُلّفت بالعمل بالظاهر و ما ينطق به اللسان، وأما القلب فليس لك طريقٌ إلى معرفة ما فيه، فأنكر على امتناعه من العمل بما ظهر باللسان، وقال: "أفلا شققت عن قلبه" لتنظر هل قالها القلب واعتقدها وكانت فيه أم لم تكن فيه، بل جرت على اللسان فحسبُ". يعني وأنت لست بقادر على هذا فاقتصر على اللسان و لا تطلب غيره". (الكامل للنووي على صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله: لا إله إلا الله: ۱/ ۶۸، قديمي)

(۲) "ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع و محرمات جُمّة، فمن ذلك استعمالهم المغانّي ومعهم آلات الطرب من الطارّ المصرصر و الشبابة، و غير ذلك مما جعلوه آلةً للسماع، و مضوا في ذلك على العوائد الذميمة، في كونهم يشتغلون في أكثر الأزمنة التي فضلها الله تعالىٰ و عظمها ببدع و محرمات". (المدخل، فصل في المولد: ۲/ ۳، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر) ....=

خلل نہیں آتا، جو شخص ان باتوں میں شریک نہ ہونے والے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا وہ غلطی پر ہے، تارک سنت ہے(۱)، جماعت کے ثواب سے محروم ہے، اس کو باز آنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۸۹ھ۔

تیجہ چالیسواں کرانے والے کی امامت

سوال[۲۷۰۲]: ایک امام تیجہ، دسواں، چالیسواں بھی حدیث سے ثابت فرماتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان امام صاحب سے وہ حدیث پورے مع حوالہ کے لکھوائیے تب اس کے متعلق کچھ لکھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= قال الله تعالیٰ: ﴿لقد كان لكم في رسول الله صلى الله أسوة حسنة﴾ (سورة الأحزاب : ۲۱)

"عن حذيفة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "لا يقبل الله لصاحب بدعة صوماً، ولا صلوة، ولا صدقة، و لا حجاً، و لا عمرة، و لا جهاداً، و لا صرفاً، و لا عدلاً، يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين". (سنن ابن ماجة، باب اجتناب البدع والجدل، ص:٦، مير محمد كتب خانه كراچی)

"عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت : قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم : "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه، فهو رد". (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قديمی)

"ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة .... و أطال في ذلك في المعراج، و قال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالیٰ". (رد المحتار ، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۴۰، ۲۴۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية ، كتاب الصلوة، الخامس والعشرون في الجنائز الخ على هامش الهندية: ۴/۸۱، رشيديه)

(۱) "والجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل : واجبة، وعليه العامة". (الدر المختار ، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، ۵۵۴، سعيد)

الفصل الرابع فی إمامة المحترف والمتهم

(حقیر پیشے والے اور متّہم کی امامت کا بیان)

میراثی کی امامت

سوال[۲۷۰۳]: ہماری مسجد میں جو امام ہیں،قوم کے میراثی ہیں، گانا، بجانا تو کچھ نہیں کرتے، ان کے یہاں پردہ بھی ہوتا ہے،مگر اس کے پاس چار بیگہ زمین خدمتی دی ہوئی ہے، پہلے اس کے باپ کے پاس رہا کرتی تھی اس کا انتقال ہوگیا ہے،اس کا حق اس کے پاس آ گیا، وہ ہماری خدمت کرتا تھا، ویسے حافظ بھی ہے۔ اس کو مسجد میں امام رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ فقط۔

وزیر احمد بقلم خود، عبدل بقلم خود۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص سب میں افضل ہو علم، قرأت، تقویٰ، نسب وغیرہ کے اعتبار سے، اس کو امام بنانا افضل ہے:

"الأعلم أحق بالإمامة، ثم الأقرأ، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً". مراقی الفلاح، ص:۱۷٤ (۱)۔

البتہ اگر کسی جگہ ان صفات کا آدمی نہ ہو تو ایسے حافظ کو امام بنانے میں بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ سوال

---

(۱) (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، ص:۳۰۰، قدیمی)

(وکذا فی تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالکتب العلمیة بیروت)

میں مذکور ہے بشرطیکہ کوئی اَور شرعی قباحت موجود نہ ہو(١)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرِ علوم سہارنپور،١٩/٤/٥٢ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،١٩/٤/٥٢ھ۔

نائی کی امامت

سوال[٢٧٠٤] : ایک لڑکا حجام کا ہے جو حافظِ قرآن ہے جس کی عمر ١٥،١٦/ سال کے قریب ہے۔کیا وہ تراویح میں قرآن پاک سنا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز فرض پڑھی ہوئی جائز ہوسکتی ہے یا نہیں، حال یہ ہے کہ اس کا والد حجامت بنانے پر مامور ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حجامت (سر مونڈنے کا پیشہ) ناجائز نہیں (٢)،اس کی وجہ سے اس کی امامت میں خرابی نہیں آئے گی، اگر وہ مسائلِ طہارت ونماز سے واقف اور امامت کا اَہل ہے تو قرآن کریم اس کے پیچھے تراویح میں سننا بھی درست ہے(٣)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،٢٣/٩/٩١ھ۔

---

(١) "فإن أمكن الصلوة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد، و ينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم، وإلا فلا كراهة كما لا يخفى". (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/١١٦١، رشيديه)

(و كذا في الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ١/٥٦٢، سعيد)

(٢)"عن المقدام بن معديكرب رضى الله تعالىٰ عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ماأكل أحدٌ طعاماً قط خيراً من أن يأكل من عمل يديه، وأن نبى الله داؤد عليه السلام كان يأكل من عمل يديه". رواه البخارى". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال : ١/٢٤١،قديمى)

(٣) قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ: "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقرأة، ثم الأورع. اهـ". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٥٥٧،سعيد)

(وكذا في الهداية ، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/١٢١ ،شركت علميه ملتان) .... =

نداف (روئی صاف کرنے والے) کی امامت

سوال [۲۷۰۵]: زید نداف ذات سے تعلق رکھتا ہے البتہ اس میں امامت کی صلاحیت بہ نسبت وہاں کے اَورلوگوں کے زیادہ ہے، وہ بعض اوقات امامت بھی کرتا ہے لیکن لوگ اسے کم درجہ کا مسلمان تصور کرکے اقتداء سے گریز کرتے ہیں۔ تو کیا گریز کرنا درست ہے، کیا اسلام ذات پات کو کوئی حیثیت دیتا ہے؟ ندافی یا اس قسم کا کوئی پیشہ اختیار کرنے سے مسلمان کی ذات میں اونچائی نیچائی ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ندافی کا پیشہ دیانت داری کیساتھ ہوتو ناجائز نہیں ہے، اس کو حقیر وذلیل سمجھنا غلط اورخلافِ شرع ہے(۱)، جس میں امامت کے اوصاف موجود ہوں گے اس کے پیشہ کی وجہ سے ہرگز درست نہیں کہ اس کی اقتداء سے گریز کریں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

غسالِ میت کی امامت

سوال [۲۷۰۶]: غسال امامتِ نمازِ فریضہ کرسکتا ہے یانہیں؟ اوراگر کرسکتا ہے تو کیا انہی کپڑوں

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ١ /١٠٧، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(١) "عن المقدام بن معديكرب رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ماأكل أحد طعاماً قط خيراً من أن يأكل من عمل يديه، وأن نبي الله داؤد عليه السلام كان يأكل من عمل يديه". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، ١/ ٢٤١، قديمي)

(٢) "ولو أمّ قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه، أولأنهم أحق بالإمامة منه، كره له ذلك تحريماً لحديث أبي داؤد: "لايقبل الله صلاة من تقدم وهم له كارهون". وإن هو أحق، لا، والكراهة عليهم". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/ ٥٥٩، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، أماالكلام في بيان من هو أحق بالإمامة: ١/ ٦٠٣، ٦٠٤، إدارة القرآن كراتشي)

سے امامت کرسکتا ہے جن کو پہنے ہوئے میت کو غسل دیا تھا، جواب بسَنَد ہو۔

الجواب حامداًومصلیاً:

میت کو غسل دینا مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ ہے جیسا کہ اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے:

"والصلوة عليه فرض كفاية كدفنه وغسله وتجهيزه، فإنها فرض كفاية، اه". درمختار(۱)۔

جس طرح نماز جنازہ پڑھنے والے کی امامت میں اسی فرضِ کفایہ کی ادائیگی سے کوئی خرابی نہیں آتی، اسی طرح میت کے غسل دینے والے کی امامت میں اس فرضِ کفایہ کی ادائیگی کی وجہ سے کچھ نقصان نہیں آتا، یہی حال تجہیز وتکفین، دفن میں سب شریک ہونے والوں کا ہے کہ سب نے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے، ان سے امامت کرانا بلاتردّد درست ہے۔ یہ عوام کی خام خیالی اور جہالت ہے کہ میت کو غسل دینا عیب سمجھتے ہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ غسل دینے والے غسالۂ میت سے احتیاط کریں کہ وہ نجس ہے، اگر وہ کپڑوں پر گرے گا تو کپڑے نجس ہوجائیں گے، اور میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنا بھی مستحب ہے:

"ويندب الاغتسال لمن أسلم طاهراً، وعند الفراغ من حجامة وغسل ميت، اه". مراقی الفلاح، ص: ٦٢(٢)۔ "(قوله: قبل نجاسة خبث)؛ لأن الآدمي حيوان، فينجس بالموت

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۰۷، سعيد)

(وكذا في سكب الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، فصل في الصلوة على الميت: ۱/۱۸۲، دارإحيار التراث بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الصلوة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر من هذاالفصل في الصلاة على الجنازة: ۲/۳۰٦، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلو ة، باب أحكام الجنائز، فصل، ص: ۵۸۰، قديمي)

(۲) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الطهارة، فصل سنن الاغتسال أربعة أشياء، ص: ۱۰۸، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب في أبحاث الغسل، سنن الغسل: ۱/۱۷۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۲۱، رشيديه)

كسائر الحيوانات، وهو قول عامة المشايخ، وهو الأظهر، بدائع، وصححه فى الكافى. قلت: و يؤيده إطلاق محمد نجاسة غسالته، وكذاقولهم: لو وقع فى بير قبل غسله نجسها، وكذالوحمل ميتاً قبل غسله وصلى به، لم تصح صلاته، وعليه فإنما يطهر بالغسل كرامةً للمسلم، وكذالوكان كافراً، نجس البئر ولو بعد غسله. اهـ". رد المحتار: ۱/۸۹٤(۱)۔

کوئی وجہ اشکال کی ہوتو اس کو بیان کر کے دریافت کیا جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،　　صحیح: عبداللطیف، ۲۴/۶/۵۹ھ۔

غاسلِ میت کی امامت

سوال[۲۷۰۷]: آج کل ائمۂ مساجد میں عموماً غسل مُردوں کا ان کے ذمہ ہوتا ہے اور ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ غاسلِ میت کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں، اگر جائز نہیں تو دیہاتی امام محض اسی لئے رکھے جاتے ہیں کہ اگر غسل میت کو نہ دیں تو ان کو امامت سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ مفصل تحریر کریں۔

الجواب حامداًومصلياً:

غسل وکفن ونماز جنازہ، دفنِ میت سب کا حکم یکساں ہے، كذافى الدر المختار(۲)، لہذا چاہئے کہ ان میں سے کسی ایک کام کرنے والے کے پیچھے بھی نماز جائز نہ ہو اور مردے بلا غسل، کفن، نماز، دفن ہی پڑے رہا کریں، چونکہ جو یہ کام کرے گا اس کے پیچھے نماز درست نہ ہوگی، پھر اس غسل دینے والے نے کیا قصور کیا

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۱۹۴/۲، سعيد)

(۲)"والصلوة عليه فرض كفاية كدفنه وغسله وتجهيزه، فإنها فرض كفاية". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۲۰۷/۲، سعيد)

(وكذا فى سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، فصل فى الصلوة على الميت: ۱۸۲/۱، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، كتاب الصلوة، الفصل الثانى الثلاثون فى الجنازة، نوع آخر من هذاالفصل فى الصلوة على الجنازة: ۳۰۶/۲، المكتبة الغفارية كوئٹه)

ہے، اس سے پوچھیں کہ عدم جواز کی وجہ کیا ہے؟ البتہ اس خدمت کو امام کے حقیر سمجھتے ہوئے سپرد کردینا بُرا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہو اس کی امامت

سوال[۲۷۰۸]: زید حافظ قرآن ہے اور محلّہ رسول پور ضلع کٹک کی مسجد میں امام ہے، وہ اس محلّہ کے ایک شخص بکر کے یہاں فاضل وقت میں ان کی لڑکی زیتون کو پڑھاتے بھی تھے، لڑکی کی عمر ۱۱/سال ہوگی، نابالغہ ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ زیتون پڑھائی کے کمرہ سے روتی ہوئی نکلی اور اس کا اندامِ نہانی سے خون بہہ رہا تھا، گھر والے دوڑے ہوئے آئے اور امام صاحب سے دریافت کیا کہ کیا ہوا، انہوں نے کہا کہ مارنے کی چھڑی سے جو کہ بانس کی تھی کونچہ لگایا، غصہ میں وہ غلطی سے اندام نہانی میں لگ گئی اور خون نکلنے لگا، بہر حال بچی کو فوراً ہسپتال پہونچایا گیا، وہاں ایک ہندو ڈاکٹرنی اور ایک مسلمان ڈاکٹر علاج کی طرف متوجہ ہوئے، دونوں نے ان کے رشتہ داروں سے کہا کہ خاص جگہ کچھ پھٹ گیا ہے اس کو سی دیا گیا، اب کوئی خطرہ نہیں۔ اور ڈاکٹر اور ڈاکٹرنی کا کہنا ہے کہ زنا سے ہی ایسا زخم ہوسکتا ہے، چھڑی کا یہ زخم نہیں ہے۔ لڑکی نے بھی ڈاکٹروں کے سامنے زنا کا اقرار کیا کہ امام صاحب نے مجھ سے زنا کیا ہے۔

اب اس بات پر محلّہ میں دو فریق ہوگئے ہیں: ایک فریق کا کہنا ہے کہ امام صاحب زنا میں مبتلا ہوئے ہیں، اس لئے ان کی امامت اب صحیح نہیں ہوگی، دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ شریعت کی رو سے عدمِ شہادت کی وجہ سے زنا ثابت نہیں ہوتا، اس لئے امامت کر سکتے ہیں، بلکہ امامت کر بھی رہے ہیں۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ امام صاحب زنا کے مجرم ہوئے یا نہیں اور اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ امام صاحب اس فعل کی نفی کرتے ہیں اور

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (سورة البقرة : ۱۲۴)

"وإذاثبت أن اسم الإمامة يتناول ماذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم الله تعالى الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمي)

قسم کھانے کو تیار ہیں۔

سید حاتم مدرسہ محمودیہ کٹک۔

الجواب حامداًومصلیاً:

صورتِ مذکورہ میں امام صاحب مذکور کو زانی قرار دینا اوران پر زانی کے احکام جاری کرنا تو درست نہیں، جوثبوت زنا کے لئے شرعاً ضروری ہے وہ موجود نہیں (۱) لیکن بچی کو بانس کی چھڑی سے مارنے کا بھی حق نہیں، ردالمحتار میں اس کی ممانعت موجود ہے (۲)۔امام صاحب کو اپنے اس جرم کا اقرار ہے، وہ مجرم اور گنہگار ہیں (۳)، جوصورت پیش آئی ہے وہ ان سے بدگمانی کا سبب بن سکتی ہے،لڑکی اوراس کے گھر والے اور دوسرے لوگ اگران سے ناراض ہوں توان کی ناراضی درست ہے۔ اگر امام صاحب اپنے جرم سے توبہ کر کے اپنی

---

(۱) "ویثبت (أی الزنا) بشهادة أربعة رجال فی مجلس واحد .... بلفظ الزنا، لا الوطء والجماع .... ویثبت أیضاً بإقراره أربعاً فی مجالسه الأربعة اهـ" (الدر المختار، کتاب الحدود : ۴/۷،۸، سعید)

(وكذا فی الفتاوی العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا : ۲/۱۴۳، رشیدیه)

(وكذا فی الهداية، كتاب الحدود : ۲/۵۰۷، مكتبه شركة علمية ملتان)

(۲) "(قوله :بيد): أی لا يجاوز الثلاث، وكذلك المعلم ليس له أن يجاوزها، قال عليه السلام لمرداس المعلم: "إياك أن تضرب فوق الثلاث، فإنك إذا ضربت فوق الثلاث، اقتص الله منك اهـ". إسماعيل عن أحكام الصغار للأستروشنی. و ظاهره أنه لا يضرب بالعصا فی غير الصلاة أيضاً". (رد المحتار، كتاب الصلوة، : ۱/۳۵۲، سعید)

(۳) قال الله تعالىٰ :﴿و لا تقربوا الزنى، إنه كان فاحشةً وسآء سبيلاً﴾ (سورة الإسراء : ۳۲)

"ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا يزكيهم و لا ينظر إليهم ولهم عذاب أليم : شيخ زانٍ، و كملك كذاب، و عائل: أی فقير مستكبر". رواه مسلم وأحمد والنسائی".

"ثلاثة لايدخلون الجنة : الشيخ الزانی، والإمام الكذاب، والعائل المزهوّ". رواه البزار بإسناد جيد". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الثامنة والخمسون بعد ثلاث مائة: الزنا –أعاذنا الله منه و من غيره بمنه و كرمه– اهـ : ۲/۲۱۹، دار الفكر بيروت)

اصلاح نہ کریں تو وہ امامت سے علیحدگی کے قابل ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۷/ ۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۷/ ۹۴ھ۔

ایضاً

سوال [۲۷۰۹]: لوگ زید پر الزام لگاتے ہیں اور اتہام باندھتے ہیں کہ زید خالدہ سے بدکاری کراتا ہے اور اس کو دھمکاتے ہیں کہ تیرا وارنٹ نکلوادیں گے، اور زید کو دیوث بتاتے ہیں۔ شرعاً یہ لوگ گنہگار ہیں یا نہیں؟ اور زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

سائل میانجی، عبدالرحمٰن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا دلیل کسی پر بہتان لگانا کبیرہ گناہ ہے، جو لوگ بلا شہادتِ شرعیہ زید پر الزام لگاتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں (۲)، اور جب تک شرعی شہادت سے ثابت نہ ہو اس سے زید کی امامت میں نقصان نہ آئیگا، بلکہ نماز پنجگانہ

---

(۱) "ویکره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار). وفي رد المحتار: "(قوله: وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني و آكل الربا و نحو ذلك". (كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۰، ۵۵۹، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۱۲۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيد هن وأرجلهن﴾ (سور الممتحنة: ۱۲)

"قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لا يلحقن بأزواجهن غير أولادهن. وقيل: إنه قد دخل فيه قذف أهل الإحصان، والكذب على الناس، وقذفهم بالباطل، وماليس فيهم، وسائر ضروب الكذب، وظاهره الآية يقتضي جميع ذلك". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/ ۶۵۹، قديمي)

"وأخرج أحمد: "خمس ليس لهن كفارة: الشرك بالله، وقتل النفس بغير حق، وبُهت مؤمن، والفرار من الزحف، ويمين صابرة يقتطع بها مالاً بغير حق". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب النكاح، الكبيرة الرابعة والخمسون بعد المائتين: ۲/ ۴۱، دار الفكر، بيروت)

(وكذا في فتاوىٰ دارالعلوم ديوبند، باب الإمامة: ۳/ ۱۷۹، امداديه)

وجمعہ وعیدین سب کچھ زید کے پیچھے حسبِ سابق درست ہے(۱)، البتہ زید کو بھی چاہئے کہ اپنا طرزِ عمل بلاوجہ ایسا نہ رکھے جس سے تہمت کا موقع ہاتھ آئے (۲)۔ خالدہ کا انتظام اگر ممکن ہو کرادے اور ایسی مجبوری کی حالت میں لڑکی کی امداد ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۲/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/صفر/ ۵۷ھ۔

نکاحِ محرمہ سے پیدا شدہ لڑکے کی امامت

سوال[۲۷۱۰]: محارم کا آپس میں نکاح ہو جائے، اس کے بعد ان کا ایک لڑکا پیدا ہو جائے تو اگر وہ لڑکا بالغ عالم ہونے کے بعد امامت کرے تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ ہر سوال کے جواب کو ادلہ سے زیور پہنا کر تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس میں امامت کی اہلیت ہے تو اس کے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/۴/ ۶۴ھ، صحیح: عبد اللطیف ۲۷/۴/ ۱۳۶۴ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم﴾ (سورة الحجرات: ۱۲)

(۲) "اتقوا مواضع التهم" ذكره في الإحياء. وقال العراقي في تخريج أحاديثه: لم أجد له أصلاً، لكنه بمعنى قول عمر: "من سلك مسالك الظن اتُّهِم". ورواه الخرائطي في مكارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يلومنَّ من أساء الظن به". وروى الخطيب في المتفق والمفترق عن سعيد بن المسيب قال: وضع عمر بن الخطاب ثماني عشرة كلمةً .... "ومن عرض نفسه للتهمة، فلا يلومنَّ مَن أساء الظن به". (كشف الخفاء: ۱/ ۴۴، مؤسسة الرسالة بيروت)

(۳) "ويكره إمامة عبدو أعرابي وفاسق وأعمى ومبتدع لايكفر بها، وإن كفر بها فلايصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هذا إن وُجد غيرهم، وإلا فلاكراهة".

"قوله: إن وجد غيرهم: أي من هو أحق بالإمامة منهم". (رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب =

امامتِ عنین

سوال[۲۷۱۱]: ۱......کسی وجہ سے کوئی شخص اگر نامرد ہو جائے تو اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

۲......شروع پیدائش ہی سے کوئی شخص اگر نامرد ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اَور کوئی مانع نہ ہو تو جائز ہے(۱)۔

۲......جائز ہے بشرطیکہ خنثیٰ نہ ہو(۲) اور خنثیٰ کی امامت عورت کیلئے جائز ہے، مرد کے لئے ناجائز ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۶/۳/۱۳۵۵ھ۔

= الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعید)

"وولد الزنا إن كان أفضل القوم، فلا كراهة إذا لم يكونا محتقرين بين الناس لعدم العلة للكراهة". (البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۲۴۴، دار المعرفة بيروت)

(۱) "عنین ہونے سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، یہ کوئی ظاہری اور نمایاں عیب نہیں ہے جو باعث کراہت ہو"۔(فتاوی دار العلوم دیوبند: ۳/۱۵۶، مکتبہ إمدادیہ، ملتان)

(وكذا في كفاية المفتي: ۳/۱۰۱، دار الاشاعت)

(۲) "لايصح اقتداء رجل بامرأة وخنثى". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۷۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۲۸، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۱۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "والخنثىٰ البالغ تصح إمامته للأنثىٰ مطلقًا فقط، لا لرجل ولا لمثله". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، =

غیرمختون کی امامت

سوال[۲۷۱۲]: بغیر ختنہ کے امام کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ختنہ سنت ہے، جوشخص بلاعذراس کوچھوڑ دے وہ تارکِ سنت ہے(۱)، اگر باوجود قدرت ووسعت کے بدن کوغسل واستنجاء میں پاک نہیں رکھتا ہے تب اس کوامام ہرگز نہ بنایا جائے، اگر پاک رکھتا ہےتو اس کی امامت درست ہے، نماز اس کے پیچھے ہوجائے گی (۲)، اگر چہ اس تارکِ سنت کے مقابلہ میں عاملِ سنت کی امامت مقدم ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= باب الإمامة: ۱/۵۷۷،سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۱۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة : ۱/۲۵۱، امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۲۸، رشيديه)

(۱)"عن أبي أيوب رضي الله تعالىٰ عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أربع من سنن المرسلين: الحياء" ويروى: "الختان والتعطر، والسواك، والنكاح". رواه الترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الطهارات، باب السواك: ۱/۴۴،قديمي)

"والأصل أن الختان سنة كما جاء في الخبر، وهو من شعائر الإسلام وخصائصه، فلو اجتمع أهل بلدة على تركه، حاربهم الإمام، فلايترك إلا لعذر". (الدر المختار، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى: ۶/۷۵۱،سعيد)

(۲) (راجع كفاية المفتي :۳/۸۴.دار الإشاعت كراچي)

(وفتاوىٰ دار العلوم ديوبند :۳/۱۹۶ ،مكتبه امداديه،ملتان)

(۳)"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويدًا للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد) .... =

لاولد کی امامت

سوال[۲۷۱۳]: ایک مولانا مدرسہ کے مدرسِ اعلیٰ ہیں مگر وہ لاولد ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کی اولاد پیدا نہ ہوئی وہ شرعی مجرم اور گنہگار نہیں، اس کی وجہ سے اس کی امامت میں نقصان نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

برہمن بچہ کو پال کرامام بنانا

سوال[۲۷۱۴]: زید مسلمان ہے اوراس نے بےاولاد ہونے کے سبب ایک ہندو برہمن بچے کو پال پوس کرایک خاندان کی لڑکی سے شادی کی، اس برہمن کی طرف سے دواولاد ہوئی وہ بھی تعلیم یافتہ رہی تقریباً ۲۲/سال کی ہوئی، وہ مسجد کے امام ہونے اور نماز پڑھانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو ایسے شخص کا امام ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس برہمن بچے کو پرورش کیا، اگر وہ مسلمان ہوگیا تھا پھر مسلمان لڑکی سے اس کی شادی کی، تب تو کوئی اشکال ہی نہیں (۲)، اس سے پیدا شدہ اولاد میں جب اوصافِ امامت موجود ہوں تو ان کی امامت

=(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/ ۶۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يهب لمن يشاء إناثاً ويهب لمن يشاء الذكور، أو يزوّجهم ذُكرانًا وإناثاً، ويجعل من يشاء عقيمًا﴾ (سورة الشورىٰ: ۵۰)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتنكحوا المشركين حتى يؤمنوا، ولعبدٌ مؤمن خير من مشرك ولو أعجبكم﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱) .... =

درست ہے(۱)۔اگر وہ برہمن بچہ -خدانخواستہ- مسلمان نہیں ہوا تھا، اس حالت میں اس کی شادی مسلمان لڑکی سے کردی گئی تو یہ شادی سخت معصیت ہوئی، یہ شرعی نکاح نہیں بلکہ زنا ہے(۲)،اس سے پیدا شدہ اولاد نے اگر اسلام قبول کرلیا ہے اور لوگوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہے تو ان کو امامت نہیں کرنا چاہئے (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/ ۱۳۸۷ھ۔

= "أى لاتزوّجوا الرجال المشركين النساء المؤمنات، كما قال تعالىٰ:﴿لاهنّ حلٌّ لهم، ولا هم يحلون لهن﴾.(تفسير ابن كثير : ۱/۳۴۸،دار الفكر بيروت)

"وينعقد بإيجاب وقبول وضعا للمضى كزوجت وتزوجت، وبما وضع أحدهما له والآخر للاستقبال، كزوجنى". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، ۱۰، سعيد)

(وكذا فى الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، مكتبه شركة علميه)

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن. اهـ". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷،سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع، فصل فى بيان من يصلح للإمامة : ۱/۶۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنةٌ مؤكدة : ۱/۱۰۷،دارإحياء التراث العربى بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾ (سورة البقرة : ۲۲۱)

"ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة ، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿و لا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾، ولأن فى إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة فى الكفر". (بدائع الصنائع ، كتاب النكاح، فصل فى عدم نكاح الكافر المسلمة:۳/۴۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"و لا يجوز تزوج المسلمة من مشرك و لا كتابى، كذا فى السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السابع المحرمات بالشرك: ۱/۲۸۲، رشيديه)

(۳) "ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمىٰ و مبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء به أصلاً، وولد الزنا، هذا إن وُجد غيرهم، و إلا فلا كراهة (الدرالمختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "أو لنفرة الناس عنه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق ، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰،رشيديه)

غیر سید کے پیچھے سید کی نماز

سوال[۲۷۱۵]: اگر کوئی سید گھرانے کا عالم مگر قاری نہیں ہے، قرآن کچھ حسنِ صوت سے اٹک اٹک کر پڑھے اور قاری کسی نیچے خاندان کا ہے تو سید کا اس قاری کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اقتداء درست ہوجائے گی، یہ بات نہیں ہے کہ سید کی نماز غیر سید کے پیچھے اس کی اہلیت کے باوجود درست نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا چار قوموں کے علاوہ کے پیچھے نماز درست نہیں؟

سوال[۲۷۱۶]: مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو کسی وقت فتوی دیا تھا کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اَور قوم کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، وہ فتوی ایک شخص کے پاس ہے۔ کیا واقعی نماز نہیں ہوتی؟ اگر نہیں ہوتی تو تفصیل سے بیان فرمائیں، اور وہی شخص کہتا ہے کہ امامت کے بجائے بھنگی کا پیشہ کرے تو امامت سے اچھا ہے۔ کیا یہ فاسق ہے، تو کس درجہ کا ہوگا؟ تفصیل سے بیان کریں۔ نیز وہی شخص نماز ہوتے وقت آگے یا پیچھے نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے، جماعت کا کوئی احترام نہیں کرتا، تو وہ کس درجہ کا فاسق ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص میں امامت کی صفات موجود ہوں اس کی امامت درست ہے، خواہ وہ کسی قوم سے ہو(۲)۔

---

(۱) "من هو أحق بالإمامة .... أعلمهم بالسنة، وأفضلهم ورعاً، وأقرئهم لكتاب الله تعالىٰ: .... فأعلمهم بالسنة أولىٰ، إذا كان يحسن من القرأة ماتجوز به الصلاة .... عن النبي صلى الله عليه وسلم: إنه قال: "ليؤمّ القوم أقرؤهم لكتاب الله، فإن كانوا سواء، فأعلمهم بالسنة". (إلى آخر الحديث) والأصح أن الأعلم بالسنة إذا كان يحسن من القرأة ماتجوز به الصلاة، فهو أولىٰ": (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۲۹، دار الكتب العلمية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۷، رشيديه)

(وكذا في العناية على هامش فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۴۶، مصطفى البابي الحلبي)

(۲) "عن أبي مسعود البدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤمّ القوم =

حضرت تھانویؒ کا کوئی فتویٰ ایسا نہیں ہے کہ چار قوموں کے علاوہ کسی اَور کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ امامت کی صفات ہوتے ہوئے محض قومیت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا بہت بڑی محرومی ہے، جو آدمی ہمیشہ ایسا کرتا ہو اس کی شہادت قبول نہیں ہے گنہگار ہے، اس کو توبہ لازم ہے، جماعت ترک نہ کرے(۱)، بعض احادیث میں ترک جماعت کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراءةً، فإن كانوا فى القراءة سواء فليؤمهم أقدمهم هجرةً، فإن كانوا فى الهجرة سواء، فليؤمهم أكبرهم سناً، ولا يؤم الرجل فى بيته ولا فى سلطانه، ولا يجلس على تكرمته إلا بإذنه". (سنن أبى داود، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۹۳، إمداديه ملتان)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً، ثم الأحسن قراءةً، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل فى بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فى بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۶۵۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) "الجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل: واجبة، وعليه العامة. فتسن أو تجب، تظهر ثمرته فى الإثم بتركها مرةً على الرجال العقلاء البالغين الأحرار الخ".

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: ولذا قال فى الأجناس: لاتقبل شهادته إذا تركها استخفافاً ومجانةً .... (قوله: بتركها مرة) بلاعذر وهذا عند العراقيين، وعند الخراسانيين إنما يأثم إذا اعتاده، كمافى القنية". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۴، سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق، باب الإمامة: ۱/۲۳۸، امداديه ملتان)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۶۰۲، ۶۰۳، رشيديه)

(۲) "عن عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال: لقد رأيتنا وما يتخلف عن الصلاة إلامنافق قدعُلم نفاقه، أومريض، إن كان المريض ليمشى بين رجلين حتى يأتى الصلاة. وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم علّمنا سنن الهدى، وإن من سنن الهدى الصلوة فى المسجد الذى يؤذن فيه اهـ". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول: ۱/۹۶، قديمى)

الفصل الخامس فی إمامة المعذور

(معذور کی امامت کا بیان)

معذور کی تعریف اور اس کی امامت

سوال[۲۷۱۷]: ۱......إذا أمّ حافظ معذور (مَن به انفلات الريح أومثله) بقوم غير حافظين فی التراويح عند إمامٍ من الأئمة هل تصح صلوتهم؟ وقال بعض الناس: تصح إن نوينا مسلك زفر أومالك. هل هذ القول صحيح؟

۲......هل الفرق فی جواز إمامة المعذور أو فی عدمه بين الفرائض والنوافل؟

۳......ما حدّ العذر فی الشريعة؟

الجواب حامداًومصلياً:

۱...... من كان به عذرٌ شرعيٌّ لاتبقى معه طهارته، لاتجوز خلفه صلوةُ مَن ليس كذلك سواء كانت فرضاً أوغيره(۱). والمعذور من مضى عليه وقت صلوة واحدة لايقدر فيه على أن يصلى مع الطهارة، هذا حدّ المعذور. ثم لابدّ فی كل وقت صلوة تحقق العذر مرةً أو مرتين، حتى إذا خلا وقت صلوة واحدة من العذر لم يبق معذوراً. قال فی شرح المنية، ص:۱۳۳:

"هومن لايمضى عليه وقت صلوٰة كامل إلا والحدث الذى ابتلى به يُوجد منه فيه، وهذا الذى ذكره تعريف صاحب العذر فی البقاء يعنى بعد تقرر كونه صاحبَ عذر، فما دام لايمضى

---

(۱)"ولايصح اقتداء طاهر بمعذور إن قارن الوضوء الحدث أوطرأ عليه بعده، وصح لوتوضأ على الانقطاع وصلى كذالک". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۷۸،سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۳۰،رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۲۵۱، امداديه، ملتان)

علیه وقت صلوة إلا وعذره یوجد فیه، فهو باق علی کونه صاحب عذر، لکن تقرر ه ابتداء إنما یکون بما إذا مضی علیه وقت صلوة، ولم یمکن أن یتوضأ ویصلی خالیًا من ذالك الحد ث فیه، فیشترط فی الثبوت استیعاب الوقت بالحدث علی هذه الصفة، کما یشترط فی الزوال استیعاب الوقت بالطهارة منه بأن یمضی الوقت ولا یُوجد ذلك الحد ث فیه، وفیما بین ذالك یکفی للبقاء وجود الحدث فی کل وقت مرةً الخ". (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

امامتِ معذور

سوال[۲۷۱۸]: معذور کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بہشتی گوہر میں تحریر ہے کہ "ریح، سلس البول وغیرہ جس میں ہوں اس کی اقتداء جائز نہیں، جب کہ مقتدیوں میں طاہر ہو اور اگر کوئی طاہر نہ ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے" (۲)۔ نیز جس شخص کو ایسا مرض ہے کہ جس وقت ان کو محسوس ہوتا ہے تو وہ اعلان کرتے ہیں اور نماز کا اعادہ ہوجاتا ہے اور اگر کسی وقت ان کو محسوس نہ ہو اور حدث ہو جاوے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معذور کا اقتداء طاہر کو کسی طرح جائز نہیں، ہاں! طاہر کا اقتداء معذور کو جائز ہے (۳)، اور ایک معذور کا اقتداء دوسرے معذور کو جائز ہے، بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں، اگر دونوں کا عذر علیحدہ علیحدہ ہے تو

---

(۱) (الحلبی الکبیر، فصل فی نواقض الوضوء، ص: ۱۳۵، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الطهارة، باب الحیض: ۱/ ۳۰۵، سعید)

(۲) (بہشتی گوہر، حصہ گیارہواں، جماعت صحیح ہونے کی شرطیں، ص: ۹۰۴، ۹۰۵، دارالاشاعت، کراچی)

(۳) "ولا طاهر بمعذور: أی وفسد اقتداء طاهر لصاحب العذر المفوت للطهارة؛ لأن الصحیح أقوی حالاً من المعذور، والشیئ لایتضمن مافوقه. اهـ". (البحر الرائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۶۳۰، رشیدیه)

(وکذا فی تنویر الأبصار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۵۷۸، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوٰة، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره: ۱/ ۸۴، رشیدیه)

جائز نہیں (۱)۔ بہشتی گوہر کی عبارت یہ ہے:

''طاہر کی اقتداء معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلسل بول وغیرہ کی شکایت ہو درست نہیں اھ'' (۲)۔ ''جب کہ مقتدیوں میں طاہر ہو''۔ بہشتی گوہر میں نہیں۔

اگر امام شرعی طور پر معذور نہیں ہے بلکہ اتفاقیہ طور پر کبھی ہوجایا کرتا ہے ان کی امامت درست ہے اور جب اس کو وضو ٹوٹنے کا علم اور احساس نہیں ہوا تو نماز بھی نہیں ہوئی۔ اگر کسی مقتدی کو اس کا علم ہوجائے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے امام کو اطلاع کردے اور نماز لوٹائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۱۳۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۳/۱۳۵۵ھ۔

معذور کی نماز اور امامت

سوال [۲۷۱۹]: (الف) میں ایک مرض میں عرصۂ دراز سے مبتلا ہوں اور وہ ہے کثرتِ ریاح کا

---

(۱) "ويجوز اقتداء المعذور بالمعذور إن اتحد عذرهما، وإن اختلف فلا يجوز، كذا في التبيين".
(الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ١/٨٤، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٥٧٨، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ١/١١١، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) (بہشتی گوہر حصہ یازدہم بعنوان ''جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں''، ص: ۱۷۷، طبع جدید مدلل، دارالاشاعت، کراچی)

(۳) "وإذا ظهر حدث إمامه وكذا كل مفسد في رأي مقتد بطلت، فيلزم إعادتها لتضمنها صلوة المؤتم صحةً وفساداً، كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمّهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو ركن بالقدر الممكن بلسانه أو بكتاب أو رسول على الأصح". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٥٩١، ٥٩٢، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٣٦٦، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٦٤٠، رشيديه)

خروج، ہر دو تین منٹ پر خروج ریاح ہوتا رہتا ہے، تو کیا میں فجر کے وضو سے نمازِ اشراق اور تلاوتِ قرآن پاک کرسکتا ہوں، یعنی ہوا کو روک کر رکھوں اور باوضو رہوں؟

(ب) جس گاؤں میں رہتا ہوں اس میں معمولی پڑھے لکھے لوگ ہیں، اکثر قراءت نماز میں غلط پڑھتے ہیں، اعضائے وضو خشک رہ جاتے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے پیچھے میری نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں تو پنج گانہ نماز کی امامت کرسکتا ہوں یا نہیں؟ یعنی جب تک امامت کروں، ہوا کو زبردستی روکے رکھوں۔ اگر نہیں کرسکتا تو گھر میں نماز ادا کروں؟ نیز اس حالت میں نماز تراویح کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) جو شخص شرعاً معذور ہے اس کو ہر وقت کے نماز کیلئے وضو ضروری ہے، پھر وقت ختم ہونے سے اس کا وضو باقی نہیں رہے گا فجر کا وضو سورج نکلنے سے ختم ہوجائے گا، اشراق کیلئے علیحدہ وضو کی ضرورت ہوگی، پھر اس وضو سے نوافل اور تلاوت کی اجازت ہوگی، حتی کہ ظہر کیلئے بھی جدید وضو کی ضرورت نہیں ہوگی الا یہ کہ اس عذر کے علاوہ کوئی اَور حدث پیش آجائے (۱)۔

(ب) اگر امام کی طہارت کامل نہ ہو اعضائے وضو خشک رہ جائیں یا نماز میں قراءت کی غلطی سے فساد آجائے، اور امام اصلاح نہ کرے تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں (۲) اور صاحبِ عذر بھی امامت نہیں

---

(۱) "وحكمه الوضوء لاغسل ثوبه ونحوه لكل فرض -اللاّم للوقت كمافي: ﴿لدلوك الشمس﴾- ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلاً، فدخل الواجب بالأولىٰ، فإذا خرج الوقت، بطل: أى ظهر حدثه السابق، حتى لوتوضأ على الانقطاع ودام إلى خروجه، لم يبطل بالخروج مالم يطرأ حدث آخر أو يسيل كمسألة مسح خفه........... وأفاد أنه لوتوضأ بعد الطلوع ولو لعيد الأضحىٰ لم يبطل إلا بخروج وقت الظهر".

(الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب فى أحكام المعذور: ۱/۳۰۵، ۳۰۶، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع فى أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، وممايتصل بذلك أحكام المعذور: ۱/۴۱، رشيديه)

(وكذا فى الهداية، كتاب الطهارة، فصل فى الاستحاضة: ۱/۶۷، ۶۸، شركة علمية ملتان)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن. آهـ". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد) =

کرسکتا، لہٰذا تنہا نماز پڑھنے میں وہ شرعاً معذور ہے، پھر ترکِ جماعت کی وعید میں وہ نہیں آئے گا ایسی طرح نماز تراویح بھی درست نہیں ہوئی، ایسی حالت میں تراویح بھی تنہا پڑھی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

جریان کے مریض کی امامت

سوال[۲۷۲۰]: جس آدمی کو جریان کا مرض ہو یعنی منی کے خارج ہونے کے بعد کچھ دیر تک مذی نکلتی رہتی ہے تو اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کو اتنا وقت مل جائے کہ وضو کر کے نماز پڑھ لے اور وضو برقرار رہے تو اس کی امامت درست ہے، ورنہ درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "ولا طاهر بمعذور: أي وفسد اقتداء طاهر بصاحب العذر المفوت للطهارة؛ لأن الصحيح أقوى حالاً من المعذور، والشئ لايتضمن ماهو فوقه". (البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۳۰، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۷۸، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۱۲۶، شركت علميه، ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنةمؤكدة: ۱/۱۱۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وفسد اقتداء طاهر صاحب العذر المفوت للطهارة؛ لأن الصحيح أقوىٰ حالاً من المعذور .... إذا توضأ على الانقطاع و صلى كذلک، فإنه يصح الاقتداء به؛ لأنه في حكم الطاهر". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۳۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۵۱، إمداديه)

جریان والے کی امامت

سوال[۲۷۲۱]: ایک شخص جس کو جریان کا عارضہ ہو، پیشاب کے بعد مسلسل قطرات آتے رہتے ہوں، بغیر پیشاب کے بھی قطرات پائجامہ میں نکل جاتے ہیں تو کیا وہ جماعت کراسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شرعی معذور ہے تو اس کی امامت درست نہیں، ورنہ درست ہے(۱) بشرطیکہ کپڑے بھی پاک ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ رجب/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۴/ رجب/ ۱۳۶۸ھ۔

صاحبِ جریان کی نماز وامامت

سوال[۲۷۲۲]: احقر مدت سے مرضِ جریان میں مبتلا ہے اکثر اوقات بدون دفق وشہوت کے مذی کی قسم کی کوئی چیز نکل کر، کبھی مخرج کے منہ پر رہتی ہے اور کبھی مخرج سے تعدی کر کے کچھ پھیل جاتا ہے، مگر چمڑے سے الگ ہو کر ساقط نہیں ہوتی، کبھی کپڑے پر بھی لگ جاتی ہے اور اکثر اوقات نماز میں بھی مذکورہ حالت ہو جاتی ہے بعض وقت دو تین دفعہ نماز دھرانے تک یہی حالت رہتی ہے اور بعض وقت نہیں رہتی۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز دھراؤں یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کبھی مجبوراً امام بننا پڑتا ہے کہ جماعت میں عوام ہوتے ہیں جن کی قرأت صحیح نہیں

---

(۱) "و لا طاهر بمعذور". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۵۷۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۶۳۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوٰة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/ ۸۴، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/ ۱۱۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ہے اور بعض کی قرأت صحیح ہے، مگر مسائل سے اچھی طرح واقف نہیں اور بعض کے طہارت وغیرہ کے مسائل پر عمل نہیں ہے، چال چلن لباس وغیرہ شریعت کے موافق نہیں ہے، اور اگر کبھی جاننے والا آدمی موجود بھی ہے تو وہ امام نہیں ہوتا تو حالتِ مذکورہ میں احقر کو امام بننا درست ہوگا یا نہیں، بر تقدیر ثانی کیا کروں؟

المستفتی: عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اس چیز کے ناقض وضو ہونے میں شک نہیں (۱) لیکن اس کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ شرعاً آپ کو معذور کہا جا سکے تو اس وقت آپ کیلئے حکم یہ ہوگا کہ ہر نماز کیلئے تازہ وضو کرنا آپ کو ضروری ہوگا اور اس وضو سے فرض، نفل سب پڑھ سکتے ہیں، پھر جب نماز کا وقت خارج ہوگا تو یہ خروجِ وقت آپ کے حق میں ناقض وضو ہوگا، عذر ناقض نہ ہوگا (۲)۔ شرعاً معذور وہ شخص ہے کہ جس پر نماز کا ایک مکمل وقت اسی حالت میں گذر جائے کہ اس میں وہ عذر برابر ملحق رہے اور اتنی دیر کیلئے بھی بند نہ ہو کہ جس میں وہ وضو کر کے اس وقت کی فرض نماز ادا کر سکے، جب ایک نماز کا مکمل وقت اسی حالت میں گذر گیا تو یہ شخص شرعاً معذور ہوگا، اس کے بعد ہر نماز کے مکمل وقت میں اس عذر کا متحقق ہونا ضروری نہیں بلکہ مکمل وقت میں کم از کم ایک مرتبہ اس عذر کا پایا جانا کافی ہے، پھر اگر کسی نماز کا

---

(۱) "منها مايخرج من السبيلين من البول والغائط والريح الخارجة من الدبر و الودى والمذى والمنى والدودة والحصاة". (الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب الطهارة، الفصل الرابع فى نواقض الوضوء: ۱/۹، رشيديه)

(وكذا فى الدرالمختار، كتاب الطهارة: ۱/۱۶۵، سعيد)

(وكذا فى الهداية، كتاب الصلوٰة، فصل فى الغسل: ۱/۲۳، مكتبه شركة علمية، ملتان)

(۲) "وحكمه الوضوء لكل فرض -اللام للوقت كما فى ﴿لدلوك الشمس﴾- ثم يصلى به فيه فرضًا ونفلاً، فدخل الواجب بالأول، فإذا خرج الوقت بطل: أى ظهر حدثه السابق". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، مطلب فى أحكام المعذور: ۱/۳۰۵، ۳۰۶، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع فى أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، ومما يتصل بذلك أحكام المعذور: ۱/۴۱، رشيديه)

(وكذا فى الهداية، كتاب الطهارة، فصل فى المستحاضة: ۱/۶۷، ۶۸، مكتبه شركة علميه، ملتان)

مکمل وقت اسی حالت میں گذر گیا کہ ایک مرتبہ بھی عذر نہ پایا گیا تو یہ شخص شرعاً معذور نہیں رہے گا (۱) اب آپ اپنی حالت کو خود ملاحظہ کرلیں آپ شرعاً معذور ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو یہ خروجِ مذی آپ کے حق میں ناقض نہیں، لہذا اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ بھی درست نہیں (۲)، اگر آپ معذور نہیں تو یہ خروجِ مذی ناقض وضو ہے، اگر نماز میں خروج ہو جائے تو وضو اور نماز ہر دو کا اعادہ لازم ہے۔

معذور کی امامت درست نہیں جب آپ معذور ہوں تو آپ ہرگز امام نہ بنیں، جو امام احسن حالاً ہو، اس کا اقتداء کرلیں اور جب معذور نہ ہو تو پھر امام بننے میں کچھ مضائقہ نہیں، لیکن اگر اسی حالت میں خروجِ مذی ہو گیا تو نماز کا اعادہ لازم ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۹/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ رمضان/۱۳۶۲ھ۔

---

(۱) "شرط ثبوت العذر ابتداءً أن يستوعب استمراره وقت الصلوٰة كاملاً، وهو الأظهر كالانقطاع لايثبت مالم يستوعب الوقت كله حتى لوسال دمها فى بعض وقت صلاة فتوضأت وصلت، ثم خرج الوقت ودخل وقت صلاة أخرى وانقطع دمها فيه، أعادت تلك الصلوٰة لعدم الاستيعاب، وإن لم ينقطع فى وقت الصلوٰة الثانية حتى خرج، لاتعيد لوجود استيعاب الوقت. وشرط بقائه أن لايمضى عليه وقت فرض إلا والحدث الذى ابتلى به يوجد فيه، كذا فى التبيين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع فى أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، ومما يتصل بذلك أحكام المعذور: ۱/۴۰، ۴۱، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب فى أحكام المعذور: ۱/۳۰۵، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الحيض: ۱/۱۸۳، ۱۸۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "ولاطاهر بمعذور: أى وفسد اقتداء طاهر صاحب العذر المفوت للطهارة؛ لأن الصحيح أقوى حالاً من المعذور، والشيء لايتضمن ماهو فوقه. آه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۳۰، رشيديه)

(وكذا فى تنوير الأبصار مع رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۷۸، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوٰة، الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۴، رشيديه.)

(۳) (راجع، ص: ۲۸۹، رقم الحاشية: ۱)

نابینا کی امامت

سوال[۲۷۲۳]: نابینا اور کانا شخص جو اپنے بدن اور کپڑے کو محفوظ رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، حدیث وقرآن کا حوالہ دیکر تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے بشرطیکہ عالم محتاط ہو، اور بھی کوئی بات اس میں منصبِ امامت کے خلاف نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۲/۱۳۵۸ھ۔

ایضاً

سوال[۲۷۲۴]: ایک حافظ جو کہ قاری بھی ہیں، ایک مسجد میں بحیثیتِ امامِ مسجد تقرر کیا گیا، یہ صاحب مسائلِ نماز اور دیگر امور دینی سے واقف ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی دینی تعلیم دیتے ہیں۔ حافظ موصوف نابینا شادی شدہ ہیں اور ان کے والد اور چھوٹے بھائی ان کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے ہیں، ان کو اپنی طہارت وپاکی کا بہت خیال ہے، نیز خطباتِ جمعہ کافی تعداد میں ان کو یاد ہیں جس کی تصدیق امتحان لے کر دو مستند علماء نے کی ہے، اس کے برعکس اَور دو تین اصحاب مسجد کی امامت کیلئے کوشاں ہیں اور وہ مسائلِ نماز اور مسائلِ دین سے ناواقف ہیں اور زبانِ عربی سے تو بالکل بے بہرہ ہیں، قرآن بھی اچھا نہیں پڑھتے، یہ ہرسہ اصحاب کہتے ہیں کہ ہر نابینا کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ادھر حافظ صاحب نابینا اپنی امامت کے جواز میں اس واقعہ

---

(۱) "وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والأعمىٰ؛ لأنه لايتوقى النجاسة، ولايهتدي إلى القبلة بنفسه، ولايقدر على استيعاب الوضوء غالبًا. وفي البدائع: إذا كان لايوازيه غيره في الفضيلة في مسجده فهو أولىٰ". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵، ۳۴۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

سے استناد کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جو نابینا تھے امام مقرر فرمایا تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ صاحبِ طہارت نابینا کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمایا جائے کہ موجودصورت میں ان نابینا صاحب کی امامت دُرست ہے یا نہیں؟ اوران کو اپنے تمام اوصاف کے لحاظ سے ان اشخاص پر فوقیت حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

"كره إمامة العبد والأعرابي والمبتدع والأعمىٰ؛ لأنه لايتوقى النجاسة ولايهتدى إلى القبلة بنفسه ولا يقدر على استيعاب الوضوء غالباً. وفى البدائع: إذا كان لايوازيه غيره فى الفضيلة فى مسجده فهو أولىٰ، وكذا فى المحيط. وقد استخلف النبى صلى الله عليه وسلم ابن أمّ مكتوم وعتبان بن مالك على المدينة وكانا أعميين، اهـ". زيلعى، ص: ١٢٤(١)۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ نابینا کی امامت اس وقت مکروہ ہے کہ وہ نجاست سے نہ بچ سکتا ہو، استقبالِ قبلہ پر بنفسہ قادر نہ ہو، وضو وغیرہ طہارت کے استیعاب سے قاصر ہو اور جب یہ امور اس میں نہ ہوں تو اس کی امامت مکروہ نہیں، نیز جب کہ دیگر نمازیان مسجد سے اپنے اوصاف معتبرہ میں افضل ہو تو اس کی امامت دوسروں سے اولیٰ وافضل ہوگی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کا حکم فرمایا حالانکہ یہ دونوں صحابی نابینا تھے، کیونکہ اس وقت اس جگہ ان سے افضل کوئی شخص موجود نہ تھا: "لأنه لم يبق من الرجال من هو أصلح منهما". اهـ". ردالمحتار: ١/٥٨٥(٢).

---

(١)(تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٣٤٥، ٣٤٦، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى البحرالرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٦١٠، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/١٠٨، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل فى بيان من يصلح للإمامة: ١/٦٦٨، دارالكتب العلمية بيروت)

(٢) (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٥٦٠،سعيد) .... =

پس صورتِ مسئولہ میں حسبِ بیانِ مسائل حافظ کی امامت افضل ہوگی ان دوتین آدمیوں کی امامت سے، اگر کوئی شخص ان نابینا سے افضل ہوتو اس کی امامت افضل ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۵/۵۹ھ۔

معذور نابینا کی امامت

سوال[۲۷۲۵]: زید جس کو خروجِ ریح کا مرض ہے جس کا وضو نہیں ٹھہرتا، ایک مسجد میں امامت کررہا ہے اور قرآن کا حافظ ہے، البتہ آنکھوں سے نابینا ہے، امامت کے علاوہ اور کوئی ذریعۂ معاش نہیں اس نے اس مرض کا علاج بھی کرایا مگر افاقہ نہیں ہوا، اس کی امامت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر یہ شخص معذور ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے، اگر معذور نہیں تو امامت جائز ہے بشرطیکہ پاکی کا اہتمام کرتا ہو اور نجاست سے بچتا ہو اور اس سے بہتر امامت کے لائق کوئی آدمی موجود نہ ہو اور نہ اس کی امامت مکروہ ہے:

"وکره إمامة العبد والأعرابی والفاسق والمبتدع والأعمیٰ؛ لأنه لایتوقی النجاسة، ولایهتدی إلی القبله بنفسه، ولایقدر علی استیعاب الوضوء غالبًا. وفی البدائع: إذا کان لایوازیه غیره فی الفضیلة فی مسجده، فهو أولیٰ". زیلعی: ۱/۱۳٤ (۲)۔

=(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۶۱۰، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۲۴۳، مکتبه امدادیه، ملتان)

(۱) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ. اهـ". وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "فإن أمکن الصلوٰة خلف غیرهم فهو أفضل، وإلافالاقتداء أولیٰ من الانفراد". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(۲) (تبیین الحقائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۳۴۵، ۳۴۶، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۶۱۰، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، فصل الجماعة سنة مؤکدة: ۱/ ۱۰۸، دار إحیاء التراث العربی)

اگر وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اس کی امداد دوسری طرح کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

نابینا امام کے کچھ اور اوصاف

سوال [۲۷۲۶]: اس شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اول: تو نابینا ہے۔ دوسرے: ڈرے کے حرف بتلاتا ہے، اب تو یہ ڈرا شاہ آباد سے جاتا ہی رہا پہلے سنا بتلاتا تھا۔ تیسرے: مسجد کی جماعت کو چھوڑ کر حجرہ ہی میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ چوتھے: اکثر لوگوں نے دیکھا ہے کہ ایک غیر محرم عورت، غیر وقت رات کے گیارہ بجے تک آتی ہے اور گھنٹوں باتیں کرتے رہتے ہیں، یہ عورت چال چلن کی خراب ہے، کچھ لوگ امام صاحب سے بدظن ہو گئے اور اپنی جماعت اسی مسجد میں علیحدہ پڑھتے ہیں، اور جماعتِ ثانیہ کیلئے تکبیر جائز ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب بے وضو اذان کہہ دیتے ہیں، حقہ کثرت سے پیتے ہیں۔

اکرام احمد و فخر الدین از شاہ آباد ضلع کرنال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال میں امام مذکور کے متعلق چند امور قابلِ اعتراض ذکر کئے گئے ہیں:

اول: نابینا ہونا۔ دوم: ڈرے کے حرف بتلانا۔ سوم: جماعت کی پابندی نہ کرنا۔ چہارم: غیر عورت سے باتیں کرنا۔ پنجم: بلا وضو اذان کہنا۔ ششم: حقہ پینا۔

امر اول کے متعلق یہ ہے کہ اگر نابینا پاکی اور طہارت کا اچھی طرح خیال رکھتا ہو تو اس کی امامت بالکراہت درست ہے، اگر گلی کوچوں میں پھرتا ہو، پاکی اور طہارت کا خیال نہ کرتا ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے(۱)۔

---

(۱) "وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع والأعمى؛ لأنه لايتوقى النجاسة، ولايهتدي إلى القبلة بنفسه، ولايقدر على استيعاب الوضوء غالبًا. وفي البدائع: إذا كان لايوازيه غيره في الفضيلة في مسجده فهو أولى". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵، ۳۴۶، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

امر دوم خود ہی سوال میں لکھ دیا گیا ہے، کہ یہ موجود نہیں۔

امر سوم سے متعلق یہ ہے کہ اگر نابینا مسجد میں جماعت کے وقت بسہولت جا سکتا ہو تب تو اس کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے اور اگر اس کو دقت ہو مثلاً کوئی لے جانے والا موجود نہ ہو اور وہ خود نہ آ سکتا ہو تو اس سے جماعت ساقط ہے (۱) اور صورت مسئولہ میں جبکہ امام مسجد کے حجروں میں موجود ہو تو اسکو بظاہر کوئی دقت نہیں اس لئے اس سے جماعت ساقط نہیں، جماعت کی پابندی نہ کرنے سے اسی حالت میں گنہ گار ہوگا (۲)۔

امر چہارم کے متعلق یہ ہے کہ نامحرم عورت کے ساتھ خلوت کرنا ناجائز ہے، اسلئے امام کو اس سے توبہ کرنا ضروری ہے، اگر کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس عورت سے بواسطہ یا کسی اَور کی موجودگی میں گفتگو کی جائے (۳)

---

(۱) "الجماعة سنة مؤكدة للرجال ......فتسن أو تجب على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوٰة بالجماعة من غير حرج، فلايجب على مريض ومقعد وزمن ومقطوع يد ورجل من خلاف ومفلوج وشيخ كبير عاجز و أعمى) و إن وجد قائداً". (الدر المختار ،كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۲-۵۵۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۶۰۵، ۶۰۶،رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۳۴۲، بيروت)

(۲) "عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من سمع المنادى فلم يمنعه من اتباعه عذرٌ". -قالوا: و ما العذر؟ قال: "خوف أو مرض-، لم تقبل منه الصلوة التى صلى". رواه أبو داؤد والدارقطني". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الجماعة و فضلها، الفصل الثاني : ۱/ ۹۶، قديمى)

"عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "والذى نفسى بيده! لقد هممت أن آمر بحطب فيحطب، ثم آمر بالصلوة فيؤذن لها، ثم آمر رجلاً فيؤم الناس، ثم أخالف إلى رجال" وفى رواية: "لا يشهدون الصلوة فأحرّق عليهم بيوتهم، والذى نفسى بيده! لو يعلم أحدهم أنه يجد عرقاً سميناً أو مرماتين حسنتين شهد العشاء". رواه البخارى". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الجماعة و فضلها: ۱/ ۹۵، قديمى)

(۳) "الخلوة بالأجنبية حرام، إلا لملازمة مديونة هربت و دخلت خربة، أو كانت عجوزاً شوهاء، أو بحائل". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر واللمس: ۶/ ۳۶۸،سعيد) .... =

اور اگر وہ واقعی بدچلن ہے تو اس سے نہایت اجتناب ضروری ہے، کیونکہ موضعِ تہمت سے بچنا بھی واجب ہے(۱) اور پردہ نابینا سے بھی کرنا چاہیئے (۲)۔

امر پنجم کے متعلق یہ ہے کہ اذان بلا وضو بھی ہو جاتی ہے، گو وضو سے کہنا بہتر ہے (۳)۔

=(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس: ۳۵٦/۸، رشيديه)

"ولايكلم الأجنبية إلا عجوزاً عطست أو سلّمت، فيشمتها ويرد السلام عليها، وإلا لا، انتهى، وبه بان أن لفظة "لا" في نقل القهستاني، ويكلمها بمالا يحتاج إليه زائدة، فتنبه".

"(قوله: زائدة) يبعده قوله في القنية رامزاً: ويجوز الكلام المباح مع امرأة أجنبية اهـ. و في المجتبى رامزاً: وفي الحديث دليل على أنه لابأس بأن يتكلم مع النساء بمالايحتاج إليه، وليس هذا من الخوض فيما لايعنيه إنما ذلك في كلام فيه إثم. آهـ". فالظاهر أنه قول آخر أو محمول على العجوز تأمل، و تقدم في شروط الصلوة أن صوت المرأة عورة على الراجح، و مر الكلام فيه فراجعه". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۳٦۹/٦، سعيد)

(۱) "اتقوا مواضع التهم". ذكره في الإحياء. و قال العراقي في تخريج أحاديثه: لم أجد له أصلاً، لكنه بمعنى قول عمر: "من سلك مسالك الظن اتهم"، و رواه الخرائطي في مكارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم فلا يلومنّ مّن أساء الظن به". و روى الخطيب في المتفق والمفترق عن سعيد بن المسيب: قال: "وضع عمر بن الخطاب ثماني عشرة كلمة .... "ومن عرض نفسه للتهمة، فلا يلومنَّ مَن أساء به الظن". (كشف الخفاء: ۴۴/۱، مؤسسة الرسالة بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿قل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن و يحفظن فروجهن و لا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها﴾. (سورة النور: ۳۱)

"عن نبهان مولى أم سلمة أنه حدث أن أم سلمة -رضي الله تعالىٰ عنها- حدثته أنها كانت عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و ميمونة -رضي الله تعالىٰ عنها-قالت: فبينما نحن عنده أقبل ابن أم مكتوم رضي الله تعالىٰ عنه، فدخل عليه، -وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب- فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "احتجبا منه" فقلت: يا رسول الله! أليس هو أعمى لا يبصرنا و لا يعرفنا؟ فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أو عَمْياوانِ أنتما؟ ألستما تبصرانه"؟ ثم قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح". (تفسير ابن كثير: ۳۷۸/۳، دار الفيحاء دمشق)

(۳) "عن أبيّ هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قال لا يؤذن إلا متوضىء". =

امر ششم کے متعلق یہ ہے کہ بضرورتِ مرض حقہ پینا درست ہے اور تازہ کر کے پیا جائے اور دوا کے طور پر ضرورت کے موافق لیا جائے تو بلاضرورت یا ضرورت سے زائد نہیں پینا چاہیئے، نیز مسجد میں منہ، مسواک وغیرہ سے صاف کر کے آنا چاہیے، بلا منہ صاف کئے بدبودار منہ سے مسجد میں آنا جائز نہیں (۱)۔

محلّہ کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ منع ہے (۲)، اگر اس امام سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو تو اس کو امام

= (جامع الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء فی کراهية الأذان بغير الوضوء: ۱/۵۰، سعيد)

"ولايكره أذان المحدث فى ظاهر الرواية، هكذا فى الكافى. وهو الصحيح، كذا فى الجوهرة النيّرة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوٰة، الباب الثانى فى الأذان، الفصل الأول فى صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۴،رشيديه)

(وكذا فى مراقى الفلاح على حاشية الطحطاوى، كتاب الصلوٰة، باب الأذان :۱۹۷، ۱۹۹،قديمى)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الأذان : ۱/۳۹۲،سعيد)

(۱)"وفى الأشباه فى قاعدة :الأصل الإباحة أو التوقف ....قلت :فيفهم منه حكم النبات الذى شاع فى زماننا المسمى بالتتن، فتنبه، وقد كرهه شيخنا العمادى فى هديته إلحاقًا له بالثوم والبصل بالأولىٰ، فتدبر". (الدرالمختار).

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "قال أبو السعود :فتكون الكراهة تنزيهيةً، والمكروه تنزيهًا يجامع الإباحة. اهـ. وقال :ويؤخذ منه كراهة التحريم فى المسجد للنهى الوارد فى الثوم والبصل، وهو ملحق بهما، والظاهر كراهة تعاطيه حال القرأة لما فيه من الإخلال لتعظيم كتاب الله تعالىٰ. اهـ".

(ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۶۰، ۴۶۱، سعيد)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب الأشربة: ۴/۲۲۷،دارالمعرفة بيروت)

(۲) "ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة فى مسجد محلة، لافى مسجد الطريق أو مسجد لاإمام له ولامؤذن". وقال ابن عابدين رحمهُ الله تعالىٰ: "ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار فى مسجد محلة ولوبدون أذان، ويؤيده مافى الظهرية: لودخل جماعة المسجد بعد ماصلى فيه يصلون وُحداناً، وهو ظاهر الرواية اهـ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲،۵۵۳، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۵، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس فى الإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

بنالیا جائے (۱)، آپس میں تفریق کرکے دو جماعتیں نہیں کرنی چاہئیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۶/۱۳۵۵ھ۔

بینا و نابینا میں امام کون ہو؟

سوال [۲۷۲۷]: ۱...... زید نابینا غیر متقی، عمر بینا متقی کی موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے، یہ صورت بہتر ہے یا نہیں؟

۲...... نابینا اور بینا دونوں ایک درجہ رکھتے ہیں، نماز پڑھنا کس کے پیچھے افضل ہے؟

۳...... اقتداء مطلقاً نابینا اور بینا میں کیا فرق ہے؟

دوست محمد، پرانی منڈی سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... نابینا اگر گلی کوچے میں پھرتا ہے اور ناپاکی سے احتیاط نہیں کرتا تو اس کی امامت مکروہ ہے، بینا میں اگر وہ خرابی موجود نہیں جو نابینا میں ہے نہ اس کے مثل، نہ اس سے بڑی کوئی خرابی موجود ہے تو ایسی حالت میں نابینا کو امام بنانا ممنوع ہے چاہیئے کہ ایسی حالت میں بینا ہی کو امام بنایا جائے۔ البتہ اگر نابینا سب نمازیوں سے افضل ہو علم وعمل وتقویٰ کی حیثیت سے، ناپاکی وغیرہ سے احتیاط کرتا ہو تو پھر ایسے نابینا کی امامت مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے:

"ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی، إلا أن یکون: أی غیر الفاسق أعلم القوم

---

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه عن الفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعید)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يدالله على الجماعة". (جامع الترمذي، أبواب الفتن، باب في لزوم الجماعة: ۲/۳۹، سعید)

فهو أولیٰ، قید کراهیة إمامة الأعمیٰ فی المحیط وغیره: بأن لایکون أفضل القوم، فإن کان أفضلهم فهو أولیٰ". درمختار وشامی: ۱/۵۸۲(۱)۔

اور بصورتِ کراہت اگر نابینا کی علیحدگی میں فتنہ ہوتو بمجبوری تا انتظام ثانی نابینا ہی کو امام بنالیا جائے (۲)۔

۲......تمام اوصاف میں بالکل مساوی ہوں کسی قسم کا کوئی فرق کمی زیادتی کا ادنیٰ سا بھی نہ ہو(اگر چہ یہ دشوار ہے) تو بینا کی امامت افضل ہے (۳)۔

۳......اوپر کے دونوں جوابوں سے فرق واضح ہوگیا، مستقل فرق کی علیحدہ ضرورت نہیں رہی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۴/۱۳۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۱۳۵۸ھ۔

جس کو ایک آنکھ سے نظر آتا ہو اس کی امامت

سوال[۲۷۲۸]: ہماری بستی میں مسجد کے امام صاحب کی ایک آنکھ میں کسی وجہ سے نقص ہوگیا اس لئے اس کو آپریشن کی ضرورت ہوئی اور اسی حالت میں امام صاحب کی آنکھ بے کار ہوگئی، لیکن دوسری آنکھ بالکل

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵، ۳۴۶، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان من یصلح للإمامة: ۱/۶۶۸، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "إن للأمّة خلع الإمام وعزله بسببٍ یوجبه، مثل أن یُوجد منه مایوجب اختلال أحوال المسلمین وانتکاس أمور الدین کما کان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلائها، وإن أدی خلعه إلی فتنة احتمل أدنی المضرتین". (رد المحتار، کتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/۲۶۴، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۴۸، ۵۴۹، سعید)

(۳) "قال فی شرح المقاصد: ینحل عقد الإمامة بمایزول به مقصود الإمامة......... کالعمیٰ والصمم والخرس. اهـ". (رد المحتار، کتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/۲۶۴، سعید)

صحیح سالم ہے، کتاب وغیرہ اچھی طرح دیکھ سکتا ہے تو اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اتنی سی بات کی وجہ سے اس کی امامت ناجائز نہیں کہی جائے گی کہ اس نے آنکھ میں آپریشن کرایا ہے اور ایک ہی آنکھ سے اس کو نظر آتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایک آنکھ اور ایک ہاتھ والے کی امامت

سوال [۲۷۲۹]: جو ایک ہاتھ اور ایک آنکھ سے معذور ہے، معلوم نہیں کہ استنجا ٹھیک سے کرتا ہے یا نہیں، وضو کا معلوم ہے کہ ایک فریضہ ترک ہو جاتا ہے، یعنی چوتھائی سر کا مسح اور ہاتھ کہنیوں تک نہیں دھلتے، بعض مرتبہ ٹخنوں تک پیر بھی نہیں دھلتے، ایسی حالت میں ان کے پیچھے نماز پڑھنا کہ ان سے بہتر نماز پڑھانے والا کوئی نہ ہو تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ مسح نہ کرنے کی وجہ سے وضو کامل نہیں کر سکتے تو ان کو امام بنانا جائز نہیں (۲)، خواہ دوسرا آدمی

---

(۱) چونکہ دونوں آنکھوں سے اندھا شخص اگر شرائطِ امامت سے متصف ہو تو اس کو امامت کے لئے بڑھانے دوسروں کی بنسبت افضل ہے، لہٰذا جس شخص کی صرف ایک آنکھ کی بینائی نہ ہو اور متصف ہو شرائطِ امامت کے ساتھ تو وہ بطریقِ اولیٰ احق بالامامت ہے: "ویکرہ إمامة عبد .... وأعمیٰ". قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "قیّد کراهة إمامة الأعمیٰ فی المحیط وغیره: بأن لایکون أفضل القوم، فإن کان أفضلهم فهو أولی". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰. رشیدیه)

"والأعمیٰ؛ لأنه لایتوقی النجاسة، ولایهتدی إلی القبلة بنفسه، ولایقدر علی استیعاب الوضوء غالبًا." (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴. امدادیه، ملتان)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، شرکت علمیه)

"وتجوز إمامة الأعرابی والأعمیٰ .... کذا فی الخلاصة". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره: ۱/۸۵، رشیدیه)

(۲) "وعن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لاتقبل صلوة بغیر طهور،"=

ان سے بہتر امامت کے لائق موجود ہو یا نہ ہو، اگر دوسرا آدمی موجود نہیں تو اس کا انتظام کیا جائے، انتظام نہ کرنے کی وجہ سے سب ہی محلّہ کے لوگ قصوروار ہیں۔ معذورِ شرعی کی امامت کا ناجائز ہونا کتبِ فقہ شامی وغیرہ میں موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۱۳۹۲ھ۔

اندھے جھوٹے کی امامت

سوال [۲۷۳۰]: کوئی شخص اندھا ہو اور امامت کرتا ہو، یا قراءت غلط پڑھتا ہو، ہدایت کرنے پر عمل نہ کرتا ہو اور جھوٹ بولتا ہو، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، اگر بوجہ ثواب جماعت کی نماز پڑھے اور نماز اپنی دہرالے تو کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک کوئی ایسی چیز معلوم نہ ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو نماز ادا ہو جائے گی (۲)، ہاں! اگر

= ولا صدقة من غلول". (مشكوة المصابيح، كتاب الطهارة، باب مايوجب الوضوء، الفصل الأول: ۱/۴۰، قديمى)

"فرض الوضوء غَسل الوجه واليدين مع المرفقين، ومسح الرأس، وغسل القدمين، مع الكعبين". (التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الأول: ۱/۸۷، إدارة القرآن، كراچى)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الطهارة: ۱/۹۵، سعيد)

(۱) "وكذا لايصح الاقتداء بمجنون .... ولا طاهر بمعذور". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۷۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۳۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۴۰، امداديه)

(۲) "صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الانفراد، لكن لاينال كما ينال خلف تقيّ ورع". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

"وكره إمامة العبد والأعرابى والفاسق والمبتدع والأعمىٰ.......... وإن تقدموا جاز، لقوله عليه السلام: =

کوئی چیز ایسی معلوم ہو مثلاً قرأۃ میں ایسی غلطی کی جس سے معنی بگڑ گئے یا اس کے جسم یا کپڑے پر نجاست مانعہ موجود تھی تو نماز نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے(۱)۔ جب کہ دوسرا شخص صحیح پڑھنے والا طہارت ونماز کے مسائل سے واقف، متبع سنت امامت کیلئے موجود ہو تو جھوٹ بولنے والے غلط قرأت کرنے والے نابینا کو امام بنانا مکروہ ہے(۲)۔ جب تک بہتر امام کا انتظام نہ ہو تو ایسی موجودہ صورت میں امام مذکور کے پیچھے نماز ادا کرلی

= صلّوا خلف کل بر وفاجر". (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴، امدادیه، ملتان)

"ینبغی أن یکون محل الکراهة عند وجود غیرهم، لا ما إذا لم یوجد غیرهم". (النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۴۴، امدادیه، ملتان)

وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۱، رشیدیه)

(۱) "ولا یصح الاقتداء غیر الألثغ به: أی بالألثغ علی الأصح .... ولا تصح صلاته إذا أمكنه الاقتداء بمن یحسنه أو ترک جهده. ....وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف أو لا یقدر علی إخراج الفاء إلا بتکرار". (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الامامة: ۱/۵۸۱، سعید)

"و إذا ظهر حدث إمامه و کذا کل مفسد فی رأی مقتدٍ، بطلت، فیلزم إعادتها لتضمنها صلاة المؤتم صحةً و فساداً، کما یلزم الإمام إخبار القوم إذا أمّهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو رکن". (الدر المختار).

قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ علیه: "فلو قال المصنف کما فی النهر: ولو ظهر أن بإمامه ما یمنع صحة الصلاة، لکان أولی، لیشمل ما لو أخل بشرط أو رکن. وإلی أن العبرة برأی المقتدی حتی لو علم من إمامه ما یعتقد أنه مانع و الإمام خلافه، أعاد". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۹۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۴۰، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۵۵، امدادیه، ملتان)

(۲) "ویکره إمامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمیٰ .... هذا إن وُجد غیرهم، وإلا فلا کراهة". (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنةمؤکدة: ۱/۱۰۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۴، امدادیه، ملتان)

جائے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

مقطوع الید کی امامت

سوال[۲۷۳۱]: ۱......مقطوع الید کی امامت کا کیا حکم ہے؟

۲......اگر عرصہ دراز تک اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، بعد میں کچھ خود غرض کسی وجہ سے مقطوع الید ہونے کا الزام دے کر خود بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں دوسروں کو بھی روکتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟ اکثر سر برآوردہ علماء کے دستخط ثبت ہوں۔

نیاز مند خادم: نور محمد سہارنپوری، ۲۰/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر وہ شخص طہارت اور پاکی ٹھیک طور پر کرلیتا ہے اور اس کا اہتمام رکھتا ہے تو اس کی امامت شرعاً درست ہے ورنہ مکروہ ہے صحیح اور سالم کی امامت بہر حال اولیٰ ہے:

"وكذا تكره خلف أمرد وسفيه ومفلوج وأبرص". وفي رد المحتار: "فالاقتداء بغيره أولىٰ، تاتارخانية. وكذا أجزم ومجبوب وحاقن ومن له يد واحدة، فتاوىٰ الصوفية عن التحفة. والظاهر أن العلةَ النفرةُ، ولذا قيّد الأبرص بالشيوع، ليكون ظاهرا ولعدم إمكان إكمال الطهارة أيضًا في المفلوج والأقطع، اهـ". ردالمحتار: ۱/۵۸۷(۲)۔

---

(۱) "فإن أمكن الصلوٰة خلف غيرهم، فهو أفضل، وإلافالاقتداء أولىٰ من الانفراد.......... وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم، وإلا فلا كراهة كما لا يخفى". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۱،رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۴۴،امداديه، ملتان)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۳، قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الصلوٰة، الباب العاشر، أنواع الصلوٰة، المبحث الثاني: الإمامة، مكروهات الصلوٰةفي المذاهب :۲/۱۲۱۰، ۱۲۱۱، رشيديه)

۲......اختلاف سے بچنا چاہیئے، اگر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے کوئی شرعی عذر مانع ہو تو اتفاق کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کرلیا جائے (۱)، محض خودغرضی کی بناء پر اختلاف پیدا کرنا گناہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۶/۱۳۵۵ھ۔

ایک ہاتھ سے معذور کی امامت

سوال [۲۷۳۲]: ایک شخص صالح پابندِ شرع ہے، حافظ قرآن ہے، مجبوری یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے معذور ہے، صرف بائیں ہاتھ سے سب کام کرتا ہے، کم گو اور صفائی پسند ہے۔ تو ایسے حافظ کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو امام داہنے ہاتھ سے معذور ہو، اور طہارت وصفائی پوری طرح کرلیتا ہو اور اس میں امامت کی صلاحیت ہو اس کی امامت شرعاً درست ہے اگرچہ ایسے شخص کی امامت اولیٰ ہے جو معذور نہ ہو، حق تعالیٰ آپ کے امام صاحب کو صحت وتندرستی دے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

لنگڑے کی امامت

سوال [۲۷۳۳]: زید امام مسجد کے پاؤں میں کچھ کجی واقع ہے جس کی وجہ سے تو چلنے میں سالم پاؤں

---

(۱) (راجع، ص: ۳۰۳، رقم الحاشیة: ۲)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولا تفرقوا﴾ ...... العلامة القرطبی: "قوله: (ولا تفرقوا) متابعین للهوی والأغراض المختلفة اهـ". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۱۰۲/۴، سورة آل عمران، بیروت)

(۳) "والأعلم أحق بالإمامة، ثم الأقرأ، ثم الأورع الخ". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۰۷/۱، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعید)

(وکذا فی النهر، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۳۹/۱، امدادیه)

زمین پرنہیں رکھ سکتا ہے مگر نماز پڑھاتے وقت سالم پاؤں زمین پر رکھتا ہے۔ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یانہیں، اگر جائز ہے تو کراہت کے ساتھ یا بلا کراہت؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن اگر سالم پاؤں زمین پر دقت سے رکھا جاتا ہے تو اس کے علاوہ دوسرے شخص کوامام بنانا اولیٰ ہے: "ولو كان بقدم الإمام عِوَج، فقام على بعضها، يجوز، وغيره أولىٰ، اهـ". زيلعي: ١/١٤٤ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۶/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۶/۱۳۵۷ھ۔

امامتِ مرتعش

سوال[۲۷۴۴]: اگر کسی کے ہاتھ میں رعشہ ہو یا پاؤں کے اکثر حصہ میں توامامت کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر معمولی ہلتا ہو کہ ارکانِ نماز میں دشواری نہ ہوتی ہو تو امامت منع نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۸۷ھ۔

---

(۱)(تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۶۵، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

(وكذا فى الفقه الإسلامى وأدلته، كتاب الصلوٰة، الباب العاشر، أنواع الصلوٰة، المبحث الثانى: الإمامة، مكروهات الصلوٰة فى المذاهب: ۲/۱۲۱۱، طبع جديد رشيديه)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۵، رشيديه)

(۲) "الجواب: جس کے ہاتھ پیروں میں رعشہ ہو، اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔ فقط"۔ (فتاویٰ دار العلوم ديوبند: ۳/۱۰۴، مكتبه امداديه ملتان)

مفلوج کی امامت

سوال[۲۷۳۵]: مندرجہ ذیل مذکورین میں کس کی امامت درست ہے اور کس کی نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

۱-جس کے کسی ہاتھ پیر پر فالج ہو۔ ۲-یا قدرتی طور پر ہاتھ خشک ہوگیا ہو۔

۳-جس کے پیر پر فالج ہو۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱-اگر وہ ہاتھ کام نہ دیتا ہو تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے۔

۲-اس کی امامت مکروہ ہے۔

۳-اگر پیر کار آمد نہیں یعنی بدن کا وزن برداشت نہیں کرتا تو اس شخص کی امامت مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۲۳ھ۔

ابرص اور جذامی کی امامت

سوال[۲۷۳۶]: مبروص اور جذامی کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ یعنی (مبروص اور جذامی) کو امام بنانا کیسا ہے؟ جواب کتاب کے حوالہ سے ہو۔

راقم: عبدالقدوس از بیکن گنج۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کو برص ہو اور برص بھی معمولی نہ ہو بلکہ بدن میں شائع ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں تو اس

---

(۱)"وكذا تكره خلف مفلوج وأبرص شاع برصه، وكذلک أعرج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره أولىٰ .... ولعدم إمكان إكمال الطهارة أيضًا في المفلوج والأقطع......... الخ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲،سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۳۹،رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۰۲،إدارة القرآن)

کوامام بنانا مکروہ ہے، کذا فی ردالمحتار: ۱/۳۷۸(۱)۔ جذامی کا درجہ تو اس معاملہ میں ابرص سے بڑھا ہوا ہے کہ جذام اگر شائع ہو اور ہر وقت ٹپکتا ہو تو ایسے شخص کو مسجد میں آنا منع ہے، اس سے جماعت بھی ساقط ہے، وہ امام بھی نہیں بنایا جاسکتا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اعمیٰ وابرص کی امامت

سوال[۲۷۳۷]: وہ فہرست جن کو امامت کرنا مکروہ ہے، اس میں اعرج، ابرص داخل ہیں کہ نہیں، اگر داخل ہیں تو کیا تفصیل ہے؟ نیز یہ کراہت اس کے مقابل میں اگر کوئی أعلم بالسنۃ موجود ہو تب ہے یا علی الاطلاق؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درمختار میں ابرص بھی مذکور ہے، شامی میں ہے: "قيد الأبرص بللشيوع ليكون ظاهراً". (۳)،

---

(۱)(الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۳، قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الصلاة، الفصل العاشر: أنواع الصلاة، المبحث الثاني: الإمامة، مكروهات الإمامة في المذاهب: ۲/۱۲۱۰، ۱۲۱۱، رشيديه)

(۲)"وكذا تكره خلف أمرد وسفيه، ومفلوج، وأبرص شاع برصه. آهـ". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "(قوله: ومفلوج وأبرص شاع برصه)..........وكذا أجذم، بيرجندي". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

"وكذالك القصاب والسماك، والمجذوم، والأبرص أولىٰ بالإلحاق". .... "(أي بأكل الثوم ونحوه)وقال سحنون: لاأرى الجمعةعليهما". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب مايفسدالصلوٰة ومايكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد: ۱/۶۶۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۳، قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الصلوة، الفصل العاشر: ۲/۱۲۱۱، رشيديه)

(۳) "وكذا تكره خلف أمرد وسفيه ومفلوج وأبرص شاع برصه". (الدرالمختار). وفي رد المحتار: =

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اعرج کی امامت خلافِ اولیٰ ہے(۱)، اعمیٰ واعرج عامل بالسنۃ ہوں تو ان کی امامت عالم بالسنۃ غیر عامل بالسنۃ کے مقابلہ میں راجح ہے۔ ابن ام مکتوم اور عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امامت دلیلِ ترجیح ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

بہرہ کی امامت

سوال[۲۷۳۸]: ایک عالم بالکل بہرہ ہے وہ امامت کرتا ہے، تکبیر ہوتے وقت نیت باندھ لیتا ہے،

= "ولذا قيد الأبرص بالشيوع ليكون ظاهراً". (كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲،سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص:۳۰۳،قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الصلاة، الباب العاشر: أنواع الصلوة، المبحث الثاني: الإمامة، مكروهات الصلاة في المذاهب: ۲/۱۲۱۰، ۱۲۱۱،رشيديه)

(۱)"وكذلك أعرج يقوم ببعض قدمه،فالاقتداء بغيره أولیٰ، تاتارخانية". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲،سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۶۵،دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۵،رشيديه)

(۲) "وكره إمامة العبد والأعرابي والمبتدع والأعمى؛ لأنه لا يتوقى النجاسة، و لا يهتدي إلى القبلة بنفسه، و لا يقدر على استيعاب الوضوء غالباً. وفي البدائع: إذا كان لا يوازيه غيره في الفضيلة في مسجده فهو أولیٰ، وكذا في المحيط. و قد استخلف النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ابن أمّ مكتوم و عتبان بن مالك -رضي الله تعالیٰ عنهما- على المدينة و كانا أعميين". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۴۵، ۳۴۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰،رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸،دار إحياء التراث العربي بيروت)

بعض اوقات تکبیر ختم ہوگئی اور وہ کھڑا ہے، جب لوگ اشارہ کرتے ہیں تو نیت باندھ لیتا ہے۔تو کیا اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اور اسے امام رکھنا مناسب ہوگا جبکہ شہر میں اَور بھی عالم ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بہرہ آدمی نماز پڑھادے تب بھی درست ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ کبھی اس کولقمہ دینے کی ضرورت پیش آئے اور وہ نہ سنے (۱)، اس لئے افضل یہ ہے کہ جوشخص بہرہ نہ ہواور امام کی صفات اس میں موجود ہوں اس کو امام بنایا جائے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۴ھ۔

مصنوعی دانت والے کی امامت

سوال[۲۷۳۹]: اگر امام چوکڑہ لگانے والا ہواور مقتدی دانت رکھنے والے ہوتو کیا ایسی صورت میں امام معذور کی تعریف میں داخل ہوگا، ایسے شخص کی امامت جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسا امام معذورنہیں۔اس کی امامت درست ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۸/۱۰/۹۲ھ۔

---

(۱) (راجع فتاویٰ دار العلوم دیوبند، باب الإمامة: ۱۸۲/۳، مکتبه امدادیه، ملتان)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراة، ثم الأورع، ثم الأسن". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۶۶۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) قال المفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ: "الجواب: درست ہے، فقط، اس لئے کہ دانت لگوانا فقہاء نے درست لکھا ہے، خواہ وہ چاندی کا ہی کیوں نہ ہو، بلکہ امام محمد سونے کا دانت لگوانا بھی درست کہتے ہیں: إذا جدع انفه أو أذنه أو سقط سنه، فأراد أن يتخذ سنّا اخر، فعند الإمام يتخذ ذالك من الفضة فقط، وعند محمد من الذهب أيضاً. [ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۱۸/۵، ظفير]". (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، باب الإمامة: ۲۰۶/۳، مکتبه إمدادیه، ملتان)

مصنوعی دانت والے امام کے پیچھے نماز

سوال[۲۷۴۰]: زید ایک مسجد کا امام ہے اس کے دانتوں میں درد شدید رہتا ہے، ڈاکٹر کے مشورہ سے تمام دانت نکلوا کر مصنوعی دانت پتھر کے لگا لئے، دانت لگانے کی وجہ سے حروف صحیح نہیں نکلتے۔ آگاہ فرمایا جائے کہ مصنوعی دانت لگانے سے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، جب کہ یہ امام بتیس چونتیس سال سے امامت کر رہا ہے؟ کیا مصنوعی دانت لگانے کی وجہ سے اس امام کا عزل جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پتھر کے مصنوعی دانت لگوانے کی وجہ سے امامت میں خرابی نہیں ہوتی (۱)، اس بناء پر اس کا عزل صحیح نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹۲/۱/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۹۲/۲/۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن عبد الرحمن بن طرفة أن جده عرفجة بن السعد قطع أنفه يوم الكلاب، فاتخذ أنفاً من ورق فأنتن عليه، فأمره النبي صلى الله عليه وسلم، فاتخذ أنفاً من ذهب". (سنن أبي داؤد، أول كتاب الخاتم، باب ماجاء في ربط الأسنان بالذهب: ۲/۲۳۰، امداديه، ملتان)

"إذا جدع أنفه أو أذنه أو سقط سنه، فأراد أن يتخذ سناً آخر، فعند الإمام يتخذ ذلک من الفضة فقط، وعند محمد رحمة الله عليه من الذهب أيضًا، آهـ". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۲، سعيد)

(۲) "واستفيد من عدم عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغير جنحة و عدم أهلية". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: لا يصح عزل صاحب وظيفة بلاجنحة وعدم أهلية: ۴/۳۸۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۳۸۰، رشيديه)

الفصل السادس فی إمامة الصبی

(نابالغ کی امامت کا بیان)

امامت صبی

سوال[۲۷۴۱]: رمضان شریف میں نابالغ بچوں کے پیچھے بعض لوگ قرآن پاک سننے کے لئے نفل کی نیت کر لیتے ہیں، کیا ان لوگوں کی نمازیں ہو جاتی ہیں جبکہ بچہ امامت کا اہل نہیں اگر نہیں ہوتی ہے تو کیا پھر اعادہ کرنا ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صحیح قول یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغ کو نفل میں بھی اقتدا کرنا صحیح نہیں (۱)، اگر ایسا کر لیا گیا ہے تو نفل کا اعادہ احتیاطاً کر لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بالغ کی نابالغ کے پیچھے نماز کا حکم

سوال[۲۷۴۲]: نابالغ کی اپنی فرض نماز فرض قرار دی جائے گی یا نفل وسنت؟ اگر نفل وسنت ہے تو نابالغ کا امام بننا اور بالغ کا اس کا اقتدا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "ولا یصح اقتداء البالغ غیر البالغ فی الفرض وغیره وهو الصحیح؛ لأن صلاة البالغ أقوی للزومها". (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، الأولی بالإمامة، ص: ۵۱۶، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۷۷، ۵۷۸، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره: ۱/۸۵، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۲۸، رشیدیه)

(۲) (انظر رقم الحاشیة: ۱)

الجواب حامداًومصلیاً:

نابالغ پرنماز فرض نہیں، لہٰذا بالغ کو نابالغ کی اقتدا کرنا درست نہیں: "فلا یصح اقتداء بالغ بصبی مطلقاً سواء کان فی فرض؛ لأن صلوة الصبی ولو نوی الفرض نفلٌ أو فی نفل؛ لأن نفله لا یلزمه". طحطاوی، ص: ۱۵۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نابالغ کی امامت صرف نماز جمعہ مسجد میں ادا کرنا

سوال[۲۷۴۳]: ایک محلّہ میں قدیم زمانہ سے محلّہ کے باہر ایک مسجد بنی ہوئی ہے مگر مسجد میں پنجگانہ نماز پابندی سے نہیں پڑھی جاتی، بلکہ صرف جمعہ کے روز کچھ مخلوقِ خدا جمع ہوجاتی ہے اور نماز جمعہ ادا کرلیتی ہے، مگر ہمیشہ جھگڑا برپا ہوتا رہتا تھا، چونکہ امام صاحب کے بلوغ میں شبہ تھا اور قرأت صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے اور مسائلِ صلوۃ سے بھی ناواقف تھے۔ بناءً علیہ ایک روز نمازیوں نے متولی سے شکایت کی کہ اس امام موصوف بصفات کذائیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں ہوگی، لہٰذا ہمارے لئے کوئی دوسرا امام تجویز فرمائیں تو ان کے جواب میں متولی کی طرف سے ایک معتمد علیہ شخص بول اٹھے تھے کہ مسجد تمہارے لئے نہیں بنائی گئی، اگر مرضی ہوتو اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو، ورنہ تمہاری مرضی کے مطابق دوسرا امام ہرگز نہیں دیا جائیگا، ان کی اس ترش روئی پر متولی بھی خاموش رہ گئے تھے۔

اس اثناء میں اکثر لوگ مسجد مذکور سے انحراف کر گئے تھے اور دوسری مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے لگے تھے مگر اپنے مشاغلِ ذاتیہ اور دیگر اغراض کی وجہ سے اتنے فاصلہ میں جاکر نماز پڑھنے سے ازحد تکلیف ہوتی تھی اور ادھر متولی صاحب بھی بُرے الفاظ سے یاد فرمایا کرتے تھے اور پھر حضور مسجد مذکور پر عار دلایا کرتے تھے۔ الغرض مختلف تکالیف جھیلنے کے بعد علمائے کرام کے مشورہ پر محض لوجہ اللہ ایک مسجدِ جدید تعمیر کرائی گئی، چنانچہ

---

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۲۸۸، قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة، ۱/۶۲۸، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۵۱، امدادیه ملتان)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۴، شرکة علمیه ملتان)

بانیانِ مسجد جدید محض لوجہ اللہ تعمیر کرنے پر اور بغض وعداوت نہ ہونے پر قسمیں کھاتے ہیں اور حلف اٹھاتے ہیں اور امام ومؤذن بھی بدستور متعین ہیں اور پنجگانہ نماز باجماعت پابندی سے ہوتی ہے، نیز مدرسہ اسلامیہ سے ملی ہوئی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں مساجد کا شرعاً کیا فیصلہ ہے؟ ہر ایک کا حکم الگ الگ مفصلاً مع حوالہ وتعینِ صفحات بیان فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

محمد ابراہیم عفا اللہ عنہ، برما۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد میں صرف نماز جمعہ پڑھنا اور پنجگانہ نماز اس میں نہ پڑھنا درحقیقت ہفتہ بھر میں ایک روز بلکہ ایک وقت آباد رکھنا اور باقی ایام واوقات میں اس کو ویران وغیر آباد رکھنا ہے جو کہ سخت مذموم وممنوع ہے(۱)، اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ پنجگانہ نماز بھی اس میں پڑھ کر آباد رکھیں۔ اور نابالغ امام کے پیچھے نماز ناجائز ہے(۲)، اگر درحقیقت وہ امام نابالغ ہے تو اس کو تبدیل کرنا اور دوسرا بالغ وصالح امام مقرر کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح پر جو شخص قرأت صحیح نہیں کرتا اس کو بھی امام نہیں بنانا چاہیئے، کیوں کہ بسا اوقات قرأت میں غلطی سے نماز

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعىٰ في خرابها﴾ (سورة البقرة: ۱۱۴، الآية)

"﴿وسعى في خرابها﴾: أي هدمها وتعطيلها. وقال الواحدي: إنه عطف تفسير؛ لأن عمارتها بالعبادة". (روح المعاني للعلامة الآلوسي: ۱/۳۶۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وليس المراد مِنْ عمارتها زُخرفتها وإقامة صورتها فقط. إنما عمارتها بذكر الله فيها، وإقامة شرعه فيها، ورفعها عن الدنس والشرك". (تفسير ابن كثير: ۱/۲۱۷، دار الفيحاء دمشق)

(۲) "فلا يصح اقتداء بالغ بالصبي مطلقاً سواء كان في فرض؛ لأن صلوة الصبي ولو نوى الفرضَ نفلٌ أوفي نفل؛ لأن نفله لا يلزمه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۲۸۸، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۷۶، ۵۷۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۲۸، رشيديه)

فاسد ہو جاتی ہے اور غلط پڑھنا گنہ ہر حال میں ہے۔ نیز امام کا مسائل نماز سے بھی بقدرِ ضرورت واقف ہونا لازم ہے، اگر فی الواقع امام مذکور ایسا ہی ہے تو اس کو بدل کر دوسرا امام بنانا اور اس کا مطالبہ کرنا بالکل صحیح اور حق ہے، اس پر ترش رو ہونا اور ایسا سخت جواب دینا شریعت اور انسانیت کے خلاف ہے(۱)۔

جب دوسری مسجد باقاعدہ مسجد بن گئی اور وقف ہوگئی تو وہاں کے مسلمانوں کے ذمہ دونوں کو آباد رکھنا لازم ہے، اور جہاں تک ہو سکے سب کو اتحاد و اتفاق سے رہنا اور متحدہ طریقہ سے احکامِ خداوندی کا عمل کرنا ضروری ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۱/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

امامتِ امرد

سوال[۲۷۴۴]: لڑکا اگرچہ بالغ ہوگیا مگر امرد ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دارإحياء التراث بيروت)

(۲) "عن معاذ بن جبل رضى الله تعالىٰ عنه أن نبى الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم، يأخذ الشاة القاصية والناحية، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة والعامة والمسجد". (مسند الإمام أحمد بن حنبل (رقم الحديث: ۲۱۵۲۴): ۶/۳۰۷، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(وانظر أيضاً، ص: ۳۱۳، رقم الحاشية: ۱)

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز ہے، مگر غیر امرد اس سے مقدم ہے، خاص کر جبکہ وہ امرد صبیح وملیح ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ۹/ ۶۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "(قوله: وكذا تكره خلف أمرد) الظاهر أنها تنزيهته أيضاً. والظاهر أيضاً كما قال الرحمتي أن المرادبه الصبيح الوجه؛ لأنه محل الفتنة". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۲، سعيد)

(وكذا في حاشيه الطحطاوى على مراقي الفلاح، ص: ۳۰۳، قديمي)

الفصل السابع فی عزل الإمام وتحقیرہ

(امام کو برطرف کرنے اور حقیر سمجھنے کا بیان)

امام باصلاحیت ہوتو اسے امامت سے ہٹانا

سوال[۲۷۴۵]: مسجد کے امام صاحب باصلاحیت دیو بندی عقائد کے ہیں، چند آدمی ان سے ناراض ہیں، اکثر آدمی امام صاحب سے خوش ہیں، ان کی تنخواہ بھی روک لی ہے۔ کہتے ہیں کہ امام نے نماز فی سبیل اللہ پڑھائی ہے، امام کئی ماہ صبر وتحمل سے گذار چکا ہے۔ کیا ان کی تنخواہ بلاعذر روکی جاسکتی ہے اور ان کو منصبِ امامت سے ہٹایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب امام میں کوئی شرعی نقص نہیں اور اس سے اصلاح بھی ہورہی ہے، نیز اکثر مقتدی خوش ہیں تو امام کو ہرگز الگ نہ کیا جائے (۱)، اس کی ضروریات پوری ہونے کیلئے تنخواہ بھی دی جائے (۲)۔ ایک آدمی کو یہ حق نہیں کہ امام کو الگ کردے بلکہ بلاقصور کسی کو بھی حق نہیں۔ امام میں کوئی قصور اور کمی ہو تو اس کو لکھ کر دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "استفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحةٍ عدمُها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة وعدم أهلیة".
(رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب: لایصح عزل صاحب وظیفة بلاجنحة، أوعدم أهلیة: ۳۸۲/۴، سعید)
(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الوقف: ۳۸۰/۵، رشیدیه)

(۲) "ثم ماهو أقرب إلی العمارة و أعم للمصلحة کالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة، یصرف إلیهم إلی قدر کفایتهم .... وظاهر تقدیم الإمام والمدرس علی جمیع المستحقین بلا شرط". (البحر الرائق، کتاب الوقف: ۳۵۶/۵، رشیدیه)

"وکذا ینبغی أن تؤخذ الوظیفة أیضاً، لاسیما إذاکان مدرساً، إذ المقصود یقوم به". (البحر الرائق، کتاب الوقف، ۳۸۰/۵، رشدیه)

بلا وجہ شرعیہ دوسرا امام بنانا

سوال[۲۷۴۶] : ا......سابقہ امام مسجد متولی کے بجائے اپنے برادر کو امام مسجد بنانا چاہتا ہے حالانکہ سابق امام سے کم علم رکھتا ہے۔ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

ضد کی وجہ سے امام تبدیل کرنا

سوال[۲۷۴۷] : ۲......کیا سابق امام اور سابق امام کے والد جس کو عرصہ ۶۵/ سال اور سابق کے پسر جس کو عرصہ ۲۲/ سال سے زائد امامت کراتے ہوئے گذرا ہو اور ان کا کوئی حقِ امامت اس مسجد میں نہیں رہا کیونکہ اس وقت مسجد کے تعمیر کنندہ کا خیال ہے کہ میں نے مسجد کی تعمیر صرف اس خیال پر کی ہے کہ ان میں سے کوئی شخص امامت نہ کرائے آیا۔ ایسی مسجد جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......جب زیادہ علم والا امامت کا اہل موجود ہو تو اس کو امام بنانا افضل اور اَولیٰ ہے بہ نسبت کم علم کے، گو نماز دونوں کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ کوئی اَور مانع شرعی موجود نہ ہو(۱)۔

۲......بلا وجہ شرعی امامِ سابق کو علیحدہ نہیں کرنا چاہئے (۲) اور نیت مذکورہ سے مسجد بنانا ثواب کا کام نہیں

---

(۱) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۲۹ ۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۱، ۱۲۲، شركة علميه، ملتان)

(۲) "(تنبيه) قال في البحر: استفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغير جنحة وعدم أهلية". (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب: لايصح عزل صاحب وظيفة بلاجنحة، أو عدم أهلية: ۴/۳۸۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۳۸۰، رشيديه)

بلکہ ضد ہے جو کہ گناہ ہے(۱)، تاہم اگر وہ باقاعدہ وقف اور مسجد ہے تو اس میں نماز درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۲/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم، ۲۸/صفر/۵۷ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم۔

ایک شخص کے ناخوش ہونے پر امام کی علیحدگی

سوال[۲۷۴۸]: کسی مسجد کے امام صاحب کو بلا کسی ظاہری سبب کے ایک آدھ آدمی کے نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے کیا امام کو امامت سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ شخص وجہ خلاف ہی نہ بتلاتا ہو اور امام عالم بھی ہو، گاہ بگاہ مسائل ضروری و وعظ و نصائح سے قوم کو آگاہ کرتا ہو؟ باطن کا حال اللہ کو معلوم ہے امام صاحب شکل وصورت اور لباس وغیرہ میں پابندِ شرع بھی ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

بلا وجہ شرعی کسی متبعِ سنت، صحیح العقیدہ، صحیح پڑھنے والے امام کے پیچھے اگر کوئی شخص طبعی کراہت و ناگواری کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا ہے تو اس کی وجہ سے ایسے امام کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ مقتدی کو تفہیم کی جائے گی(۳)،

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها﴾ (سورة البقرة: ۱۱۴)

(۲) " (ويزول ملكه عن المسجد والمصلى) بالفعل و(بقوله: جعلتُه مسجداً) عند الثانى (وشرط محمد) والإمام (الصلاة فيه) بجماعة". (الدرالمختار، كتاب الوقف، قبيل مطلب فى أحكام المسجد، ۳۵۵/۴، ۳۵۶، سعيد)

(وكذا فى مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الوقف، فصل: إذابنى مسجداً لا يزول ملكه: ۱/۷۴۷، دارإحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى البحرالرائق، كتاب الوقف، فصل فى أحكام المسجد: ۵/۴۱۴، رشيديه)

(۳) "استفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمُهالصاحب وظيفة فى وقف بغير جنحة وعدم أهلية".

(رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب: لايصح عزل صاحب وظيفة بلاجنحة، أوعدم أهلية: ۳۸۲/۴، سعيد)

(وكذا فى البحرالرائق، كتاب الوقف: ۳۸۰/۵، رشيديه)

وہ نہ مانے تو اس سے لڑنے کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بلاوجہ امام کی مخالفت

سوال [۲۷۴۹]: ایک شخص کسی موضع میں بہت مدت سے عید کی نماز پڑھاتا ہوا آرہا ہے، اب امسال بروز عید نماز کے عین وقت پر ایک شخص باہر آکر مخالفت ظاہر کرے، یا امام صاحب کو حقیر سمجھ کر چند اشخاص قلیل الافراد کو ساتھ لے کر دوسری جگہ میں منجانب مالک وقف -معروف بالوقف نہیں بلکہ وقف ہی نہیں- نماز پڑھاتا ہے۔ آیا مطابقِ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ان لوگوں کی نماز صحیح ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوازِ جمعہ کے لئے مسجد یا وقف معروف بالوقف شرط نہیں، جس بستی میں جمعہ جائز ہے وہاں بغیر مسجد کے بھی جائز ہوگا، پس اگر وہ بستی بڑی ہے جس کو مصر یا قصبہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی آبادی تین چار ہزار ہے اور اس میں بازار بھی ہے اور دیگر ضروریات، فصلِ خصومات وغیرہ کا بھی بندوبست ہے تو وہاں مسجد کے علاوہ بھی کسی دوسری جگہ مالک کی اجازت سے جمعہ درست ہے:

"وفي الفتاویٰ الغیاثیة: لوصلی الجمعة في قریة بغیر مسجد جامع -والقریة کبیرة لها قری وفیها وال وحاکم- جازت الجمعة بنوا المسجد أولم یبنوا، وهو قول أبي قاسم الصغار، وهذا أقرب الاقاویل إلیٰ الصواب انتهیٰ، وهو لیس ببعید مما قبله والمسجد الجامع لیس بشرط، ولهذا أجمعوا علیٰ جوازها بالمصلی في فناء المصر وهو ما اتصل بالمصر معه المصالحة من رکض الخیل وجمع العساکر والمناضلة ودفن الموتیٰ وصلوة الجنازة ونحو

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلٰما﴾ (سورة الفرقان: ۶۳)

ذلك؛ لأن له حكم باعتبار حاجة أهله إليه، وقدره محمد رحمه الله تعالىٰ عليه بالغلوة، اه". كبيرى، ص: ۵۰۰(۱)۔

اور جس بستی میں ایک جگہ جائز ہے وہاں ایک جگہ سے زیادہ بھی جائز ہے:"وتؤدى: أى الجمعة فى مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقاً على المذهب، وعليه الفتوىٰ، اه". درمختار(۲)۔

اور عیدین کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں، پس اگر کسی بستی میں جمعہ جائز ہے تو عیدین بھی جائز ہے اور عید کے لئے وقف معروف بالوقف شرط نہیں، کسی اَور جگہ بھی مالک کی اجازت سے درست ہے اور ایک بستی میں دوجگہ بھی درست ہے۔

"فتجب صلوتهما (أى العيدين) فى الأصح على من تجب الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة، فإنها سنة بعدها. وفى القنية: صلوٰة العيد فى القرىٰ تكره تحريماً؛ لأنه اشتغال بمالا يصح؛ لأن المصر شرط الصحة، اه". درمختار، ص: ۸۶۵(۳)۔

"السنة ان يخرج الإمام إلى الجبانة، ويستخلف غيره يصلى فى المصر بالضعفاء بناءً علىٰ أن صلوة العيدين فى موضعين جائزة بالاتفاق، اه". شامى، ص: ۸۶۷(٤)۔

لیکن بلا وجہ شرعی کسی کو حقیر سمجھنا بڑا گناہ ہے(۵) اور بلا ضرورت جماعت میں تفریق ڈال کر دوجگہ عید

(۱) (الحلبى الكبير، فصل فى صلوة الجمعة، ص: ۵۵۱، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الجمعة: ۲/۱۴۴، سعيد)

(۳) (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب العيدين: ۲/۱۶۶، سعيد)

(۴) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب العيدين: ۲/۱۶۹، سعيد)

(۵) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا لايسخر قوم من قوم عسىٰ أن يكونوا خيراً منهم﴾ (الحجرات: ۱۱)

"ينهى تعالىٰ عن السخرية بالناس، وهو احتقارهم والاستهزاء بهم كماثبت فى الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنه قال: "الكبر بطر الحق، وغمص الناس". ويروى: "غمط الناس". والمراد من ذلك احتقارهم واستصغارهم، وهذا حرام". (تفسير ابن كثير: ۴/۲۷۰، مكتبة دارالفيحاء، بيروت)

کی نماز پڑھنا بھی بُرا ہے، اس سے احتراز لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/صفر/۵۶ھ۔

امام کو بُرا کہہ کر نکال دینا

سوال[۲۷۵۰]: یہاں پر ایک چھوٹی سی بستی ہے، کل ۲۴/ گھر ہیں جس میں سے سات گھر بہت خلاف ہیں، یہاں پر ایک چھوٹی بستی کے حساب ایک پرانے وقتوں کی مسجد ہے جس کے پندرہ گھر تو خوب دل وجان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جو بھی پیش امام لاکر رکھتے ہیں، دوسرے لوگ اس کو برا بھلا کہہ کر نکال دیتے ہیں، یہ سات گھر نہ تو امام رہنے دیتے ہیں، نہ اس کی تنخواہ دیتے ہیں۔ اب اس وقت امام کی تنخواہ تین ماہ کی چڑھ رہی ہے اور ملا ان سے کہتا ہے کہ جمعہ کی نماز تو کم از کم پڑھ لیا کرو تو کہتے ہیں کہ کوئی پابندی ہم پر نہیں، ایسا لکھا نہیں کہ نماز پڑھو، ہماری مرضی ہے پڑھیں یا نہ پڑھیں، اور شرک وکفر تو ان کے لئے بہت اچھا لگتا ہے۔

بھجن جانا، دیوی ماتا کو پوجنا، ہولی پر ڈھب بجانا، میلے میں جانا، ایسی باتوں کو ملا روکتا ہے تو ملا کی تنخواہ میں رکاوٹ کرکے آپس میں پھوٹ ڈال کر بہکا کر کے ملا کو پیسے نہیں ملیں گے تو بھاگ جائے گا۔ اس طرح یہاں سے چار پانچ ملا چلے گئے، ہم پندرہ گھر ہی ان کو پیسے دیکر رکھا کرتے ہیں تاکہ رمضان شریف میں تراویح اور عید کی نماز ہوجائے، ہم نے دو، چار لوگوں سے ان کے بارے میں بات چیت کی۔ ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے ہم سے کہا کہ ان لوگوں کا حوالہ اور نام لکھوا کر دیوبند بھیجو، ان کے نام فتوی بھیج دیں گے شریعت کے مطابق، ہم ان کو سنا دیں گے تو شاید ان لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں اور خدا کو پہچانیں اور ایمان لے آویں تو اچھا ہے ورنہ ان لوگوں کا حقہ پانی بند کردیں گے۔

نہ ان کے یہاں درود و فاتحہ ہوتی ہے، سب کام ہندوؤں کے کرتے ہیں، دو آدمی سب سے زیادہ خراب ہیں: ایک فہد، ایک سفیرا۔ یہ دو آدمی ایسے ہیں کہ انہوں نے ۹/ ملا بھگا دیئے، یہ دو آدمی پانچ گھر تیلی کے

---

(۱) "وقال الله تعالىٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

"قوله: ﴿ولا تفرقو﴾ أمرهم بالجماعة ونهاهم عن التفرقة، وقدوردت الأحاديث المتعددة بالنهي عن التفرق والأمر بالاجتماع والائتلاف". (تفسير ابن كثير: ۱/۵۱۶، دار الفيحاء بيروت)

ہیں، ان کو بہکا کر اپنی طرف مائل کر کے ملا کی تنخواہ رُکوا کر پھوٹ کرتے ہیں، مسجد کو ویران کر دیتے ہیں، ہم دس آدمیوں کی بس کی بات ہے نہیں جو ملا کو رکھ سکیں، چھوٹی سی بستی ہے۔ ہمارے لئے ایسے آدمیوں کیلئے موافق شرع فتوی دیدیں، آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، ہماری مسجد میں چراغ بتی عید وتراویح رمضان ہوجاوے گی، یہ اسلام کی بات ہے، آپ کی تعریف سُن کر آپ کا سہارا لیا ہے۔

ہم جاہلوں کو راستہ بتانا آدھا کام، عمل کرنا ہمارا کام ہے، یہ سات گھر کے آدمی ہیں: فہد، سفیرا، جھوٹیا، مداری، سبحان، بنور پیا، کڑوے آدمی ہیں، ۵/ گھر تیلیوں کے ہیں، ایک لوہار کا، ایک شیخ کا۔ ہم ان پانچوں آدمیوں کے لئے آپ سے فتوی چاہتے ہیں، انکی آنکھیں کھولدیں، آپ کے لئے ہم اللہ سے دعاء مانگتے رہیں گے، ہماری مسجد آباد رہے گی تو خدا ہم کو بھی آباد رکھے گا، یہاں پر عید کی نماز ہوجائے گی، یہ سات گھر بہت جاہل ہیں ایک کتاب دیدیں تو مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداًومصلياً:

جو لوگ امام کو برا کہتے ہیں تاکہ وہ تنگ آکر چلا جائے اور مسجد ویران ہوجائے وہ بڑے ظالم گنہگار ہیں ان کو توبہ کرنا امام سے معافی مانگنا ضروری ہے(۱)۔ اور دیوؤں ماتا کے پوجنے سے تو ایمان ہی جاتا رہتا ہے(۲) ان کو کلمہ پڑھ کر نئے سرے سے مسلمان کیا جائے اور ان کے نکاح بھی دوبارہ پڑھائے جائیں(۳) ورنہ یہاں

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها﴾ (سورة البقرة: ۱۱۴)

(۲) "عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه .... فقال له أصحابه: يارسو ل الله! هذه بهيمة لا تعقل تسجد لک، ونحن نعقل، فنحن أحق أن نسجد لک، فقا ل: "لايصلح لبشر أن يسجد بشر، ولو صلح بشر أن يسجد بشر الأمرت المرأة أن تسجد لزوجها من عظم حقه عليها". (الحديث) (مسند أحمد، (رقم الحديث: ۱۲۲۰۳): ۶۳۳/۳، دارإحياء التراث العربی بيروت)

"فمنها أنهم كانوا يسجدون للأصنام والنجوم، فجاء النهى عن السجدة لغيره الله، قال الله تعالىٰ: ﴿ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر، واسجدوا لله الذى خلقهن﴾ (سورة فصلت : ۳۷)

(۳) "يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته كذا فی المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بتلقين الكفر قبيل الباب العاشر: بالارتداد: ۲۸۳/۱، رشيديه)

بھی وبال ہے اوران کے لئے آخرت میں بھی جہنم ہے (۱)۔ بہتر یہ ہے کہ کسی عالمِ دین کے ذریعہ سے ان کو سمجھایا جائے، اگر نہ مانیں اوراپنی ضد پرقائم رہیں تو ان سے ترکِ تعلق کر دیا جائے، بول چال بند کردی جائے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۰ھ۔

جوشخص اپنی امامت پرمصر ہواورمقتدی نہ چاہتے ہوں اس کی امامت

سوال [۲۷۵۱]: بہت سے مسلمان ایک شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا چاہتے لیکن وہ شخص نماز پڑھانے پرمصر ہے، خون خرابہ کی نوبت ہوجاتی ہیں، یہاں تک کہ حکومت کو دفعہ ۴۴/ نافذ کرکے عیدگاہ میں نماز ادا کرنے سے روکنا پڑتا ہے، اوراس شخص کی ضد پرقوم دوٹکڑوں میں بٹ جاتی ہے، عید کی نماز دوجگہ ادا کی جاتی ہے۔ شریعت کی رو سے امام کا یہ عمل کیسا ہے؟ شرعی نقطہ سے ایسے مواقع پرامام کا کیا فرض ہونا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس شخص میں شرعی خرابی ہوجس کی وجہ سے نماز اس کے پیچھے ادا نہ ہوتی ہو، اس کوامام بنانا مکروہ تحریمی ہے (۳)، اس بناء پراس کے پیچھے مسلمان نماز نہ پڑھنا چاہتے ہوں پھر بھی وہ نماز پڑھانے کے لئے ضد کرے تو

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿من يشرک بالله، فقد حرم الله عليه الجنة، ومأوٰه النار، وماللظلمين من أنصار﴾ (سورة المائدة: ۷۲)

(۲) "قال الخطابی: رُخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقهما، إلا إذا كان الهجران في حقٍ من حقوق الله تعالیٰ، فيجوز ذلک .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مرالأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح للملا على القاری، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۵۸/۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاری، کتاب الأدب باب ماينهى عنه من التهاجر: ۱۳۷/۲۲، مطبعه خيريه، بيروت)

(۳) "(ويكره إمامة فاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر الخ........ بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، ۵۶۰/۱، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۴۲/۱، امداديه)

(وكذا في البحرالرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۱۰/۱، رشيديه)

شرعاً اس کی اجازت نہیں، حدیث پاک میں سخت وعید آئی ہے اور اس کی وجہ سے جو تفرقہ پیدا ہو، اس کی ذمہ داری اس شخص پر ہے، اس کو لازم ہے کہ فوراً امامت کو ترک کردے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرے(۱)۔ اگر اس کے اندر شرعی خرابی نہیں لیکن غلط اغراض کی وجہ سے لوگ اس کو امامت سے علیحدہ کرنا اور کسی غلط آدمی کو امام بنانا چاہتے ہوں تو وہ لوگ گنہگار اور سخت مجرم ہیں، ان کو توبہ واستغفار لازم ہے(۲)، وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں

---

(۱) "عن عبد الله بن عمر و رضى الله تعالى عنهما أن رسو ل الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: "ثلاثة لا يقبل الله منهم صلوة: من تقدم قوماً وهم له كارهون الخ". قال الشوكانى فى "النيل": وأحاديث الباب يقوى بعضها بعضاً، فينتهضن للاستدلال بهاعلى تحريم أن يكو ن الرجل إماماً لقوم يكرهونه، ويدل على التحريم نفى قبول الصلاة". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون: ۱/ ۳۳۱، امداديه)

"ولوأم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أولأ نهم أحق بالإمامة منه، كره ذلك تحريماً، لحديث أبى داؤد: "لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كا رهون". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹،سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الامامة : ۱/ ۲۴۲، إمداديه)

(وكذا فى التاتارخانية، كتاب الصلاة، من هو أحق بالإمامة: ۱/ ۶۰۳، إدارة القرآن)

(۲) "وقد سبق فى كتاب الإيمان أن لها (أى التوبة) ثلاثة أركان: الإقلاع ،والندم على فعل تلك المعصية، والعزم على أن لايعود إليها أبداً. فإن كانت المعصية لحق آدمى فلها ركن رابع و هو التحلل من صاحب ذلك الحق .... و اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجو ز تأخير ها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً الخ". (الكامل للنووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/ ۳۵۴، قديمى)

" ولوأمّ قوماً وهم له كا رهون .... وإن هوأحقّ، لا، والكراهة عليهم".
(الدرالمختار،كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹،سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة : ۱/ ۲۴۲، امداديه)

"وقد قيد ذلك (أى الكراهة) جماعة من أهل العلم بالكراهة الدينية بسبب شرعى، فأما الكراهة لغير الدين، فلا عبرة بها. وقيدوه أيضاً بأن يكون الكارهون أكثرالمأمومين، ولا اعتبار بكراهة الواحد و لاثنين والثلثة إذا كان المؤتمون جمعاً كثيراً الخ".(بذل المجهود، باب الرجل يؤم القوم وهم له كا رهون : ۱/ ۳۳۱،امداديه)

اورامام سے معافی مانگیں فتنہ وتفرقہ برپا نہ کریں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۹۱ھ۔

مقتدیوں میں امام کے بارے میں اختلاف ہوتو کیا کیا جائے؟

سوال[۲۷۵۲]: کسی جگہ ایک مسجد ہے اور ایک امام ہے، لوگ کسی وجہ سے اٹھانوے فیصدی اس کے خلاف ہیں اور دو فیصدی اس کے موافق، دونوں پارٹیوں میں امام کی وجہ سے زبردست فساد ہونیکا اندیشہ ہے۔ایسے نازک دور میں امام کا اپنا کیا فرض ہے؟اس کو اس مسجد میں رہنا چاہیئے یا نہیں اور اس فساد کو جو کہ خود اس کی وجہ سے ہونا چاہتا ہے، کس طرح روک سکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اٹھانوے فیصدی کس وجہ سے اس کے خلاف ہیں، اگر اس میں شرعی قباحت ہے تو اس کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ایسی حالت میں اس کو لازم ہے کہ امامت سے علیحدہ ہوجائے، یا اس شرعی قباحت کو دور کرے۔اگر اغراضِ نفسانیہ اور ذاتی کاوشوں کیوجہ سے خلاف ہیں، یا وہ اہلِ باطل ہیں اور امام اہلِ حق میں سے ہے تو خود وہ لوگ گنہگار ہیں، ان کو لازم ہے کہ ان حرکات سے باز آئیں اور امام کو راضی کریں۔بہر حال جس شخص کی غلطی ہوا س کو تائب ہونا اور فتنہ وفساد سے اجتناب کرنا از حد ضروری ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح:عبداللطیف غفرلہ، الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۷/۶۴ھ

امام پر مقتدی کا حکم اور اس کو ذلیل سمجھنا

سوال[۲۷۵۳]: امام پر مقتدی کو حکم کرنا اور ذلیل سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "ولو أمّ قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه، أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره له ذلك تحريماً لحديث أبي داؤد: "لايقبل الله صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون". وإن هو أحقّ، لا، والكراهة عليهم". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السادس، أما الكلام في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۰۳، ۶۰۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام پر حکومت کرنا اوران کوذلیل سمجھنا ناجائز ہے(۱)، اگر امام میں کوئی بات خلاف شرع ہوتو اس کو تنہائی میں نرمی سے سمجھا دیا جائے تاکہ امام اپنی اصلاح کرلے اور امام کے ذمہ بھی ضروری ہے کہ حد شرع میں رہتے ہوئے مقتدیوں کی رعایت کرے اور جو بات اس میں خلاف شرع ہو اس سے تائب ہوجائے اور اپنی بات پر بلاوجہ ضد اور اصرار نہ کرے اور کسی کو وہ خود بھی ذلیل نہ سمجھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے: عبدالرحمٰن غفرلہ، ۲۹/۶/۵۸ھ۔

امام کو ذلیل سمجھنا

سوال[۲۷۵۴]: امامِ مسجد فصلانہ پر نماز پڑھاتے ہیں، مگر بعض لوگ امام کو ذلیل غلام سمجھتے ہیں اور فقیر کہتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کی تنخواہ یا فصلانہ دینے کی وجہ سے یہ سمجھنا کہ وہ ہمارا غلام ہوگیا ہے، ہم نے اس کو خرید لیا ہے، غلط ہے، یہ خیال تکبر سے پیدا ہوتا ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ:''جس کے دل میں ذرّہ برابر تکبر ہوگا جب تک اسکو دوزخ میں جلا کر نکال نہیں دیا جائیگا، وہ جنت مین نہیں جا سکتا''(۲)۔ امام صاحب کا احترام واکرام لازم ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (سيأتي تخريجه في المسئلة الآتية عنوان: ''امام کو حقارت کی نظر سے دیکھنا'')

(۲) "عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يدخل النار أحدٌ في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان، ولا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الغضب، والكبر: ۲/۴۳۳، قديمي)

(وكذا في سنن الترمذي، ابواب البر والصلة، باب ماجاء في الكبر: ۱/۲۰، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (سورة البقرة: ۱۲۴) .... =

امامت کو حقیر وذلیل سمجھنا

سوال[۲۷۵۵]: امامت کو ذلیل نظر سے دیکھنے اور ذلیل سمجھنے اور اس کی کمائی کو حرام قرار دینے والے لوگوں کی نماز عنداللہ مقبول ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کسی چھوٹے سے چھوٹے مسلمان کو حقارت کی نظر سے دیکھنا شرعاً درست نہیں (۱)، یہ تکبر ہے جو کہ حرام ہے، حدیث پاک میں ہے کہ "دوزخ میں جب تک جلا کر تکبر کو نہ نکال دیا جائے گا، متکبر آدمی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا" (۲) اور پھر امام کو حقیر سمجھنا اور ذلت کی نظر سے دیکھنا کیسے جائز ہوگا جبکہ وہ واجب الاحترام ہے (۳) اس کے پیچھے نماز کا حکم نمبر ا میں آچکا ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱/۲/۸۹ھ۔

= "وإذاثبت أن اسم الإمام يتناول ماذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون، بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم الله تعالى الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمي)

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "امام کو حقارت کی نظر سے دیکھنا")

(۲) قال الله تعالى: ﴿كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار﴾ (سورة المؤمن: ۳۵)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ثلثة لايكلمهم الله يوم القيامة ولايزكيهم" وفي رواية: "ولا ينظر إليهم ولهم عذاب أليم: شيخ زان، وملك كذاب، وعائل مستكبر". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر: ۲/۴۳۳، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يدخل النار أحدٌ في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان، ولايدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر: ۲/۴۳۳، قديمي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (سورة البقرة: ۱۲۴)

"وإذاثبت أن اسم الإمام يتناول ماذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون، بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم الله تعالى الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمي)

(۴) تاہم نماز انکی بھی ہوجاتی ہے: "ولو أمّ قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه، أولأنهم أحق بالإمامة منه، =

امام کو حقارت کی نظر سے دیکھنا

سوال[۲۷۵۶]: مقتدی پیش امام کو ہر وقت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور تھوڑی سی بات پر تکرار کرنے بیٹھتے ہیں، باوجودیکہ کچھ مسئلہ سے بھی واقف نہ ہوں اور اپنی طرف سے فتوی نکالتے ہیں اور مسجد میں آ کر بغیر شر وفساد کے کچھ مطلب نہیں۔ تو ایسے مقتدی کا کیا حکم ہے اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو کس درجہ کی؟

المستفتی: محمد عمر، پٹھان پورہ، سہارن پور، ۷/ ربیع الاول/ ۵۸ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سب باتوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن امام کو حقارت کی نظر سے دیکھنا (۱) اور بغیر واقفیت کے اپنی طرف سے فتوی دینا (۲) اور مسجد میں آ کر شر وفساد کرنا کبیرہ گناہ ہے (۳)، ایسے شخص کو توبہ لازم

= كره له ذلك تحريماً حديث أبي داود: "لايقبل الله صلاة من تقدم وهم له كارهون". وإن هو أحق، لا، والكراهة عليهم". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا لايسخر قومٌ من قوم عسىٰ أن يكونوا خيراً منهم﴾. الآية.

"ينهى سبحانه تعالىٰ عن السخرية بالناس، وهو احتقارهم والاستهزاء بهم، كما ثبت في الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "الكبر بطرالحق وغمص الناس". ويروى: "وغمط الناس". المراد من ذلك احتقارهم واستصغارهم، وهذا حرام، فإنه قد يكون المحتقرأعظم قدراً عندالله تعالىٰ، وأحب إليه من الساخر منه المحتقرله". (تفسير ابن كثير: ۴/۲۷۰، (الحجرات: ۱۱)، دارالفيحاء بيروت)

(۲)" وعن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أفتى بغير علم، كان إثمه على من أفتاه، ومن أشار على أخيه بأمر يعلم أن الرشد في غيره، فقد خانه". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/۳۵، قديمى)

(۳) "وعن الحسن مرسلاً، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمردنياهم، فلا تجالسوهم، فليس لله فيهم حاجة". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب المساجد مواضع الصلاة، الفصل الثالث، ص: ۷۱، قديمى)

ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۲/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/ ربیع الاول/ ۵۸ھ۔

ذاتی عداوت کی وجہ سے امام کو گالیاں دینا

سوال[۲۷۵۷]: کسی امام کے اتفاقی مکروہ الفاظ سے اہلِ جماعت ناراض ہو گئے، اپنی غلطی کا اقرار اور توبہ الی اللہ کرتے ہوئے خواستگارِ معافی ہونے سے جماعت کی ناراضگی جاتی رہی، مگر ان میں سے ۳/۱، لوگوں نے امام صاحب کو معزول کر دیا تو باقی ۲/۳، لوگ اور خود امام صاحب اس عزل پر معترض نہ ہوئے تاکہ نامناسب فساد نہ اٹھے، مگر ادائیگیِ تنخواہ کی غرض سے ایک ماہ سات دن رُکنا اور رکھنا طے پایا۔ مدتِ معینہ کے لئے دو شخصوں نے جن کی عادت شرکت جماعت الخمس کی پہلے سے نہ تھی امام مذکور کی اقتداء کو مکروہ سمجھ کر نمازِ جمعہ چھوڑ دی۔

مہلتِ مذکور جب ختم ہو رہی تھی تو آخری جمعہ کے روز قبل الجمعہ امامِ مذکور نے اہلِ جماعت سے کہا کہ میرے اور آپ لوگوں کے مابین جو طے شدہ ایام میں سے صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں، لہٰذا میں آپ صاحبان کو خبردار کرتا ہوں کہ آخری دن تک میری تنخواہ ادا ہو جائے اور میں یہاں سے چلا جاؤں۔ اس خبرداری پر کسی نے کچھ نہ کہا بلکہ خاموشی کے ساتھ سب نے اپنا اپنا راستہ لیا۔ دوسرے دن بعد نمازِ مغرب یہاں ناشتہ خوری میں مشغول تھے کہ عابد علی نامی ایک شخص ایس، اے، ایس، آئی کو چند پولیس اور چند نوجوانوں کے ساتھ حاضر ہوا اور شارعِ عام پر کھڑے ہو کر شور مچایا کہ ہمارا امام کہاں ہے؟ کسی عورت کے پیٹی کوٹ کے نیچے چھپ گیا ہوگا، نکل آؤ کتا کہیں کا، پولیس کا فیصلہ بعد میں ہوگا، پہلے ہم نمٹ لیں گے، امام نہ آسکے۔

مذکورہ بالا عابد علی کے اسلام اور نکاح کی نسبت شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

---

(۱) "ولم يختلف أهل السنة وغيرهم في وجوب التوبة على أرباب الكبائر .... واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور". (روح المعاني: ۱۵۹/۲۸، التحريم: ۸، مبحث في ﴿يأأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب امام صاحب نے اپنی غلطی کا اقرار کرکے معافی مانگ لی تو پھر ان سے ناراض رہنا بے محل ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردینا غلط ہے(۱) اور جس نے امام صاحب کو گالیاں دے کر شارعِ عام پر شور مچایا اور سخت الفاظ کہے وہ سخت گنہگار ہے(۲)، معمولی مسلم کو بھی گالی دینا فسق ہے چہ جائیکہ امام کو(۳)، اس پر توبہ کرنا اور امام صاحب سے معافی مانگنا واجب ہے۔

یہ گالیاں دینا ذاتی عداوت کی وجہ سے ہے، اسلام یا منصبِ امامت کو ذلیل کرنے کے لئے نہیں، اس لئے اس کو ارتداد اور فسخِ نکاح کا حکم نہیں دیا جائے گا، البتہ فسق اور کبیرہ گناہ کہا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۱/۱۰ھ۔

کیا امام متولی، جماعت یا مسجد کا نوکر ہوتا ہے؟

سوال[۲۷۵۸]: پیش امام یا خطیب مسجد، متولی مسجد کا کیا ملازم ہوتا ہے اور اگر متولی مسجد کا نہیں تو جماعت کا نوکر یا تابعدار کہلایا جاسکتا ہے؟ اس مسئلہ کا میں نے یہ جواب دیا کہ پیش امام نہ تو متولی کا نہ تو جماعت

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإني لغفار لمن تاب﴾ (سورة طٰه: ۸۲)

"وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه".

قال القاري تحته: "أي أقرّبكونه مذنبا وعرف ذنبه (ثم تاب) أتى بأركان التوبة من الندم والخلع والعزم والتدارك ....اهـ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۱۶۲/۵، ۱۶۳، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، رشيديه)

(۲) "ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيهاً من غير سبب". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۷/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين: ۲۷۰/۲، رشيديه)

(۳) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر". (مشكوة المصابيح، باب حفظ اللسان، الفصل الأول، ص: ۴۱۱، قديمي)

کا، نہ تو مسجد کا ملازم ہوتا ہے، بلکہ امام ایک ذمہ دار یا حاکمِ وقت کے قائم مقام کی حیثیت رکھتا ہے اور جو بھی پیش امام کو نوکر یا ملازم سمجھے گا اس کی نماز امام کے پیچھے نہ ہوگی لیکن افسوس متولی مسجد ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور بتلائیں کہ ایسی حالت میں کیا امام اپنی یونین بنا سکتے ہیں؟ ازراہ کرم اس کا جواب مدلل اور تشریح کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

منصبِ امامت ایک جلیل القدر منصب ہے جو گویا کہ نیابتِ رسالت ہے۔ امام کا اکرام واحترام لازم ہے، اس کو نوکر سمجھنا بہت غلط اور اس کی حق تلفی ہے، متولی حضرات اگر امام کو اپنا ملازم اور خدمتگار تصور کرتے ہیں تو ان کو اپنی اصلاح ضروری ہے اور ہرگز ایسا نہ کرے، متولی اگر بے علم ہے اور امامت کا رتبہ نہیں جانتے تو اس کو بتایا جائے (۱)۔ امام کو بھی لازم ہے کہ وہ امامت کو روٹی کھانے کا ذریعہ نہ بنائے اور اخلاقِ فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ رہے ورنہ اس کی قدر و قیمت کچھ نہیں ہوگی، اور اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔

اماموں کا یونین بنانا جیسے مل مزدوروں کی ہوتی ہے وہ نہایت غلط ہے، اگر ایسا کیا گیا تو انہوں نے اپنا موقف خود ہی تجویز کرلیا۔ امام تنخواہ کی پرواہ نہ کرے، نمازیوں اور تمام مخلوق سے دینی ہمدردی رکھے یعنی اخلاق سے مقتدیوں کے اصلاحِ اخلاق کی کوشش کرتا رہے، اگر کوئی شخص نامناسب الفاظ کہدے اس سے متأثر نہ ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ مخلوق کے قلوب میں بھی ان کی وقعت پیدا ہوگی، اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی بلند درجہ ملے گا مگر مخلوق

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إني جاعلک للناس إماماً﴾. (سورة البقرة : ۱۲۴)

"فإن الإمام من يؤتم به في أمور الدين من طريق النبوة، و كذالك سائر الأنبياء أئمة –عليهم السلام– لما ألزم الله تعالىٰ الناس من اتباعهم، والائتمام بهم في أمور دينهم، فالخلفاء أئمة؛ لأنهم رتبوا في المحل الذي يلزم الناس اتباعهم وقبول قولهم و أحكامهم، والقضاة والفقهاء أئمة أيضاً، ولهذا المعنى الذي يصلي بالناس يسمى إماماً؛ لأن من دخل في صلاته لزمه الاتباع له والائتمام به".

وقال المصنفؒ بعد أسطر: "وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول و من ألزم الله تعالىٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص : ۹۷/۱، ۹۸، قديمي)

سے کسی وقعت وعزت کا خواہش مند نہ رہے۔ واللہ الموفق۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۷ھ۔

متولی کا امام کو نوکر سمجھنا اور امام کا برسرِ عام اپنی تکالیف بیان کرنا

سوال[۲۷۵۹]: جدید متولی صاحب، امام صاحب پر اپنی فوقیت جتاتے ہوئے تکلیفیں دے رہے ہیں، ان پر ظلم کر رہے ہیں۔ جدید متولی صاحب کا کہنا ہے کہ امام صاحب ہمارے نوکر ہیں، ہم ان پر افسر ہیں، ہماری بات کو ماننا چاہیے۔ امام صاحب نے مجبور ہو کر جمعہ کی نماز کے بعد متولی صاحب نے جو تکلیفیں دی ہیں وہ بیان کیں۔ متولی صاحب، امام صاحب پر غصہ ہوئے کہ تم کو کس نے اجازت دی تھی، بغیر اجازت کے تم نے یہ باتیں کیوں بیان کیں؟ ہم تم پر قانونی کارروائی کریں گے۔ متولی صاحب جو کہتے ہیں کیا وہ حق بات ہے، یا جو امام صاحب نے کہا وہ حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کا منصب بہت بلند ہے، متولی صاحب کا امام صاحب کو اپنا نوکر سمجھنا اور ذلت آمیز معاملہ کرنا غلط ہے، ناجائز ہے(۱)، امام صاحب کو بھی اس طرح جمعہ کی نماز کے بعد مجمع میں متولی کی زیادتیوں کو بیان نہیں کرنا چاہیے تھا۔ خود متولی صاحب سے دو چار بااثر آدمی کی موجودگی میں افہام وتفہیم کے طور پر اپنی تکلیفوں اور پریشانیوں کا تذکرہ کر لیتے کہ یہ یہ پریشانی ہے، اس کو حل کیجئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

امام کو ملازم کہنا

سوال[۲۷۶۰]: پیش امام کو ملازم کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱) "وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ماذكرنا، فا لأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلک، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم الله الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة ونحوها". (أحكام القرآن للإمام الجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، (سورة البقرة: ۱۲۴)، قديمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ملازم کہہ کر اس کی تحقیر وتوہین مقصود ہے تو یہ ناجائز ہے(۱)، امام کا احترام لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱۰/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱۰/۲۱ھ۔

جس کے دل میں امام سے نفرت ہو اس کی نماز

سوال[۲۷۶۱]: اگر کسی امام کی مونچھیں بڑی ہوں اور داڑھی رکھنے سے منع کرتا ہو اور ان باتوں کی وجہ سے کسی مقتدی کو نفرت ہو تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مقتدی کی نماز ہو جائے گی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۷ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يٰأيها الذين آمنوا لايسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيراً منهم﴾ الآية (الحجرات: ۱۱)

"وقال القرطبي: "السخرية الاستحقار والاستهانة والتنبيه على العيوب والنقائص بوجهٍ يُضحَك منه، وقد تكون بالمحاكاة بالفعل والقول أو الإشارة أو الإيماء أو الضحك على كلام المسحور منه .... وجوز أن يكون المعني: لا يحتقر بعض بعضاً، عسى أن يصير المحتقر (بصيغة المجهول) عزيزاً ويصير المحتقر ذليلاً فينتقم منه". (روح المعاني: ۲۶/ ۱۵۲، (سورة الحجرات: ۱۱)، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۴/ ۲۷۰، (سورة الحجرات: ۱۱)، دارالفيحاء دمشق)

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: "متولی کا امام کو نوکر سمجھنا اور امام کا برسرِ عام اپنی تکالیف کا بیان کرنا"۔)

(۳) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أوفاجراً، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أوفاجراً وإن عمل الكبائر، والصلاة واجبة على كل مسلم براً كان أوفاجراً وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع ائمة الجور: ۱/ ۳۵۰، امداديه ملتان) .... =

جس کو امام کے گناہ کا علم ہو اس کا امام کے پیچھے اقتداء کرنا

سوال[۲۷۶۲]: نعوذ باللہ زید زانی ہے، اس کا علم سوائے عمر کے کسی کو نہیں ہے، زید امام ہے عمر چاہتا ہے کہ اس کی برائی ظاہر نہ ہو اور عمر اگر اس کے اس فعل کے بعد اقتداء نہ کرے تو اس کی برائی ظاہر ہو جائے گی۔ اس بناء پر یہ اقتداء کرتا ہے تو کیا ان کا یہ ارادہ درست ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو یوم القیامۃ میں مستحقِ شر ہوگا یا خیر؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کو نرمی اور شفقت سے سمجھائے (۱)، نیز یہ کہ منصبِ امامت جلیل منصب ہے، اس کا بھی لحاظ ضروری ہے (۲)، اگر علم ہو گیا تو مقتدیوں کو بھی نفرت ہو جائے گی، خدائے تعالیٰ کا عذاب مستقل ہے۔ اگر امام توبہ کر لے تو بس کافی ہے (۳) بات آگے نہ بڑھائیں، ورنہ عمر خود نماز دوسری جگہ پڑھ لیا کرے (۴) اور

= "وإن تقدموا جاز؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: "صلوا خلف كل برٍ وفاجر الخ". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۴۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان من يصلح للإمامة: ۱/۶۶۲ دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة، وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿قال إني جاعلك للناس إماماً، قال ومن ذرّيّتي، قال لا ينال عهدي الظّٰلمين﴾. (سورة البقرة: ۱۲۴)

(۳) وقال تعالىٰ: ﴿والذين لايدعون مع الله إلٰهاً اٰخر، ولا يقتلون النفس التي حرّم الله إلابالحق، ولا يزنون، ومن يفعل ذلك يلق أثاماً، يضاعف له العذاب يوم القيمة ويخلد فيه مهاناً. إلامن تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً، فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات، وكان الله غفوراً رحيماً﴾ (سورة الفرقان: ۶۸، ۷۰)

(۴) "قال الإمام: إذاكان إمامه لحاناً، لابأس بأن يترك مسجده ويطوف". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار التراويح: ۱/۲۳۹، رشيديه)

دوسرے لوگوں پر امام کی بات ظاہر نہ کرے(۱)، یہ سب تفصیل اس وقت ہے کہ زید کے متعلق عمر کو صحیح علم ہو ورنہ محض بدگمانی کا اعتبار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۱۶ھ۔

امام پر غلط الزام لگانا

سوال[۲۷۶۳]: ۱......خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ہماری مسجد کے امام صاحب ایک متقی عالم ہیں، ایک بدمعاش نے ان سے گھڑی چھین لی، جب معاملہ بڑھا تو یہ الزام لگایا کہ انہوں نے مجھ سے بدفعلی کی اس لئے میں نے گھڑی چھین لی ہے، مگر امام صاحب نے حلفیہ بیان دیا کہ یہ قطعاً جھوٹ ہے، میں اس الزام سے بری ہوں۔ اور لوگوں کو اندازہ ہوا کہ یہ شخص مختلف بہانے کر کے لوگوں کو لوٹتا رہتا ہے۔ پھر پنچائت ہوئی مگر پنچائت نے بھی مولوی صاحب کو بری رکھا، اس مردود نے کپڑے پر پانی ڈال لیا اور کہتا تھا کہ دیکھو بدفعلی کی نشانی ہے، لوگوں نے کپڑے پر ہاتھ نہیں لگایا، صرف پانی معلوم ہوتا تھا، نہ کہ مادہ نسبی۔ اس کے متعلق شرعی طور پر مولانا اس الزام سے بری ہیں یا نہیں؟

۲......عبدالغفار نامی ایک شخص نے حضرت مولانا کو بلا تحقیق فجر کی نماز میں مصلی سے ہٹا دیا۔ یہ فعل کیسا ہے اور ان کا اذان دینا کیسا ہے؟

۳......مولانا سے بغیر معافی مانگے عبدالغفار حق اللہ اور حق العباد سے سبکدوش ہوگا یا نہیں؟

۴......عالم کی توہین کرنا شرعاً فسق ہے یا کفر؟ اور اس گناہ کی تلافی کے لئے توبہ ضروری ہے یا نہیں؟

۵......عالم کی موجودگی میں غیر عالم کو امام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۶......اسی واقعہ پر عبدالغفار کے متعلق یہ فتوی آیا کہ ان کا اذان دینا مکروہ ہے، اور ان پر توبہ واستغفار

---

(۱) "وعن ابن شهاب، أن سالم بن عبد الله أخبره أن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما أخبره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "المسلم أخو المسلم، لا يظلمه ولا يسلمه، من كان في حاجة أخيه كان الله عزوجل في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربةً فرج الله عزوجل عنه بها كربة من كرب يوم القيمة، ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة"۔ (مسند أحمد بن حنبل، (رقم الحديث: ۵۶۱۴): ۲۱۸/۲، ۲۱۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فرض ہے اور انہیں مولانا موصوف سے معافی مانگنا چاہیے۔ اور اب پھر واقعہ مذکورہ کو ایک ماہ بعد از سرِنو ابھارنا قابلِ سماعت ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اتنا بڑا جرم ثابت کرنے کے لئے اس بے شرم نے یہ بیان دیا، اور اس طرح ہرگز کافی نہیں، کپڑے کا بھیگا ہونا شرعی دلیل نہیں ہے، پھر جب اس حیا سوز بے دلیل دعوی کی تردید کیلئے حلفیہ بیان موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس گندے الزام کو ان پر عائد کیا جائے۔

۲...... مذکورہ بنیاد پر مصلی سے ہٹانے کا ہرگز حق نہیں، ان (امام صاحب) کی اذان وامامت درست ہے (۱)، ان کو جس نے ہٹایا ہے وہ مجرم ہے اسکو توبہ کرنا چاہیے ورنہ اُسکی اذان مکروہ ہوگی (۲)۔

۳...... معافی مانگنا اور اپنی غلطی کا اقرار کرنا سب کے سامنے ضروری ہے ورنہ یہ بار گردن پر رہے گا (۳)۔

۴...... عالمِ دین کی جو توہین اس کے علمِ دین کی وجہ سے کی جائے تو وہ کفر تک پہونچا دیتی ہے (۴)۔ یہاں اس کی وجہ علمِ دین نہیں بلکہ بلاثبوتِ شرعی ایک غلط فہمی کی وجہ سے کی گئی اور ان کو شرعی مجرم سمجھتے ہوئے کی گئی،

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم﴾ (سورة الحجرات: ۱۲)

(۲) "عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ۴۱۱/۲، قديمى)

"عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده". إلى آخر الحديث. (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده: ۶/۱، قديمى)

(۳) قال الله تعالى: ﴿إلا الذين تابوا وأصلحوا وبيّنوا﴾ (سورة البقرة: ۱۶۰)

(۴) "فى النصاب: من أبغض عالماً من غير سبب ظاهر، خيف عليه الكفر، كذافى الخلاصة، ويخاف عليه الكفر إذاشتم عالماً أوفقيهاً من غير سبب". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، منها مايتعلق بالعلم والعلماء: ۲۷۰/۲، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۷/۵، رشيديه)

اس لئے کفرنہیں کہا جائے گا،لیکن بلاثبوتِ شرعی اتنے بڑے جرم سے مجرم سمجھا ہے، یہ سخت غلطی کی ہے اوراس پر خارجی اقدام بھی کیا ہے،اس لئے یہ فسق ہے جس سے توبہ لازم ہے(۱)۔

۵...... جب عالم متبعِ سنت، صحیح العقیدہ موجود ہوتو اسی کوامام تجویز کیا جائے، غیر عالم کوامام نہ تجویز کیا جائے،اگرچہ نمازاس کے پیچھے بھی ادا ہو جائیگی (۲)۔

۶...... فیصلہ کے بعداپنی غلطی کا اعتراف کرنا اور پھراز سرنو بات کوابھارنا ضداورہٹ دھرمی ہے، ہرگز ایسا نہ کیا جائے، اپنی غلطی کے اعتراف کرکے بات کو وہیں ختم کردینا چاہیے، قیامت کا بارسر پر رکھنا ناعاقبت اندیشی ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۱/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳/ ۸/ ۸۸ھ۔

امام سے مسائل میں بحث

سوال[۲۷۶۴]: ۱...... مقتدی کا یہ کہنا ہے کہ امام اسی طرح نماز پڑھائے جس طرح ہم کہتے ہیں

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يايها الذين آمنوا توبوا إلى الله تو بةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸).

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال:قال رسو ل الله‌صلى الله عليه وسلم: "لله أشد فرحةً بتو بة أحدكم من أحدكم بضالته إذا وجدها". قال النووى تحت هذاالحديث: "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرةً أوكبيرةً آهـ".

(الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووى: ۲/ ۳۵۴، كتاب التوبة، قديمى)

(وكذا فى روح المعانى: ۲۷/ ۱۵۹، دارإحياء التراث العربى، بيروت)

(۲) "والأحق بالإمة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراة،ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً، اهـ".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۷، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع،كتاب الصلوة، فصل فى بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/ ۲۶۹،دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۱۲۲،شركة علميه ملتان)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولاتفسدوا فى الأرض بعد إصلاحها﴾ (سورة الأعراف: ۵۶)

تو کیا امام کے لئے ضروری ہے کہ مقتدی کے قول پر عمل کرے اور اگر امام نے مقتدی کے قول پر عمل کرلیا اور اسی طرح نماز پڑھائی تو کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

۲......اگر کوئی شخص امام کو ذلیل کرنے کے لئے سب کے سامنے اعتراضات کرے اور عقلی دلائل پیش کرے تو ایسا کرنا کیسا ہے اور امام اس کے اعتراض کا جواب دے یا نہ دے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......ایسی باتیں امام کے وقار اور منصب امامت کے منافی ہیں اس سے سب کو پرہیز کرنا چاہیئے (۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جو شخص امام کی بات نہ مانے اس کی نماز کا حکم

سوال[۲۷۶۵]: امام صاحب تبلیغی جماعت کے اجتماع میں لوگوں کو ٹھہرنے کے لئے کہتے ہیں، بعض آدمی نہیں ٹھہرتے چلے جاتے ہیں، امام صاحب کا کہنا ہے کہ جو امام کا کہنا نہیں مانتا اس کی نماز ان امام کے پیچھے نہیں ہوتی۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر کوئی شخص اپنی ضرورت کی بناء پر چلا جاوے، وہاں نہ ٹھہرے تو وہاں کے فوائد کو نہیں حاصل کر سکے گا، بس اس سے زیادہ نہیں، اس امام کے پیچھے نماز ہو جائے گی، وہاں نہ ٹھہرنے سے اس کی نماز میں خلل نہیں آئے گا، امام صاحب کو ایسا نہیں کہنا چاہیے ان کا کہنا غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إني جاعلک للناس إماماً﴾ (سورة البقرة: ۱۲۴)

"وإذاثبت أن إسم الإمامة يتناول ماذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم الله تعالى الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمي)

متولی وامام میں ترکِ سلام وکلام بڑی محرومی ہے

سوال[۲۷۶۶]: دوسال سے متولی صاحب اور پیشِ امام میں دعاوسلام بالکل بند ہے، لیکن امام صاحب کے پیچھے برابر نماز ادا کرتے ہیں۔ پیش امام کی غیبت کرنے میں، بہتان لگانے میں اور امامت سے علیحدہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ متولی صاحب کوایسی حرکات کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑے غضب کی بات ہے کہ دعا، سلام بالکل بند ہے(۱) فوراً دعا سلام شروع کردی جائے۔ دوسرے لوگ دونوں کوایک جگہ بٹھا کر کوشش کرکے دعا سلام شروع کرادیں (۲)، جوشخص ابتداء کرے گا وہ قابلِ مبارکباد ہوگا(۳)۔ امام صاحب اگر ابتداء کریں تو یہ ان کی بزرگی کے زیادہ لائق ہے، متولی صاحب اگر ابتداء کریں تو یہ ان کے لئے عین سعادت ہے۔ امام کے پیچھے نماز ادا کرکے اپنے اللہ کا حق ادا کرتے ہیں اور اپنی آخرت کو درست کرتے ہیں، اس سے ناراض رہنا، سلام نہ کرنا اور اس کوذلیل کرنا بہت بڑی محرومی اور بدقسمتی ہے(۴)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) "عن أبي أيوب الأنصاري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لايحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليالٍ، فيلتقيان، فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة: ۸۹۷/۲، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إنما المؤمنون إخوة، فأصلحوا بين أخويكم﴾. (سورة الحجرات : ۱۰)

(۳) (راجع الحاشية، رقم : ۱)

(۴) قال الله تعالىٰ : ﴿يأ يها الذين آمنوا لايسخر قوم من قومٍ عسى أن يكونوا خيراً منهم ﴾الآية . (الحجرات: ۱۱)

قال الحافظ ابن كثير تحت هذه الآية: "ينهى تعالىٰ عن السخرية بالناس وهو احتقارهم والاستهزاء بهم .... والمراد من ذلك احتقارهم واستصغارهم، وهذا حرام، فإنه قد يكون المحتقر أعظم قدراً عندالله تعالىٰ، وأحب إليه من الساخر منه المحتقر له". (تفسير ابن كثير: ۲۷۰/۴، (سورة الحجرات : ۱۱)، دارالفيحاء دمشق)

(وكذا في روح المعاني: ۱۵۲/۲۶، (سورة الحجرات: ۱۱)، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

امام بنانے کا حق کس کو ہے؟

سوال[۲۷۶۷]: ہمارے گاؤں میں ملان نامی ایک آدمی ہے جس کا کام ذبح، کفن ودفن کا ہے اور وہ کبھی ہر روز کی نماز اور عیدین کی نماز اور خطبہ نہیں پڑھی اور نہ پڑھائی، ایسا رہنے پر بھی وہ کہتا ہے کہ عیدین کی نماز میں پڑھانے کا حق میرا ہی ہے اور اس میں جماعت کا کوئی حق نہیں، میرا ہی واٹ ہے کر کے کلکٹر کی طرف سے فریب دیکر اپنا ہی واٹ لے کر آیا ہے، اس لئے ہم جماعت والے کورٹ میں کام چلانے والے ہیں کہ پیش امام جماعت کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے یا کہ ملان کی طرف سے۔ اس بات میں حدیث اور دلیلوں سے خلاصہ ثابت کر کے ان کتابوں کے نام اور صفحہ درج کر کے آپ کے دستخط مع مہر کے ذیل میں تحریر کر کے بذریعہ ڈاک ارسال فراویں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو ہر روز کی نماز پابندی سے نہ پڑھتا ہو وہ فاسق ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے:

"وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين، فتجب إهانته شرعًا، فلايعظّم بتقديمه للإمامة، اهـ". مراقی الفلاح۔ "كون الكراهة فى الفاسق تحريمية، اهـ". طحطاوی، ص:١٦٥(١)۔

امام مقرر کرنے کا حق بانی مسجد کو ہے، پھر اس کے خاندان والوں اولاد وغیرہ کو، پھر اہل محلّہ کو، لیکن امام میں اہلیت ہونا شرط ہے:

"البانی أولى بنصب الإمام والمؤذن، وولد البانی وعشيرته أولىٰ من غيرهم. بنى مسجداً فی محلة ونصب الإمام والمؤذن، فنازعه بعض أهل المحلة فی العمارة، فالبانی أولى مطلقًا. وإن تنازعوا فی نصب الإمام والمؤذن مع أهل المحلة إن كان مااختاره أهل المحلة أولى من الذى اختاره البانی، فما اختاره أهل المحلة أولى، وإن كانا سواءً فمنصوب البانی أولىٰ

---

(١) (مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوٰة، فصل فی بيان من هو أحق بالإمامة، ص: ٣٠٢، ٣٠٤، قديمی)

(وكذا فی الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ١/٥٥٩، ٥٦٠، سعيد)

(وكذا فی الحلبی الكبير، كتاب الصلوٰة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ٥١٣، سهيل اكيڈمی، لاهور)

اهـ". (أشباه، ص: ١٤١)(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۰/۱۳۶۲ھ۔

زبردستی امام مقرر کرنا

سوال [۲۷۶۸]: ایک شخص دوسرے کو زبردستی سے امام مقرر کرتا ہے، کیا شرعاً درست ہے اور اگر زبردستی سے امام بنایا گیا تو کیا اس کی امامت درست ہوگی اور اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

السائل: محمد یار، عالم گڈھ، ضلع فیروز پور۔

۱۸/شعبان/ ۵۸ھ۔ مطابق ۳/ اکتوبر/ ۱۹۳۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبردستی امام بنانا درست نہیں، تاہم اگر امام کو کوئی شرعی عذر نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ۸/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/شعبان/ ۵۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(١) (الأشباه والنظائر، كتاب الوقف (قاعده: ۴۴) : ۲/۲۳۳، إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه، كراچی)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الوقف، فصل: يراعى شرط الواقف في إجارته : ۴/۴۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف، الموضع الثالث في الناظر المولى من القاضي ينصه القاضي في مواضع : ۵/۳۸۹، رشيديه)

(٢) "ولو أمّ قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره له ذلك تحريماً لحديث أبي داؤد: "لا يقبل الله صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون". وإن هو أحق، لا، والكراهة عليهم". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، باب الإمامة، الفصل السادس في بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۶۰۳، ۶۰۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه كراچی)

الفصل الثامن فی النیابة عن الإمام

(نیابتِ امام کا بیان)

بوقتِ ضرورت بلا اجازت کسی کو امام بنانا

سوال[۲۷۶۹]: صبح یا عصر کی نماز کا وقت قریب الختم ہے اور پیش امام موجود نہیں، مکان میں آواز دینے پر بھی نہیں آئے (نہ معلوم ضرورت کی بناء پر یا سستی کی وجہ سے)۔ تو کسی پڑھے لکھے کو مقتدیوں کے آگے کرنے پر بلا اجازتِ امام امامت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

امامت میں کسی کو اپنا نائب بنا کر رخصت پر جانا

سوال[۲۷۷۰]: امام صاحب بعض مرتبہ ملازمت کی مجبوری کی وجہ سے باہر چلے جاتے ہیں اور امامت کے لئے دوسرا آدمی مقرر کر جاتے ہیں، تنخواہ رخصت لینا پسند نہیں کرتے۔ کیا امام صاحب اس طرح بغیر اجازت کے جا سکتے ہیں اور کیا ان کے پیچھے نماز درست ہوگی، کیا یہ فریب تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اپنا نائب ایسے شخص کو بنا دیتے ہیں جو امامت کے اوصاف رکھتا ہوں تو امام صاحب کو پوری تنخواہ

---

(۱) (راجع فتاوی دارالعلوم دیوبند، باب الإمامة، ۲۹۹/۳، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(وکفایة المفتی، باب الإمامة، ۸۷/۳، دارالإشاعت کراچی)

لینا درست ہے، یہ فریب نہیں، کذافی البحر الرائق(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امام کا بضرورت کسی کو اپنا قائم مقام بنا دینا

سوال[۲۷۷۱]: کوئی شخص کسی مسجد میں امامت کرتا ہو اور ایک ماہ کے لئے کسی وجہ سے گھر جاتا ہو اور اپنی جگہ ایک شخص کو عارضی طور پر رکھ دیا اور باہم یہ معاہدہ ہوا تھا کہ تم جب تک گھر سے نہیں آؤ گے میں تمہاری جگہ پر کام کرونگا، اس شخص کو اپنی جگہ رکھ کر چلا گیا اور کسی اہم معاملہ کے پیش نظر گھر سے تین چار روز کے بعد آئے اور گھر سے سابق امام نے عارضی کو اطلاع کر دیا کہ ''میں سخت پریشان ہوں، انشاء اللہ بہت جلد آرہا ہوں''۔ جواب میں عارضی امام لکھے کہ ''کوئی نہیں تم اپنی پریشانی کو دیکھتے ہوئے جلد آنے کی کوشش مت کرو، میں آپ کی جگہ پر کام کررہا ہوں''۔ تین چار روز کی تاخیر کرکے سابق امام آجائے۔

اس کے بعد وہ عارضی امام اپنے قول سے پھر جائے اور ہٹ دھرمی پر اتر جائے کہ میں آپ کی مسجد اس حالت میں چھوڑ سکتا ہوں جب کہ ہمارے لئے کہیں مسجد کا انتظام کرو، اس کے قول کے مطابق مسجد کا انتظام بھی کردے اس کے باوجود بھی سابق امام کی جگہ کو جبری طور پر قبضہ کرلے اور ایک دو شخص کسی وجہ سے عارضی امام کی حمایت کرے اور قبضہ جمائے رکھے اور تین چار شخصوں میں ایک دوسرے کا کافی ہمدرد وغمگسار ہو اور عارضی امام ان لوگوں میں دشمنی وانتشار پیدا کردے حتی کہ اتنا تفرقہ ڈال دے کہ ایک دوسرے کی برائی کرنے پر اتر آئیں۔ اور جو وعدہ کرکے وعدہ خلافی کرے اور طرح طرح کی بُرائیاں کرکے اتنا انتشار پیدا کردے کہ فتنہ کا اندیشہ ہو تو یہ کس کی علامت ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام کا مسجد میں رکھنا کیسا ہے اور جو عارضی امام کی حمایت کرے ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص انگریزی بال رکھتا ہو وہ شخص وقت

---

(۱)''استخلف الإمام خليفةً فى المسجد ليؤمّ فيه زمان غيبته، لايستحق الخليفة من أوقاف الإمامة شيئاً إن كان الإمام أمّ أكثر السنة. وحاصله أن النائب لايستحق من الوقف؛ لأن الاستحقاق بالتقرير، ولم يوجد، ويستحق الأصل الكل إن عمل أكثر السنة''. (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۳۸۵/۵، رشيديه)

(وكذا فى رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب فى الغيبة التى يستحق بها العزل عن الوظيفة ومالايستحق. ۴۲۰/۴، سعيد)

ضرورت نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ہم لوگ مجبوراً اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور امام وقت پر نہ آتا ہو، جب اس شخص سے وقت پر آنے کے لئے کہا جائے تو مندرجہ بالا اشخاص اس کی حمایت میں کہتے ہیں کہ کسی وقت بھی وقت پر نہ آئے تو ان کو کوئی نکال نہیں سکتا اور یہ لوگوں پر زور ڈالتا کہ سینما بین کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے امام خود مجبور کرتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب قدیم امام آگیا تو عارضی امام کو مسجد چھوڑنا یعنی امامت سے علیحدہ ہونا لازم ہے، زبردستی قبضہ جمانا، چھوڑنے کے لئے کوئی بھی شرط لگانا جائز نہیں، اس کی حمایت کرنا بھی جائز نہیں (۱)۔

غلط حمایت کر کے تفرقہ ڈالنا تو بہت بڑا جرم ہے (۲)، کسی کی بدگوئی بھی گناہ ہے (۳)۔ امام صاحب کو لازم ہے کہ وقت کی پابندی کرے، اگر اتفاقیہ طور پر دیر ہو جائے تو مقتدی لوگ کسی متبعِ سنت کو امام بنا کر اس کے پیچھے نماز ادا کرلیں (۴)، یا امام صاحب بھی کسی اہل شخص کو اپنا نائب تجویز کردیں، نااہل کو امام

---

(۱) "عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: "ثلاثة لايقبل الله منهم صلاة: من تقدم قوماً وهم له كارهون الخ". (سنن أبی داود، کتاب الصلاة، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون: ۱/ ۹۵، امدادیه ملتان)

(۲) قال الله تعالى: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً ولاتفرقوا﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۳)

وقال الله تعالى: ﴿ولاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا﴾ (سورة الانفال: ۴۶)

(۳) "عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی". رواه الترمذی والبيهقی فی شعب الإيمان. وفی أخری له: "ولا الفاحش البذی". وقال الترمذی هذا حديث غريب". (مشكوة المصابيح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ۲/ ۴۱۳، قديمی)

(۴) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن". (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۵۵۷، سعيد)

(وكذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/ ۱۰۷، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی الهدايه، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۱۲۱، شركة علميه ملتان)

بنانا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۱ھ۔

امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا حق

سوال[۲۷۷۲]: امام جو مسجد میں مقرر ہوئے ہیں، کیا ان کو شرعاً پورا حق ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بھی مصلے پر کھڑے ہونیکی اجازت دیں یا نہ دیں؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

جو امام مقرر ہو اس کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کو مصلے پر پہنچ کر نماز پڑھانے کی اجازت نہیں، پس اگر کوئی آدمی کسی ایسی مسجد میں جا پہنچے جہاں روزانہ کا امام ہو اس کو چاہئے کہ روزانہ کے امام کے پیچھے ہی نماز پڑھے، ہاں! اگر امام خود ہی اس سے امامت کی درخواست کرے تو پڑھادے:

"ولا يؤم الرجل الرجل في سلطانه، ولا يقعد في بيته على تكرمته إلا بإذنه". رواه مسلم". مشكوة شريف، ص: ۱۰۰ (۲)۔ "واعلم أن صاحب البيت وكذا إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً: أى وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه". كذافي الدرالمختار، ص: ۳۷۵ (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۹۳ھ۔

---

(۱) "وأما إذا استخلف للصلوة فقط لسبق حدث، فإما أن يكون بعد شروعه فيها أو قبله، فإن كان بعده فكل من صلح للاقتداء به، يصح استخلافه، وأما إذاكان قبله بعد الخطبة فيشترط كون الخليفة قد شهد الخطبة أو بعضها مع أهليته (قوله : للاقتداء به الخ) .... الاستخلاف جائز مطلقاً: أى سواء كان لضرورة أولا كما يعلم من عبارة مجمع الأنهر". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۴۰، ۱۴۲، سعيد)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۰۰، قديمى)

(۳) (كذا في الدرالمختارمع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۰۷، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، مكتبه امداديه ملتان)

مقررہ خطیب امام کی موجودگی میں بلا اجازت کسی عالم کا امامت وخطابت کرنا

سوال[۲۷۷۳]: احقر حضرت مولانا انوار الحسن ہاشمی کا شاگرد اور حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ سے مجاز بیعت بھی ہے، ایک عرصہ سے جامع مسجد کیوڑائی پر خدمتِ امامت انجام دے رہا ہے، احقر کی عینِ تمنا ہے کہ خدماتِ شرعیہ: امامت وخطابت ودرسیات تا بحدِ معلومات انجام دوں، حالانکہ احقر ملازم سرکاری دواخانہ ہے۔تیس سالہ ملازمت میں.......... اللہ کے فضل وکرم سے حضرت اقدس پیر ومرشد حکیم الاسلام اور بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے جہاں جہاں رہنا ہوا، مساجد تعمیر کروائی ،۱۲/ مدارس قائم کئے، اور متفرق طور پر بھی دینی خدمات کرتا رہا ہوں۔اوائلِ عمر سے احقر حافظ ہی نہیں بلکہ اپنے دونوں بچوں کو بھی اپنے پاس تکمیلِ حفظ کرایا، دیگر دس بچوں کو شعبۂ حفظ میں شریک کر کے چھ کی تکمیل کرائی اور باقی کی تکمیل کے لئے کوشش جاری ہے۔

احقر گورنمنٹ میں اپنی رضا سے وظیفہ پر سبکدوشی کی درخوست دے کر متفقہ رخصت پر مستقر پر کام کرتا رہا، لیکن انہی عالم صاحب کی مخالفت اور ان کے حاشیہ بردار حضرات کی مخالفت کی بنا پر کہ تم یہاں سے چلے جاؤ کہ تم تبلیغی جماعت کے خلاف ہو، حالانکہ احقر پھر بھی کام چلاتا رہا، اور چلا رہا ہے، لیکن خدا کی مصلحت کہ پھر رخصت پر جانا ہوگیا، خادم زادہ عبد الغنی کے کام امامت اور مدرسہ کا سپرد کر کے جائے ملازمت پر چلا گیا۔ ہفتہ دو ہفتہ میں ایامِ تعطیلات میں مستقر پر آکر مدرسہ کی نگرانی کرتا ہوں، شعبۂ حفظ بھی چل رہا ہے، پرائمری شعبہ بھی چل رہا ہے۔

جب مستقر پر آتا ہوں، امامت بھی کر لیتا ہوں، لیکن یہ عالم صاحب جمعہ کے دن .... احقر کی اجازت اور خادم زادہ کی اجازت کے بغیر خطابت وامامت کر رہے ہیں دعوی عالم ہونے کا ہے، یہ خطابت وامامت عالم صاحب کی کیسی ہے؟ محض نزاع امت کے تحت صبر کر رہا ہوں، تحدیث بالنعمۃ کے تحت عرض ہے کہ احقر ہی ادارہ اصلاح المسلمین کا فارغ ہے، نظام حیدرآباد کے زمانہ کا امارت اور قضاۃ کا مستند ہے، نہ تو مجلس ومدرسہ نے مجھے معزول کیا، نہ استحقاقِ امامت کے تحت کچھ خامی ہے۔ایسی صورت میں احقر اور خادم زادہ مستحق ہیں یا نہیں؟ یہ عالم صاحب خادم زادہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کو امامت کی اجازت دے کر امامت کرواتے ہیں، ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس شخص کوخطیب وامام مقرر کردیا جائے بغیر وجۂ شرعی کے اس کو الگ کرنا غلط ہے (۱) اوراس کی موجودگی میں بغیراس کی اجازت کے کسی عالم کا خودبخود امامت وخطابت پر قبضہ کرنا درست نہیں، غلط طریقہ ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

متولی کاامام کےعلاوہ جمعہ کیلئےکسی اَورکوآگے بڑھانا

سوال[۲۷۷۴]: بموجودگی مستقل امام صاحب جن میں تمام خوبیاں موجود ہیں حافظ، قاری، عالم، حاجی وغیرہ ایک خوش الحان آٹھ پاروں کا طالبعلم، سولہ سالہ متولی مسجد کی رائے سے امام صاحب کورسمی اطلاع دی گئی کہ آج فرزندِ متولی صاحب یعنی خوش الحان آٹھ پاروں کا حافظ نماز پڑھائے گا۔نماز پڑھائی گئی، امام صاحب نے اجازت نہیں دی اوران کا یہی کہنا ہے کہ کیا نمازِ جمعہ اداہوگئی کہ نہیں اوراقتداء درست ہوئی یانہیں؟

---

(۱)"واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلاجنحة عدمُها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر صحة وعدم أهلیة". (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب: لا یصح عزل صاحب وظیفة بلاجنحة أوعدم أهلیة: ۳۸۲/۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف: ۳۸۰/۵، رشیدیه)

(۲) "عن ابن مسعود الأنصاری رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسو ل الله صلی الله علیه وسلم .... "ولا یؤمّ الرجل الرجل فی سلطانه، ولا یقعد فی بیته علی تکرمته إلابإذنه". (الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۲۳۶/۱،قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، باب من أحق بالإمامة: ۹۳/۱،امدادیه ملتان)

(وسنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب من أحق بالإمامة: ۵۵/۱، سعید)

"واعلم أن صاحب البیت ومثله إمام المسجد أولی بالإمامة من غیره مطلقاً، إلا أن یکون معه سلطان أوقاضی فیقدم علیه الخ". (الدرالمختار ، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۶۰۷/۱، رشیدیه)

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسانہیں کرنا چاہئے تھا، امام صاحب خود پیش کش کرتے تو دوسری بات تھی، امامت اس حالت میں مستقل امام مذکور ہی کی مقدم تھی، تاہم اقتداء صحیح ہوکر صورتِ مسئولہ میں نماز درست ہوگئی، اب اس قضیے کو ختم کیا جائے، آئندہ احتیاط کی جائے بات کو زیادہ نہ بڑھایا جائے، ورنہ اس سے خلفشار پیدا ہوگا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۷/ ۸۷ھ۔

نائبِ امام کی موجودگی میں کسی اَور کی امامت

سوال[۲۷۷۵]: محلّہ کے امام صاحب موجود نہیں لیکن وہ اپنا نائب کسی مقتدی کو بنا گئے، اس نائب کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت کرانی کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نائب امام کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو خود امامت کیلئے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "واعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً، إلاأن يكون معه سلطان أوقاض، فيقدم عليه لعموم ولايتهما". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "(قوله: مطلقاً): أى وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه، وفى التاتارخانية: جماعة أضياف فى دار زيد أن يتقدم أحدهم ينبغى أن يتقدم المالك، فإن قدم واحد منهم لعلمه وكبره فهو أفضل، وإذا تقدم أحدهم جاز؛ لأن الظاهر أن المالك يأذن لضيفه إكراماً له". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الثانى فى بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا فى البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۹، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''متولی کا امام کے علاوہ جمعہ کے لئے کسی اَور کو آگے بڑھانا'')

خادم مسجد اور مؤذن کی امامت

سوال[۲۷۷۶]: ایک پیش امام مستقل ہیں، وہ ہی صفائی کی خدمت اور مؤذن کی خدمت بھی انجام دیتا ہے، مسجد کی صفائی غسل خانہ وغیرہ کی صفائی کی اجرت الگ لیتے ہیں تو کیا ایسے امام کے پیچھے جو مؤذن بھی ہو نماز درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جائز ہے:"الأفضل كون الإمام هو المؤذن، الخ". درمختار: ۱/۲۶۸(۱) ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

استاد کی موجودگی میں امامت

سوال[۲۷۷۷]: ایک شخص امام، حافظ، قاری، مشروع وضع قطع میں نہایت نیک صالح، استاذ ووالد وجملہ نمازی بہت خوش، ایک دن باصرار امام صاحب نے اپنے استاذ بزرگ بعمر ۷۰/ سال سے نماز مغرب پڑھوادی، دوتین مقتدیوں نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی (بسبب باطنی)، کہیں اَور جاکر مغرب کی نماز ادا کی، بعد میں امام صاحب سے کہا کہ اپنے استاذ سے نماز نہ پڑھوایا کریں، اس کے بعد امام صاحب نے استعفاء دے دیا اور کہا کہ میری غیرت تقاضہ نہیں کرتی کہ استاذ محترم شہر کی کسی بھی مسجد میں ہوتے ہیں، ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ نماز یہی پڑھائیں، تمام شہر عزت کرتا ہے اور میں ان سے نماز کے لئے نہ کہوں، میں برابر کہوں گا، اگر یہ شرط منظور ہو تو نماز پڑھاؤں گا ورنہ نہیں۔

امام صاحب نہیں چاہتے تھے کہ بغیر میری شرط منظور کئے نماز پڑھاؤں، برادری کے لوگوں نے امام کے

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۰۱، سعيد)

"إن الأفضل كون الإمام هو المؤذن، وهذا مذهبنا، وعليه كان أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ عليه". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في السنن، ص: ۳۸۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

والد پر دباؤ ڈالا اور والد نے اپنی برادری کی لاج رکھتے ہوئے نہ بیٹے کی شرط کی پرواہ کی، نہ استاذ کی بے عزتی کی، اور بیٹے کو مسجد میں لے جا کر خود مصلی پر کھڑا کر کے نماز پڑھوادی اور بعد میں والد نے نمازیوں سے معافی مانگی کہ بھائیو! امام صاحب سے جو کچھ غلطی ہوئی ہے اس کی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، امام صاحب والد کے آگے کچھ نہ کہہ سکے۔ ایسی حالت میں جب کہ استاد کی بے عزتی کی گئی اور والد نے بھی برداشت کر لی تو ایسی حالت میں امام کو والد کی اطاعت واجب ہے یا استاذ کی بے عزتی گوارہ کرے اور استاذ کا ادب واحترام ختم کر دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تصور ہی غلط ہے کہ استاذ کی موجودگی میں شاگرد نماز پڑھا دے تو استاد کی بے عزتی ہوگئی، خاص کر جب کہ شاگرد کی درخواست پر بھی استاذ امام ہونا پسند نہ کرے، البتہ بلاوجہ شرعی دل میں رنجش رکھنا بہت بُرا ہے(۱) امام صاحب اگر فتنہ کو ختم کرنے کے لئے والد صاحب کا کہنا مانیں اور نماز پڑھا دیا کریں تو اس میں نہ استاذ کی بے عزتی ہے اور نہ اَور کوئی گناہ ہے، جو لوگ استاد سے رنجش رکھتے ہیں ان کو دل صاف کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: "لايحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلث، فمن هجر فوق ثلث فمات دخل النار". رواه أحمد وأبو داؤد".

"عن أبی خراش السلمی رضی الله تعالىٰ عنه أنه سمع رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: "من هجر أخاه سنةً، فهو كسفك دمه". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الأداب، باب ماينهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ۲/۴۲۷، قديمی)

الفصل التاسع فی إمامة اللّحان

(غلط خواں کی امامت کا بیان)

غلط خواں کی امامت

سوال[۲۷۷۸]: اگر کوئی پیش امام قرآن شریف غلط پڑھے تو اس کے پیچھے اَنجان لوگوں کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی عالم کہے یہ شخص قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتا، اب وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری نماز تو ہوجاتی ہے تو ان لوگوں کو پتہ لگ گیا، اب ان لوگوں کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً:

اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے کہ جس سے معنی بگڑ جاتے ہیں تو اس کے پیچھے بالکل اَن پڑھ لوگوں کی جن کو تین آیتیں بھی صحیح یاد نہیں نماز درست ہے اور جس کو تین آیتیں صحیح یاد ہیں اس کی نماز درست نہیں، کسی صحیح پڑھنے والے کو امام بنانا چاہیئے کہ جس سے سب کی نماز درست ہوجائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/۱۳۵۶ھ۔

ایضاً

سوال[۲۷۷۹]: ایک امام ہے وہ کبھی تو حروف کو صحیح ادا کرتا ہے اور کبھی غلطی کرتا ہے تو جہری نماز

---

(۱) "ولایجوز إمامة الألثغ الذی لایقدر علی التکلم ببعض الحروف إلا لمثله إذا لم یکن فی القوم من یقدر علی التکلم بتلک الحروف، فأما إذا کان فی القوم من یقدر علی التکلم بها، فسدت صلاته وصلاة القوم". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره: ۸۶/۱، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۸۱/۱، ۵۸۲، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص: ۲۸۹، قدیمی)

میں تو پتہ لگ جاتا ہے، لہٰذا غلطی کے موقعہ پر مقتدی اعادہ کر لیتا ہے مگر سرّی نماز میں پتہ نہیں لگتا تو اس کی اقتداء کرے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کو اس طرح غلط پڑھنے کی عادت ہے تو اس کے علاوہ دوسرے کو امام بنایا جائے جو بالیقین صحیح پڑھنے کا عادی ہو(۱) اور اس کے پیچھے جو نماز سرّی یا جہری پڑھی ہو تو جب تک اس میں ایسی غلطی کا علم نہ ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس کی نماز کو صحیح کہا جائے گا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/۹/۶۴ھ۔

ایضاً

سوال[۲۷۸۰]: ہمارے یہاں ایک لڑکا پندرہ سال کا حافظ ہو گیا ہے، لیکن دینیات ومسائل سے بالکل واقفیت نہیں، نہ تو قرآن صحیح پڑھنے کی کسی مولوی حافظ قاری نے اس کی تصدیق کی ہے، ایسے لڑکے کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱)"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة، ثم الأورع الخ".

(تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

"عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضى الله تعالىٰ عنه يقول قال: لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤمّ القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قرأةً، فإن كانت قرائتهم سواء فليؤمهم أقدمهم هجرةً، فإن كانوا فى الهجرة سواء فليؤمهم أكبرهم سناً، ولاتؤمّنّ الرجلَ فى أهله ولا فى سلطانه، ولاتجلس على تكرمته فى بيته، إلا أن يأذن لك" أو "بإذنه". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمى)

(وسنن الترمذى، أبواب الصلوٰة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل فى بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۲۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

ابھی وقت کافی ہے، طہارت ونماز کے ضروری مسائل تعلیم الاسلام وغیرہ معتبر کتابوں کے ذریعہ اس کو پڑھادیئے جائیں اور کسی حافظ صاحب سے دریافت کرلیں کہ وہ صحیح پڑھتا ہے، یا پھر اس کے پیچھے تراویح میں قرآن کریم سن لیا جائے، صحیح نہ پڑھتا ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے اور ایسے شخص کے پیچھے تراویح پڑھیں جو صحیح پڑھتا ہو:

"قال الإمام: إذا كان إمامه لحّاناً، لابأس بأن يترك مسجده ويطوف، لاينبغي للقوم أن يقدّموا فی التراويح الخُوشخُوَانْ، ولكن يقدّموا الدّرُسْتُ خوان". فتاویٰ عالمگیری، ص: ٦٠ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۹۲ھ۔

ایضاً

سوال[۲۷۸۱]: نماز کے اندر امام سے اگر قرأت کی اس قسم کی غلطیاں واقع ہوں کہ بجائے زیر کے زبر پڑھ جائے، یا جہاں الف ہے الف کو نہ پڑھے، یا بیچ میں لفظ کے سانس توڑ دے کہ لفظ کٹ جائے جیسے میت کی "یاء" کے زیر کو زبر پڑھے، یا "فی دین اللہ" میں الف نہ پڑھے، "آبـآئـنـا" میں الف نہ پڑھے بلکہ "ابـائن" پڑھے۔ اس قسم کی غلطیاں ہونے سے نماز صحیح ہوجائیگی یا نہیں؟ اگر صحیح ہوگی تو بلاکراہت یا با کراہت، اس شخص کو امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان مواقع میں یہ غلطیاں کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی، البتہ کراہت آگئی، لیکن ہر جگہ کی غلطی کا یہ حکم

---

(١) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوٰة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح: ١/١١٦، رشيديه)

(وكذا فی الحلبی الكبير، كتاب الصلوٰة، بحث التراويح، ص: ٤٠٧، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا فی الفتاوی التاتارخانية، كتاب الصلوٰة، الفصل الثالث عشر فی التراويح، فی بيان القرأة فی التراويح: ١/٦٦٠، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراچی)

نہیں بلکہ بعض جگہ ایسی غلطی سے نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ فسادِ نماز کا مدار معنی کی خرابی پر ہے (۱)۔ اگر صحیح طور پر قرأت کرنے والا امام متبع شریعت اور مسائل سے واقف میسر آجائے تو اس کو امام بنالیا جائے (۲) یا کم ازکم اتنی مدت کیلئے دوسرا امام رکھ لیا جائے کہ موجودہ امام قرأت کی مشق کر کے صحیح پڑھنے لگے اور قواعد قرأت سے واقفیت حاصل کرلے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۲/۱۳۶۴ھ۔

---

(۱) "فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لايفسد مطلقًا ولو اعتقاده كفراً؛ لأن أكثر الناس لايميّزون بين وجوه الإعراب ....قال الحصكفي رحمة الله عليه: "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفًا، أو قدّمه أوبدّله بآخر ......لم تفسد مالم يتغير المعنى، إلا ما يشق تمييزه. الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۶۳۱، ۶۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الخامس في زلة القارى: ۱/ ۷۹، ۸۱، رشيديه)

(۲) "عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبامسعود رضى الله تعالىٰ عنه يقول لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤمّ القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراءةً، فإن كانت قرائتهم سواء، فليؤمهم أقدمهم هجرةً، اهـ". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/ ۲۳۶، قديمى)

(وسنن الترمذى، أبواب الصلوٰة، باب من أحق بالإمامة: ۱/ ۵۵، سعيد)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراة، ثم الأورع. آهـ".

(تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/ ۶۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "وحرر الحلبى وابن الشحنة أنه بذل جهده دائماً حتماً كالأمى". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "(قوله: حتماً الخ): أى بذلاً حتماً فهو مفروض عليه". (الدرالمختار مع ردالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۸۲، سعيد)

ایضاً

سوال[۲۷۸۲]: ایک مسجد میں ایسا امام ہے جو قرآن کو صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے حتی کہ تلفظ میں غلطی کرتا ہے، تجوید تو درکنار ہے، ایسے امام کے پیچھے ایک تجوید جاننے والے اور صحیح تلفظ ادا کرنے والے کی نماز جائز ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص "ما یجوز به الصلوٰة" قرأة پر قادر نہ ہو، اس کے پیچھے اس کی نماز درست نہیں(۱)، جو "مایجوزبه الصلوٰة" پر قادر ہو اس امام کو چاہیئے کہ سورۃ الحمد اور کم از کم ایک سورۃ کو اتنا صحیح طور پر مشق کرلے کہ تلفظ صحیح ہو جائے جس سے نماز درست ہو سکے، جب تک ایسی مشق نہ کرے امامت نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "ولاحافظ آية من القرآن بغير حافظ لها وهو الأمي". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "(قوله: بغير حافظ لها)شمل من يحفظها أو أكثرمنها، لكن بلحن مفسدللمعنى لما في البحر: الأمي عندنا: مَن لايحسن القرأة المفروضة، وعند الشافعي: مَن لايحسن الفاتحة". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۷۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح اماماً لغيره: ۱/۸۶، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۵۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۶۳۰، ۶۳۱، رشيديه)

(۲)"(وحفظ فاتحة الكتاب وسورة واجبٌ على كل مسلم)، ويكره نقص شيئى من الواجب". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان تأليف الصلوٰة إلى انتهائها: ۱/۵۳۸، سعيد)

وقال العلامةالرافعي: "(قول الشارح: ويكره نقص شيئى من الواجب): أى من حفظه أو في الصلاة". (تقريرات الرافعي على ردالمحتار، فصل في بيان تأليف الصلوٰة إلى انتهائها: ۱/۶۲، سعيد)=

بے علم غلط پڑھنے والے کی امامت اور مسجد میں پیشۂ خیاطت

سوال[۲۷۸۳]: ہمارے گاؤں کے امام صاحب عید الفطر کی نماز پڑھا کر بخوشی اپنے گھر چلے گئے، ان کے جانے بعد امام کی ضرورت ہوئی، گاؤں میں ایک شخص کے یہاں ایک ملا عرصہ تین ماہ سے مقیم تھا جو درزی کا پیشہ کرتا ہے، نام کا ملا ہے، قرآن شریف وعربی غلط پڑھتا ہے یعنی کم علم ہے، اس شخص کے اَور قریبی رشتہ دار ہیں جنہوں نے آپس میں اتفاق کر کے بغیر گاؤں والوں کے مشورہ کے اس ملا کو کہا کہ تم مسجد میں بیٹھ جاؤ اور وہیں کپڑے سیا کرو۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ ہم ایسے نا علم آدمی کو نہیں رکھتے کسی عالم کو رکھنا چاہیئے تا کہ دین کی تلقین کرے، ایسے آدمی کو نہیں رکھنا چاہیئے کہ جو خود بھی واقفیت نہ رکھتا ہو۔

دوسرے جمعہ کی نماز ان کے پیچھے پڑھی گئی جو قرآن شریف پڑھے ہوئے ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، انہوں نے کہا کہ ایسے آدمی کو نہیں رکھتے کہ جو خود غلط پڑھتا ہے ایسے آدمی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، دوسرے آدمی کا انتظام رکھنا چاہیئے، مگر جن لوگوں نے ان کو رکھا تھا اس بات کو برا سمجھا اور اس ضد پر کھڑے ہو گئے ہیں کہ ہم اسی آدمی کو امام رکھیں گے، چاہے تم ان کے پیچھے نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔ اس بات سے گاؤں میں بہت زیادہ مخالفت ہو گئی ہے، مگر ملا نے آج تک کسی سے نہیں کہا کہ تم سلوک کر کے رکھتے ہو تو رکھو ورنہ میں نہیں رہتا، متواتر رہ رہا ہے۔ گاؤں میں آدھے سے زیادہ آدمی مخالف ہیں مگر یہ لوگ کمزور ہیں غریب ہیں اور جن آدمیوں نے رکھ رکھا ہے اچھی حالت میں ہیں اور پوری ضد پر تلے ہوئے ہیں، دوسرے یہ آدمی ایک ذات کے ہیں اس واسطے انہیں زعم ہے۔

مخالفوں نے کہا اگر ہم ملا کے ساتھ ضد کرتے ہیں تو تم کسی عالم کو بلا کر امتحان کر لو، اگر وہ یہ کہے کہ یہ صحیح پڑھتا ہے تو رکھنا ورنہ نکال دینا، صحیح پڑھنے والے کے پیچھے ہم بخوشی نماز پڑھیں گے مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کو نہیں بلاتے اور تمہارے لئے غلط پڑھتا ہو گا ہمارے واسطے تو یہی قاری ہے، کیونکہ وہ سب آدمی جاہل، علمِ دین سے بالکل ناواقف ہیں، کوئی بچہ آج تک بھی واقف نہیں ہے۔ دوسرے فریق میں چند آدمی دین کی باتوں سے کچھ واقف ہیں اور نمازی بھی زیادہ ہیں دوسرے فریق کے مقابلہ میں۔ شریعت ایسے امام کو مسجد میں رہنے کی اجازت دیتی ہے یا

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۹۲، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۳۱، امداديه ملتان)

نہیں؟ اگر امام صاحب الگ ہوجائیں تو گاؤں کی مخالفت کا خاتمہ ہوجاتا ہے، صرف انہیں کا یہ مبارک اثر ہورہا ہے۔

المرقوم نور محمد، عبدالغنی مقام، ڈاکخانہ سہنسپور، ضلع دہرہ دون۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو شخص قرآن غلط پڑھتا ہے جس سے معنی خراب ہوجاتے ہیں اور صحیح نہیں پڑھ سکتا اس کی امامت ناجائز ہے، اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو ملاّ مذکور کو امامت سے علیحدہ کر کے دوسرے صحیح پڑھنے والے امامت کے اہل کو امام مقرر کرنا ضروری ہے (۱)، جو لوگ غلط پڑھنے والے کی امامت پر باوجودِ مسئلہ معلوم ہونے کے اصرار کرتے ہیں اور صحیح پڑھنے والے امامت کے اہل کے موجود ہوتے ہوئے اس کو امام نہیں بناتے وہ گنہگار ہیں، ان کو اپنے اصرار سے رکنا اور توبہ کرنا ضروری ہے (۲)۔ اگر ملا مذکور کو علیحدہ کرنا دشوار ہو اور اس میں فتنہ اور تفرقہ ہوتا ہو تو ان لوگوں کو چاہیئے کہ اس ملا کو چند سورتیں صحیح یاد کرادیں اور ضروری روزمرہ کے پیش آنے والے نماز کی صحت وفساد کے مسائل بھی سکھادیں (۳) اور آپس میں جھگڑا اور تفرقہ نہ ڈالیں کہ یہ بہت خرابی کی چیز ہے (۴)۔

---

(۱) "عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضى الله تعالىٰ عنه يقول لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراءة، فإن كانت قرائتهم سواء فليؤمهم أقدمهم هجرةً. اهـ". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمى)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، آهـ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع للكاسانى، كتاب الصلوٰة، فصل فى بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "ولو قدموا غير الأولى، أساؤا بلا إثم". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۰۹، رشيديه)

(۳) "إن للأمة خلع الإمام وعزله بسببٍ يوجبه مثل أن يوجد منه مايوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلائها، وإن أدى خلعه إلى فتنة، احتمل أدنى المضرتين". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۴/۲۶۴، سعيد)

"عن أنس رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "طلب العلم فريضة على كل مسلم". رواه ابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثانى: ۱/۳۴، قديمى)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعًا ولاتفرقوا﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۳) .... =

اگر ملا بھی اس بات کو سمجھتا ہے کہ میں واقعی قرآن شریف غلط پڑھتا ہوں جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے تو اس کو امامت کرانا سخت گناہ ہے(۱)، تمام نمازیوں کا بار اس کے ذمہ رہے گا، اس لئے خود چاہیئے کہ امام نہ بنے۔ اگر دوسرے لوگ جبراً وقہراً امام بنائیں اور اسے انکار ممکن نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ سب مقتدیوں سے کہہ دے کہ میں قرآن شریف غلط پڑھتا ہوں جس سے سب کی نماز فاسد ہوجاتی ہے تم سب بھی گناہ گار ہوتے ہو اور میں بھی گنہگار ہوتا ہوں، یا تو مجھے بالکل امام مت بناؤ، یا میں پہلے چند سورتیں صحیح کرلوں تاکہ نماز صحیح ہوسکے اس کے بعد امام بنانا۔

مسجد میں بیٹھ کر اجرت پر سینا بھی ناجائز ہے، مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ بیٹھ کر سینا چاہیئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اگر اس کے غلط پڑھنے کی چند مثالیں بیان کردی جائیں تو اچھی طرح اندازہ ہوجائے کہ ایسی غلطی سے نماز صحیح ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ذی الحجہ/۱۳۵۶ھ۔

الفاظ کو درست نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال[۲۷۸۴]: جو شخص قرأت صاف صحت کے ساتھ نہ پڑھا سکے یعنی ''اَ'' اور ''ع''، ''ت'' اور ''ط''، ''ث''، ''س'' اور ''ح'' اور ''ہ'' اور ''ض''، ''ذ''، ''ز''، ''ظ'' میں فرق نہ کرے تو ایسے امام کی اقتدا کرنی درست ہے یا نہیں؟ اور اگر بعض لوگ بستی والے ایسے امام کو رکھیں تو ان کا گناہ امام پر یا بستی والوں پر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس سے بہتر مسائل سے واقف، قرآن صحیح پڑھنے والا، متبعِ سنت ہے تو اس کو امام بنانا چاہیئے اور

= وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ولاتنازعو فتفشلوا وتذهب ريحكم﴾ (سورة الأنفال: ۴۶)

(۱) "ولاتصح صلاته إذا أمكنه الاقتداء بمن يحسنه أو ترك جهده أووجد قدر الفرض ممالالثغ فيه".

(الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۸۲، سعيد)

امام مذکور کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے (۱) بشرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو (۲)۔ اگر اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا شخص موجود نہ ہو بلکہ سب اسی طرح پڑھنے والے ہیں تو پھر اس کی امامت میں بھی مضائقہ نہیں (۳) لیکن تصحیحِ حروف کی کوشش بہرحال لازم ہے، جس کا تارک گنہگار رہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبامسعود رضی الله تعالیٰ عنه يقول لنا رسول الله صلی الله عليه وسلم: "يؤم القوم أقرأ هم لكتاب الله وأقدمهم قراءةً، فإن كانت قراء تهم سواء، فليؤمهم أقدمهم هجرةً الخ". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمی)

(وسنن الترمذی، أبواب الصلوٰة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، سعيد)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة، ثم الأورع". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فی بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إن للأمة خلع الإمام وعزله بسببٍ يُوجبه، مثل أن يوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلائها، وإن أدى خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين. اهـ". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/۲۶۴، سعيد)

(۳) "هذا إن وُجد غيرهم، وإلا فلا كراهة". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۶۲، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۱۱، رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۲۴۴، امداديه ملتان)

(۴) "وحرر الحلبی وابن الشحنة أنه بذل جهده دائماً حتماً كالأمی". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ عليه: "(قوله : حتماً الخ): أی بذلاً حتماً فهو مفروض عليه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۲، سعيد)

غیر پابندِ شرع، غلط خواں اور سزا یافتہ کی امامت

سوال[۲۷۸۵]: ہماری مسجد کے امام صاحب قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتے ہیں جبکہ قاریٔ قرآن کیلئے قواعدِ تجوید سے واقفیت ضروری ہے، وہ بالکل خلاف تجوید پڑھتے ہیں، اکثر مجہول پڑھتے ہیں اور تلفظ بھی صحیح نہیں ہے، حرف بدل دیتے ہیں جیسے ﴿عین الیقین﴾ کی جگہ "این الیقین"۔ کیا ایسے حروف کے بدلنے سے نماز ہوجاتی ہے؟ چند حضرات ان کے پیچھے اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہیں جو کہ فتنہ بازی و پارٹی قائم ہونے کا سبب ہے۔ امام صاحب میں پابندیٔ شرع نہیں ہے، وہ جب امامت سے الگ ہوتے ہیں تو پابندیٔ جماعت تو بڑی چیز ہے پابندیٔ نماز بھی نہیں کرتے، گھر میں پردہ نہیں ہے، بیوی رفع حاجت کے لئے جنگل جاتی ہیں۔ امام صاحب ناظرہ خواں ہے، مسائلِ نماز سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں۔ جو شخص قانون کی خلاف ورزی کر کے ایک مدت جیل میں رہا ہو اس کی امامت کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر اس شخص کے مقابلہ میں کوئی فنِ تجوید سے واقف ہو، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور سے سند یافتہ ہو اور حافظ بھی ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہئے جو صحیح العقیدہ ہو، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو، مسائلِ طہارت اور نماز سے واقف ہو، پابندِ شریعت ومتبعِ سنت ہو، اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہو(۱)۔ موجودہ امام کی جو غلطیاں سوال میں لکھی ہیں ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، جیسے سورۃ القارعہ میں ﴿ثقلت موازینہ﴾ پر

---

(۱) "عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبامسعود رضي الله عنه يقول لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراءةً، فإن كانت قراء تهم سواء فليؤمهم أقدمهم هجرةً، آه". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمي)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوٰة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، سعيد)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراء ة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهًا". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

﴿فأمه هاويه﴾ کا مرتب کرنا(۱)۔ فنِ تجوید اور قواعدِ عربیہ سے متعلق جو غلطیاں لکھی ہیں عموماً فقہاء ان کی وجہ سے نماز فاسد قرار نہیں دیتے (۲)، لیکن جب دوسرا آدمی اوصافِ امامت سے متعلق موجود ہو تو اس کو ہی امامت کیلئے کیوں نہ تجویز کرلیا جائے (۳)، مگر اس کا خیال رہے جو کچھ کیا جائے للّٰہیت سے کیا جائے، کسی دوسرے جذبہ سے نہ ہو اور باہمی مشورہ سے کیا جائے تاکہ فتنہ برپا نہ ہو (۴)۔

---

(۱) "أما إذا غيّر المعنىٰ بأن قرأ: "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات أولٰئک هم شر البرية، إن الذين كفروا من أهل الكتاب .... خالدين فيها اولئک هم خير البرية" تفسد عند عامة علمائنا، وهو الصحيح، وكذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الخامس في زلة القاري، و منها ذكر آية مكان اٰية : ۱/ ۸۰، رشيديه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية ، كتاب الصلوة ، الفصل الثاني في فرائض الصلوة و واجباتهاھ، الفصل الرابع في ذكر آية مكان آية : ۱/ ۴۸۵، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في المحيط البرهاني في الفقه النعماني ، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في كيفيتها، فرع في ذكر آية مكان آية : ۱/ ۳۷۲، غفاريه كوئٹه)

(۲) "فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لايفسد مطلقاً ولو اعتقاده كفراً؛ لأن أكثر الناس لايُميّزون بين وجوه الإعراب". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، مسائل زلة القارى : ۱/ ۶۳۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الخامس في زلة القاري، و منها ذكر آية مكان آية : ۱/ ۸۱، رشيديه)

(۳) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن. آه".

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "ومعنى الحسن في التلاوة أن يكون عالمًا بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق به، قهستاني". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۷، سعيد)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿وأمرهم شورىٰ بينهم﴾ (سورة الشورىٰ: ۳۸) "عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "أتدرون أيّ الأعمال أحب إلى الله تعالىٰ"؟ قال قائل: الصلوٰة والزكوٰة، وقال قائل: الجهاد . قال النبي صلى الله عليه وسلم: "إن أحب الأعمال إلى الله الحُبّ في الله والبغض في الله". رواه أحمد. وروى أبو داود الفصل الأخير". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الحب في الله ومن الله: ۲/ ۴۲۷، قديمي)

قلوب کا حال اللہ پاک کو خوب معلوم ہے(۱)، مجرم اگر سزا پاکر اپنی اصلاح کر لے تو اس کو ہمیشہ کیلئے مجرم قرار دینا اور اس کے ساتھ مجرم جیسا معاملہ کرنا اور اس کو عار دلانا درست نہیں، اس پر حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے وہ یہ کہ ”جو شخص ایسے آدمی کو عار دلائے گا مرنے سے پہلے خود اس کو بھی اس جرم میں مبتلا ہونا پڑے گا“(۲)۔ نستغفر اللہ۔

بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ امام صاحب سے درخواست کی جائے کہ آپ کا یہ منصبِ امامت (جلیل القدر) منصب ہے، آپ قرآن کریم صحیح کر لیں تا کہ دوسروں کی نماز خراب نہ ہو، سارے مقتدیوں کا بوجھ امام کے سر ہوتا ہے اور جو بھی باتیں قابلِ اصلاح ہوں ان کی بھی اصلاح کریں، اس مقصد کیلئے آپ چھٹی لے لیں، پھر بعدِ اصلاح اپنی جگہ واپس آجائیں، اگر امام صاحب تسلیم کر لیں تو بہتر ہے ورنہ آداب واحترام کے ساتھ ان کو سبک دوش کر کے دوسرے آدمی کو جس میں اوصافِ امامت موجود ہوں امام تجویز کر لیا جائے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۸/۹/۹۵ھ۔

لحنِ خفی کرنے والے کی امامت

سوال[۲۷۸۶]: زید جامع مسجد شریف میں امام اور خطیب ہے نیز طرہ باز ہے، صافہ کے بالائی طرہ

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿والله عليم بذات الصدور﴾. (سورة آل عمران: ۱۵۴)

(۲) "وعن ابن عمر رضي الله عنهما.......... فقال: "يامعشر من أسلم بلسانه ولم يفض الإيمان إلى قلبه! لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا عوراتهم، فإنه من يتبع عورة أخيه المسلم، يتبع الله عورته، ومن يتبع الله عورته فافضحه ولو في جوف رحله". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الآداب: ۸/۷۷۵، رشيديه)

(۳) "لو حدث عذر مانع لإجراء موجب العقد تنفسخ الإجارة". .... "والأصل أن كل عذر لايمكن معه استيفاء المعقود عليه إلا بضرر يلحقه في نفسه أوماله، يثبت له حق الفسخ". (شرح المجلة للشيخ سليم رستم الباز، الكتاب الثاني في الإجارة، الفصل الأول في مسائل ركن الإجارة، (المادة: ۴۴۳): ۱/۲۴۹، مكتبه حنفيه كوئٹه)

کونکال کررکھتا ہے(۱) قرأت میں بعض آیات کوغیر معمولی طور پر بہت طول دیکر پڑھتا ہےاوراس کووہ اپنی خوش الحانی پرمحمول کرتا ہےجیسا کہ سورۂ فاتحہ میں ﴿إياك نعبد وإياك نستعين﴾ کے الف کو بہت لمبا کرتا ہے الگ کی صورت میں لے جاتا ہے اور ﴿أنعمت عليهم﴾ کے ’’عليه‘‘کو بہت لمبا کرتا ہےاور ﴿ولا الضالين﴾ امین کومختصر کردیتا ہے۔غرض قرأت میں اکثر حروف کو بلاضرورت طول دیکرراگ کی صورت میں کرتا ہےایسی صورت میں امام کی اقتداء میں نماز جائز ہے؟اگر علمائے کرام اس کی کراہت کا فتویٰ صادرفرمائیں تو کراہت کی تشریح ضرورفرمائی جائے۔جواب سے جلدسرفرازفرمایا جائے۔

الجواب حامداًومصلياً:

امام تمام نمازیوں میں ایسا ہونا چاہیئے کہ جوسب سے زیادہ مسائلِ نماز سے واقف،قرآن کریم صحیح پڑھنے والا ہو،متبعِ سنت ہو(۲)،اگر مسائلِ نماز سے واقف نہ ہو،قرآن کریم غلط پڑھتا ہو،پابندِسنت وشریعت نہ ہوتوایسے شخص کوامام بنانا مکروہ تحریمی ہے(۳)۔

صورت مسئولہ میں امام کی جوغلطیاں تحریر کی ہیں وہ لحن خفی کے درجہ میں ہیں جن سے نماز فاسدنہیں ہوتی،خفیف کراہت پیدا ہوتی ہے،بہتر یہ ہے کہ امام صاحب کسی صحیح پڑھنے والے قاری صاحب سے کچھ مشق کرلیں۔قرآن کریم کوگاکرراگ کے ساتھ گانے کےقواعد کےموافق پڑھنا جائزنہیں،خوش الحانی کےساتھ تمام حروف کومخارج سے ادا کرنا اور اِخفاء، اِظہار، اِدغام، مدوغیرہ کی رعایت کرتے ہوئےقواعدِ تجوید کے موافق

---

(۱)’’طُرّہ:زلف کاکل،سر کے بالوں کی لٹ............پگڑی کے اوپر کاسرا جواُٹھار ہتا ہے.........طرہ باز:اکڑنے والا،وہ شخص جوپگڑی پرطُرّہ لگائے‘‘۔(فیروز اللغات،ص:۸۷۷،فیروزسنز،لاہور)

(۲)’’والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة، ثم الأحسن تلاوةً للقرأة، ثم الأورع .... ثم الأسن الخ‘‘.(تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷)

(وايضاً سيأتي تخريجه تحت عنوان: ’’جوق اورک صحیح ادانہ کرےاس کی امامت‘‘۔)

(۳)’’ويكره إمامة عبدوأعرابی وفاسق .... ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمروالزانی واكل الربوا الخ‘‘.(الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وسيأتي بعض تخريجه تحت عنوان: ’’غیرمجودکی امامت‘‘)

پڑھنا مطلوب وثواب ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اگر معمولی اِشباع ہوتا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، جیسا کہ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ہے اور اگر الف یا واؤ میں إیاك کے علاوہ بھی اشباع کرتے ہیں جیسے نعبد، الحمد وغیرہ میں تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے(۲)۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۹/صفر/۱۳۶۶ھ۔

جو شخص ''ق'' اور ''ک'' صحیح ادا نہ کرے اس کی امامت

سوال[۲۷۸۷]: اگر ایک شخص حافظ ہے مگر وہ مخارج اچھی طرح ادا نہیں کر سکتا مثلاً: ''ق''، کی جگہ، ''ك''، اور ''ك''، کی جگہ ''ق''، پڑھ جاتا ہے اور بعض جگہ ''ق''، کی جگہ ''قی''، بھی پڑھ دیتا ہے اور وہ اپنے مخارج درست کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ کیا اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟ جب کہ وہ ''مقابر'' کی جگہ ''مکابر'' اور ''یقدر اللیل'' کی جگہ ''یکدر اللیل'' پڑھ جاتا ہے، ''مستقیم'' کی جگہ ''مستکیم''، علیٰ ہذا القیاس جن سے معنی بدلنے کا خوف ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس سے بہتر شخص امامت کے لائق، قرآن کریم کو صحیح پڑھنے والا موجود ہو تو اس غلط پڑھنے والے کو

---

(۱) (راجع الحاشية الآتية)

(۲) ''وإن كان الإلحان لا يغير الكلمة عن وضعها، و لا يؤدى التغنى بها إلى تطويل الحروف التى حصل التغنى بها، حتى لا يصير الحرف حرفين، و ذلك مستحب عندنا فى الصلوة و خارج الصلوة، و إن كان يغير الكلمة عن وضعها، يوجب فساد الصلوة؛ لأن ذلك منهى عنه، و إنما يجوز إدخال المدّ فى حروف المد واللين، وهى الهوائية والمعتلة نحو الألف والواو والياء.......... و فى الخانية : والإلحان فى حروف المد واللين لا يغير إلا إذا فحش''. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث فى فرائض الصلوة اهـ، الفصل السادس عشر فى التغنى بالقرآن والالحان : ۱/۵۰۰، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، كتاب الصلوٰة، الفصل السادس عشر فى التغنى والإلحان: ۱/۳۸۵، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

امام بنانا درست نہیں، اس کو علیحدہ کر کے دوسرے کو امام بنایا جائے (۱) کہ مخارج صحیح نہ ہونے کی بناء پر معنی بگڑ کر نماز فاسد ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اس کے ذمہ واجب ہے کہ مخارج کی تصحیح میں کوشش کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

امام کی قرأت اگر سمجھ میں نہ آئے، اس کی امامت

سوال[۲۷۸۸]: جس شخص کا قرآن پاک مقتدیوں کی سمجھ میں نہ آتا ہو کہ امام صاحب کیا پڑھ رہے ہیں، نیز آیا صحیح پڑھ رہے ہیں یا غلط؟ تو کیا ایسا شخص بھی اس بارِ عظیم کے اٹھانے کا مستحق سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی کم فہم ہیں یا امام نااہل ہے، پہلی صورت میں نماز ٹھیک ادا ہو جائے گی (۳) دوسری صورت میں

---

(۱) "عن إسمعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبا مسعود رضى الله تعالىٰ عنه يقول لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤمّ القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قرأةً، فإن كانت قراءتهم سواء، فليؤمهم أقدمهم هجرةً، آهـ". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمى)

(وسنن الترمذى، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، ايچ، ايم، سعيد)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويدًا للقراءة، ثم الأورع، اهـ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع للكاسانى، كتاب الصلوٰة، فصلٌ فى بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۲۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وحرر الحلبى وابن الشحنة أنه بذل جهده دائماً حتماً كالأمى". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: حتمًا): أى بذل حتماً، فهو مفروض عليه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۸۲، سعيد)

(۳) اسلئے کہ امام میں امامت کی اہلیت موجود ہے۔

کراہت کے ساتھ ہوگی، بشرطیکہ کوئی مفسد صلوٰۃ پیش نہ آئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

غیر مجوّد کی امامت

سوال[۲۷۸۹]: تجوید کے ساتھ نماز نہ پڑھانے والے اور ڈاڑھی کتروانے والے کے پیچھے باشرع اور مکمل ومعمولی تجوید کے ساتھ قرآن ادا کرنے والے کا نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے (۲)، لیکن نماز اس کے پیچھے بھی ہوجائے گی جب تک اس سے کوئی چیز مفسدِ صلوٰۃ صادر نہ ہو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً........... الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة، ثم الأورع".

"(قوله ثم: الأحسن تلاوةً وتجويداً) أفاد بذلك أن معنى قولهم: أقرأ: أى أجود لاأكثرهم حفظاً وإن جعله فى البحر متبادرًا، ومعنى الحُسن فى التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق بها، قهستانى". (الدر المختار مع ردالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۲۰۷،۲۰۸، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۲) "وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين، فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة".
.... اهـ". (مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، قديمى)

(وكذا فى الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا فى الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربى، بيروت)

(۳) "وإن تقدموا، جاز لقوله صلى الله عليه وسلم: "صلوا خلف كل بر وفاجر". (تبيين الحقائق، كتاب =

امام کے لئے قواعدِ تجوید کی رعایت

سوال[۲۷۹۰]: اگر کسی کی ادائیگی مع جمیعِ صفات کے نہیں ہوتی حالانکہ وہ حتی الامکان کوشش کے ساتھ ادا کرنا چاہتا ہے اور یقین بھی ہے کہ باقواعد تجوید ادا کررہے ہیں مگر مقتدیوں کو ٹھیک سمجھ میں نہیں آتی ہے، اس صورت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس سے بہتر امامت کے لائق قواعدِ تجوید کی رعایت کرنے والا دوسرا شخص موجود ہو تو اس کی امامت اولیٰ ہے اور نماز شخصِ مذکور کے پیچھے بھی درست ہے جب تک نماز میں کوئی مفسدِ صلوٰۃ غلطی نہ کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/۳/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/۱۳۵۶ھ۔

= الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۴۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يصلح للإمامة: ۱/۶۶۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دارإحياء التراث العربي،بيروت)

(۱) "عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبامسعود رضي الله تعالىٰ عنه يقول لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤمّ القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قرأةً، فإن كانت قرائتهم سواء فليؤمهم أقدمهم هجرةً، فإن كانوا في الهجرة سواء، فليؤمهم أكبرهم سناً، ولا تؤمّنّ الرجلَ في أهله ولا في سلطانه، ولاتجلس على تكرمته في بيته إلا أن يأذن لك" أو "بإذنه". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمي)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوٰة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، سعيد)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن اهـ". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتا ب الصلوة، فصل في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹،دار الكتب العلمية بيروت)

سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنے والے کی امامت

سوال[۲۷۹۱]: ایک شخص صف اوّل میں بیٹھنے کے باوجود تکبیرِ اولیٰ کی پرواہ نہیں کرتا، تسبیحات میں لگا رہتا ہے اور سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرتا ہے، نیز امام قاعدۂ اخیرہ کتنا ہی طویل کرے امام کے بائیں جانب سلام پھیرنے کے بعد دائیں جانب سلام پھیرتا ہے۔ ایسے شخص کو امامت کیلئے متعین کرنا جائز ہے یا نہیں، با کراہت جائز ہے یا بلا کراہت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ امام بنے گا تو کیا پھر بھی تکبیرِ اولیٰ کی پرواہ نہیں کرے گا اور اس کی صورت کیا ہوگی، سورۂ فاتحہ میں سکتہ ثابت نہیں، ہاں! سات جگہ آیت ہے(۱)، سلام میں بھی امام کا اتباع کیا جائے (۲)۔ تاہم یہ امور ایسے نہیں کہ ان کی وجہ سے امامت مکروہ ہو اور جب امام بنے گا تو کیا پھر بھی سلام میں اتنی تاخیر کرے گا اور اس کی صورت کیا ہوگی یعنی پہلا اور تیسرا حال اس کا خود بخود ختم ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند، ۲۴/۴/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱)قال الله تعالیٰ: ﴿ولقد اٰتینک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم﴾ (سورة الحجر:۸۷)

"والقول الثانی: إنها الفاتحة، وهی سبع آیات: وروی ذلک عن علی وعمر وابن مسعود وابن عباس رضی الله عنهم". (تفسیر ابن کثیر: ۲/۷۳۵، دار الفیحاء دمشق)

(وکذا فی تفسیر روح المعانی: ۱۴/۷۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "ولو سلّم والمؤتم فی أدعیة التشهد تابعه؛ لأنها سنة، والناس عنه غافلون". (الدر المختار، کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان تألیف الصلوٰة: ۱/۴۹۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوٰة، الفصل السادس فیما یتابع الإمام وفیما لایتابعه: ۱/۹۰، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۱/۲۹۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

الفصل العاشر فی اقتداء الحنفی بالشافعی وغیرہ

(غیر حنفی کی اقتداء کا بیان)

احناف کی نماز عیدین شوافع کے پیچھے

سوال[۲۷۹۲]: درنمازِ عیدین اگر امام شافعی المذهب باشد، مقتدیانِ احناف که فردایشان نمازِ عیدین واجب است ونزدِ شافعی سنت است، نمازِ عیدینِ احناف درست ورَوَا باشدیانه؟اگر اقتدائے احناف به شافعی درست وروانباشد، پس برائے درست وروا شدن چه صورت دارد ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام مذهبِ احناف را رعایت می دارد، یعنی فرائض وواجبا ت را روامی نماید فرونمی گذارد، پس نمازِ احناف دراقتدائے چنین امام بلا تردّد ادا شود(۱). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "إن تيقن المراعاة لم يكره، أوعدمها لم يصح، وإن شك كره".

" والذی يميل إليه القلب عدم كراهة الاقتداء بالمخالف مالم يكن غير مراع فی الفرائض؛ لأن كثيراً من الصحابة والتابعين كانوا أئمةً مجتهدين وهم يصلون خلف إمام واحد مع تباين مذاهبهم".

(ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۶۳، ۵۶۴، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۹، ۸۲، رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۹۳، ۲۹۴، مكتبه امداديه، ملتان)

(وكذا فی تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۷، دارالكتب العلمية، بيروت)

شافعی امام کا مسائلِ اختلافیہ میں اتباع

سوال[۲۷۹۳]: ۱......امام شافعی المذہب کے پیچھے حنفی مقتدی کو سورۂ حج کے سجدۂ ثانیہ کے وقت سجدۂ تلاوت کرنا چاہیئے یا نہیں؟ نیز سورۂ صٓ میں شافعی امام تو سجدہ نہ کرے گا، مقتدی اس وقت کرے یا بعد میں یا ساقط ہوگیا؟

۲......نیز حنفی امام کے ساتھ فجر میں قنوت پڑھے یا نہیں، اگر پڑھ لیا تو نماز فاسد تو نہ ہوگی؟

۳......نیز عید میں تکبیراتِ زائدہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چھ کہیں یا بوجہ متابعت نو، اگر نو پڑھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

۴......اگر عصر کا وقت عند الحنفیہ نہ ہوا ہو اور شافعی ابتدائے وقت میں عصر پڑھے تو حنفی اقتداء کرسکتا ہے، اگر کرلی تو اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟

محمد شعیب، بارہ بنکوی، متعلم مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......امام کی متابعت میں سورۂ حج کا سجدہ ثانیہ مقتدی کو کرلینا چاہیئے: "وظاهره أنه (أى الموتم) يتبعه (أى الإمام) فيها (أى فى ثانية الحج) ولو كان فى الصلوٰة لكونه تابعًا تحقيقًا". أفاده الشامى: ۱/۸۰۱(۱)۔ اور سورۂ صٓ کا سجدہ اگر امام نہ کرے تو مقتدی کو بھی نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ سجدۂ صٓ مختلف فیہ ہے(۲) اور وجوبِ اتباعِ امام متفق علیہ، كذا فى الشامى: ۱/۴۹۰(۳)، اور جب نماز میں سجدہ نہیں کیا تو

---

(۱)(ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب سجود التلاوة: ۲/۱۰۵، سعيد)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب سجود التلاوة: ۱/۳۲۲، دار المعرفة بيروت)

(۲) "منها أُولَي الحجّ وصٓ خلافًا للشافعى وأحمد رحمة الله عليه". (الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب سجود التلاوة: ۲/۱۰۴، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب سجود التلاوة: ۱/۴۹۸، ۴۹۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب سجود التلاوة: ۲/۲۱۲، رشيديه)

(۳) "ومتابعة الإمام يعنى فى المجتهد فيه لافى المقطوع بنسخه أو بعدم سنيته كقنوت فجر آهـ". =

بعد میں بھی نہ کرے گا(۱)۔

۲......مقتدی کو ایسی حالت میں خاموش کھڑا رہنا چاہیئے: "ویأتی المأموم بقنوت الوتر ولو بشافعي، ویقنت بعد الرکوع؛ لأنه مجتهد فیه، لاالفجر؛ لأنه منسوخ، بل یقف ساکتًا علی الأظهر مرسلاً یدیه". درمختار: ۱/ ۷۰۰ (۲) اگر قنوت پڑھے گا تو مکروہ کا مرتکب ہوگا۔

۳......نو تکبیریں امام کی متابعت میں کہنے سے نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی:

"قال الشیخ ابن عابدین رحمة الله علیه تحت قول الحصكفی رحمة الله علیه: "(متابعة الإمام فی المجتهد فیه لافی المقطوع بنسخه أوبعدم سنّیته، كقنوت فجر) ومثال ماتجب فیه المتابعة مما یسوغ فیه الاجتهاد وما ذكره القهستانی فی شرح الكیدانیة عن الجلابی بقوله: كتكبیرات العید وسجدتی السهو قبل السلام والقنوت بعد الركوع فی الوتراهـ. والمراد بتكبیرات العید مازاد علی الثلاث فی كل ركعةٍ مما لم یخرج عن أقوال الصحابة، كمالو اقتدیٰ بمن یراها خمسًا مثلاً كشافعی. ومثّل لما لایسوغ الاجتهاد فیه فی شرح

= (الدرالمختار، كتا ب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۱/ ۴۷۲، سعید)

(۱) "ولوتلاها فی الصلوٰة، سجدها فیها لاخارجها لما مر. وفی البدائع: وإذا لم یسجد، أثم فتلزمه التوبة .... قال فی شرح المنیة: وكل سجدة وجبت فی الصلوٰة، لم تؤدفیها، سقطت: أی لم یبق السجود لهامشروعًا لفوات محله". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب سجود التلاوة: ۲/ ۱۱۰، سعید)

(وكذا فی فتح القدیر، كتاب الصلوٰة، باب سجود التلاوة: ۲/ ۱۸، مصطفی البابی الحلبی، بمصر)

(وكذا فی تبیین الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب سجود التلاوة: ۱/ ۵۰۳، دارالكتب العلمیة بیروت).

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۹، ۱۰، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۷۸، ۷۹، رشیدیه)

(وكذا فی تبیین الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/ ۴۲۶، ۴۲۷، دارالكتب العلمیة، بیروت)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/ ۱۲۹، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

الکیدانیة عن الجلابی أیضًا بقوله: کالقنوت فی الفجر، الخ". ۱/۴۹۲(۱)۔

۴......بہتر اور احوط یہ ہے کہ عصر کی نماز مثلین سے قبل نہ پڑھی جائے، تاہم اگر کسی نے پڑھی تو صحیح ہوجائے گی،"قال المشایخ: ینبغی أن لایصلی العصر حتی یبلغ المثلین، ولایؤخر الظهر إلی أن یبلغ المثل لیخرج من الخلاف فیها". کبیری،ص: ۲۲۵(۲)۔

امام شافعی المذہب کے متعلق اگر وثوق ہے کہ وہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت کرتا ہے تو حنفی کو اس کا اقتداء جائز ہے، اگر وثوق سے معلوم ہے کہ وہ حنفیہ کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کا اقتداء درست نہیں اور اگر رعایت وعدم رعایت کچھ معلوم نہیں تو اقتداء مکروہ ہے اور ہر حال میں اگر معلوم ہوجائے کہ مقتدی کے مذہب کے موافق امام کی نماز درست نہیں ہوئی، مقتدی کو اپنی نماز کا اعادہ ضروری ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،۳/۱۲/۵۳ھ۔

حنفی کے پیچھے شافعی کی نماز

سوال[۲۷۹۴]: یہاں پر مساجد میں مصلّیانِ شوافع امام حنفی کے پیچھے اکثر جگہ نماز پڑھتے ہیں، تو جب فجر کی نماز مصلیانِ شوافع امامِ حنفی کے پیچھے پڑھتے ہیں تو جن کو پوری نماز امام کے ساتھ مل جاتی ہے تو جب امام حنفی دائیں طرف پہلا سلام پھیرتا ہے تو مصلیانِ شوافع جن کو پوری نماز ملی ہے وہ بھی امام کے ساتھ دائیں

---

(۱) (الدر المختار علی رد المحتار، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۱/۴۷۰، ۴۷۲، سعید)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/۸، ۹، سعید)

(۲)(الحلبی الکبیر، کتاب الصلوٰة، بحث فروع فی شرح الطحاوی، ص:۲۲۷، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۹،سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة: ۱/۴۲۵، ۴۲۶، رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الصلوٰة: ۱/۱۷۳، دار المعرفة بیروت)

(۳) "إن الحاصل أنه إن علم الاحتیاط منه فی مذهبنا فلاکراهة فی الاقتداء به، وإن علم عدمه فلاصحة، وإن لم یعلم شیئًا، کره". (ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق مع منحة الخالق، کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/۸۱، ۸۲، رشیدیه)

طرف سلام پھیرتے ہیں اور جب امام بائیں طرف سلام پھیرتا ہے تو مصلیانِ شوافع بجائے بائیں طرف سلام پھیرنے کے امام کے سلام کے ساتھ دوسجدے کرتے ہیں اور دوسجدے کر کے فوراً بیٹھتے ہی پھر دونوں طرف سلام پھیر دیتے ہیں اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی قنوتِ نازلہ چھوٹ جاتی ہے، بظاہر امام کی مخالفت لازم آتی ہے، آیا اس صورت میں حضراتِ شوافع مصلّیان کی نماز پوری ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

حضراتِ شوافع اپنے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متبع ہیں، ان پر اعتراض کی ضرورت نہیں، ان کو جو کچھ تحقیق کرنا ہو وہ شافعی مفتی سے تحقیق کریں گے(۱)۔ احناف کے نزدیک نمازِ فجر میں قنوتِ نازلہ واجب نہیں کہ اس کے ترک سے سجدۂ سہو واجب ہو، نیز عمداً ترکِ واجب سے حنفیہ کے نزدیک سجدۂ سہو لازم نہیں آتا (۲)، کما فی کتب الفقه من الدر المختار (۳)، والبحر الرائق(٤)،وفتح القدير (٥)،وغيرها۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "على أن الواجب على المقلد العمل بقول المجتهد وإن لم يظهر دليله، كما أفاده في رسم المفتي". (الدرالمختار، كتاب النكاح باب الرضاع :۳/ ۲۱۰،سعيد)

(۲) "يجب .... سجدتان .... بعد سلام واحد عن يمينه فقط......... بترك واجب سهواً فلاسجود في العمد". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب سجود السهو: ۲/ ۷۷-۸۰، سعيد)

(وكذافي البحرالرائق، كتاب الصلوٰة، باب سجود السهو: ۲/ ۱۶۱، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة باب سجود السهو ص: ۴۶۱، قديمي)

(۳) "ويأتي المأموم بقنوت الوتر لاالفجر؛ لأنه منسوخ، بل يقف ساكتًا على الأظهر مرسِلاً يديه." (الدرالمختار كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۸،۹،سعيد)

(۴) "(قوله: لايقنت في غيره): أي في غير الوتر لما رواه الإمام أبوحنيفة عن ابن مسعود رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يقنت في الفجر قط إلا شهرًا واحدًا، ولم ير قبل ذلک ولابعده .... (قوله: لاالفجر): أى لايتبع المؤتم الإمام القانت في صلاة الفجر، وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ، وقال أبو يوسف رحمة الله عليه :يتابعه؛ لأنه تبع للإمام، والقنوت مجتهد فيه. ولهما أنه منسوخ، فصار كمالو كبر خمسًافي الجنازة حيث لايتابعه في الخامسة". (البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۷۸،۷۹،رشيديه)

(۵) "وبماقدمناه إلى هنا انقطع بأن القنوت لم يكن سنةً راتبةً، إذلو كان راتبةً يفعله صلى الله عليه وسلم=

حنفی کیلئے شیعہ مرزائی کی امامت

سوال[۲۷۹۵]: ایک گاؤں میں تین مذاہب کے لوگ آباد ہیں: شیعہ، مرزائی، اہل سنت والجماعت، مگر امام حنفی عقیدہ رکھتا ہے یعنی اہلِ سنت والجماعت ہے۔کیا وہ امام ہرسہ مذہب کے لوگوں کی امامت کرسکتا ہے اوران کی شادی، غمی ودیگر مواقع پر شریک ہوسکتا ہے یانہیں؟ جواب بسَنَد ہو۔مرزائی وشیعہ کا ذبح کیا ہوا جانور کھانے میں استعمال کرنا امام کیلئے جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

شیعہ اور مرزائی اپنے مذہب والوں سے خود دریافت کریں گے کہ حنفی امام کے پیچھے ان کی نماز درست ہے یانہیں، آپ کو ان کی کیا فکر پڑی۔اور وہ آپ کے مذہبی مسائل کو تسلیم ہی کب کریں گے۔علمائے اہل سنت والجماعت کے فتویٰ کے مطابق مرزائی عقیدہ والے کافر ہیں، ان کی شادی غمی میں شرکت ان کی میت پر نماز جنازہ ان کے امام کا اقتداء کرنا وغیرہ جملہ امور ناجائز وممنوع ہیں(۱)۔ان کا ذبیحہ بھی ناجائز ہے۔شیعہ کا جوفرقہ نصوصِ قطعیہ کا منکر ہے اس کا بھی یہی حکم ہے اور جوفرقہ نصوصِ قطعیہ کا منکر نہیں وہ کافر نہیں، اس کا ذبیحہ درست ہے لیکن حتی الوسع اختلاط اس سے بھی نہیں چاہیئے کہ فسادِ عقائد کا قوی اندیشہ ہے:

"نعم لاشك فی تكفير من قذف السيّدة عائشة رضى الله عنها، أو أنكر صحبة الصديق رضى الله عنه، أو اعتقد الألوهية فى على رضى الله عنه، أوأن جبريل عليه السلام

= كل صبح يجهر به ويؤمن من خلفه أويسرّبه". (فتح القدير، كتاب الصلوٰة، باب صلوة الوتر: ۱/۴۳۴، مصطفىٰ البابى الحلبى بمصر)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۶، دارالكتب العلمية،بيروت)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتروالنوافل: ۱/۲۹۳، مكتبه امداديه، ملتان)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ما كان محمدٌ أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين﴾ (سورة الأحزاب: ۴۰)

وقال الله تعالىٰ: ﴿فلاتقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين﴾. (سورة الأنعام: ۶۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولاتصل على أحدٍمنهم مات أبداً ولا تقم على قبره، إنهم كفروابالله ورسوله﴾ (سورة التوبة: ۸۴)

غلط فی الوحی، أو نحو ذلك من الکفر الصریح المخالف للقرآن، اهـ". شامی:۳/۴۵۳(۱)۔

"ومنها: -أی من شرائط- الذکوٰة أن یکون مسلماً أو کتابیًا، فلاتؤکل ذبیحة أهل الشرك والمرتد، اهـ". هندیة: ۵/۲۸۵(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۳۵۹/۶/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم،۱۳۵۹/۶/۲۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۳۵۹/۶/۲۴ھ۔

حنفی کی نماز غیر مقلد کے پیچھے

سوال[۲۷۹۶]: غیر مقلدین اہل حدیث کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، اگر درست نہیں تو کس اصول کی بناء پر؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو شخص تقلیدِ ائمۂ مجتہدین کو شرک نہیں کہتا اور ان ائمہ کرام (حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) کو بُرا نہیں کہتا، مسائلِ طہارت وصلوٰۃ میں حنفی مذہب کی رعایت کر کے نماز پڑھتا ہے، وہ اگر چہ کسی متعین امام کی تقلید نہیں کرتا، اور حدیث شریف میں جو کچھ ثابت ہے، دیانت داری سے اس پر عمل کرتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے حنفی کی نماز درست ہے:

(۱) (ردالمحتار، کتاب الحدود، باب المرتد: ۴/۲۳۷، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، منها مایتعلق بالأنبیاء علیهم الصلوٰة والسلام: ۲/۲۶۴،رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین : ۵/۲۰۴، رشیدیه)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الذبائح، الباب الأول فی رکنه وشرائطه وحکمه وأنواعه: ۵/۲۸۵،رشیدیه)

(وکذا فی تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الذبائح: ۶/۲۹۶، ۲۹۸، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الذبائح: ۸/۳۰۶، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الذبائح: ۶/۴۵۰، دارالکتب العلمیةبیروت)

"وإن علم أنه راعى فى الفروض والواجبات والسنن، فلا كراهة وإن علم تركها فى الثلاثة، لم يصح، وإن لم يدر شيئًا كره؛ لأن بعض مايجب تركه عندنا يسن فعله عنده، فالظاهر أنه يفعله، وإن علم تركها فى الأخيرين فقط، ينبغى أن يكره؛ لأنه إذا كره عند احتمال ترك الواجب فعندتحققه بالأولىٰ، وإن علم تركها فى الثالث فقط، ينبغى أن يقتدى به؛ لأن الجماعة واجبة فتقدم على ترك كراهة التنزيه، الخ". شامى: ۱/۳۷۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

اہلِ حدیث کی امامت

سوال[۲۷۹۷]: اہلِ حدیث کے پیچھے نماز ہوگی یانہیں اور یہ اہلِ سنت والجماعت میں شامل ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اہل حدیث اگر ائمۂ مجتہدین پر سب وشتم نہ کریں اور فرائض وواجبات میں حنفی مسلک کی رعایت کرکے نماز پڑھائیں تو ان کے پیچھے نماز درست ہوجائیگی (۲)، ایسے اہلِ حدیث بھی اہلِ سنت والجماعت سے الگ نہیں جوکہ دیانت داری سے حدیث پر عمل کرتے ہیں اور فقہاء سے بغض نہیں رکھتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى الاقتداء بشافعى ونحوه هل يكره أم لا؟: ۱/۵۶۳، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۳، رشيديه)

(وكذا فى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السادس فى بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۰۲، إدارة القرآن)

(۲) "والذى يميل إليه القلب عدم كراهة الاقتداء بالمخالف مالم يكن غير مراع فى الفرائض؛ لأن كثيراً من الصحابة والتابعين كانوا أئمةً مجتهدين، وهم يصلون خلف إمام واحد مع تباين مذاهبهم". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۶۴، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۱۳، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۷، دارالكتب العلمية، بيروت)

غیر مقلد کی امامت

سوال[۲۷۹۸]: زید حافظ قرآن ہے، غیر مقلد ہے، علماء، بزرگان وغیرہ کو بھی نہیں مانتا، اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ اس نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ ہے (خواب) زید کہتا ہے کہ عرصہ ہوا میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بڑے میدان میں جانب پورب غیر مسلم (۱)، جانب مغرب عام مسلمان اور جانب اتر (۲) کچھ لوگ عمامہ وغیرہ باندھے ہوئے موٹی موٹی کتابیں ہاتھ میں تھیں، کھڑے ہیں اور باقی جمع بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسا مجمع ہے؟ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آنے والی ہے، میں جانب پورب اُتّر کونے میں کھڑا ہو گیا، دیر کے بعد معلوم ہوا کہ جانبِ مغرب آ کر کھڑا ہو گیا اور عام مسلمان ملنے لگے اور وہ کتابیں والے آدمی یعنی علماء ویسے ہی کھڑے رہے، ان کی طرف اشارہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو بھگاؤ، یہ مجھے بدنام کرنے والے ہیں۔

آج مزید زید نے بتایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ چاک کے بٹن کھلے تھے اور ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں آ کر کچھ کہا اور عالموں کی طرف اشارہ کیا کہ ان کو بھگاؤ کہ جب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے تو مجھے کسی امام وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ زید برابر گلا کھلا رکھتا ہے، جمعہ کے دن بٹن وغیرہ لگائے بغیر نماز جمعہ پڑھاتا ہے، زید کا کچھ طریقہ اہلِ سنت کا بھی ہے، رفع یدین نہیں کرتا۔ زید نے بوجہ بارش کم ہونے کے نماز فجر میں قنوتِ نازلہ پڑھنا شروع کیا ہے، یہاں پر ہم لوگ سب مقلد ہیں، یہ غیر مقلد اپنی تبلیغ کر کے سب کو غیر مقلد بنانے کی فکر میں ہے، اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ حافظ قرآن کی موجودگی میں کوئی دوسرا نماز نہیں پڑھا سکتا تو کیا کیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جملہ سوالات اور خواب زید دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ زید مبتدع بدعتی ہے اور امامتِ مبتدع مکروہ تحریمی ہے، زید کا خواب میں دیکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علماء کو بھگا رہے ہیں اس سے مراد علمائے سوء ہیں، اس لئے کہ جو علماء اہلِ حق ہیں ان کے تو فضائل بحالتِ بیداری بیان فرماتے ہیں ان کو کیسے بھگاتے:

---

(۱) ''پورب: مشرق''۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۸، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ''اُتّر: شمال''۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۳، فیروز سنز، لاہور)

”عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ”بلغوا عنی ولوآیةً“. الحدیث رواه البخاری“. (۱)، مشکوة شریف، کتاب العلم، ص:۳۲(۲)۔

”وعن أبی أمامة الباهلی رضی الله عنه قال: ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلان: أحدهما عابد والآخر عالم، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ”فضل العالم علی العابد کفضلی علی أدناکم“. ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ”إن الله وملئکته وأهل السموات والأرض حتی النملة فی جحرها وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس خیراً“. رواه الترمذی“(۳)،مشکوة المصابیح، کتاب العلم، ص:۳٤(٤)۔

زید کی بدعت پر کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے استسقاء پڑھی جاتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں موجود ہے(۵)وہ قنوت نازلہ پڑھتا ہے، زید کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کو اس کا نفس چاہے، یہ اہل ہویٰ کا طریقہ ہے:” ویکره إمامة العبد، الخ ....والفاسق الخ ....والمبتدع الخ“. ردالمحتار باب الإمامة:۱/۵۲۳(٦)۔

---

(۱)”والحدیث بأسره: ”عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم: قال: ”بلغوعنی ولو آیةً، و حدثوا عن بنی إسرائیل ولا حرج، ومن کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار“. (أخرجه البخاری فی کتاب الأنبیاء، باب ماذُکر عن بنی اسرائیل : ۱/۴۹۱، قدیمی)

(۲) (مشکوة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الأول: ۱/۳۲، قدیمی)

(۳) (سنن الترمذی، أبواب العلم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب ماجاء فضل الفقه علی العبادة: ۲/۹۸، سعید)

(۴) (مشکوة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی: ۱/۳۴، قدیمی)

(۵) ”عن عباد بن تمیم عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم استسقیٰ، فصلی رکعتین، وقلب رداء ہ“. (صحیح البخاری، کتاب أبواب الاستسقاء، باب صلوٰة الاستسقاء رکعتین: ۱/۱۴۰، قدیمی)

(٦) (الدر المختار، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵٦۰، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة : ۱/۱۲۲، شرکت علمیه،ملتان)

(وکذا فی مجمع الأنهر، شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلوٰة، فصل: الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

حافظ قرآن کریم کی موجودگی میں کوئی دوسرا امامت نہیں کرسکتا، یہ لغو ہے، البتہ اگر حافظ قرآن کریم، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہے اور نماز کے مسائل سے بھی واقف ہے کہ کس فعل سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کیا کرنے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے تو بہ نسبت دوسرے لوگوں کے جو غیر حافظ اور غیر عالم ہیں حافظ کا امام بنانا افضل ہے، لیکن عالم متبعِ شریعت ہر صورت میں حافظ سے افضل ہے(۱)۔ پھر یہ کہ فلاں کی امامت افضل ہے فلاں سے، یہ امام مقرر کرتے وقت دیکھا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص شرعاً امامت کا اہل تھا، اس کو امام مقرر کردیا گیا پھر وقتی طور پر کوئی بڑا عالم آ گیا اس مسجد میں جہاں امام مقرر ہو گیا ہے تو اس وقت امامت اس امام کی افضل ہے، جو مقرر ہو چکا ہے۔ مگر یہ سعادت کی بات ہے کہ اصل امام بڑے عالم سے یہ عرض کرے کہ آپ پڑھا دیں (۲)۔ ائمۂ اربعہ

---

(۱) "عن إسماعيل بن رجاء قال: سمعت أوس بن ضمعج يقول: سمعت أبامسعود رضی الله تعالیٰ عنه يقول قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله وأقدمهم قرأةً، فإن كانت قرأتهم سواء فليؤمهم أقدمهم هجرةً، فإن كانوا فی الهجرة سواء فليؤمهم أكبرهم سناً، ولاتؤمّنّ الرجلَ فی أهله، ولافی سلطانه، ولا تجلس على تكرمته فی بيته إلا أن يأذن لک أوبإذنه". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمی)

(وسنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، سعيد)

(وسنن النسائی، كتاب الإمامة والجماعة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۱۲۶، قديمی)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً للقرأةً، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقًا، ثم الأحسن وجهًا، ثم الأشرف نسبًا، ثم الأنظف ثوبًا". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۸، سعيد)

(وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل فی بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (راجع الحاشية السابقة)

وأيضاً قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: "واعلم أن صاحب البيت وكذا إمام المسجد الراتب أولیٰ بالإمامة من غيره مطلقًا إلا أن يكون معه سلطان أو قاض فيقدم عليه". (الدرالمختار)

"(قوله: مطلقًا): أی وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. وفی التاتار خانية: جماعة أضياف فی دار يريد أن يتقدم أحدهم ينبغی أن يتقدم المالک، فإن قدم واحدمنهم لعلمه وكبره =

میں سے کسی کی تقلید کے بغیر اس دور میں چارہ کار نہیں، ان سب سے اپنے کو بے نیاز سمجھ کر تقلید سے آزاد ہونا گمراہی کا دروازہ کھولنا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۸۸ھ۔

غیر مقلد کی اقتداء

سوال[۲۷۹۹]: غیر مقلد کے پیچھے نماز فرض ہوگی یا نہیں، نیز غیر مقلد کا عقیدہ کیسا ہے؟ جوابات مع اقوالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سند ونصِ صریح، عبارات پوری معہ زبر وزیر علمی عنایت فرماویں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: بندہ ابوذر گور یہارمی، مظفر پوری بہاری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض غیر مقلدین منصف مزاج ہوتے ہیں جن میں تشدد وتعصب نہیں ہوتا، اگر وہ امامت کے اہل ہوں اور حنفی مذہب کی رعایت کر کے نماز پڑھاتے ہوں تو ان کے پیچھے حنفی کی نماز درست ہے، اگر وہ حنفی مذہب کی رعایت نہ کریں تو درست نہیں، اگر ان کے متعلق رعایت وعدم رعایت کا حال کچھ معلوم نہ ہو تو مکروہ ہے:

"الحاصل أنه إن علم الاحتياط منه في مذهبنا، فلا كراهية في الاقتداء به، وإن علم عدمه فلا صحة، وإن لم يعلم شيئًا كره". درمختار، ص: ۶۹۸(۲)۔

= فهو أفضل. وإذا تقدم أحدهم جاز؛ لأن الظاهر أن المالك يأذن لضيفه إكرامًا له، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۶۰۷، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾ (سورة النحل: ۴۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿وقالوا لو كنا نسمع أو نعقل ماكنا في أصحٰب السعير﴾ (سورة الملك: ۱۰)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولوردوه إلى الرسول وإلى أولي الأمر منهم، لعلمه الذين يستنبطونه منهم﴾ (سورة النساء: ۸۳)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/۸۱، ۸۲، رشيديه)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/۸۲، ۸۳، رشيديه) =

اور بعض غیر مقلد متعصب ومتشدد ہوتے ہیں، جو امام اعظم ودیگر ائمہ ومقلدین اکابر اہل اللہ کو لعن وطعن سب وشتم کرتے ہیں، تقلید کو شرک کہتے ہیں (۱) ان کو امام بنانا حرام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۱۲/۱۳۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ ذی الحجہ/۱۳۵۴ھ، سعید احمد غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۲۸۰۰]: اہلحدیث کے پیچھے حنفیہ مسلک کی تقلید کرنے والے حضرات کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو ثابت کرنے والوں کا کیا جواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو اہلِ حدیث تقلید کو شرک نہیں کہتا اور ائمۂ مجتہدین وسلف صالحین کو سب وشتم نہیں کرتا اور حنفیہ کے مذہب کی رعایت کر کے نماز پڑھاتا ہے اس کے پیچھے حنفیہ کی نماز درست ہے، جو حنفیہ کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا اس کے پیچھے درست نہیں، جس کے متعلق رعایت وعدم رعایت کا علم نہیں اس کے پیچھے مکروہ ہے مگر نماز درست ہوجائے گی جب تک امام کے متعلق کسی وصف مفسد صلوٰۃ کا علم نہ ہو، اگر علم ہوجائے مثلاً امام کے

=(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۸۱، دار المعرفة بيروت)

(۱) "حدثنا شعبة عن زبير قال: سألت أبا وائل عن المرجئة فقال: حدثني عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله وهو لايشعر: ۱/۱۲، قديمي)

"ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمىٰ". قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "قوله وفاسق وهو الخروج عن الاستقامة ؛ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك .... وكراهية تقديمه كراهة تحريم. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوٰة، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمي، لاهور)

بدن سے خون نکلا جو اس کے مذہب کے موافق ناقض وضو نہیں اور حنفی مذہب کے موافق ناقض وضو ہے تو نماز نہیں ہوئی، حنفی کو اپنی نماز کا اعادہ لازم ہے۔ اور جو اہل حدیث تقلید کو شرک کہتا ہے اور ائمہ مجتہدین وسلف صالحین پر سب وشتم کرتا ہے اس کے پیچھے نماز درست نہیں اس کو امام بنانا ہی جائز نہیں، اس میں نفی واثبات دونوں پہلو ہیں:

"والرابع عشر من شروط صحة الاقتداء أن لايعلم المقتدى من حال إمامه المخالف لمذهبه مفسداً فى زعم المأموم يعنى فى مذهب المأموم كخروج دم سائل أو قيئ يملأ الفم، وتيقن أنه لم يعد بعده وضوأه حتى لو غاب بعد ماشاهد منه ذلك بقدر مايعيدالوضوء ولم يعلم حاله، فالصحيح جواز الاقتداء مع الكراهة كمالوجهل حاله بالمرأة أما إذا علم منه أنه لايحتاط فى مواضع الخلاف، فلايصح الاقتداء به سواء علم حاله فى خصوص ما يقتدى به فيه أولا. وإن علم أنه يحتاط فى مواضع الخلاف، يصح الاقتداء به على الأصح، ويكره كما فى المجتبىٰ. وقال الديرى فى شرحة: لايكره إذا علم منه الاحتياط فى مذهب الحنفىّ، اهـ". مراقى الفلاح(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱/۱۳۶۸ھ۔

دیوبندی کی بریلوی مسجد میں امامت

سوال[۲۸۰۱]: میں دیوبندی عقائد کا حامل ہوکر بریلوی عقیدہ والوں کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہوں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

(١) (مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص: ٢٩٤، قديمى)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ٢/٧، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق مع منحة الخالق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ٢/٨١، ٨٣، رشيديه)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ١/٢٨١، دار المعرفة، بيروت)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگران کی خاطر غلط کام نہیں کرتے تو جائز ہے، لیکن یہ یادرہے کہ اپنے کو چھپانا خطرناک ہے، جب مقتدیوں کو معلوم ہوگا کہ یہ دیوبندی عقیدہ کا آدمی ہے، جس کے پیچھے ہم نے نماز پڑھی تو پھر کیا حال ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۹۵ھ۔

بریلوی کی نماز دیوبندی کے پیچھے

سوال[۲۸۰۲]: جب چاروں امام درست ہیں تو دیوبندی کے پیچھے بریلوی کی نماز کیوں نہیں ہوتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ اختلاف ایسانہیں ہے جیسا شافعیہ حنفیہ کا اختلاف ہوتا ہے بلکہ بریلوی لوگ حضرات علمائے دیوبند کو بلکہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ''جوان کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے'' پھر وہ کسی کے پیچھے کیوں نماز پڑھیں گے، اس وجہ سے وہ علمائے حرمین کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے، اگر کوئی شخص پڑھ لیتا ہے تو اس سے اس کی جماعت بازپرس اور مطالبہ کرتی ہے۔ اس سال مولانا حبیب الرحمٰن کٹکی (بریلوی) نے مدینہ طیبہ میں اپنی جماعت الگ کی اور امام مسجد نبوی کو مسلمان نہیں قرار دیا جس کی وجہ سے ان کی گرفتاری عمل میں آئی اور انکو بغیر حج کئے واپس ہندوستان بھیج دیا گیا، یہاں پہونچ کر انہوں نے بہت پوسٹر شائع کئے اور حکومت سعودیہ کے خلاف احتجاج کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

الفصل الحادی عشر فی المتفرقات

کیا حقِ امامت اور نکاح خوانی وراثت میں منتقل ہوتا ہے؟

سوال[۲۸۰۳]: ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو کہ صوم وصلوۃ کا پابند نہیں، اس شخص کے دادا مرحوم صوم وصلوۃ کے پابند تھے اور گورنمنٹ سے منظور شدہ قاضی تھے، اپنے یہاں وہی عیدین کی نماز اور نکاح خوانی کے فرائض انجام دیتے تھے، ان کے اندران کاموں کو انجام دینے کی لیاقت تھی۔ اب قاضی صاحب تو مرحوم ہو چکے بہت مدت ہوئی، بلکہ ان کے لڑکے کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اب ان مرحوم کے پوتے دعوی کرتے ہیں کہ عیدین وغیرہ کی نماز پڑھانا یہ ہمارا خاندانی کام ہے، لہٰذا کسی کو اس کا حق نہیں کہ وہ عیدین کی نماز عید گاہ میں اور نکاح میری غیر موجودگی میں پڑھائے، یہ دعوی انہوں نے کورٹ کے اندر کیا ہے۔ چونکہ ہمارے یہاں اس قابل نہیں کہ یہ سب کام انجام دے، اس لئے گاؤں کے لوگوں نے ملکر ایک حافظ عالم کو بلالیا، لہٰذا لوگوں نے انہیں سے یہ کام بھی لینا چاہا تو اس پر قاضی صاحب کے پوتے نے دعوی کر دیا، حالانکہ وہ صلوۃ وصوم کا پابند نہیں۔ تو کیا امامت اور اس جیسی چیزوں میں بھی وراثت چلتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امامت کا مستحق وہ ہے جو طہارت اور نماز کے مسائل سے واقف ہو، صحیح العقیدہ ہو، قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو، متبع سنت پابند شریعت ہو، اگر مرحوم امام صاحب کے پوتے میں یہ چیزیں موجود ہیں تو بہتر ہے ان کو ہی امام رکھا جائے، ایسے شخص کے پیچھے عالم حافظ سب کی نماز درست ہوجاتی ہے، کوئی نزاع نہ کیا جائے۔ اگر یہ صفات موجود نہ ہوں تو محض سابق امام کے پوتے ہونے کی وجہ سے اپنا حق قائم نہ کیا جائے، کیونکہ امامت وراثت میں نہیں ملا کرتی بلکہ اہلیت سے ملتی ہے(۱)، ایسی حالت میں ان کے لئے زیبا ہے کہ وہ مصلی چھوڑ کر

---

(۱) "عن أبی مسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی علیه وسلم: "یؤم القوم أقرأهم لکتاب اللہ وأقدمهم قراءةً، فإن کانوا فی القراءة سواء فلیؤمهم أقدمهم هجرةً، فإن کانوا فی =

دوسرے اہل شخص کی امامت کیلئے تجویز پیش کریں۔نزاع اور مقدمہ بازی قبیح چیز ہے، آپس میں اتحاد واتفاق سے رہنا چاہئے (۱)۔

نکاح مرد عورت خود بھی کر سکتے ہیں، کسی اَور سے بھی پڑھوا سکتے ہیں، کسی متعین قاضی کا ہونا ضروری نہیں (۲) لیکن جوشخص گورنمنٹ کی طرف سے منظور شدہ قاضی ہو، اس کے پاس رجسٹر ہو جس میں وہ اندراج کرتا ہو اور وقتِ ضرورت عدالت میں جا کر گواہی دیتا ہو، اس کو بلا وجہ معزول نہ کیا جائے۔مفاہمت کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ نکاح تو جس سے دل چاہے پڑھوالیا جائے اور قاضی صاحب رجسٹر میں درج کرنے کی فیس مقرر کرلیں کہ جوشخص قانونی تحفظ وپیش بندی کے لئے درج کرانا چاہے وہ اتنی فیس قاضی صاحب کو دیدے، اس سے ان کا حق بھی قائم رہے گا اور سب کو سہولت بھی ہوگی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

احتیاط الظہر پڑھنے والے کی امامت

سوال[۲۸۰۴]: ماقولكم أيها العلماء فى هذه المسئلة، کہ جو امام احتیاط الظہر کا قائل ہے

= الهجرة سواء، فليؤمهم أكبر هم سناً، ولا يُؤمّ الرجل فى بيته، ولا فى سلطانه، ولا يجلس على تكرمته إلابإذنه". (سنن أبى داود، كتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة: ۱ /۹۳، امداديه ملتان)

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الأحسن تلاوةً وتجويدا للقراء ة ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً الخ".

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلاة ، فصل فى بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۶۶۹،دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۱،۱۲۲ ،مكتبه شركة علميه ملتان)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا﴾. (سورة آل عمران: ۱۰۳)

(۲) "وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، اهـ". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا فى الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، شركت علميه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴، رشيديه)

اور علانیہ طور پر کہتا ہے کہ ہمارا جمعہ نہیں ہوتا، لہٰذا احتیاط الظہر کا بعد جمعہ پڑھنا واجب ہے اور مسجد بھی شہر یا قصبہ میں واقع ہو تو ایسے امام کے پیچھے ایسے شخص کو جو احتیاط الظہر کا قائل نہ ہو کیا کرنا چاہئے، کیونکہ اس کے پیچھے نماز ادا کرنے میں جمعہ تو ادا نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ امام خود قائل نہیں ہے، ہمیشہ کے لئے جمعہ کا ترک کرنا شرعاً نامناسب ہے جیسا کہ اکثر روایات سے ظاہر اور بیّن طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اگر نماز کا اعادہ کرلے گا تو پھر بھی جمعہ کا ترک لازم آئیگا۔ برائے کرم تفصیل سے تحریر فرمائے۔

الجواب حامداًومصلياً:

امام کا کہنا قولِ مفتی بہ کے خلاف ہے، تاہم اس کے پیچھے ایسے شخص کا جمعہ پڑھنا درست ہے جو وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ شروط متحقق ہونے پر جمعہ درست ہوجاتا ہے اور احتیاط الظہر واجب نہیں، اس میں اعتقاد مقتدی کا اعتبار ہے، جیسے کہ جو شخص وتر کو واجب اعتقاد کرتا ہے اور جیسے کہ ایک شخص کے اعتقاد میں ایک چیز ناقضِ وضو یا مُبطلِ صلوۃ ہے وہ امام ہے اور مقتدی کے حق میں وہ چیز ناقض وضو اور مبطل صلوۃ نہیں تو ایسے مقتدی کی نماز اصح قول کی بناء پر صحیح و درست ہوجاتی ہے، اسی طرح صورت مسئولہ میں بھی شخص مذکور کے پیچھے جمعہ درست ہے:

"وأما إذا علم المقتدی من الإمام ما يفسد الصلوة على زعم الإمام دون المقتدى كمسّ المرأة أوالذكر أو حمل نجاسة قدر الدرهم والإمام لا يدرى بذلك، فإنه يجوز اقتدائه به على قول الأكثر، وقال بعضهم: لايجوز، منهم الهند وانی؛ لأن الإمام يرى بطلان هذه الصلوة، فتبطل صلوة المقتدى تبعاً له، وجه الأول وهو الأصح أن المقتدى يرى جواز صلوة إمامه والمعتبر فی حقه رأی نفسه، فوجب القول بجوازها ما فی التبيين وفتح القدير، اھ". طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۱٦٠١(۱)۔ "لو اقتدى من يرى وجوب الوتر بمن يرى سنيته، فإن ذالك صحيح

---

(۱)(مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۲۹۴،۲۹۵،قديمی)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۵۵،امداديه ملتان)

(وكذا فی الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الإمامة، الفصل الثالث فی بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۴، رشيديه)

للاتحاد، ولا يختلف باختلاف الاعتقاد". طحطاوی، ص: ۱۵۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

جو امام تبلیغی نصاب پڑھنے کو روک دے اس کی امامت

سوال[۲۸۰۵]: مسجد میں بعد نماز فجر تبلیغی نصاب کی تعلیم ہوا کرتی تھی، اس کو اس امام نے روک دیا، کیا ایسا امام امامت کرسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کیوں روک دیا، کیا اس میں کوئی خلاف شرع بات تھی؟ دین کی اشاعت کی تو امام پر بھی بڑی ذمہ داری ہے(۲)۔ جو امام نہ خود دینِ حق کی اشاعت کرے اور نہ دوسروں کو اشاعت کرنے دے وہ امام بنانے کے لائق کہاں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جو لوگ درس قرآن کو لازمی نہ سمجھے اس کی امامت

سوال[۲۸۰۶]: ایک امام مسجد نے ایک گروہ کے سامنے یہ الفاظ طنزیہ انداز میں کہے جب کہ ان سے درس قرآن پڑھنے کے لئے کہا گیا کہ درس قرآن پڑھنا کوئی سنت فرض ہے، از روئے شریعت ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟ نیز امام صاحب پر توبہ لازم ہے یا نہیں؟

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۲۹۱، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۹۱، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۴۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۵۵، امداديه ملتان)

(۲) "لابدّ للإمام من عشرة أشياء.........العاشر: إذا رأى من أهل مسجده منكراً يغيّر عليهم بنهيه، ولا يرخى عنهم، ويأمرهم بالمعروف". (السباعيات في الفقه الحنفي، باب ما ينبغي للإمام، ص: ۱۴۷، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

الجواب حامداًومصلیاً:

محض اس کہنے کی وجہ سے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ جائز ہے، رسالہ ''تفسیر درس قرآن'' مفید مضامین پر مشتمل ہوتا ہے، لیکن اس کا مخصوص طور پر پڑھنا فرض یا سنت نہیں، ضروری مضامین دیگر کتب ورسائل میں بھی موجود ہیں جس کو جس کتاب سے مناسبت ہو وہ کتاب پڑھ سکتا ہے، بس اتنی بات ضروری ہے کہ وہ صحیح ہو، غلط نہ ہو(۱) اورفہم سے اونچی نہ ہو(۲)۔ نیز ایسی طرح نہ پڑھیں کہ نمازیوں کی نماز میں خلل آئے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جوامام مقتدی سے صلح نہ کرے اس کی امامت

سوال[۲۸۰۷]: ایک امام اورمقتدی میں کچھ جھگڑا ہوا بروز جمعہ، یہ معاملہ پیش ہوکر یہ بات طے ہوئی کہ خطا کسی کی نہیں بلکہ دونوں صاحب کی بھول ہے، اس لئے صلح کرلو کیونکہ مرتبہ میں تو امام صاحب بڑے اور عمر میں مقتدی صاحب بڑے ہیں، لہٰذا دونوں مصافحہ ملالو، مگر سارے گاؤں کے کہنے پر بھی پیش امام صاحب نے مصافحہ نہیں کیا۔ اس مقتدی کی نماز اس پیش امام کے پیچھے ہورہی ہے یانہیں؟ اس طرح سے بہت سے مقتدیوں کے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے جو اپنے مقتدیوں سے بغض وکینہ رکھے اور صلح

---

(۱)''عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ''من أفتِیَ بغير علم، كان إثمه علی من أفتاه الخ'' (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثانی: ۱/۳۵، قديمی)

(۲)''وقال صلی الله عليه وسلم: ''كلموا الناس بما يعرفون، ودَعُوا ما ينكرون، أتريدون أن يكذب علی الله ورسوله'' وهذافيما يفهمه صاحبه ولا يبلغه عقل المستمع، فكيف فيمالا يفهمه قائله، فإن كان يفهمه القائل دون المستمع فلايحل ذكره''. (إحياء علوم الدين، كتاب العلم، الباب الثالث فيما يعده العامة من العلوم المحمودة وليس منها: ۱/۵۹، المكتبة الحقانية بشاور)

(۳)''وفی حاشيه الحموی عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذكر الجماعة فی المساجد وغيرها؛ إلا أن يشوش جهرهم علی نائم أو مصل أوقارئ الخ''. (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة، وما يكره فيها، مطلب فی رفع الصوت بالذكر: ۱/۶۶۰، سعيد)

پر رضامند نہ ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نماز تو اس مقتدی کی بلکہ سب مقتدیوں کی ان کے پیچھے بھی درست ہوگئی (۱)۔لیکن امام صاحب کے لیے یہ طریقہ اچھا نہیں بہت غلط اور سخت ناپسند ہے، جو شخص مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہو اور صلح کرنا چاہتا ہے اور بستی کے لوگ بھی سب خواہش مند ہیں تو امام صاحب کو ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ مصافحہ نہ کریں اور دل میں کینہ رکھیں، ان کی بھی اپنی اصلاح ضروری ہے (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ، ۱/۲/۹۲ھ۔

امامت نہ کرنے کا عہد کر کے پھر امامت کرنا

سوال[۲۸۰۸]: ایک شخص نے منبر پر وعدہ کیا (خطبہ ہاتھ میں لیکر) کہ اب میں امامت نہیں کروں گا

---

(۱)"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم:" الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أوفاجراً وإن عمل الكبائر، والصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أوفاجراً وإن عمل الكبائر، والصلوة واجبة على مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر". رواه أبوداود". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/١٠٠، قديمی)

(۲)قال الله تعالى: ﴿والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس، والله يحب المحسنين﴾ (سورة آل عمران:۱۳۴)

"فقوله تعالى: ﴿والكاظمين الغيظ﴾: أی لا يعملون غضبهم فی الناس بل يكفّون عنهم شرهم ويحتسبون ذلک عند الله عزوجل، ثم قال تعالى: ﴿والعافين عن الناس﴾: أی مع كف الشرّ، يعفون عمن ظلمهم فی أنفسهم، فلا يبقى فی أنفسهم موجدة على أحد، وهذا أكمل الأحوال". (تفسير ابن كثير: ١/٥٣٩،دارالفيحاء دمشق)

"وعن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "يفتح أبواب الجنة يوم الإثنين ويوم الخميس، فيغفرلكل عبد لا يشرک بالله شيئاً إلا رجل كانت بينه وبين أخيه شحناء، فيقال: انظروا هذين حتى يصطلحا". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات: ٢/٤٢٧،قديمی)

لیکن اب کچھ لوگ پھراس کوامام مقرر کرنا چاہتے ہیں،توان کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یانہیں؟ وعدہ کے بعد اسکا امامت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس نے منبر پر خطبہ ہاتھ میں لیکر وعدہ کیا کہ میں امامت نہیں کروں گا اس کوچاہیئے کہ اپنا وعدہ پورا کرے، امامت نہ کرے(۱) لیکن اگرلوگ اس کوامام بنادیں تو اس کی اورسب کی نماز ہو جائے گی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح:سیداحمدعلی سعید،دارالعلوم دیوبند،۲/۱/۹۰ھ۔

امام کے دروازہ پرجاکراس کونیند سے جگانا

سوال[۲۸۰۹] :۱......امام صاحب کاگھربالکل مسجد سے متصل ہےاورامام صاحب گھرپرسورہے ہوں توامام صاحب کومقتدی پکارکریاگھرجاکربلاسکتے ہیں یانہیں؟اگربلاسکتے ہیں تواس میں کوئی قباحت تونہیں؟

امام صاحب سورہے ہوں توان کوجگانا

سوال[۲۸۱۰] : ۲......اگرامام صاحب مسجد کے وقت سے پہلے ہی بیٹھے بیٹھے سورہے ہوں توان کو مقتدی جگاسکتے ہیں یانہیں؟اگرنہیں جگاسکتے توکیوں؟جگاسکتے ہوں تواس میں کوئی ممانعت تونہیں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......اگر اتفاقیہ ایسی نوبت آجائے تو دروازے سے جاکر جگادیا جائے، اس کی عادت نہ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یأیهاالذین آمنو أوفوا بالعقو د﴾ (سورة المائدة : ۱)

"وقد اشتمل قوله تعالی:﴿ یأیهاالذین آمنوا وفوابالعقود ﴾علی إلزام الوفاء بالعهو د وإلزامهم التی نعقدها لأهل الحرب وأهل الذمة وغیرهم من سائر الناس ،وعلی إلزام الوفاء بالنذور والأیمان".

(أحکام القرآن للجصاص : ۲/۴۱۸،قدیمی)

ڈالی جائے (۱)۔

۲...... جماعت سے اتنے پہلے جگادیں کہ اگر وضو کی ضرورت ہوتو وضور کرلیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۹۵ھ۔

امام کے بجائے ٹیپ ریکارڈ سے نماز پڑھانا

سوال [۲۸۱۱]: جرمنی میں تمام مسلمہ ممالک کے سفارتخانوں کے مسلمان عملے میں کوئی بھی عید کی نماز پڑھانے کے قابل نہ نکلا، آخر میں مصر کے سفارتخانے نے عید کی نماز کے لئے سب کو بلایا اور نماز اس طرح پڑھائی گئی کہ وہ ٹیپ کی ہوئی، اور امام کی جگہ پر ٹیپ ریکارڈ رکھا ہوا تھا، کیا اس طرح نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر ٹیپ ریکارڈ مصلے پر رکھ دیا جائے اور اس کو امام کا قائم مقام قرار دیکر اس کی اقتداء میں نماز ادا کی جائے تو نماز صحیح نہیں ہوئی، مسلمانوں کے لئے نہایت افسوس ناک بات ہے کہ سارے عملہ میں کوئی بھی نماز پڑھانے کا اہل نہ ہو (۳)۔ إنا للہ وإنا إلیه راجعون۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۵/ ۹۰ھ۔

---

(۱) "ویثوب بین الأذان والإقامة فی الکل للکل بما تعارفوہ". (الدرالمختار). قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ علیه: "فی العنایة: أحدث المتأخرون التثویب بین الأذان والإقامة علی حسب ماتعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع البقاء الأول یعنی الأصل وهو تثویب الفجر، ومارأہ المسلمون حسنا فهو عندالله حسن". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۳۸۹، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۴۵۳، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۲۴۵، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "(فرع) لا یجب انتباہ النائم فی أول الوقت ،ویجب إذا ضاق الوقت، نقله البیری فی شرح الأشباہ عن البدائع من کتب الأصول ،وقال :ولم نرہ فی کتب الفروع ،فاغتنمه". (رد المحتار، کتاب الصلاة، ۱/ ۳۵۸، سعید)

(۳)" (وشروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشیاء: الإسلام والبلوغ والعقل والذکورة والسلامة من الأعذار کالرعاف وانفلات الریح والفأفأة والتمتمة واللثغ، ومن فقد شرط کطهارہ وسترعورة". =

مسجد میں جھاڑو دینا اور حمام میں پانی بھرنا کیا امام کے ذمہ ضروری ہے؟

سوال[۲۸۱۲]: مقتدیوں کا اس بارے میں اصرار کہ جھاڑو لگاؤ یا حمام میں پانی بھرو کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر امام مقرر کرتے وقت سب نے امام کے ذمہ جھاڑو دینا اور حمام میں پانی بھرنیکی شرط قرار دی ہے تو امامت کی طرح یہ بھی امام کے ذمہ ضروری ہوگا، اگر تقرر صرف امامت پر ہوا ہے، تو یہ امام کے ذمہ ضروری نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/ ذی قعدہ/ ۵۸ھ۔

امام کی خدمات

سوال[۲۸۱۳]: ۱......ایک شخص پیش امام مسجد ہے اور وہی روٹیاں بھی محلہ میں سے لاتا ہے، مسجد کا پانی بھی گرم کرتا ہے، اگر کوئی مرجائے تو تجہیز وتکفین غسل وغیرہ کرتا ہے، کیا ایسے شخص کو امام بنانا اور نماز پڑھنا اس کے پیچھے درست ہے؟

۲......اگر شخص مذکور کی جگہ کوئی دیگر شخص جبراً نماز پڑھانے لگ جائے اور قدیم پیش امام کو روکدیا جائے، آدھا محلّہ اِدھر اور آدھا محلّہ اُدھر اور پہلا پیش امام بھی ناراض ہے کہ مجھ کو کس واسطے ہٹا دیا گیا ہے دونوں

= (نور الإیضاح مع مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۲۸۷-۲۸۹، قدیمی)

(وکذا فی منحة الخالق، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، رشیدیه)

(۱) "وشرطها کون الأجرة والمنفعة معلومتین؛ لأن جها لتهما تفضی إلی المنازعة". (الدرالمختار، کتاب الإجارة: ۶/۵، سعید)

(وکذا فی شرح المجلة، الکتاب فی الإجارة، الفصل الثالث فی شروط صحة الإجارة، (رقم المادة: ۴۵۲): ۱/۲۵۵، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الإجارة، الباب الأول فی تفسیر الإجارة ورکنها وألفاظها وشرائطها الخ: ۴/۴۱۱، رشیدیه)

میں سے کس کے پیچھے نماز افضل ہے؟ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......اگر امامت اور پانی گرم کرنے پر وہ ملازم ہے اوراس کی اجرت میں محلّہ سے روٹیاں لاتا بھی ہے تو اس سے اس کی امامت میں نقصان لازم نہیں آتا، اگر محلّہ سے روٹیاں لانا اجرت میں نہیں بلکہ ویسے ہی ازخود مانگ کرلاتا ہے اور باوجود کسی مشروع طریق پر کمانے کی قدرت کے اس مانگنے کو پیشہ بنارکھا ہے تو یہ پیشہ ناجائز ہے(۱)، ایسے شخص کو پیش امام بنانا مکروہ تحریمی ہے جب کہ کوئی دوسرا آدمی امامت کا اہل موجود ہو(۲)۔

۲......مردہ کو غسل دینے اور تجہیز وتکفین کرنے سے امامت میں خرابی نہیں آتی لیکن اہل محلّہ کے لئے نہایت بُری اور شرم کی بات ہے کہ وہ اپنے امام سے ایسے کام لیتے ہیں جن کو خود کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ ذلت کا

---

(۱) ”عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ”من سأل وله ما یُغنیه، جاءت مسألته یوم القیامة خدوشاً أوكدوحاً فی وجهه“. قالوا: یارسول الله! وما غناه؟ قال: خمسون درهماً أوحسابها من الذهب“. (تفسیر ابن كثیر تحت هذه الأیة المباركة: (لا یسألون الناس إلحافاً): ۱/۴۳۵،دار الفیحاء دمشق)

”عن عروة بن الزبیر وسعید بن المسیب أن حكیم بن حزام رضی الله تعالیٰ عنه قال: سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم فأعطانی، ثم سألته فأعطانی، ثم سالته فأعطانی، ثم قال: ”یاحكیم! إن هذاالمال خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فمن أخذه بسخاوة نفسٍ بُورِک له فیه، ومن أخذه بإشراف نفس لم یبارک له فیه، وكان كالذی یأكل ولا یشبع، الید العلیا خیر من الید السفلی“. إلی آخر الحدیث. (صحیح البخاری، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسئلة: ۱/۱۹۹،قدیمی)

(۲) ”ویكره إمامة عبدو أعرابی وفاسق وأعمیٰ ومبتدع لایكفر بها، وإن كفربها فلا یصح الاقتداء به، وولد الزنا، هذا إن وُجد غیرهم، وإلافلا كراهة“. (تنویر الأبصار، كتاب الصلوة، باب الامامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۲، سعید)

(وكذا فی مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(وكذا فی الهدایة، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، شركة علمیه ملتان)

کام سمجھتے ہیں، ان کو چاہئے کہ امام کو روٹیاں خود لا کر دیا کریں (۱)۔ اسی طرح غسل میت وغیرہ میں خود بھی حصہ لیں، اگر نہ جانتے ہوں تو امام سے سیکھ لیں اور اس کو ذلت کا کام نہ سمجھیں، کیونکہ میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے اور ثواب کا کام ہے (۲)۔ پہلے امام کو کیوں علیحدہ کیا گیا ہے، اگر اس کا کچھ قصور ہے تو اس کو ظاہر کیا جاوے اور امور مذکورہ کی بناء پر علیحدہ کیا گیا ہے اس کا حکم اوپر بیان ہو چکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۷/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ رجب/ ۵۶ھ۔

امام کا مقتدی کو کتا کہنا

سوال [۲۸۱۴]: کیا امام کے لئے جائز ہے کہ مقتدی کو کتا کہے اور یہ بھی کہے کہ دفع ہو جا، اور کہیں جا کر نماز پڑھو اور یوں کہے کہ اگر مجھے ہٹا دیا گیا، میرا قائم مقام لایا گیا تو مسجد میں خون کی ندیاں بہادوں گا اور میں اپنے مخالف کو ہلاک کردونگا، میرے پاس ایسے بہت لوگ ہیں جو یہ کام کر سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب سے ہرگز توقع نہیں کہ وہ اپنے مقتدی کو بلا وجہ کتا کہیں اور مسجد سے نکالیں امام صاحب کے لئے تو لازم ہے کہ وہ مقتدیوں کے لئے بھی دعائے خیر کیا کریں اور مسجد کو اور زیادہ آباد کرنے کی کوشش کریں

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إني جاعلک للناس إماماً﴾ (سورة البقرة: ۱۲۴)

"وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ماذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلیٰ رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الرشدون بعد ذلک، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم الله تعالیٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمي)

(۲) "والصلوة عليه فرض كفاية، كدفنه وغسله وتجهيزه، فإنها فرض كفاية". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۰۷، سعيد)

(وكذا في سكب الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، فصل في الصلوة على الميت: ۱/۱۸۲، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الصلوة، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، نوع آخر من هذاالفصل في الصلوة على الجنازة: ۲/۳۰۶، المكتبة الغفارية، كوئٹه)

اور اگر مقتدی نے کچھ نالائقی کی ہو اور اس پر ڈانٹ دیا ہو تو یہ ممکن ہے۔ تاہم مقتدیوں کے ذمہ امام کا ادب و احترام واجب ہے(١) اور امام صاحب کو بھی چاہئے کہ سب سے اخلاق و مروت کا معاملہ کریں، سخت الفاظ خصوصاً خلافِ شرع الفاظ بولنے سے پوری احتیاط برتیں (٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ٢٠/٤/١٤٠١ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(١) قال الله تعالىٰ: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾. (سورة البقرة: ١٢٤) "وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول و من ألزم الله تعالىٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ١/٩٧، ٩٨، قديمي)

"وتعظيم أولي الأمر واجب، كذا في الفتح". (رد المحتار، باب الإمامة: ٢/٢٢٠، سعيد)

(٢) "وفي رواية له قال لعائشة رضي الله تعالىٰ عنها: "عليك بالرفق، و إياك والعنف والفحش، إن الرفق لايكون في شيء إلا زانه، و لا ينزع من شيء إلاشانه"........... "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن مِن أحبّكم إليّ أحسنكم أخلاقاً". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء و حسن الخلق: ٤/٤٣١، قديمي)

باب الجماعة

الفصل الأول فی اهتمام الجماعة

(جماعت کے اہتمام کا بیان)

جماعت کا اہتمام

سوال[۲۸۱۵]: اگر مسجد میں کوئی امام نہ ہوتو ہر آدمی اکیلے اکیلے تکبیر پڑھ کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پڑھ سکتا ہے، لیکن ہمیشہ کے لئے امام بنانا اور جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے (۱) اس لئے کوشش کرے کہ کوئی اچھا امام مقرر کرے، اگر اچھا امام نہ ملے تو سب نمازیوں میں سے جو بھی اچھا ہو، اسے امام بنالیا جائے، اگر سب یکساں ہی سے ہوں تو جو امام بن جائے گا، نماز ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ رجب/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "الجماعة سنة مؤكدة للرجال، و قيل: واجبة، و عليه العامة، فتسن أو تجب — ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرةً — على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة". (الدر المختار).

"(قوله: بتركها مرةً): أي بلا عذر، و هذا عند العراقيين، و عند الخراسانيين: إنما يأثم إذا اعتاد، كما في القنية". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۴، سعيد)

(و كذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، ۶۰۳، رشيديه)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۳۸، امداديه ملتان)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة .... ثم الأحسن تلاوةً و تجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً .... اهـ". =

امام تنہا اذان واقامت کے بعد نماز پڑھے تو جماعت کا ثواب ملے گا

سوال[۲۸۱۶]: اذان کے بعد مسجد میں کوئی دوسرا نمازی نہ ہو تو امام تنہا ہی جماعت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں امام صاحب تنہا ہی تکبیر کہہ کر نماز ادا کرلیں، اس سے جماعت کا ثواب ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ (۱) اور محلّہ میں تبلیغ کر کے لوگوں میں نماز کا شوق واہتمام پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۲/۲۱ھ۔

اپنی نماز کے بعد جماعت کی شرکت میں فرض کی نیت ہو یا نفل کی؟

سوال[۲۸۱۷]: جس شخص نے اپنی نماز ظہر یا عشاء پڑھ لی ہو، پھر جماعت میں شرکت کس نیت

= (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۷، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان من هو الأحق بالإمامة : ۱/۶۶۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

وکذا فی الهدایة، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۱۲۱، ۱۲۲، مکتبه شرکة علمیة ملتان)

(۱) "عن أبی عثمان عن سلمان قال : لا یکون رجل بأرض قيٍّ فیتوضأ، فإن لم یجد الماء یتیمم، ثم ینادی بالصلوة، ثم یقیمها إلا أمّ من جنود الله ما لا یُریٰ طرفاه". (المصنف لابن أبی شیبة، کتاب الأذان والإقامة، فی الرجل یکون وحده فیؤذن أو یقیم : ۱/۱۹۸، ۱۹۹، دارالکتب العلمیة، بیروت)

"قلت : لکن فی الخانیة: و إن لم یکن لمسجد منزله مؤذن، فإنه یذهب إلیه و یؤذن فیه ویصلی وإن کان واحداً؛ لأن لمسجد منزله حقاً علیه فیؤدی حقه. مؤذن مسجد لا یحضر مسجده أحد، قالوا: هو یؤذن ویقیم و یصلی وحده، وذاک أحب من أن یصلی فی مسجد آخر اهـ". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۵. سعید)

(وکذا فی الفتاوی الخانیة کتاب الطهارة : فصل فی المسجد : ۱/۶۷، رشیدیه)

سے کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفل کی نیت سے: "ثم اقتدیٰ متنفلاً الخ". در مختار علی رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۷ھ۔

شوہر بیوی کی جماعت کا طریقہ

سوال[۲۸۱۸]: کیا خاوند اپنی بیگم کو نماز پڑھوا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پڑھوا سکتا ہے لیکن اگر جماعت کریں تو بیگم پیچھے کھڑی ہو، برابر میں شوہر سے مل کر نہ کھڑی ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب إدراک الفريضة: ۵۳/۲، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب إدراک الفريضة: ۱۲۷/۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب العاشر في إداراک الفريضة: ۱۱۹/۱، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب إدراک الفريضة: ۳۰۹/۱، امداديه ملتان)

(۲) "قال: المرأة إذا صلت مع زوجها في البيت، إن كان قدمها بحذاء قدم الزوج، لا تجوز صلاتهما بالجماعة، و إن كان قدمها خلف قدم الزوج، إلا أنها طويلة تقع رأس المرأة في السجود قبل رأس الزوج، جازت صلاتهما؛ لأن العبرة للقدم". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۷۲/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۶۲۱/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل السابع في بيان مقام الإمام والمأموم: ۶۲۲/۱، إدارة القرآن كراچى)

دھوپ یا بارش کی وجہ سے برآمدہ میں جماعت

سوال[۲۸۱۹]: دھوپ یا بارش کی وجہ سے مسجد کے برآمدہ میں جو خارج مسجد ہے ایک دوصف بنالیں تو کیا ان کی اقتداء صحیح ہوجائے گی؟ اور ان کی نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خارجِ مسجد میں اتنا فاصلہ نہیں جس میں ایک اونٹ گاڑی گزر سکے تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

صحن مسجد میں جماعت کرنا

سوال[۲۸۲۰]: صحن مسجد میں جماعت کرنا خصوصاً گرمی کے ایام میں اطمینان کے لئے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحن مسجد یعنی مسجد کے حصہ غیر مسقّف میں نماز و جماعت بلاتردد صحیح و درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۷ھ۔

---

(۱) "ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیه عجلة، أو نهر تجری فیه السفن، أو خلاء فی الصحراء یسع صفین فأكثر، إلا إذا اتصلت الصفوف، فیصح مطلقاً". (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۴، ۵۸۶، سعید)

(وكذا فی الفتاوی العالمكیریة، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة: ۱/۸۷، رشیدیه)

(وكذا فی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۳۴، ۶۳۵ رشیدیه)

(۲) "وفی المجتبی: و فناء المسجد له حكم المسجد، یجوز الاقتداء فیه و إن لم تكن الصفوف متصلةً". (البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۳۵، رشیدیه) .... =

بلند مقام سے کمزور آدمی کو ضعف کی وجہ سے وہیں نماز پڑھنے سے حرم شریف کا ثواب

سوال[۲۸۲۱]: مکہ شریف میں بعض مکان بہت اونچائی پر ہیں، کمزور آدمی کو اُترنا اور چڑھنا مشکل ہوتا ہے، اس کا دل حرم شریف میں نماز ادا کرنے کے لئے بے چین ہے مگر کمزوری مانع ہے، لہٰذا اگر بمجبوری وہ مکان میں نماز ادا کرلیتا ہے تو کیا اس کو حرم شریف میں نماز ادا کرنے کا ثواب مل جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس بے چینی اور کمزوری کے تحت کیا بعید ہے کہ اس کو حرم شریف میں نماز پڑھنے کا ثواب مل جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۹۵ھ۔

ضُعف اور بیماری کی وجہ سے پنکھے سے کچھ دور نماز پڑھنا یا جماعت چھوڑ جانا

سوال[۲۸۲۲]: میری عمر تقریباً سینتالیس سال ہے، ضعفِ دماغ کافی بڑھ گیا، چند سال پیشتر مالیخولیا ہوگیا تھا، اکثر سردی وزکام کی شکایت رہتی ہے، اس حالت میں مسجد میں جماعت کے وقت بجلی کے پنکھے کے پیچھے کھڑے ہونے سے زکام وغیرہ کی اور بھی شکایت ہوجاتی ہے جس کے باعث ضعف دماغ میں اور بھی

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، فصل كره غلق باب المسجد: ۱/ ۱۰۹، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير ، مسائل متفرقة، ص: ۶۱۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/ ۵۸۴، ۵۸۶، رشيديه)

(۱) "إنما الأعمال بالنيات". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب كيف بدء الوحي اهـ: ۱/ ۲، قديمي)

"لكن في نور الإيضاح : وإذا انقطع من الجماعة لعذر من أعذارها و كانت نيته حضورها لو لا العذر، يحصل له ثوابها". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/ ۵۵۲، ۵۵۴، رشيديه)

(وكذا في نور الإيضاح مع شرحه مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل: يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئاً، ص: ۲۹۹، قديمي)

اضافہ ہوجاتا ہے اور سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ ہمارے محلے کے اطراف میں مساجد کے اندر کافی بجلی کے پنکھے لگے ہوئے ہیں، بعض مسجدوں میں تو ہلکی ہلکی سردی کے دنوں میں بھی پنکھے چلتے رہتے ہیں، ان حالات کے پیشِ نظر میں کبھی کبھی صف سے الگ ہوکر، یا ایک صف درمیان میں چھوڑ کر بجلی کے پنکھے سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوکر نماز ادا کرتا ہوں، جس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں تو مجبوراً اسی حالت میں جماعت چھوڑ کر گھر پر تنہا نماز ادا کرنی پڑتی ہے۔ براہ کرم تحریر فرمائیں کہ ان حالات کے ہوتے ہوئے میرے لئے کونسی صورت بہتر ہے؟ اور معترض حضرات حق بجانب ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کی وجہ سے پنکھے بند نہیں کئے جاسکتے کیونکہ سب نمازیوں کو تکلیف ہوگی اور پنکھے سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے لہٰذا آپ معذور ہیں (۱)، اپنے مکان پر ایک دو آدمی کو لیکر جماعت کرسکتے ہیں (۲)۔ ایک دو آدمی آپ کے ساتھ ہوں تو پنکھے سے دور بھی گنجائش ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۸/ ۹۱ھ۔

---

(۱) "الجماعة سنة مؤكدة للرجال، .... و قيل: واجبة، وعليه العامة .... على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة من غير حرج، .... فلا تجب على مريض و مقعد وزمن ومقطوع يدورِجلٍ من خلاف ومفلوج و شيخ كبير عاجز و أعمى". (رد المحتار على الدر المختار ، باب الإمامة : ۱/ ۵۵۲-۵۵۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة : ۱/ ۸۲، ۸۳ رشيديه)

(۲) "عن مالك بن الحويرث رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إذا حضرت الصلوة فَأذِّنا و أقِيما، ثم ليؤمكما أكبركما". (الصحيح للبخاري ، كتاب الأذان ، باب اثنان فما فوقهما جماعة: ۱/ ۹، قديمي)

"ولنا أنه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم، فعاد إلى المسجد و قد صلى أهل المسجد، فرجع إلى منزله فجمع أهله و صلى ".(رد المحتار ، باب الإمامة : ۱/ ۵۵۳، سعيد)

(۳) "و لو اقتدىٰ بالإمام في أقصى المسجد والإمام في المحراب، فإنه يجوز، كذا في شرح الطحاوي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع في بيان ما=

معذور آدمی کا اپنے گھر پر جماعت کرنا

سوال[۲۸۲۳] : میں اپنے مکان پر قرآن شریف سنا رہا ہوں اور عشاء کی فرض نماز باجماعت مکان پر پڑھتا ہوں، بوجہ سوسالہ ضعیفی کے کہ رات کے وقت سب کے ساتھ مسجد میں فرض نماز ادا نہیں کرسکتا اس لئے ہم اپنے مکان پر ہی جماعت سے عشاء کی نماز ادا کر لیتے ہیں۔اس میں کوئی اشکال تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معذوری کی وجہ سے آپ مسجد نہیں جاسکتے اور مکان پر ایک دو آدمی کو ساتھ لے کر جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں تو آپ کے لئے اس کی گنجائش ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۱ھ۔

مشق کے لئے بچوں کی جماعت کرانا

سوال[۲۸۲۴] : اگر بچوں کو نماز کی مشق کرائی جائے تو تکبیر پڑھیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچوں کو اگر بطورِ تعلیم نماز کی مشق کرائی جائے اور وہ جماعت کر ہیں تو ان کی جماعت مصلی سے علیحدہ کرائی جائے اور وہ تکبیر بھی کہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۸۹ھ۔

= یمنع صحة الإقتداء وما لا یمنع : ۱/۸۸ رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار ، باب الإمامة : ۱/۵۸۵، سعید)

(۱) "الجماعة سنة مؤکدة للرجال ....وقیل: واجبة، وعلیه العامة .... علی الرجال العقلاء البالغین الأحرار القادرین علی الصلوة بالجماعة من غیر حرج،......... فلا تجب علی مریض و مقعد وزمن ومقطوع یدورجل من خلاف ومفلوج و شیخ کبیر عاجز و أعمی". (رد المحتار علی الدر المختار ، باب الإمامة : ۱/۵۵۲-۵۵۵، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة : ۱/۸۲،۸۳ رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۵، رشیدیه)

(۲) "عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :=

کوڑھی کا مسجد میں جانا

سوال[۲۸۲۵]: زید کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہے، دیکھنے میں تندرست معلوم ہوتا ہے مگر زیر علاج ہے، بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں میں کجی آگئی، ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس وقت تمہارے خون میں کوئی خرابی نہیں، ایسی حالت میں زید مسجد میں جا کر نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مرض متعدی ہوتا ہے، لہٰذا زید کو مسجد میں نہیں آنا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر کوڑھ کا اثر خون میں نہیں، بدن سے رطوبت نہیں نکلتی، بدبو نہیں آتی تو مسجد میں جا کر نماز پڑھنا اور جماعت میں شریک ہونا درست ہے، محض دو انگلیوں میں کجی آجانے کی وجہ سے مسجد کی جماعت سے اس شخص کو محروم نہ کیا جائے (۱)۔ مرض متعدی کے عقیدہ کو شریعت نے غلط قرار دیا ہے، کوئی بھی مرض ذاتی طور پر متعدی

= "مُرُوا أولادكم بالصلوة وهم أبناء سبع سنين، و اضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين، و فرقوا بينهم في المضاجع". رواه أبو داؤد، وكذا رواه في شرح السنة عنه". قال الملا على القاري قوله: "(وهم أبناء سبع سنين) : ليعتادوا ويستأنسوا بها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، الفصل الثاني: ۲۷۵/۲، رشيديه)

وقال العلامة الكشميري : "يؤمر الصبي بالصلوة قبل البلوغ للاعتياد كما هو نص حديث الباب، إلا أنها غير واجبة عليه". (العرف الشذى على هامش جامع الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء متى يؤمر الصبي بالصلوة : ۹۵/۱، سعيد)

(۱) "و أكل نحو ثوم، و يمنع منه، و كذا كل مؤذ و لو بلسان". (الدر المختار). و في رد المحتار: "وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة، وكذلك القصاب، والسماك والمجذوم والأبرص أولى بالإلحاق، و قال سحنون: لا أرى الجمعة عليهما ، و احتج بالحديث ، وألحق بالحديث كل من أذى الناس بلسانه ، و به أفتى ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، وهو أصل في نفي كل من يتأذى به". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد : ۶۶۱/۱، سعيد)

نہیں ہوتا ہے(۱)۔ ہاں! اگر نمازیوں میں وحشت پیدا ہو اور اس کی وجہ سے لوگ مسجد میں آنا چھوڑ دیں اور مسجد کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ ہو، یا اس کے جانے کی وجہ سے نزاع کا اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو خود ہی ان کا لحاظ رکھتے ہوئے مکان پر نماز ادا کر لینی چاہئے۔

مشکوۃ المصابیح شریف میں کوڑھی سے الگ رہنے کی بھی تاکید ہے اور اس کے ساتھ کھانا کھانے کی بھی تصریح ہے(۲)، دونوں کا محمل یہی ہے کہ ذاتی طور پر ہر مرض کو متعدی سمجھنا غلط ہے اور احتیاط کے درجہ میں پرہیز کرنا درست ہے، مگر جب معالج کے قول کے ماتحت مرض موجود نہیں پھر اس سے یہ پرہیز بھی نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "فقد قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "فرَّ من المجذوم فرارک من الأسد".

و قال: "لا یوردنّ ذو عاهة علی مصح" و إنما أراد بذلک نفي ما کان یعتقد أصحاب الطبیعة، فإنهم کانوا یرون العلل المعدیة مؤثرةً لا محالة، فأعلمهم بقوله هذا أن لیس الأمر علی ما یتوهمون، بل هو متعلق بالمشیئة إن شاء کان، وإن لم یشأ لم یکن، و یشیر إلی هذا المعنی قوله: "فمن أعدی الأول": أي إن کنتم ترون أن السبب فی ذلک العدوی لا غیر، فمن أعدی الأول؟ و بیّن بقوله: "فر من المجذوم" وبقوله: "لا یوردن ذو عاهة علی مصح" أن مداناة ذلک یسبب العلة، فلیتقه اتقاءه من الجدار المائل والسفینة المعیوبة". (مرقاة المفاتیح، للملا علی القاری، کتاب الطب والرقی، باب الفأل والطیرة، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۴۵۷۷): ۸/۳۴۳، رشیدیه)

"و عن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "لا عدوی و لا طیرة و لا هامة و لا صفر، وفرّ من المجذوم کما تفر من الأسد". رواه البخاری".

(۲) "وعن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أخذ بید مجذوم فوضعها معه فی القصعة، وقال: "کُلْ ثقةً باللہ وتوکلاً علیه". رواه ابن ماجة". (مشکوة المصابیح، کتاب الطب والرقی، باب الفأل والطیرة، ص: ۳۹۱، ۳۹۲، قدیمی)

(۳) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

جس شخص کے منہ میں تعفن ہو اس سے جماعت ساقط ہے

سوال[۲۸۲۶]: زید کے منہ سے اس قدر تعفن نکل رہا ہے کہ اس کے پاس کھڑا ہونا مشکل ہے تو ایسا شخص مسجد میں جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوسکتا تو گھر پر اس کو مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درمختار میں لکھا ہے کہ جس شخص کے منہ سے ایسا تعفن ہو کہ دوسروں کو اذیت ہوتی ہے اور نمازی پاس کھڑے ہونے سے پریشان ہوتے ہیں تو ایسے شخص سے جماعت ساقط ہے، اس کو چاہئے کہ مسجد میں نہ جائے مکان پر نماز پڑھے(۱)۔ چونکہ وہ شرعی حکم کی بنا پر مسجد جانے سے روک دیا گیا اس لئے وہ اجر سے محروم نہیں رہے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس نے فعلِ بد کیا ہو اس کو مسجد میں آنے سے روکنا

سوال[۲۸۲۷]: ایک شخص خوب تہجد گزار تھا اور مسجد میں روزانہ نماز میں ۱۵/ منٹ پہلے آتا اور آدھے گھنٹہ بعد مسجد سے جاتا تھا، ایک دن اس کو ایک لڑکے کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پکڑا، اس نے معافی

---

(۱) "وأكل ثوم، و يمنع منه، وكذا كل مؤذ ولو بلسانه". (الدر المختار). "و كذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره : مطلب في أحكام المساجد : ۱/۶۶۱، ۶۶۲، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب المساجد و مواضع الصلوة، الفصل الأول : ۲/۴۱۲، رشيديه)

(۲) "لكن في نور الإيضاح: و إذا انقطع عن الجماعة لعذر من أعذارها، وكانت نيته حضورها لو لا العذر، يحصل له ثوابها، اهـ". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۲، ۵۵۴، رشيديه)

(وكذا في نور الإيضاح مع شرحه مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل: يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئاً، ص: ۲۹۹، قديمي)

مانگی، اس کو چھوڑ دیا گیا، اس کے باوجود پھر اس نے وہی حرکت کی اور اس کو پکڑ لیا گیا اس نے خود بھی اقرار کرلیا، لیکن معافی نہیں مانگی۔ زنا مسجد کے قریب کمرہ میں کیا گیا، لوگوں نے اس کو مسجد میں آنے سے روک دیا، اب وہ مسجد میں نہیں آتا ہے، گھر میں نماز پڑھتا ہے۔ لوگوں نے اس کو مسجد میں آنے سے روکا، شریعت کی حیثیت سے اچھا کیا یا بُرا، کیا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسجد میں آنے سے اور نماز پڑھنے سے اس کو نہ روکا جائے، البتہ اس کا انتظام کیا جائے کہ پھر وہ یہ خبیث حرکت نہ کرنے پاوے، وہ صرف فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لیا کرے اس لئے عینِ جماعت کے وقت آوے اور فرض پڑھ کر فوراً چلا جائے، سنن ونوافل مکان پر جا کر پڑھا کرے۔ خدا تعالیٰ ہدایت دے کہ وہ اس فعل سے باز آجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد بیت میں جماعت کی حیثیت

سوال [۲۸۲۸]: کیا گھر مذکورہ بالا کی مسجد میں (جبکہ اتفاقیہ) جماعت نماز کی ضرورت پڑ جائے، مکان کی طرح اتصالِ امام اور اتصالِ صفوف اقتداء کے لئے شرط ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

جو چیز مسجد میں مانعِ اقتداء ہے وہ مکان پر بھی مانع ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "ويمنع من الاقتداء طريق تجرى فيه عجلة أو نهر تجرى فيه السفن، أو خلاء فى الصحراء يسع صفين فاكثر، والحائل لايمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه، ولم يختلف المكان حقيقةً كمسجد وبيت فى الأصح، قنيه". (الدرالمختار) قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عليه: "(قوله: كمسجد وبيت)......... وكذا البيت حكمه حكم المسجد فى ذلك، لاحكم الصحراء". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۸۴، ۵۸۶، سعيد)

الفصل الثانی فی ترک الجماعة

(ترکِ جماعت کا بیان)

ترکِ جماعت کا حکم

سوال[۲۸۲۹]: ایک گھر کے چند آدمی بلا جماعت گھر میں ہی ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں، فرداً فرداً نماز ادا کرتے ہیں، ترک جماعت کی وجہ سے ان کی فرض ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

العبد محمد عثمان چاٹگامی، مقیم حجرہ نمبر: ۱۳۷، ۲۵/ رجب/ ۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک جماعت سنتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے، بلا عذر ترک اس کا جائز نہیں اور تارک پر شرعاً تعزیر ہے: "والجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدى: أرادوا بالتاكيد الوجوب، و قيل: واجبة وعليه العامة" (۱)۔ "قال فى شرح المنية: و الأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلا عذر يعزر و ترد شهادته، و يأثم الجيران بالسكوت عنه، اهـ". شامى: ۱/۵۷۶ (۲)۔

لیکن صلوٰۃ خمسہ کے لئے شرط نہیں، پس فرائض کی ادائیگی بلا جماعت بھی ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ۷/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ رجب/ ۵۶ھ۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۴، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس فى الإمامة: ۱/۸۲، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثامن فى الحث على الجماعة: ۱/۶۲۷، إدارة القرآن كراچى)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، رشيديه) .... =

ترکِ جماعت

سوال[۲۸۳۰]: پڑوس کی مسجد میں نماز نہ پڑھ کر گھر پر ہی پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا عذرِ شرعی مسجد کی نماز چھوڑ کر گھر پر ہی پڑھنا بہت بڑی محرومی ہے اور اسلام کے بڑے شعار کو ترک کرنا ہے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید ہے(۱)، ایک حدیث میں اس کی نماز کو نا قابلِ اعتبار قرار دیا گیا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایضاً

سوال[۲۸۳۱]: ہمارے یہاں زیادہ تر دیہاتی کسان لوگ ہیں جو کہ کاشتکاری کا کام کرتے ہیں، ان کی سہولت کے لئے صبح کی نماز اول وقت میں بہت تڑکے(۳) پڑھی جاتی ہے، پھر بھی بعض لوگ ایسے ہیں کہ

= (وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۳، رشیدیه)

(وکذا فی منحة الخالق، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۳، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر ، فصل فی الإمامة، ص: ۵۰۹، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۱) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم:" لقد هممت أن آمر بالصلوة، فتقام، ثم آمر رجلاً، فیصلی بالناس، ثم أنطلق معی برجال معهم حزم من حطب إلی قوم لایشهدون الصلوة، فأحرّق علیهم بیوتهم بالنار". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب فی التشدیدفی ترک الجماعة : ۱/۸۸، امدادیه ملتان)

(وأخرجه مسلم فی کتاب المساجد، باب فضل صلوة الجماعة .... اهـ: ۱/۲۳۲، قدیمی)

(۲) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :"من سمع المنادی، فلم یمنعه من اتباعه عذرٌ". -قالوا: و ما العذر؟ قال: "خوف أو مرض-، لم تقبل منه الصلوة التی صلی". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب فی التشدید فی ترک الجماعة : ۱/۸۸، امدادیه ملتان)

(۳) "تڑکا: صبح، فجر، سویرا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۵۸، فیروز سنز، لاہور)

جماعت سے نماز نہیں پڑھتے اور جماعت ترک کرکے کھیت چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ تارک جماعت ہیں، کیا ان پر کفارہ لازم ہے؟

شمشاد علی، باندرہ بمبئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص جماعت سے نماز نہ پڑھے وہ تارک جماعت ہے، لیکن سخت ضرورت کی وجہ سے اگر کسی کی جماعت فوت ہوجائے اس پر کوئی گرفت نہیں، محض معمولی سہولت کے لئے ترکِ جماعت کی عادت ڈالنا سخت مذموم ہے(۱) توبہ واستغفار کرکے آئندہ پابندی کرلینا بھی کفارہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تارکِ جماعت کا حکم

سوال[۲۸۳۲]: زید ایک مالدار آدمی ہیں اور حاجی بھی ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن محلہ کی مسجد میں صرف ایک مہینہ رمضان شریف میں آتے ہیں، بقیہ گیارہ مہینے مسجد میں نہیں آتے، ایسے شخص کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص بلا عذر اس طرح جماعت کو دائماً ترک کرتا ہے وہ گنہگار ہے اس کی شہادت قبول نہیں: "قال فی شرح المنية: و الأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلا عذر يعزر، و ترد شهادته، و يأثم الجيران بالسكوت عنه، اهـ". شامی: ۱/۳۷۱(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "الجماعة سنة مؤكدة للرجال، و قيل: واجبة، و عليه العامة. فتسن أو تجب -ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرةً- على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، رشيديه)

(وأيضاً راجع للتخريج المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۳، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الإمامة، ص: ۵۰۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

مجاہدہ کے لئے ترکِ جماعت

سوال[۲۸۳۳]: کسی ذی ہوش تندرست بزرگ فقیراوروں کا رمضان المبارک میں مسجد میں باجماعت نماز نہ پڑھنااورقرآن پاک تراویح میں نہ سننا بلکہ جنگل میں گوشہ نشینی اختیار کرنا یعنی چلہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کی احادیث میں بہت تاکید آئی ہے(۱)، بلا عذر شرعی ترک جماعت کا عادی شخص فاسق اور مردود الشہادۃ ہے حتی کہ ایسا شخص منافقین کے مشابہ ہے(۲)۔خدائے پاک کی بارگاہ میں موجبِ قرب صرف

---

(۱) "عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :" ما من ثلثة فی قریة ولابدولا تقام فیهم الصلوة إلا قد استحوذ علیهم الشیطان، فعلیک بالجماعة، فإنما یأکل الذئب القاصیة". رواه أحمد و ابو داؤد والنسائی".

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :"من سمع المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر". -قالوا:"وما العذر قال خوف أومرض- لم تقبل منه الصلوة التی صلی".رواه أبو داود والدارقطنی". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب الجماعةو فضلها: ۱/۹۶، قدیمی)

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "لقد هممت أن آمر بالصلوة فتقام، ثم آمر رجلاً فیصلی بالناس، ثم أنطلق معی برجال معهم حزم من حطب إلی قوم لا یشهدون الصلوة، فأحرق علیهم بیوتهم بالنار".(سنن أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب فی التشدید فی ترک الجماعة : ۱/۸۸، امدادیه ملتان)

(۲) "عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: لقد رأیتنا و ما یتخلف عن الصلوة إلا منافقٌ قد عُلم نفاقه، أو مریض، إن کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یأتی الصلوة. وقال: إن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علّمنا سنن الهدی، وإن من سنن الهدی الصلوة فی المسجد الذی یؤذن فیه.......... اهـ". رواه مسلم". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب الجماعة و فضلها : ۱/۹۶، قدیمی)

"ولذا قال فی الأجناس : لا تقبل شهادته إذا ترکها استخفافاً و مجانةً، أما سهواً أو بتأویل ککون الإمام من أهل الهواء أو لا یراعی مذهب المقتدی، فتقبل، اهـ".(رد المحتار، کتاب الصلوة، =

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع ہے، اس کے علاوہ جو مجاہدات ہیں وہ موجب قرب نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۹۱ھ۔

مسجد میں امام سے قبل تنہا نماز پڑھنا

سوال [۲۸۳۴]: میں نے ایک روز فجر کی نماز میں امام صاحب کا انتظار کرتے ہوئے تنہا نماز پڑھ لی، اس سے پہلے بھی کبھی کبھی تنہا نماز پڑھ لیتا تھا، کیوں کہ فرض نماز کے بعد کچھ وظیفہ وغیرہ پڑھتا ہوں، مجھے امام صاحب برابر معاف کرتے رہے، مگر اس دن معاف نہیں کیا، دل میں شک ہوا، اس دن عصر کی نماز بھی تنہا پڑھی کہ امام صاحب کچھ کہتے ہیں یا نہیں، مگر کچھ نہیں کہا۔ ایک مقتدی نے امام صاحب سے میرے بارے میں پوچھا کہ انہوں نے تنہا نماز کیوں پڑھی؟ تو امام صاحب نے کہا کہ ان کی نماز تو من چاہی ہے، کبھی پڑھتے ہیں کبھی نہیں پڑھتے۔ میں نے ان کے پیچھے اور بھی نماز نہیں پڑھی تھی، کیونکہ امام صاحب شرع سے کم داڑھی رکھتے ہیں، جن کے بارے میں آپ صاحبان سے مسئلہ معلوم کر کے علیحدہ نماز پڑھتا تھا۔

کیا ایسی حالت میں اور مقتدیوں کی نماز ہو رہی ہے یا نہیں، کیونکہ امام صاحب تکبر و گھمنڈ والے آدمی ہیں؟ کیا امام کا میری نماز کے متعلق ایسا کہنا صحیح ہے؟ نیز امام صاحب حافظ کہلاتے ہیں، مگر چند سورتیں ہیں جن کو وہ روزانہ پڑھتے ہیں، اگر امام صاحب سے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ جیسے مجھے آتی ہے ویسے ہی پڑھاتا ہوں،

= باب الإمامة: ۱/۵۵۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۳، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۳۸، امدادیه ملتان)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله، و يغفر لكم ذنوبكم، والله غفور رحيم﴾.

وقال الله تعالیٰ ﴿قل أطيعوا الله والرسول، فإن تولوا، فإن الله لا يحب الكافرين﴾. (سورة آل عمران: ۳۱، ۳۲)

جب کہ ان کے مقابلہ میں ایک ناظرہ خواں بھی اچھی طرح سے نماز پڑھا لیتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنا وظیفہ پڑھنے کی خاطر جماعت سے پہلے ہی تنہا نماز پڑھ لینا بڑی غلطی اور محرومی ہے(۱) نیز بلا عذر کے محض اس وجہ سے تنہا پڑھنا کہ امام صاحب پوچھیں گے یا نہیں، یہ بھی غلطی ہے، ایسا ہرگز نہ کرے، اپنے عمل سے آپ نے ظاہر کرہی دیا کہ جب آپ کا دل چاہا آپ نے امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھ لی، نہیں دل چاہا تو نہیں پڑھی، یہی بات امام صاحب نے بھی کہدی تو آپ کیوں ناخوش ہیں؟ اگر یہ وجہ ہے کہ ان کی داڑھی شریعت کے مطابق نہیں بلکہ کٹا کر کم کرا لیتے ہیں تو یہ وجہ سب نمازوں میں مشترک ہے، پھر کسی روز ان کے پیچھے نماز پڑھنا کسی روز نہ پڑھنا کس لئے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۳ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "صلوة الجماعة تفضل علی صلوة الرجل وَحْدَه بسبع و عشرين درجةً". (سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء فی فضل الجماعة: ۱/۵۲، سعید)

"عن أبی هريرة -رضی اللہ تعالیٰ عنه- قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "صلوة الرجل فی جماعة تزيد علی صلوته فی بيته و صلوته فی سوقه بضعاً و عشرين درجةً". (الصحيح للإمام مسلم، كتاب المساجد، باب فضل الصلوة المكتوبة فی جماعة اهـ: ۱/۲۳۴، قدیمی)

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من سمع المنادی فلم يمنعه من اتباعه عذر". -قالوا: "و ما العذر؟ قال: "خوف و مرض-، لم تقبل منه الصلوة التی صلی". (سنن أبی داؤد، كتاب الصلوة، باب فی التشديد فی ترك الجماعة: ۱/۸۸، امدادیه ملتان)

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال، و قيل: واجبة، وعليه العامة، فتسن أو تجب، - ثمرته تظهر فی الإثم بتركها مرةً- علی الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين علی الصلوة بالجماعة". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۴، سعید)

(وكذا فی الحلبی الكبير، فصل فی الإمامة، ص: ۵۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

امام صاحب نہ آئیں تو کیا نماز الگ الگ پڑھیں؟

سوال[۲۸۳۵]: وقتی نماز کیلئے ہم تقریباً پچاس مسلمان مسجد شریف میں ہوتے ہیں، اگر بدقسمتی سے امام صاحب حاضر نہیں ہوتے تو ہم سب علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہیں، حالانکہ اس جماعت میں پڑھے لکھے بھی ہوتے ہیں، مگر یہاں کے مسلمان ایک دوسرے پر الزامات سچ کا جھوٹ کا لگاتے ہیں اوران پڑھے لکھے مسلمانوں کو قابلِ امامت نہیں سمجھتے۔ کیا یہ مسلمان کا طریقہ جائز ہے اور ہم ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب امام صاحب کو کوئی ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے وہ جماعت کے وقت مسجد تشریف نہ لاسکیں تو ان کو چاہیے کہ کسی مناسب آدمی کو ہدایت کردیں کہ وہ نماز پڑھادے(۱)، سب کا بلا جماعت نماز پڑھنا بڑی کوتاہی ہے(۲)، اگر امام صاحب کسی کو تجویز نہ کریں تو نمازی خود ہی اپنے میں سے جو زیادہ اہل ہو اس کو امام

---

(۱) "عن عبیداللہ بن عبداللہ قال: دخلت علی عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقلت: ألاتحدثینی عن مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قالت: بلیٰ! ثقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم .... فقال: "أصلّی الناسُ؟ قلنا: لا، ہم ینتظرونک یا رسول اللہ! والناس عکوف فی المسجد ینتظرون النبی صلی اللہ علیہ وسلم لصلاة العشاء الآخرة، فأرسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی أبی بکر بأن یصلی بالناس، فأتاہ الرسول، فقال: إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمرک أن تصلی بالناس الخ". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلاة، باب ماعلی المأموم من المتابعة وحکم المسبوق: ۱/۱۰۲، قدیمی)

" الاستخلاف جائز مطلقاً: أی سواء کان لضرورة أولا، کما یعلم من عبارة مجمع الأنہر".
(ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۴۲، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنہر، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۱/۱۶۶، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "عن أبی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "والذی نفسی بیدہ! لقد ہممت أن آمر بحطب فیحطب، ثم آمر بالصلوة فیؤذن لہا، ثم آمر رجلاً فیؤم الناس، ثم أخالف إلی رجال"، وفی روایة: "لایشہدون الصلوة، فأحرق علیہم بیوتہم. والذی نفسی بیدہ! لویعلم أحدہم أنہ یجد عرقاً سمیناً أو مرماتین حسینتین لشہد العشاء". رواہ البخاری ولمسلم نحوہ". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلہا: ۱/۹۵، قدیمی)

بنا کر جماعت سے پڑھا کردیں(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۹۵ھ۔

ملازمت کی وجہ سے ترکِ جماعت

سوال[۲۸۳۶]: زید جماعت سے قبل نماز پڑھنا چاہتا ہے، اگر جماعت سے قبل نماز نہ پڑھے تو زید ملازم پیشہ ہے، ملازمت چھوٹنے کا خطرہ ہے اور اس کے گھر میں کوئی جگہ اس قابل نہیں جہاں وہ نماز ادا کرسکے اس حالت میں وہ مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا مسجد کے کسی ایسے حصہ میں جو مسجد کی حدود سے خارج ہو؟

بندہ محمد نبیہ اللہ لکھنوی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو ایسی ملازمت کرنا جس میں کبھی ترکِ جماعت بغیر کام نہ چلے منع ہے، اس کو چاہیئے کہ کوئی دوسری ملازمت یا گزران کی دوسری صورت اختیار کرے جو ادائے فرض وسنن میں حارج نہ ہو اور جب مل جائے تو ملازمت موجودہ کو ترک کردے(۲)، بحالتِ مجبوری مسجد میں بھی تنہا نماز درست ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۷/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/رجب/۵۸ھ۔

= "فإذا تركها الكل مرةً بلا عذر، أثموا، فتأمل". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(۱) "والأحق بالامامة تقديماً بل نصباً –مجمع الأنهر.– الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة .... ثم الأحسن تلاوةً وتجويداً للقراءة .... اهـ".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۶۶۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲)" الجماعة سنة مؤكدة للرجال، و قيل: واجبة، و عليه العامة. فتسن أو تجب –ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرةً– على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۲، ۵۵۴، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الإمامة، ص: ۵۰۸، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۳) "الحاجة تنزل منزلة الضرورة، عامةً كانت أو خاصةً". (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة : =

مسجد کی جماعت میں شریک نہ ہونا اپنی نماز تنہا پڑھنا

سوال[۲۸۳۷]: نماز پڑھنے کے لئے جماعت کھڑی ہوگئی، کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے اور جماعت سے الگ وہ شخص اپنی نماز فرض ادا کرنے کے لئے علیحدہ کھڑا ہوگیا اور اس کو منع کیا گیا کہ آپ جماعت سے بعد میں یا پہلے اپنی فرض نماز ادا کریں تو اس نے جواب دیا کہ میری نماز میں کوئی فرق یا کمی نہیں آئی اور مسئلہ یہ کہتا ہے کہ کوئی فرق میری نماز میں نہیں آتا اور دوسرے نمازی، امام صاحب سے لڑتے ہیں۔ براہ کرم جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب فرض نماز جماعت سے صحیح طریقہ پر ہورہی ہو تو اپنی نماز علیحدہ پڑھنا شرعاً نہایت ممنوع اور ناپسند ہے، جماعت کی مخالفت کی اجازت نہیں، کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے، اس شخص کو اپنے اس فعل سے باز آنا لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= ۱/۲۹۳، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی شرح المجلة لسليم رستم باز، (رقم القاعدة: ۳۲) : ۱/۳۳، رشيديه)

(۱) "عن أبی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "ما من ثلثة فی قرية ولا بَدْوٍ لا تقام فيهم الصلوة، إلا قد استحوذ عليهم الشيطان، فعليک بالجماعة، فإنما يأكل الذئب القاصية". قال السائب: يعنی بالجماعة الجماعةَ فی الصلاة".

"قلت: دلالته على وجوب الجماعة ظاهرة .... و مثل هذا الوعيد لا يكون إلا لترك الواجب". (إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب وجوب إتيان الجماعة فی المسجد عند عدم العلة: ۱۶۷/۴، إدارة القرآن کراچی)

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدی: أرادوا بالتأكيد الوجوب. قال فی شرح المنية: و الأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلا عذر يعزر، و ترد شهادته، و يأثم الجيران بالسكوت عنه".

(تنوير الأبصار والدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، رشيديه) .... =

مسجد میں جماعت سے پہلے اپنی نماز پڑھنا

سوال[۲۸۳۸]: ایک شخص اذان ہونے کے بعد مسجد میں جماعت ہونے سے پہلے انفراداً نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں، وہ عالم ہونے کے باوجود امام سے حسد، کینہ رکھتا ہے، بغیر جماعت کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام میں شرعی خرابی نہیں بلکہ ذاتی عداوت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو یہ بہت مذموم طریقہ ہے، اس سے باز آنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جھگڑے سے بچنے کے لئے گھر پر نماز پڑھنا

سوال[۲۸۳۹]: زید کے مسجد میں جانے اور جماعت سے نماز ادا کرنے سے جھگڑے کا اندیشہ ہے، ایسی حالت میں زید کی نماز گھر پر بغیر جماعت کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ جھگڑے کا منشاء اور سبب کیا ہے، کیا زید خود جھگڑا کرتا ہے یا کسی خاص طرز پر نماز پڑھتا ہے جس سے لوگ جھگڑا کرتے ہیں، یا زید کو اپنی زبان پر قابو نہیں اور جھگڑے سے بچنے کی کوئی صورت نہیں

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۲، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تنازعوا، فتفشلوا وتذهب ريحكم، واصبروا، إن الله مع الصابرين﴾ (الانفال: ۴۷)

"عن معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم يأخذ الشاة القاصية والناحية، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة والعامة والمسجد". (مسند الإمام أحمد، (رقم الحديث: ۲۱۵۲۴): ۶/۳۰۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

اور دوسری مسجد بھی نہیں، یا وہاں بھی جھگڑے کا اندیشہ ہے تو جھگڑے سے بچنے کے لئے اپنے مکان پر نماز ادا کر لی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

گھر میں جماعت کرنا

سوال[۲۸۴۰]: مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی کسی تصنیف میں جو کہ یاد نہیں ہے اور ایضاح البخاری کے کسی جز میں مولانا سید فخر الدین صاحب مدظلہ، صدر المدرسین دار العلوم دیوبند نے کہیں تحریر فرمایا ہے کہ "بغیر عذر کے فرض نماز غیر مسجد میں پڑھنا جائز نہیں" اور یہ حکم حنفیوں کے لئے تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "اگر گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ جماعت کرے تو جائز ہے، وہ بھی جب کہ مسجد میں جماعت ہوگئی ہو"۔ تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسجد قریب موجود ہو اور پھر وہاں کی جماعت بلا عذر ترک کر کے مکان پر کوئی شخص اپنی نماز پڑھ لے تو اگرچہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے مگر یہ بہت بڑی محرومی ہے، حدیث پاک میں ہے: "لا صلوة لجار المسجد إلا فی المسجد" (۱)۔

اگر مسجد میں جا کر معلوم ہوا کہ جماعت ہو چکی ہے تو اپنے مکان پر اہل وعیال کو لے کر جماعت کر لی جائے، مسجد کی جماعت کا مستقلاً ترک کرنا گناہ ہے:

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل: واجبة وعليه العامة". تنوير (۲)۔ "قال شارح

---

(۱) و الرواية بتمامها: "و روى عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال: "لا صلوة لجار المسجد إلا في المسجد". و هذا الخبر عند أهل العلم أنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ولم يرو عنه مسنداً ولا صحيحاً ولا فاسداً، و إنما هو موقوف على عليّ ابن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه". (الحاوي الكبير، كتاب الصلاة، باب فضل الجماعة والعذر بتركها: ۲/۳۷۹، ۳۸۰، دار الفكر)

(۲) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۲، رشيديه) ....=

المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلا عذر يعزر، و ترد شهادته". شامی، ص: ۲۷۱ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

گھر یا حجرہ میں جماعت کرنا

سوال[۲۸۴۱]: حجرہ یا گھر میں ۲۰، ۲۰/ طالب علم وقتی نماز ادا کرتے ہیں، قریب آس پاس میں جامع مسجد بھی موجود ہے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے تو کیا گھر میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جمعہ کی نماز ہوگی تو آس پاس کے محلّہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہاں پارٹی بازی یا جھگڑا ہوسکتا ہے۔ کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر نماز کو مسجد میں ادا کیا جائے، مسجد کو چھوڑ کر بلا عذر شرعی گھر میں نماز کا اہتمام کرنا مسجد کے حق کو تلف کرنا ہے، خاص کر نماز جمعہ، اس کے لئے جامع مسجد کا اہتمام کیا جائے، اپنے ذاتی گھر میں ہرگز جمعہ نہ پڑھا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، رشيديه).

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۴۴، ۳۴۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير: فصل في الإمامة، ص: ۵۰۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في منحة الخالق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿و من أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه و سعى في خرابها﴾. (سورة البقرة: ۱۱۴). "أي هدمها و تعطيلها، وقال الواحدي: إنه عطف تفسير؛ لأن عمارتها بالعبادة فيها".

(روح المعاني: ۱/۳۹۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن معاذبن جبل رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن الشيطان =

گھر میں اذان واقامت سے تنہا نماز پڑھنا

سوال [۲۸۴۲]: ایک شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے اور نیت جماعت کی کر لیتا ہے اور جہری نماز میں قرأت بالجہر وتکبیراتِ انتقالات بالجہر کرتا ہے۔ تو کیا اس شخص کو جماعت کا ثواب ہو جائے گا؟ یا جنگل میں تنہا اذان واقامت کہہ کر نماز شروع کرے اور آغاز میں تکبیر تحریمہ بھی بالجہر کہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کو چھوڑ کر بلا عذر گھر میں یا جنگل میں تنہا اذان واقامت کہہ کر قرأت وتکبیراتِ انتقالات بالجہر کرکے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب نہیں ہوگا (۱)، البتہ جو شخص جماعت کا عادی ہو اور کسی مجبوری کی وجہ سے

= ذئب الإنسان كذئب الغنم، يأخذ الشاة القاصية، والناصية، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة والعامة والمسجد". (مسند أحمد (رقم الحديث: ۲۲۵۲۴ ا): ۳۰۷/۶، دار احياء التراث العربى بيروت)

"عن طارق بن شهاب رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الجمعة حق واجب على كل مسلم فى جماعة إلا على أربعة: عبد مملوك، أو امرأة، أوصبى، أو مريض". رواه أبوداؤد.

"عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لقوم يتخلفون عن الجمعة: "لقد هممت أن آمر رجلاً يصلى بالناس، ثم أحرق على رجال يتخلفون عن الجمعة بيوتهم". رواه مسلم".

"وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال:" من ترك الجمعة من غير ضرورة، كُتب منافقاً فى كتاب لا يُمحى ولا يُبدل". و فى بعض الروايات: "ثلثا". رواه الشافعى". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب وجوبها، الفصل الأول والثانى: ۱۲۱/۱، قديمى)

(۱) "ولو أذن وأقام فى الصحراء وهو منفرد، فحكمه حكم المنفرد فى أنه يجمع بين التسميع والتحميد، وكذا فى الجهر والمخافة". (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلوة، باب الأذان، نوع آخر فى المتفرقات من هذا الفصل: ۵۲۵/۱، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۴/۱، سعيد) .... =

جماعت میں شریک نہ ہوسکے، تو اس کو اپنی نماز بصورتِ جماعت ادا کرنا افضل ہے(۱)۔

"تدویر الفلك فی حصول الجماعة بالجن والملك" میں حدیث نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص جنگل میں تنہا اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو جنات اور ملائکہ اس کی اقتداء کرتے ہیں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۶۴/۲/۲۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۶۴/۲/۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۶۴/۲/۲۴ھ۔

= "عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "صلوة الرجل فی بیته بصلوة، وصلوته فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلوةً، وصلوته فی المسجد الذی یجمع فیه بخمسمائة صلوة، وصلوة فی المسجد الأقصی بخمسین ألف صلوة، وصلوة فی مسجدی بخمسین ألف صلوة، وصلوته فی المسجد الحرام بمائة ألف صلوة"........... رواه ابن ماجة". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلوة: ۱/۷۲، قدیمی)

(۱) "عن أبی عثمان عن سلمان، قال: لایکون رجل بأرض قیٍّ فیتوضأ، فإن لم یجد الماء یتیمم، ثم ینادی بالصلوة، ثم یقیمها إلا أمّ من جنود الله مالایُری طرفاه". (الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار لابن أبی شیبة، کتاب الأذان والإقامة فی الرجل یکون وحده فیؤذن أو یقیم: ۱/۱۹۸، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) "وأخرج سعید بن منصور وابن أبی شیبة فی "المصنف" والبیهقی فی سننه، عن سلمان الفارسی رضی الله تعالیٰ عنه، قال: إذا کان الرجل فی أرض، فأقام الصلوة صلی خلفه ملکان، فإذا أذّن وأقام، صلی خلفه من الملائکة مالایری طرفاه یرکعون برکوعه، ویسجدون بسجوده، ویؤمّنون علی دعائه".

"وأخرج عبدالرزاق وسعید بن منصور عن سعید بن المسیب قال: إذا أقام الرجل الصلوة وهو فی فلاة من الأرض، صلی خلفه ملکان، فإذا أذن وأقام، صلی خلفه من الملائکة أمثال الجبال". (تدویر الفلک فی حصول الجماعة بالجن والملک من مجموعة رسائل اللکنوی، الفصل الثانی فی حصول الجماعة بالملائکة، ص: ۱۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیه، کراچی)

ذاتی رنجش کی بناپر جماعت سے گریز

سوال[۲۸۴۳]: بعض لوگ ذاتی رنجش کی بناپر اپنے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور دوسرے مصلیان کو بھی بہکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمارا دل صاف نہیں تو ہماری نماز نہیں ہوتی، کیاان کا یہ فعل درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلط ہے(۱) امام سے دل صاف نہ رکھنا اگر چہ بُرا ہے، لیکن نماز پھر بھی ہوجاتی ہے فاسد نہیں ہوتی (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= "وأخرج البزار عن معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه ، قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من صلی منکم باللیل، فلیجهر بقرأته، فإن الملائکة یصلون بصلاته، وإن مؤمِنِی الجنی الذین یکونون فی الهوی وجیرانه معه فی مسکنه یصلون بصلاته، ویستمعون بقرأته، وإنه لیطرد بقراء ته عن داره وعن الدور التی حوله فُسّاق الجن ومَردة الشیاطین". (تدویر الفلک فی حصول الجماعة بالجن والملک من مجموعة رسائل اللکنوی، الفصل الأول فی حصول الجماعة بالجن، ص: ۵، إدارة القرآن کراچی)

(۱) "والجماعة سنة مؤکدة للرجال، قال الزاهدی: أرادوا بالتاکید الوجوب، و قیل: واجبة، و علیه العامة. قال فی شرح المنیة: والأحکام تدل علی الوجوب من أن تارکها بلا عذر یعزر، و ترد شهادته، ویأثم الجیران بالسکوت عنه". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۳، رشیدیه)

(۲) "ولو أمّ قوماً و هم له کارهون إن الکراهة لفساد فیه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، کره له ذلک تحریماً لحدیث أبی داؤد. "لا یقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له کارهون". و إن هو أحق، لا، والکراهة علیهم". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۹،سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۹، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلوة، الفصل السادس فی بیان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۶۰۳، ۶۰۴، إدارة القرآن کراچی)

تعصب کی بنیاد پر امام کے پیچھے عید نہ پڑھنا

سوال[۲۸۴۴]: عیدالاضحیٰ کی نماز کے موقع پر جب امام مصلی پر چڑھا تو آدھے آدمیوں نے کہا ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، دوسرے آدھے آدمیوں نے کہا کہ ہم تمہارے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، غرضیکہ دو جماعت ہوگئیں اور دو جگہ نماز ہوئی تو بتلایئے اس طرح سے نماز ہوگی یا نہیں، یا ایسے موقع پر کون سی صورت اختیار کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز تو دونوں قسم کے آدمیوں کی ہوگئی (۱) لیکن ایسا طریقہ اختیار کرنا بلاوجہ شرعی محض تعصب کی بنا پر کسی شخص کی امامت پر اعتراض کر کے علیحدہ علیحدہ جماعت کرنا شرعاً واخلاقاً ہر طرح مذموم اور قابلِ نفرت حرکت ہے اس سے پورا پرہیز ضروری ہے، مسلمانوں کو لازم ہے کہ آپس کے ذاتی اختلافات کو ختم کر کے ایک ایسے شخص کو امام تجویز کرلیں جو صحیح العقیدہ، مسائلِ امامت ونماز سے واقف، متبعِ سنت، قرآن کریم صحیح پڑھنے والا ہو اور سب متفق ہو کر اس کے پیچھے نماز پڑھا کریں تا کہ شیرازہ منتشر نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) "و لو أمّ قوماً و هم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره له ذلك تحريماً لحديث أبي داؤد "لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون". و إن هو أحق، لا، والكراهة عليهم". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل السادس في بيان من هو الأحق بالإمامة: ۱/۶۰۳، ۶۰۴، إدارة القرآن كراچی)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا﴾. (سوره آل عمران: ۱۰۳)

وقال تعالىٰ: ﴿و لا تنازعوا، فتفشلوا و تذهب ريحكم، واصبروا، إن الله مع الصابرين﴾. (سورة الأنفال: ۴۷)

"عن معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم، يأخذ الشاة القاصية والناحية، ، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة =

مسجد میں جماعت ہوچکی تو کیا گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب ملے گا؟

سوال[۲۸۴۵]: زید سورہا تھا یا کوئی کام کررہا تھا اور مسجد میں جماعت ہوگئی، اب اگر وہ کسی کمرہ میں باجماعت نماز پڑھتا ہے تو اسے کتنا ثواب ملے گا اور اس جماعت کو جماعتِ ثانیہ سے موسوم کریں گے یا نہیں، جب کہ مسجد کی جماعت اولیٰ فوت ہوچکی ہے؟ بکر جماعتِ اُولیٰ ہونے کا داعی ہے۔ حضرت سے ابھی قریب ہی جماعت ثانیہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا کہ مسجد کے علاوہ جو لوگ جماعت کرتے ہیں تو انہیں ثواب ملے گا یا نہیں؟ تو بندہ کے ذہن میں یہ بات ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس شخص کے بارے میں کہ جس کی جماعتِ اولیٰ فوت ہوگئی ہے، علماء کے تین قول ہیں:

۱- مسجد میں تنہا نماز پڑھے۔ ۲- کسی دوسری مسجد میں تلاش کرے۔

۳- گھر میں مع اہل کے جماعت سے نماز پڑھے۔

تو یہ تینوں قول زجراً وتنبیہاً ہیں، سزا کے طور پر ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ تو پھر ان کو جماعت کا بھی ثواب نہیں ملے گا تو حضرت نے فرمایا کہ سزا میں جزا نہیں ہوا کرتی۔ امر طلب یہ ہے کہ اس بات میں کتب فقہ کی عبارتوں سے ٹکراؤ پیدا ہورہا ہے، کتابوں میں ہے کہ فضیلت جماعت اس کو حاصل ہوگی اگرچہ مسجد کی نہیں۔ تطبیق کی کیا صورت ہے؟ نیز سوجانا عذر ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

گھر میں جماعت کرنے سے فضیلت جماعت تو حاصل ہوجائے گی مگر مسجد کی فضیلت اس سے زیادہ ہے وہ حاصل نہیں ہوگی: "ولو صلى في بيته بزوجته أو جاريته أو ولده، فقد أتىٰ بفضيلة الجماعة، ولكن فضيلة المسجد أتمّ". طحطاوی علی مراقی الفلاح(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= والعامة والمسجد". (مسند أحمد، (رقم الحديث: ۲۱۵۲۴): ۳۰۷/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص:۲۸۷، قديمي)

"وإن صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ، والصحيح أن للجماعة في البيت فضيلة، وللجماعة في المسجد فضيلة أخرى، فإذا صلى في البيت بجماعة، فقد حاز فضيلة أدائها بالجماعة =

ایک مسجد کی جماعت چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا

سوال[۲۸۴۶]: کسی مسجد میں زید وضو کررہا تھا کہ ادہر جماعت کی رکعتیں ہوگئیں، یا صرف قعدہ اخیرہ ہی ملنے کی امید ہے، تو زید نے سمجھا کہ اچھا ہے چلو کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھ لیں جہاں پوری جماعت ملنے کی امید ہے تو ایسی صورت میں ایک مسجد سے دوسری مسجد کی طرف انتقال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اس مسجد کا حق قائم ہوگیا وہیں جماعت میں شریک ہوجائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۴/۹۳ھ۔

= وترک الفضيلة الأخرى، وكذا قاله القاضي الإمام أبو علي النسفي، والصحيح أن أداء ها بالجماعة في المسجد أفضل، و كذلك في المكتوبات". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱/۱۱۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة. تراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۱) "عن أبي الشعثاء رحمه الله تعالىٰ قال: خرج رجل من المسجد بعد ما أذن فيه بالعصر، فقال أبو هريرة رضي الله تعالىٰ عنه : أما هذا فقد عصى أبا القاسم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في كراهية الخروج من المسجد بعد الأذان : ۱/۵۰، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب الخروج عن المسجد بعد الأذان : ۱/۷۹، سعيد)

"و كره تحريماً لنهي خروج من لم يصل من مسجد أذن فيه جرى على الغالب والمراد دخول الوقت أذن فيه أو لا". (الدر المختار). "(قوله: من مسجد أذن فيه) أطلقه، فشمل ما إذا أذن وهو فيه أو دخل بعد الأذان، كما في البحر والنهر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۴، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة : ۱/۳۰۹، امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة : ۲/۱۲۷، ۱۲۸، رشيديه)

امام کی خرابی کی وجہ سے نماز گھر پر پڑھنا

سوال[۲۸۴۷]: ایک شخص دیکھتا ہے کہ مسجد کی عمارت میں روپیہ سود کھانے والوں کا لگا ہے اور چندہ وغیرہ کا روپیہ بھی زیادہ لگا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ شخص امام کی حالتِ باطنی کو دیکھتا ہے تو اس کو حالت خراب معلوم ہوتی ہے تو اس سے اس کی طبیعت نفرت کرتی ہے۔ کیا وہ بوجہ ایں اعذار نماز گھر میں پڑھ سکتا ہے یا اس کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں جاوے اور باجماعت نماز پڑھے؟ اور یہی حالت اس کی اردگرد والی مسجدوں کی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ کسی دوسری مسجد میں جانے سے معذوری ہے اور اس مسجد میں زیادہ روپیہ چندہ کا ہے (جو کہ بظاہر جائز ہے) تو ایسی حالت میں نماز مسجد میں پڑھنی چاہئے گھر میں نہیں پڑھنی چاہئے، کیونکہ جماعت کی بہت تاکید کی گئی ہے، تارکِ جماعت (یعنی جو کہ ترک جماعت کا عادی ہو) کو فاسق لکھا ہے(۱) اور جماعت کا ثواب بھی تنہا سے زیادہ ہے (۲)۔ امام میں اگر کوئی ایسی خرابی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ فاسق ہوجاتا ہے تب تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر موجود ہو (۳) اور اگر امام مذکور توبہ کرلے تو پھر اس کو امام بنانا بھی مکروہ تحریمی نہیں (۴)۔

---

(۱) "الجماعة سنة مؤكدة للرجال، و قيل: واجبة، و عليه العامة. فتسن أو تجب —ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرةً— على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة". (الدر المختار).

"قال في الأجناس: لا تقبل شهادته إذا تركها استخفافاً و مجانةً". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۴، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، ۶۰۳، رشيديه)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۳۸، امداديه ملتان)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلوة الرجل في الجماعة تضعف على صلوته في بيته و في سوقه خمساً و عشرين ضعفاً". إلى آخر الحديث.

(مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب المساجد و مواضع الصلوة: ۱/۶۸، قديمى)

(۳) (راجع، ص: ۴۲۶، رقم الحاشية: ۲)

(۴) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "التائب=

اور اگر امام مذکور میں کوئی باطنی خرابی ایسی ہے کہ جس سے اس کو فاسق نہیں کہا جاسکتا یعنی محرمات شرعیہ کا وہ مرتکب نہیں تو اس کی امامت مکروہ نہیں: "الجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدى: أرادوا بالتاكيد الوجوب". درمختار(۱)۔ "ويكره إمامة عبد وأعرابى و فاسق"(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/محرم/۵۶ھ۔

امام کی غلط کاریوں کی وجہ سے گھر میں جماعت

سوال[۲۸۴۸]: اگر محلّہ کے اکثر نمازی امام کے خلاف ہوں اور وہ امام کے پیچھے نماز نہ پڑھتے ہوں اور فتنہ کیوجہ سے مسجد میں نہ جاکر کسی گھر میں جماعت کر لیتے ہوں تو کیا انکی نماز باجماعت ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز انکی بھی ہوجائیگی لیکن مسجد کا ثواب نہیں ملے گا(۳)۔ جہاں تک ہوسکے اختلاف کو ختم کیا جائے،

= من الذنب كمن لا ذنب له". رواه ابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة: ۲۰۶/۱، قديمى)

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۵۲/۱، ۵۵۴، سعيد)

(۲) والعبارة بتمامها: " و يكره إمامة عبد و أعرابى و فاسق و أعمى و مبتدع .... هذا إن وُجد غيرهم، وإلا فلا كراهة". (الدرالمختار).

"(قوله: و فاسق) وهو الخروج عن الاستقامة: أى لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزنا وآكل الربا و نحو ذلک .... بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۲، سعيد)

(وكذا فى مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱۰۸/۱، دار إحياء التراث العربى)

(وكذا فى الحلبى الكبير، فصل فى الإمامة، ص: ۵۱۳، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۳) "وإن صلى أحدٌ فى بيته بالجماعة، لم ينالوا فضل الجماعة التى تكون فى المسجد لزيادة فضيلة المسجد وتكثير جماعته وإظهار شعائر الإسلام، وهكذا فى المكتوبات: أى الفرائض لو صلى جماعة=

صبر وسکون سے مسجد کو آباد کیا جائے (۱)، امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ ان امور کی اصلاح کرلیں غلط طریقہ چھوڑ دیں، وہ اگر نہ مانیں تو وہ امامت سے علیحدہ کئے جانے کے مستحق ہوں گے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۷/۴/۹۲ھ۔

تیمارداری کی وجہ سے ترکِ جماعت

سوال [۲۸۴۹]: مریض کے دائمی تیمارداری کے لئے جماعت کی رخصت ہے کیا؟ اگر ایسا ہے تو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا کیسا ہے؟ مثلاً ظہر وعصر اکٹھا پڑھنا اور مغرب وعشاء اکٹھا پڑھنا، خصوصاً ہسپتال وغیرہ میں کہ جہاں اسباب بآسانی مہیا نہ ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مریض کے پاس رہنا ضروری ہو، اور کوئی دوسرا تیماردار نہ ہو تو ترکِ جماعت کی گنجائش ہے (۳)۔

= فی البیت علی هیئة الجماعة فی المسجد نالوا فضیلة الجماعة وهی المضاعفة بسبع وعشرین درجةً، لکن لم ینالوا فضیلة الجماعة الکائنة فی المسجد. فالحاصل أن کل ماشرع فیه الجماعة فالمسجد فیه أفضل لما اشتمل علیه من شرف المکان وإظهار الشعائر وتکثیر سواد المسلمین وائتلاف قلوبهم". (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، تراویح، ص: ۴۰۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۶، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر فی التراویح، نوع آخر فی أن الجماعة هل هی سنة التراویح: ۱/۶۵۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیه کراچی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولاتفرقوا﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۳)

(۲) "إن للأمة خلع الإمام وعزله بسببٍ یو جبه، مثل أن یُوجد منه مایو جب اختلال أحوال المسلمین وانتکاس أمور الدین کماکان لهم نصبه وإقامته لانتظا مها وإعلا ئها، وإن أدی خلعه إلی فتنة احتمل أدنی المضرتین الخ". (ردالمحتار، کتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/۲۶۴ سعید)

(۳) "الجماعة سنة مؤکدة للرجال، و قیل: واجبة، وعلیه العامة .... علی الرجال العقلاء البالغین=

اس کی بھی اجازت ہے کہ ظہر آخر وقت میں پڑھے اور عصر اول وقت میں مغرب آخر وقت میں پڑھے اور عشاء اول وقت میں، لیکن ہر نماز کو اس کے ہی وقت میں پڑھے، نہ فوت کر کے قضاء کرے نہ وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۱۸ھ۔

دوشریکِ تجارت کا یکے بعد دیگرے مسجد میں جا کر نمازِ مغرب ادا کرنا

سوال [۲۸۵۰]: دو شخص شریکِ تجارت ہیں جب مغرب کا وقت ہوتا ہے تو ایک شریک نماز پڑھنے مسجد میں چلا جاتا ہے اور دوسرا شریک دوکان پر رہتا ہے، جب پہلا شریک جماعت سے نماز پڑھ کر آتا ہے اور دوکان پر رہتا ہے، تو دوسرا شریک نماز پڑھنے جاتا ہے، اس کو نماز پڑھتے وقت نماز کا آخری وقت ہو جاتا ہے، ہر روز عادۃً ایسا ہی کیا کرتا ہے۔ اس کی نماز کا کیا حال ہے؟ اس کی نماز درست ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اعلیٰ بات یہ ہے کہ ہر نماز با جماعت مسجد میں جا کر تکبیرِ اولیٰ سے شریک ہو کر ادا کی جائے (۲)، مغرب

= الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة من غير حرج، فلا تجب على مريض و مقعد و زمن ومقطوع يد ورجل من خلاف و مفلوج و شيخ كبير عاجز و أعمى". (الدر المختار). "(قوله: من غير حرج) قيد لكونها سنةً مؤكدةً أو واجبةً، فبالحرج يرتفع الإثم، و يرخص في تركها، و لكنه يفوته الأفضل".

(ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۵، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۲، ۸۳ رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۵، رشيديه)

(۱) "و لا جمع بين فرضين في وقت بعذر سفر و مطر خلافاً للشافعي، و ما رواه محمولٌ على الجمع فعلاً، لا وقتاً". (الدرالمختار). "(قوله: محمول الخ): أي مارواه مما يدل على التأخير محمولٌ على الجمع فعلاً لا وقتاً: أي فعل الأولى في آخر وقتها والثانية في أول وقتها". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۸۱، ۳۸۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۴۴۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۳۵، ۲۳۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلوة =

کی نماز اتنی تاخیر سے مسجد میں جا کر پڑھنا کہ ستاروں کا ہجوم ہوکر آخروقت ہوجائے اس سے بہتر ہے کہ کسی کو ساتھ ملا کر دوکان پر وقتِ مستحب میں ہی جماعت کرلی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۷/ ۹۴ھ۔

جماعت فجر سے پہلے تجارتی دھندوں میں لگ جانا

سوال [۲۸۵۱]: الحمدللہ میں ظہر، عصر، مغرب، عشا کی نماز جماعت سے پڑھتا ہوں، لیکن میں پھیری کرتا ہوں (۲) اور میرا معمول یہ ہے کہ میں جہاں پھیری کرتا ہوں وہ یوناسٹی سے پانچ میل باہر ہے، وہاں صبح صادق سے پہلے پہنچ جاتا ہوں اور اذان کے بعد جماعت سے پہلے سنت، فرض پڑھ کر اپنی پھیری کو چلا تا ہوں کیونکہ اگر میں جماعت کا انتظار کروں تو جو میرے ڈیوٹی والے گاہک ہیں وہ چلے جاتے ہیں اور دوسرے پھیری والے میرے سے پہلے دھندا شروع کردیتے ہیں۔ تو کیا میں اس وعید میں داخل ہوں کہ کہ جو اذان سنکر مسجد سے نکل جائے کیا میرے لئے یہ بہتر ہے کہ وقت ہونے کے بعد اذان سے پہلے نماز پڑھ کر نکل جاؤں تو میرے لئے

= الجماعة تفضل على صلوة الرجل وحده بسبع و عشرين درجةً". (سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء فی فضل الجماعة : ۱/ ۵۲، سعید)

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : "صلوة الرجل فی جماعة تزيد علی صلوته فی بيته وصلوته فی سوقه بضعاً و عشرين درجةً". الحديث. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب فضل الصلوة المكتوبة فی جماعة اهـ : ۱/ ۲۳۴، قديمی)

(۱) "والمستحب ...... تعجيل مغرب، مطلقاً و تأخيره قدر ركعتين يكره تنزيهاً". (الدر المختار).

"(قوله: يكره تنزيهاً) أفاد أن المراد بالتعجيل أن لا يفصل بين الأذان والإقامة بغير جلسة أو سكتة على الخلاف، و أن ما فی القنية من استثناء التأخير القليل محمولٌ على ما دون الركعتين، و أن الزائد على القليل إلى اشتباك النجوم مكروه تنزيهاً، وما بعده تحريماً" (ردالمحتار، كتاب الصلوة، : ۱/ ۳۶۹، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلوة، : ۱/ ۴۳۱، سعيد)

(۲) "پھیری: گشت، چکر" .... خردہ فروش کا گشت، پھیری والا: وہ شخص جو گلی کوچوں میں پھر کر سودا بیچے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۱، فیروز سنز، لاہور)

کیا حکم ہے؟ اور کیا میں اس وعید میں داخل ہوں کہ جو صبح بازار کی طرف جائے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے، کیونکہ میں چار بجے رات سے ہی اپنی پھیری کے مقام کو چل دیتا ہوں لیکن میں پہلے مسجد ہی میں پہنچ جاتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صبح صادق سے پہلے اپنی بیوپار کی جگہ پہنچ جانے میں حرج نہیں، پھر اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آپ مسجد میں فجر کی نماز باجماعت ادا کریں ۔جس کا حق آپ مسجد میں ادا کریں گے وہ آپ کے بیوپار کو اس کی وجہ سے فیل نہیں ہونے دے گا، جس قدر آمدنی آپ کو اس بیوپار سے ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ نماز باجماعت کا اجر ہے(۱)، جو پیسہ آپ کے مقدر کا ہے وہ آپ کو مل کر رہے گا، انتظارِ جماعت کی وجہ سے وہ ہرگز ضائع نہیں ہوگا، آپ کے گاہک ڈیوٹی پر جائیں یا نہ جائیں مقدر کو کوئی بدل نہیں سکتا(۲)، تاہم اگر اتنی گنجائش نہیں تو مسجد سے علیحدہ کسی اور کو ساتھ لے کر جماعت کرلیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل وکرم کا معاملہ فرمائیں گے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۷/ ۸۸ھ۔

---

(۱)"وعن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذّ بسبع وعشرين درجةً". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب فضل صلوٰة الجماعة.........الخ: ۱/ ۸۹، قديمي)

"(والجماعة سنة مؤكدة للرجالّ، وقيل: واجبة، وعليه عامة .... على الرجال العقلا البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۲، ۵۵۴، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الأول في الجماعة: ۱/ ۸۲، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب الإمامة والحديث في الصلاة: ۱/ ۳۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲)"حدثنا عبد الله رضى الله تعالىٰ عنه قال: حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، -وهو الصادق المصدوق-: "إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه أربعين يومًا، ثم يكون علقةً مثل ذلک، ثم يكون مضغةً مثل ذالک، ثم يبعث الله إليه ملكًا بأربع كلمات: فيكتب عمله وأجله ورزقه وشقيٌ أو سعيدٌ الخ". (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب خلق آدم وذريته: ۱/ ۴۶۹، قديمي)

جماعت ہوچکی تو نماز کہاں پڑھے؟

سوال[۲۸۵۲]: مسجد جاتے ہوئے راستے میں معلوم ہوا جماعت ہوگئی اور مسجد اور مکان کی مسافت برابر ہے تو گھر میں جا کر نماز ادا کرنا افضل ہے یا مسجد میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تنہا ہی پڑھنا ہے تو مسجد میں افضل ہے اگرچہ مسافت مسجد کی زیادہ ہو(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

جماعت چھوٹنے پر طلباء پر طعن کرنا

سوال[۲۸۵۳]: مدرسہ میں مدرسین وطلباء اور کچھ چھوٹے بچے جو اب بالغ بھی نہیں ہوئے، اگر کسی بھی وجہ سے نمازِ جماعت سے رہ جائیں تو ان کی جماعت چھوٹ جانے پر ان کو طعن کرنا ان الفاظ کے ساتھ کہ یہ ''نائبِ رسول ہیں، یہ مہمانِ رسول ہیں، یہی مہمانِ رسول ہیں''۔ایسے جملے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداومصلیا:

طعن وطنز نہ کیا جائے نہ مدرسین پر، نہ طلباء پر، نہ کسی اَور پر، یہ بہت بُری بات ہے اس کا ثمرہ بھگتنا پڑتا ہے، البتہ نصیحت وخیر خواہی کے طور پر ترغیب دی جائے (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۱۸ھ۔

تنہا اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھنا

سوال[۲۸۵۴]: ایک شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے اور نیت جماعت کی کر لیتا ہے اور جہری

---

(۱) ''(قوله: ولو فاتته، ندب طلبها الخ) .... وإن صلى فى مسجد حية منفرداً، فحسن''.

(ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۵، سعید)

(وكذا فى البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۶، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب الإمامة: ۱/۳۴۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ''وينبغي للآمر والناهي أن يرفق ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب، فقد قال الإمام الشافعي: من وعظ أخاه سراً، فقد نصحه وزانه، ومن وعظه علانيةً فقد فضحه وشانه''. (المرقاة شرح المشكوة، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۸/۸۶۳، تحت رقم الحديث: ۵۱۳۷، رشيديه)

نماز میں قرأت بالجہر وتکبیراتِ انتقالات بالجہر کرتا ہے تو کیا اس شخص کو جماعت کا ثواب ہو جائے گا، یا جنگل میں تنہا اذان واقامت کہہ کر نماز شروع کرے اور آغاز میں تکبیرِ تحریمہ بھی بالجہر کہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کو چھوڑ کر بلا عذر گھر میں یا جنگل میں تنہا اذان واقامت کہہ کر قرأت وتکبیراتِ انتقالات بالجہر کر کے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب نہیں ہوگا، البتہ جو شخص جماعت کا عادی ہو اور کسی مجبوری کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہو سکے، تو اس کو اپنی نماز بصورتِ جماعت ادا کرنا افضل ہے۔ "تدویر الفلك فی حصول الجماعة بالجن والملك" میں حدیث نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص جنگل میں تنہا اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو جنات اور ملائکہ اس کی اقتداء کرتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۲/۲۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۲/۲۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وأخرج سعيد بن منصور وابن أبی شيبه فی "المصنف" والبيهقی فی "سننه" عن سلمان الفارسی، قال: "إذا كان الرجل فی أرض فأقام الصلاة، صلی خلفه ملكان، فإذا أذن وأقام، صلی خلفه من الملائكة مالايری طرفاه، يركعون بركعة ويسجدون بسجوده، ويؤمّنون علی دعائه". وأخرجه البيهقی بطريق آخر عن سليمان مرفوعاً الخ". (رسائل اللكنوی، تدوير الفلك فی حصول الجماعة بالجن والملك: ۳۷۸/۱، إدارة القرآن)

الفصل الثالث فی الجماعة الثانیة

(جماعتِ ثانیہ کا بیان)

جماعتِ ثانیہ

سوال[۲۸۵۵]: ا......جس مسجد میں اذان و جماعت ہو چکی ہو، پھر اس مسجد میں دوبارہ اذان و جماعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲......اگر امام کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اذان و جماعت کرلے تو پھر امام دوبارہ اذان و جماعت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......اگر ہر روز کے مقررہ امام اور مقتدیوں نے اذان و جماعت وقتِ مقرر پر کی ہے تو اب اس مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے(۱)۔

۲......اگر دوسرے محلّہ کے لوگوں نے کی ہے تو اس محلّہ والوں کو دوبارہ جماعت کرنا درست ہے(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ۸/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ شعبان المعظم/ ۵۸ھ۔

---

(۱) "ویکره تكرار الجماعة بأذان و إقامة في مسجد محلة، لا في مسجد طريق أو مسجدٍ لا إمام له و لا مؤذن". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/ ۵۵۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة : ۱/ ۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل العاشر أنواع الصلوة، تاسعاً: تكرار الجماعة في المسجد : ۲/ ۱۸۲ ا، رشيديه)

(۲) "فإن صلى فيه قوم من الغرباء بالجماعة، فلأهل المسجد أن يصلوا بعدهم بجماعة بأذان و إقامة؛ =

ایضاً

سوال[۲۸۵۶]: جماعتِ ثانیہ کرنی ایسی مسجد میں جہاں پنج وقتی نمازیں ہوتی ہوں، نیز جمعہ بھی منعقد ہوتا ہو کیسا ہے؟ جہاں امام ومؤذن بھی مقرر ہوں، کبھی کبھی لوگوں کی کسل وسستی کی بنا پر جماعت واذان نہ دی جاتی ہو؟ یا لوگ اپنی سستی کی بنا پر جماعتِ اولیٰ میں شریک نہ ہوں اور باتیں کرتے رہیں اور بعد میں جا کر جماعت کریں۔ دیہات کی وجہ سے اوقاتِ مقررہ میں تغیر ضرور ہو جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجدِ محلّہ میں جب کہ امام ومؤذن پنجوقتہ نمازی مقرر ہوں ہیئتِ اولیٰ کے مطابق تکرارِ جماعت مکروہ ہے لیکن غیر اہلِ محلّہ نے آکر جماعت کرلی ہے تو پھر اہلِ محلّہ کو جماعتِ ثانیہ اپنے وقتِ معمول پر کرلینا درست ہے:

"ویکره تكرار الجماعة بأذان و إقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طريق أو مسجدٍ لا إمام له و لا مؤذن". در مختار(۱)۔ "إلا إذا صلى بهما فيه أولاً غير أهله أو أهله لكن بمخافة الأذان، اهـ". شامی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۶/۶/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= لأن إقامة الجماعة فی هذا المسجد حقهم اهـ". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۵، رشيديه)

(وكذا فی الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۳، سعيد)

(وكذا فی الفقه الإسلامی وأدلته، الفصل العاشر، أنواع الصلوة، تاسعاً: تكرار الجماعة فی المسجد : ۲/۱۱۸۲، رشيديه)

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا فی الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة : ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا فی الفقه الإسلامی وأدلته، الفصل العاشر أنواع الصلوة، تاسعاً: تكرار الجماعة فی المسجد : ۲/۱۱۸۲، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۳، سعيد) .... =

ایضاً

سوال[۲۸۵۷] : جماعتِ ثانیہ اگر ہیئتِ اولیٰ پر نہ ہو تو مسجد میں جائز ہوگی یا نہیں؟

عبدالرحمٰن، پیش امام محلّہ بیوپاریان، قصبہ اول، ضلع متھرا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روایت میں مکروہ نہ ہوگی (۱) مگر ظاہر الروایۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے، البتہ تبدیلِ ہیئت اور بلاتبدیلِ ہیئت میں تنزیہی وتحریمی کا فرق ہوجائے گا (۲)۔

"و لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله، يصلون وُحداناً، و هو ظاهر الرواية. والبسط في شرح شمس الأئمة". شامی: ۱/۲۷۱، نعمانیہ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/صفر/۵۳ھ۔

= (وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۲، ۶۰۳، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل العاشر أنواع الصلوة، تاسعاً: تكرار الجماعة في المسجد : ۲/۱۱۸۲، رشيديه)

(۱) "و عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ : لا بأس به مطلقاً إذا صلى في غير مقام الإمام". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۵، رشيديه)

(۲) "عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولى، لا تكره، وإلا تكره، و هو الصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا في البزازية، انتهى. وفي التاتارخانية عن الولوالجية :و به نأخذ". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب الصلوة، الخامس عشر في الإمامة والاقتداء. نوع فيما يكره و ما لا يكره : ۴/۵۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، مسائل متفرقة، ص:۶۱۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۳، سعيد)

((وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۰۵، رشيديه)

ایضاً

سوال[۲۸۵۸]: مسجدِ محلّہ میں امام اورمؤذن متعین ہیں نماز کے وقت پر دوچار آدمی کی جماعت کرلی، بعد میں ۱۰، ۲۰/ آدمی آگئے، اب وہ کیا کریں؟ دوبارہ جماعت مسجد میں کرسکتے ہیں یانہیں؟ یاسب الگ الگ پڑھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محلّہ کے روزانہ کے نمازی جب وقتِ معین پر جماعت کرلیں تو بعد میں آنے والوں کوایسی مسجد میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے(۱) اس مسئلہ میں مستقل رسالہ "القطوف الدانية" ہے، اس میں دلائل مذکور ہیں (۲)۔علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دفعہ مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ جماعت ہوچکی ہے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں جماعتِ ثانیہ نہیں کی بلکہ مکان پر تشریف لاکر جماعت کی (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "ويكره تكرار الجماعة بأذان و إقامة في مسجد محلة، لا في مسجد طريق أو مسجدٍ لا إمام له و لا مؤذن". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل العاشر أنواع الصلوة، تاسعاً: تكرار الجماعة في المسجد: ۲/۱۱۸۲، رشيديه)

(۲) (القطوف الدانية في تحقيق الجماعة الثانية من تاليفات رشيديه لمولانا رشيد احمد الگنگوهي رحمه الله تعالیٰ، إداره اسلاميات لاهور)

(۳) "و لنا أنه عليه السلام كان خرج ليصلح بين قوم، فعاد إلى المسجد، و قد صلى أهل المسجد، فرجع إلى منزله فجمع أهله و صلى". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، سعيد)

(رواه الهيثمي في مجمع الزوائد، باب فيمن جاء الى المسجد فوجد الناس قد صلوا: ۲/۴۵، دار الفكر)

وضوخانے میں نماز کے بعد جماعتِ ثانیہ

سوال[۲۸۵۹]: جس مسجد میں نماز ہوچکی اسی مسجد کے وضوخانہ میں کچھ لوگ دوبارہ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، ان میں سے کچھ لوگ مسجد کے فرش پر بھی آجاتے ہیں تو ان کی نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتفاقیہ اگر ایسی نوبت آجائے تو مضائقہ نہیں مگر اس کی عادت نہ ڈالی جائے، ایسی جماعت میں جو نمازی فرشِ مسجد پر ہوں گے ان کے حق میں کراہت ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۸۸ھ۔

بریلوی امام ہونے کی وجہ سے جماعتِ ثانیہ کرنا

سوال[۲۸۶۰]: ہمارے یہاں دوعقیدے کے لوگ ہیں: (دیوبند، بریلوی)۔ بریلوی والے جہلاء لوگ ہیں اور مسجد پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں، امامت کرتے ہیں، دیوبندی علماء کو کافر اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، علاوہ ازیں دیوبندی علماء تنازع اور تصادم کی وجہ سے جماعت میں شریک ہونے سے گریز کرتے ہیں۔ اس حالت میں ہم چند عوام جو جماعت سے محروم رہ جاتے ہیں، حالانکہ دیوبندی علماء بھی موجود ہیں، اس لئے ہم جماعتِ اولیٰ ترک کرکے جماعتِ ثانیہ سے نماز ادا کرتے ہیں، ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بریلوی لوگوں کے اس تشدد کے باوجود یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے کہ وہ لوگ وہاں جماعت سے نماز پڑھیں اور آپ لوگ بیٹھے رہیں، پھر ان کے بعد اپنے امام کے پیچھے جماعتِ ثانیہ کریں، یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے (۲)۔ یا تو ان کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں یا دوسری مسجد میں پڑھیں (۳) اور اعلیٰ بات یہ ہے کہ ان کے

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت العنوان السابق آنفاً)

(۲) "لأنه لا يخلو الحنفي حالة صلاة الشافعي، إما أن يشتغل بالرواتب لينتظر الحنفي، و ذلك منهي عنه، لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا أقيمت الصلوة فلا صلاة إلا المكتوبة". و إما أن يجلس، وهو مكروه أيضاً لإعراضه عن الجماعة من غير كراهة في جماعتهم على المختار". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۴، سعيد)

(۳) "ويكره إمامة عبد و أعرابي و فاسق وأعمىٰ و مبتدع اهـ". (الدر المختار). "فإن أمكن الصلوة =

امام کی اصلاح کریں کہ وہ فتنہ کی بات نہ کہے اور عقیدہ صحیح کرے اور اس کو جو غلط فہمی ہو اس کو اہلِ علم سے حل کرے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

دو مسجدیں برابر برابر، نئی مسجد میں جماعتِ ثانیہ

سوال[۲۸۶۱]: قدیم مسجد میں عذر سے تنگی کے باعث بازو میں مسجدِ ثانی موسوم کرکے جدید مسجد تعمیر کی ہے، یہ تعمیر قدیم ہی مسجد کی ہے، چونکہ بعض لوگوں کی جماعت چوک جاتی ہے تو اس لئے اس نئی مسجد میں لوگ جماعت ثانیہ کر لیتے ہیں۔تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جدید وقدیم دونوں مسجدوں میں مستقل اذان، نماز، جماعت کا اہتمام ہوتا ہے اور پابندی سے ہوتی ہے تو دوسری جماعت کسی میں نہ کی جائے، اگر دونوں کا امام ومؤذن ایک ہی ہے اور ایک ہی جماعت ہوتی ہے تو محض بعد کے اضافہ ہونے کی وجہ سے وہ دوسری مسجد مستقل مسجد نہیں ہے بلکہ دونوں مل کر ایک ہی مسجد ہے وہاں جماعتِ ثانیہ نہ کی جائے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۸۸ھ

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۸۸ھ۔

= خلف غيرهم فهو أفضل، و إلا فالاقتداء أولى من الانفراد". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰ سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۶۱۰، ۶۱۱ رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۳، قديمي)

(۱) "ويكره تكرار الجماعة بأذان و إقامة في مسجد محلة، لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له و لا مؤذن". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة: ۱/ ۸۳، رشيديه)

(والفقه الإسلامي، الفصل العاشر أنواع الصلوة، تاسعاً: تكرار الجماعة في المسجد: ۲/ ۱۱۸۲، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، في مسائل متفرقة، ص: ۶۱۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

ظہر وعشاء پڑھ کر پھر اسی جماعت میں شرکت

سوال[۲۸۶۲]: ایک بار ظہر یا عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لینے کے بعد دوبارہ اسی نماز کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ شریک ہوسکتا ہے جماعت کے ساتھ پڑھی یا تنہا اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

"کان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا صلى بالناس ودخل شخص بعد ما صلى الناس يقول:"من يتصدق على هذا"؟ فيصلى معه فيقوم الناس يصلى جماعةً ثانية"(۱)۔

عمرو کہتا ہے کہ اگر جماعت کے ساتھ پڑھی تو شریک نہیں ہوسکتا، اگر تنہا پڑھی تو شرکت دوبارہ روا ہے اور یہ حدیث بیان کرتا ہے:

"و جآء ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما يوماً لمسجد، فصلى الناس و لم يصل معهم، فقال رجل: ما منعك أن تصلى مع الناس؟ فقال: إنى سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول:"لا تصلوا صلوة فى يوم مرتين"(۲)۔ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب و بيده أزمة الحق و الصواب حامداً و مصلياً :

اگر بہ نیتِ فرض شریک ہوتا ہے تو دونوں کا قول غلط ہے: "لا يصلى بعد صلوة مثلها" (۳) اگر بہ نیتِ نفل شریک ہوتا ہے تو زید کا قول صحیح ہے، عمرو کی بیان کردہ تفصیل غلط ہے:

---

(۱) (مجمع الزوائد للهيثمي: باب فيمن تحصل بهم فضيلة الجماعة: ۴۵/۲، دار الفكر)

(وكذا فى سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة، باب فى الجمع فى المسجد مرتين : ۹۲/۱، امداديه ملتان)

(۲) (سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة، باب إذا صلى فى جماعة ثم أدرك جماعة يعيد : ۹۳/۱، امداديه ملتان)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل :۳۷/۲، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل : ۴۳۷/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل : ۱۰۸/۲، رشيديه)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل : ۳۰۳/۱، امداديه ملتان)

"رجل دخل مسجداً قد أذِن فيه، كره له أن يخرج حتى يصلى، فإن كان قد صلى وكانت الظهر والعشاء، فلا بأس بأن يخرج ما لم يأخذ في الإقامة، فإن أخذ فيها لم يخرج حتى يصليهما تطوعاً، اهـ"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ ذی الحجہ/ ۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۶۶ھ۔

باہمی نزاع کی وجہ سے تکرارِ جماعت

سوال[۲۸۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

زید اور عمرو بکر کے مابین ایک عرصہ سے معاملاتی نزاع چل رہی ہے جس کی بنا پر عمرو بکر وغیرہ بجائے ایک جمعہ وجماعت کے علیحدہ طور پر ایک ہی مسجد میں دو جمعہ وجماعت زید مذکورہ بالا امام سے علیحدہ قائم کریں کہ جس پر ایک غیر مسلم شخص نے دونوں فریقوں کو بلا کر یہ کہا کہ تم لوگ آپس میں جھگڑا نہ کرو، ایک ہی مسجد میں علیحدہ علیحدہ طور پر نماز پڑھ لیا کرو تو اس کے جواب میں زید مذکورہ امام نے یہ کہا کہ ہمارے مذہب میں اللہ ورسول کی طرف سے قرآن وحدیث مسئلہ ومسائل سے ایک ہی مسجد میں دو جمعہ وجماعت جائز نہیں ہے۔ اب اس کے جواب میں فریقِ ثانی عمرو بکر وغیرہ نے زید مذکورہ بالا امام سے یہ کہا ہے ہم لوگوں کو اللہ ورسول قرآن وحدیث مسئلہ ومسائل اور نماز کا درست ونادرست سے کوئی سروکار نہیں۔

مستفتی: حکیم مولوی محمد سلیمان صاحب، رام گڑھ، ڈاک خانہ محمواں، ضلع گیا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک مسجد جماعت میں تکرارِ جماعت حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب العاشر في إدراك الفريضة: ۱/۱۲۰، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، الباب العاشر في إدراك الفريضة: ۱/۱۵۲، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۴، ۵۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۱/۱۴۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”و یکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة“. در مختار۔ قال الشامی:

”(قوله: ویکره): أی تحریماً لقول الکافی: لا یجوز، والمجمع: لا یباح، و شرح الجامع الصغیر: إنه بدعة کما فی رسالة السندی. .... والمراد بمسجد المحلة: ماله إمام وجماعة معلومون کما فی الدر و غیرها، و مثله فی البدائع وغیره. و مقتضی هذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة و لو بدون أذان، و یؤیده ما فی الظهیرة: لودخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیه أهله، یصلون وحداناً، وهو ظاهر الروایة، اهـ“. شامی: ۱/۵۷۷(۱)۔

عمرو بکر وغیرہ کے کہے ہوئے جو الفاظ سوال میں نقل کئے گئے ہیں وہ بہت سخت ہیں، اگر واقعی انہوں نے یہ الفاظ کہے ہیں تو ان کو فوراً توبہ کرنی چاہئے اور احتیاطاً تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے (۲)۔ فقط

---

(۱) (الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۴، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۵، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة: ۱/۸۳، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فی بیان من هو احق بالإمامة: ۱/۶۵۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ”لله أشد فرحةً بتوبة أحدکم من أحدکم بضالته إذاوجد“.

قال الإمام النووی تحت هذاالحدیث: ”واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة علی الفور، لا یجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً، اهـ“. (الصحیح لمسلم مع شرحه الکامل للنووی، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(وکذا فی روح المعانی: ۲۷/۱۵۹، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

”ماکان فی کونه کفراً اختلاف فإن قائله .... ویؤمربالتوبة والرجوع عن ذلک و بتجدید النکاح بینه و بین إمرأته کذا فی المحیط“. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیه)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب درست ہے: محض ذاتی نزاع کی بنا پر جمعہ و جماعت میں تفریق کرنا اور دو جماعتیں کرنا بہت برافعل ہے اس سے بچنا چاہئے (۱)۔

سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الاولی/۵۴ھ۔

جماعتِ ثانیہ میں نئے آدمی کی شرکت

سوال[۲۸۶۴]: فرض نماز جماعت سے ہورہی تھی، کوئی واجب چھوٹ گیا اور سجدہ سہو بھی رہ گیا، نماز فاسد ہوگئی جیسا کہ اردو کی تمام کتابوں میں مذکور ہے، نماز دہرائی گئی، دہراتے وقت اسی امام نے امامت کی جس نے پہلے پڑھائی تھی لیکن اس بار کچھ اور لوگ بھی آکر شریک ہوگئے۔ اب سوال یہ ہے کہ بعد میں شریک ہونے والوں کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بعد میں شریک ہونے والوں کے لئے جو بھی ہو وہ صرف سہواً ترکِ واجب اور ترکِ سجدۂ سہو سے فاسد ہونے والی نماز کا ہے یا جملہ فاسد نمازوں کا، جیسے سہواً ترکِ فرض یا قصداً ترکِ واجب یا قصداً ترکِ سجدۂ سہو وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعد کی نماز نفل ہے لہٰذا جو لوگ صرف بعد والی نماز میں شریک ہوئے ہیں ان کی نماز صحیح نہ ہوئی:

"والمختار أن المعادة لترك الواجب نفل جابر، والفرض سقط بالأولیٰ؛ لأن الفرض لا

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا﴾. (آل عمران: ۱۰۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿و لا تنازعوا، فتفشلوا و تذهب ريحكم، و اصبروا، إن الله مع الصابرين﴾. (سورة الأنفال: ۴۷)

"عن معاذ بن جبل رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم، يأخذ الشاة القاصية، والناحية، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة والعامة والمسجد". (مسند أحمد، (رقم الحديث: ۲۱۵۲۴): ۶/۳۰۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

يتكرر كما في الدر وغيره، اهـ". الطحطاوي على مراقي الفلاح(۱) ترکِ فرض سے نماز ہوئی ہی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اعادہ والی نماز میں شرکت

سوال[۲۸۶۵]: اگر امام کو نماز میں سہو ہوا مگر سجدہ نہیں کیا، جب نماز دوہرانے لگا تو مسبوقین نے نماز توڑ دی اور جماعتِ ثانیہ میں شامل ہو گئے، ایک مسبوق نے اپنی نماز پوری کر کے شرکت کی مگر سجدہ سہو نہیں کیا جو کہ امام پر واجب تھا، ایک مسبوق نے نماز بمعہ سجدہ سہو ادا کی پھر جماعتِ ثانیہ میں شریک ہوا تو ان مسبوقین کی نمازیں صحیح ہوئیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان کو کیا کرنا چاہئے۔

محمد داؤد شاہ جی سرائے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر امام کو نماز میں ایسا سہو ہوا جس کی وجہ سے نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور پھر امام نے سجدہ سہو نہ کیا بلکہ اعادہ کیا تو ان مسبوقین کی نماز صحیح ہوگئی جو اپنی نماز پوری کر کے بلا سجدہ سہو کئے ہوئے امام کے ساتھ شریک ہو گئے اور ان کی نماز مع الکراہت صحیح ہوئی جنہوں نے نماز پوری کی اور سجدہ سہو کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہو گئے، کیونکہ اگر امام سجدہ سہو نہ کرے تو مقتدی کو بھی نہ کرنا چاہئے: "فإن لم يسجد الإمام لم يسجد المؤتم" (۲)۔ اور جن مسبوقین نے نماز توڑ کر امام کے ساتھ شرکت کی ہے ان کی نماز صحیح نہیں ہوئی، ان

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان واجبات الصلوة، ص: ۲۴۸، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۲۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الهداية، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۱/۱۵۸، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، فصل: سهو الإمام يوجب عليه و على من خلفه السجود: ۱/۱۲۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۱۷۶، رشيديه)

کونماز لوٹانی چاہئے، کیونکہ امام کے ذمہ سے فرض پہلی نماز کی وجہ سے ساقط ہوگیا اور اعادہ جبرِ نقصان کی وجہ سے واجب ہے لہذا ابتداءً فرض پڑھنے والے کو اس کا اقتداء صحیح نہیں۔

" في المراقي، ص:۲٦٨: "و وجب عليه إعادة الصلوة بجبر نقصها، فتكون مكملة وسقط الفرض بالأولى"(۱)۔ اگر امام سے ایسا سہو ہوا ہے جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو پہلی نماز کسی کی صحیح نہیں ہوئی، دوسری سب کی صحیح ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ ۷/ ۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱٦/ رجب/ ۵۲ھ۔

ایضاً

سوال[۲۸٦٦]: اگر جماعت میں شبہ ہو جائے اور اس شبہ کی وجہ سے پھر اعادہ کیا جاوے تو جو نمازی پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے ابھی آتے ہوں تو وہ اس نماز میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں کہ کس صورت میں شرکت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر فرض ترک ہونے کی بنا پر اعادہ ہوا ہے تو اس میں شریک ہونا نئے آدمی کا درست ہے، کیونکہ پہلی نماز باطل ہوگئی اور اگر ترکِ واجب کی وجہ سے اعادہ ہوا ہے تو نئے آدمی کی شرکت درست نہیں، کیونکہ فرض پہلی نماز سے ادا ہو چکا ہے اور یہ صرف تکمیل ہے: " المعادة لترك واجب نفلٌ، والفرض سقط بالأولى اهـ". طحطاوی، ص:۱۳٤(۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ۷/ ٦۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

---

(۱) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص: ۴٦۲، قديمي)

(وهكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/ ۴۵۷، سعيد)

(وهكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۲۳، رشيديه)

(۲) (حاشيةُ الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان واجبات الصلوة، ص: ۲۴۸، قديمي) =

اعادہ والی نماز میں نئے آدمی کی شرکت

سوال[۲۸۶۷] : امام صاحب سے کوئی واجب ترک ہوگیا جس کی وجہ سے دوبارہ نماز لوٹائی گئی جس کے اندر کوئی نیا نمازی آ کر شامل ہوگیا تو اس شخص کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتب بقیدِ صفحہ وجلد ومطبع کے مع عربی عبارت کے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"و لها واجبات لا تفسد بتركها، و تعاد وجوباً فى العمد والسهو إن لم يسجد، وإن لم يعد يكون فاسقاً آثماً، وكذا كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لا يتكرر، اهـ". درمختار۔ "قوله: والمختار أنه: أى الفصل الثانى جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو، والأول يخرج عن العهدة وإن كان على وجه الكراهة على الأصح، اهـ". شامى مكتبه نعمانيه ديوبند(۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں فریضہ تو پہلی نماز سے ساقط ہوگیا اور اعادہ والی نماز جابر ہے اور طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں تصریح ہے کہ یہ دوسری نماز نفل ہے(۲)، اس کا تقاضا یہ ہے کہ

= (وكذا فى الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، سعيد)

(وكذا فى البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۲۳، رشيديه)

(وكذا فى فتح القدير، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۱، مصطفى البابى الحلبى بمصر)

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، سعيد)

(۲) "والمختار أن المعادة لترك واجب نفل جابر، و الفرض سقط بالأولى؛ لأن الفرض لا يتكرر كما فى الدر وغيره، و يندب إعادتها لترك السنة". (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فى بيان واجبات الصلوة، ص: ۲۴۸، قديمى)

نئے آدمی کو اس میں شرکت کرنے کی اجازت نہ ہو، شیخ ابن ہمام نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ترک واجب کی بناپر اعادہ والی نماز میں نو وارد شخص کی شرکت کا مفصل حکم

سوال [۲۸۶۸]: ترکِ واجب کی بناپر نماز کا اعادہ کیا گیا، نو وارد شخص اس دوسری جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فتاویٰ مختلف ہیں۔ تفصیل کے ساتھ مسئلہ کی تحقیق فرمائیں۔

مولوی محمد عرفان صاحب، امام مسجد عمر خان والی، کھالہ پار، مظفر نگر (یوپی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجتہدین کے کلام میں باوجود تتبع کے نو وارد کی شرکت یا عدم شرکت کی تصریح تو نہیں ملی، غالباً اس پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ معادہ بالفعل الثانی نفل ہے یا فرض، اس کا فیصلہ حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ نے بایں الفاظ فرمایا:

"یؤخذ من لفظ الإعادة و من تعریفها بما مر أنه ینوی بالثانیة الفرض؛ لأن ما فعل أولاً هو الفرض فإعادته فعله ثانیاً، أما علی القول بأن الفرض یسقط بالثانیة، فظاهر. وأما علی القول الآخر، فلأن المقصود من تکریرها ثانیاً جبر نقصان الأولی. فالأولی فرض ناقص، والثانیة فرض کامل مثل الأولیٰ ذاتاً مع زیادة وصف الکمال. ولو کانت الثانیة نفلاً، لزم أن یجب القراء ة فی

---

(۱) "و لا إشکال فی وجوب الإعادة؛ إذ هو الحکم فی کل صلوة أدیت مع کراهة التحریم، و یکون جابراً للأول؛ لأن الفرض لا یتکرر". (فتح القدیر، باب صفة الصلوة: ۱/ ۳۰۱، مصطفی البابی الحلبی بمصر)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۲۳، رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الشیخ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۲۸۷، دار الکتب العلمیة بیروت)

ركعاتها الأربع". رد المحتار، باب قضاء الفوات: ۱/ ۴۸۷ (۱)۔

فقہاء کی تعبیر میں ضرور اختلاف ہے، بعض نے: "ان الفرض يسقط بالأولىٰ" اور بعض نے "ان الفرض يسقط الثانية" کے ساتھ تعبیر فرمایا، مگر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق یہ اختلاف تعبیرات کا ہے، حقیقی نہیں، کیونکہ سقوط الفرض بالثانیۃ کا یہ مطلب نہیں کہ اُولیٰ سے سقوطِ فرض بالکل نہیں ہوا اور ثانیہ پر اس طرح موقوف ہے کہ اگر بالفرض ثانیاً اس فعل کو نہ کیا جائے تو مصلی خارج عن العہدہ نہیں ہوگا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ سقوطِ فرض موقوف ہے عدمِ اعادہ پر (نظائر مندرجہ بالا عبارت کے بعد شامی میں مذکور ہے) (۲) اور جب اعادہ ہوگیا تو یہ فرض متحول الی النفل ہوگئے جیسا کہ اگر کوئی شخص ظہر پڑھ کر صلوۃ جمعہ میں شریک ہوجائے تو فرضیت کا بطلان ہوکر عندالامام وابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ نفلیت باقی رہ جاتی ہے۔

چنانچہ اگر صلوۃ جمعہ میں اس سے ترک رکن ہوجائے تو ظہر کا اعادہ لازم ہوگا (۳)۔ اور سقوط الفرض بالاولیٰ والثانی جابر للاول کا قول بھی ثانیہ کے فرض ہونے کو مستلزم نہیں، کیونکہ اس کے معنیٰ بحسبِ تحقیقِ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ فرض کا سقوطِ ثانیہ کے شروع کرنے پر موقوف نہیں، بلکہ سقوطِ فرض ہوچکا، اب اس

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۶۵، سعيد)

(۲) "وأن لا تشرع الجماعة فيها و لم يذكروه، و لايلزم من كونها فرضاً عدم سقوط الفرض بالأولى؛ لأن المراد أنها تكون فرضاً بعد الوقوع، أما قبله فالفرض هو الأولىٰ. وحاصله توقف الحكم بفرضية الأولىٰ على عدم الإعادة ،و له نظائر: كسلام من عليه سجود السهو يخرجه خروجاً موقوفاً، و كفساد الوقتية مع تذكر الفائتة، كما سيأتي .... و بهذا ظهر التوفيق بين القولين ، و أن الخلاف بينهما لفظي؛ لأن القائل أيضاً بأن الفرض هو الثانية أراد به بعد الوقوع، وإلالزم الحكم ببطلان الأولى بترك ماليس بركن و لا شرط، كما مر عن الفتح". (رد المحتار ،كتاب الصلوة ، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۶۵، سعيد)

(۳) "فإن فعل ثم ندم و سعى إليها بأن انفصل عن دار، بطل ظهره، لا أصل الصلاة، و لا ظهر من اقتدى به، و لم يسع أدركها أولا". (الدرالمختار). "(قوله: بطل ظهره): أى وصف الفرضية، و صار نفلاً بناءً على أن بطلان الوصف لا يوجب بطلان الأصل عندهما، خلافاً لمحمد". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الجمعة: ۲/ ۱۵۵، ۱۵۶، سعيد)

نقصان کو پورا کرنے کی خاطر ذات اول کا کمال کے ساتھ اعادہ کیا جارہا ہے جس طریقے سے قعدہ اخیرہ پر ارکان پورے ہوجاتے ہیں، سقوط فرض اور کسی چیز پر موقوف نہیں، مگر سلام بسجدتی السہو کے بعد سے آخر تک جو حصہ ہے فرض ہی واقع ہوتا ہے، چنانچہ اس حالت میں جو اقتداء کرے گا اس کی اقتداء صحیح ہوجائے گی بالاتفاق، تو یہ ثانیہ مثل سجود سہو ہے، کما فی ردالمحتار: " جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو" (۱)۔

چونکہ سجودِ سہو کی صورت میں منافیٔ صلوۃ کوئی عمل نہیں ہوا، اس لئے شارع علیہ السلام اس سجود سہو کی زیادتی کو مربوط بمحل السہو قرار دیکر لجبر النقصان کا بھی اعتبار کیا اور اعادہ کی صورت میں منافیٔ صلوۃ عمل ہوچکا، لہذا اس زیادتی کی بنا اصل صلوۃ پر ممکن نہیں رہی اس لئے جدید تحریم کے ساتھ مستقل نماز کو جابر قبول کیا، چار رکعت والی نماز کے لئے چار رکعت اور تین والی کے لئے تین رکعت کو جابر قرار دینا دلیل ہے کہ معادہ بالفعل الاول وبالفعل الثانی میں اتحادِ ذات ہے، محض صورۃً تغایر وتعدد ہے، اگر محض لجبر النقصان محض زیادتی مقصود ہوتی تو نماز کی دو رکعت مشروع ہے، ہر نماز کے لئے دو رکعت جابر ہوسکتی تھی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ محض زیادتی مطلوب نہیں بلکہ زیادتی مع آحادِ ذات در مجبور منہ و جابر مطلوب ہے اور جب اتحاد فی الذات بھی مطلوب ہے تو مثلاً ذاتِ صلوۃ ظہر کا وجود چار رکعت سے ہوتا ہے لہذا لجبر النقصان چار رکعت مطلوب ہوئی، علی ہذا القیاس مُعادہ صلوۃ بالفعل الثانی متروک واجب کے قائم مقام ہے اور واجبات سب نمازوں کے مساوی ہوں اس لئے ایک ہی مقدار لجبر النقصان قرین قیاس تھی۔

الغرض معادہ بالفعل الثانی کا مماثل بالفعل الاول فی سائر الاجزاء مطلوب ہونا دلیل ہے کہ ثانیہ مثلِ اولیٰ کے عقب الوقوع فرض ہے۔ ذات کی ذاتیات واوصافِ ذاتیہ میں سے اگر کوئی معدوم ہوجائے تو ذات ہی باقی نہیں رہتی اور اگر اوصافِ عارضیہ میں خلل واقع ہوجائے تو ذات باقی رہتی ہے مگر اس وقوع خلل فی الاوصاف کا نقص ذات ہی کی طرف راجع ہوتا، پھر اگر اس نقصان کو پورا کیا جائے تو یہ جبر نقصان بلاواسطۂ ذات ممکن نہیں، یہ بھی تصریح سامنے نہیں کہ ثانیہ سے نفل کی نیت کافی ہوجائے گی۔

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلوة، مطلب: كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، سعيد)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں نفل جابر للاول مذکور ہے(۱) اس کے معنی بصورتِ تطبیق یہ ہے کہ جب ارکان وشروطِ صلوۃ مکمل ہو چکے تو اب ثانیاً شروع فی الفعل فرض نہیں بلکہ غیر فرض ہے۔ چونکہ اعادہ عند البعض واجب ہے اور عند البعض مستحب ہے اور بعض نے فی الوقت اور بعد الوقت کی تفصیل فرمائی اس لئے لفظِ ''نفل'' ذکر فرمادیا جو دونوں کو شامل ہے، اول کے نقصان کو پورا کرنا ہے، لہٰذا یہ ابتداءِ فعل کے معاقب فرض واقع ہونے کی منافی نہیں۔ مسافر پر صلوۃ جمعہ فرض نہیں، مگر جب پڑھے گا تو واقع فرض ہوگی، چنانچہ مسافر کی اقتداء صلوۃ جمعہ میں بالاتفاق صحیح ہے۔

الحاصل: بعض نے قبل الاعادہ کے اعتبار سے اُولیٰ کو اور بعض نے بعد الاعادہ کے اعتبار سے ثانیہ کو "سقطه الفريضه" سے تعبیر فرمایا، مآل سب کا واحد ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "و بهذا ظهر التوفيق بين القولين وأن الخلاف بينهما لفظي" (۲)۔ اس وضاحت کے بعد نو وارد کی عدمِ شرکت کے قول کو مختار تسلیم کرنے میں تأمل ہے، بندہ سے یہ جرأت ممکن نہیں کہ عدمِ شرکت کے قول کو غلط کہہ دے، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ عدمِ شرکت پر ہے (۳) اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کا فتوی شرکت پر ہے (۴)۔ اور یہ ممکن ہے بلکہ ظن ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے سامنے عدمِ شرکت کی بہت زیادہ قوی دلیل ہو جس کے سامنے خاکسار کی یہ تحریر ہیچ کس ہو، دونوں حضرات ہمارے مقتدیٰ ہیں، مگر چونکہ حضرت مفتی صاحب کی دلیل مستور ہے اور حضرت حکیم الامت کے فتوے کی دلیل اور مآخذ ظاہر ہے اس لئے قولِ شرکت کو مختار تسلیم کرنا قریب الفہم ہے اور یہ أیسر ہے۔ جو کچھ

---

(۱) "وكذا الحكم في كل صلاة أديت مع كراهة التحريم، والمختار أن المعادة لترك واجب نفلٌ جابرٌ، والفرض سقط بالأولى؛ لأن الفرض لا يتكرر، كما في الدر وغيره". (حاشية الطحطاوی علی مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان واجبات الصلوة، ص: ۲۴۸، قديمي)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۶۵، سعيد)

(۳) ''اگر پہلی دفعہ نماز بالکل نہیں ہوئی تھی مثلاً باطل ہوئی تھی تو نئے نمازیوں کی نماز بوقتِ اعادہ کرنے نماز کے ادا ہوگی اور اگر کسی واجب کے ترک ہوجانے سے اعادہ نماز کا واجب تھا تو نئے نمازیوں کی نماز نہ ہوگی، فقط۔'' (فتاوی دار العلوم دیوبند، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، فصلِ اول: جماعت اور اس کی اہمیت: ۳/ ۵۰، ۵۱، امدادیہ ملتان)

(۴) "لم أجده بعد تتبع في امداد الفتاوی ولا في بهشتي زيور".

فہمِ ناقص میں آیا عرض کردیا، تاہم اعتماد کے لئے حضرت مفتی صاحب بالخصوص دارالعلوم دیوبند کی توثیق ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

کتبہ محمد عرفان عفا اللہ عنہ، مسجد عمر خان والی کھالا پار مظفرنگر (یوپی)

الجواب: منجانب دارالعلوم دیوبند

الجواب حامداً ومصلياً:

ماشاء اللہ! بہت کنج وکاؤ اور محنت سے جواب مرتب کیا گیا ہے، لیکن اخیر میں اس اختلاف کو اختلاف لفظی قرار دیکر معاملہ بالکل ہلکا کردیا گیا۔ حضرت مفتی نظام الدین صاحب مدظلہ، حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کے فتوے کو اختیار فرماتے ہیں، یہ ناکارہ احتیاطاً حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ کے فتوے کا اتباع کرتا ہے اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب بھی دستخط فرمادیتے ہیں، اپنی رائے پر ان کو اصرار نہیں۔

اختلافی اقوال میں نظائر سے کام اس وقت لیا جائے جب کسی قول کی ترجیح منقول نہ ہو، جب قولِ مختار صراحۃً موجود ہو تو پھر نظائر پر نظر کرنے کی کیا ضرورت ہے:

”والمختار أن المعادة لترك واجب نفلٌ جابر، والفرض سقط بالأولى؛ لأن الفرض لا يتكرر كما في الدر المختار وغيره“. طحطاوی، ص:۱۳٤(۱)۔ ”وأن لايكون الإمام أدنى حالاً من المأموم كافتراضه و تنفل الإمام، اهـ“. مراقی الفلاح، ص:۱۵۸(۲)۔

علامہ شامی نے” والمختار أنه جابرٌ للأول “ کے تحت اس کا اصح ہونا نقل کیا ہے۔ شیخ المحققین ابن الہمام کا مختار ہی اس کو لکھا ہے: ”(قوله: والمختار أنه): أي الفعل الثاني جابرٌ للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو، و بالأول يخرج عن العهدة وإن كان على وجه الكراهة على الأصح، كذا في شرح الأكمل على أصول البزدوي. و مقابله ما نقلوه عن أبي البسر من أن الفرض هو الثاني،

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجبات الصلوة، ص: ۲۴۸، قديمي)

(۲) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۲۹۰، ۲۹۱، قديمي)

واختار ابن الهمام الأول قال: لأن الفرض لا يتكرر، اھ"، شامی: ۱/۳۰۷(۱)۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے فتوے کا ماخذ یہ منقولہ عبارات ہوسکتی ہیں، اس کے مقابل قول کے لئے بھی اگر مختار یا اصح وغیرہ کوئی لفظ مل جاتا تو زیادہ موجبِ تشفی ہوتا اور تحریر کردہ نظائر سے زیادہ مؤثر ہوتا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۲۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۲۳، رشيديه كوئٹه)

(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۷۷، دارالكتب العلمية بيروت)

الفصل الرابع فی تعیین الوقت للجماعة

(جماعت کے لئے وقت مقرر کرنے کا بیان)

نماز کے اوقات کی تعیین

سوال[۲۸۶۹]: پابندیٔ وقت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

نمازوں کے لئے جو اوقات مقرر کئے جاتے ہیں اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ سب کو جماعت مل جائے کسی کو شکایت کا موقع نہ ہو، تاہم ضرورتِ عذر کی وجہ سے کچھ تقدیم وتاخیر کردی جائے تو مضائقہ نہیں جب تک کہ حدِ کراہت میں نہ آئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

متولی کا بغیر اجازتِ امام اوقاتِ نماز تبدیل کرنا

سوال[۲۸۷۰]: متولی صاحب کو نماز کے اوقات کما حقہ معلوم نہیں، پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ میری بغیر اجازت کے امام صاحب نماز کے اوقات نہیں بدل سکتے ہیں۔ کیا متولی صاحب کا کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بات کو طول دینے اور بگاڑنے کے بجائے اگر اس طرح کرلیا جائے تو بہتر ہے کہ امام صاحب اوقات

---

(۱) "و لا یفرط فی التأخیر حتی لا تقع صلاة فی وقت مکروه". (رد المحتار، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۲۴۹/۱، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱۰۸/۱، امدادیه ملتان)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الطهارة، نوع آخر فی بیان وقت التیمم: ۲۳۸/۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی)

کی رعایت کرتے ہوئے جب وقت تبدیل کریں تو متولی صاحب کو اطلاع کردیا کریں کہ آپ فلاں وقت کو اس طرح تبدیل کردیں اور اس کا اعلان کردیں تاکہ متولی بھی خوش رہیں اور کام میں رکاوٹ بھی پیدا نہ ہو، نماز بھی صحیح اوقات پر ہوجایا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

جماعت کا وقت کون متعین کرے؟

سوال[۲۸۷۱]: نماز کے اوقات متعین کرنا، آیا مصلی کرے یا مؤذن یا گھڑی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

متولی، امام، مؤذن، مقتدی سب کے مصالح کی رعایت چاہئے، سب لوگ امام کے سپرد کردیں کہ وہ مصالح کی رعایت کرتے ہوئے جماعت کا وقت مقرر کردیں، جس سے نماز وقتِ مستحب پر ادا ہو اور سب کو شریک ہونے میں سہولت رہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۳۰ھ۔

---

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لبلال یا بلال!: "إذا أذنت فترسل فی أذانک، وإذا أقمت فاحدر، واجعل بین أذانک وإقامتک قدر مایفرغ الآکل من أکله، والشارب من شربه، والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته، ولا تقوموا حتی ترونی". (جامع الترمذی، أبواب الصلوة، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان: ۱/۴۸، سعید)

"ویجلس بینهما بقدر مایحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب إلا فی المغرب".

(الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة الخ: ۱/۵۷، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۴، ۴۵۵، رشیدیه)

نماز کے اوقات امام مقرر کرے یا مقتدی؟

سوال[۲۸۷۲]: امام مقتدیوں کے تابع ہے یا مقتدی امام کے، یعنی نماز کے لئے خود وقت دیکھ کر کھڑا ہو جائے یا مقتدی کے حکم کے مطابق؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ امام مقتدی سب کی متفقہ رائے سے شریعت کے مطابق وقت مقرر کیا جائے، اگر مقتدی ناواقف ہوں اور شرعی وقت کی شاخت نہ رکھتے ہوں تو امام مقرر کر کے اعلان کردے اسکی پابندی سب کریں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/ ذی قعدہ/ ۵۷ھ۔

تبدیلیٔ اوقات کا اختیار کس کو ہے؟

سوال[۲۸۷۳]: اوقاتِ نماز و جماعت کا تعین کرنے کا مُجاز متولی مسجد ہے یا نہیں؟ قدیم روایت کے مطابق امام صاحب ہی وقت کا تعین کرتے آئے ہیں۔

ایضاً

سوال[۲۸۷۴]: اگر متولی مسجد ہی کو تبدیلیٔ اوقات کا اختیار ہے تو وہ کس کس سے مشورہ کرے؟ اہل

---

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لبلال إذا أذنت فترسل فی أذانک، وإذا أقمت فاحدر، واجعل بین أذانک وإقامتک قدر مایفرغ الآکل من أکلہ، والشارب من شربہ، والمعتصر إذادخل لقضاء حاجتہ، ولا تقوموا حتی ترونی". (سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان: ۴۸/۱، سعید)

"ویجلس بینہما بقدر مایحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب إلا فی المغرب".

(الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الأذان، ۳۸۹/۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة الخ، ۵۷/۱، رشیدیہ)

محلّہ سے یا نمازیوں سے یا متولیانِ مسجد سے جہاں کہ جمعہ ہوتا ہے، یا مصلیان جمعہ سے یا امام وخطیب سے؟ بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی پارٹی بندی ہوگئی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......امام صاحب ہی کو حق ہے مگر وہ بھی نمازیوں کا خیال رکھیں (۱)۔

۲......نمبر: ا کے بعد اسکے جواب کی حاجت نہیں، اپنی اپنی ذاتی مصالح کے پیش نظر یا محض مخالفت کی خاطر نزاع وخلفشار بہت ہی منحوس چیز ہے، اس سے پورا پرہیز لازم ہے، جو طرز مدت سے چلا آرہا ہے جس پر رضا مندر ہتے ہیں اس میں اب کیا اشکال ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۶/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

وقت مقررہ کے بعد نمازیوں کا انتظار

سوال[۲۸۷۵]: مسجد میں اوقاتِ اذان وجماعت مقرر کردیئے گئے ہیں اور مابین اذان وجماعت نصف گھنٹہ کا وقت فاصل متعین ہے تاکہ لوگ آسانی سے حاضر ہوکر شرکت کرسکیں، مگر باوجود اس کے بعض حضرات تاخیر سے تشریف لاتے ہیں اور اقامتِ جماعت کے وقت وضوہی کرتے رہتے ہیں تو اس حالت میں کیا امام پر فرض ہے کہ ان لوگوں کا منتظر ہو؟

نبی احمد، رسول پور، ضلع سہارنپور، ۲۹/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

---

(۱) "عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: "يا بلال! إذا أذنت، فترسل فى أذانك، وإذا أقمت فاحدر، واجعل بين أذانك وإقامتك قدر مايفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته، ولا تقوموا حتى تروني". (سنن الترمذى، أبواب الصلوة ،باب ماجاء فى الترسل فى الاذان: ۴۸/۱، سعيد)

"ويجلس بينهما بقدر مايحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا فى مغرب". (الدر المختار، كتاب الصلاة ، باب الأذان : ۳۸۹/۱،سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثانى فى الأذان ،الفصل الثانى فى كلمات الأذان والإقامة: ۵۷/۱،رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگروقتِ مقررہ پراکثر نمازی آگئے اورایک دوشخص ہی نہیں آئے تو امام کوانتظارفرض نہیں بلکہ مکروہ ہے، لیکن اگروہ شریراورفتنہ پرور ہوں تو دفعِ فتنہ کے واسطے انتظارکرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ وقت میں بھی گنجائش ہو:

"رئيس المحلة لا ينتظر مالم يكن شريراً والوقت متسع". باب الأذان (۱). "فلو انتظر قبل الصلوة، ففي أذان البزازية: لو انتظر الإقامة ليدرك الناس الجماعة يجوز، و لوأحد بعد الاجتماع، لا، إلا إذاكان داعراً شريراً". شامي :۱/۵۱۶ (۲)۔

نیزاگروقت میں تنگی ہواورقوم پرگراں نہ گزرے تب بھی انتظارجائزہے(اگرچہ خوفِ فتنہ نہ ہو): "أما الانتظار قبل الشروع في غير ما يكره تأخيره كمغرب، و عند ضيق وقت، فالظاهر عدم الكراهة ولو لمعين، إلا إذا ثقل على القوم". طحطاوي :۱/۲۲۰(۳)۔فقط۔

محمودحسن گنگوہی، یکم/رجب/۵۲ھ۔

صحیح:عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۵/رجب/۵۲ھ۔

نمازمغرب میں امام کاانتظار

سوال[۲۸۷۶]: کیامغرب کی نمازکےوقت اذان ہوتے ہی نمازجماعت پڑھ لیجاوے

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۴۰۰، سعيد)

(۲) (رد المحتار ، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها : ۱/۴۹۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب الصلوة ، الفصل الأول في الأذان :۴/۲۵، رشيديه)

(۳) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ، كتاب الصلوة، فصل: الشروع في الصلوة : ۱/۲۲۰، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية ، كتاب الصلوة : نوع آخر في فصل بين الأذان والإقامة : ۱/۵۲۱، ادارة القرآن كراچی)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۲۴۵، ۲۴۶، دارالكتب العلمية بيروت)

اور اتنا انتظار نہ کیا جاوے کہ امام مقرر شدہ وضو کر سکے اور اس کا وضو بغیر کئے دوسرے شخص کو نماز کے لئے کھڑا کر دیا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آفتاب غروب ہونے کے بعد ہی مغرب کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور اس میں بلا وجہ دیر کرنا کہ دو رکعت پڑھی جاسکے مکروہ ہے، اس سے کم دیر کرنا مکروہ نہیں، پس اگر امام وضو کر رہا ہے تو اس کے انتظار میں مضائقہ نہیں بلکہ مناسب ہے کہ اس کا انتظار کرلیا جائے:

"قال في النهر: وفي الأذان من الفتح قوله: بكراهته الركعتين قبل المغرب يشير إلى أن تأخير المغرب قدرهما مكروه، و قدمنا عن القنية استثناء القليل، فيجب حمله على ما هو أقل من قدرهما مكروه توسط فيهما ليتفق كلام الأصحاب، وهذا هوالحق، اهـ". منحة الخالق: ۲۴۸/۱ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

نماز شروع کرنے میں امام متولی کا پابند نہیں

سوال [۲۸۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا متولی فجر کی جماعت اپنے حکم سے کھڑی کرتا ہے، مثلاً جیسا اس کو جماعت کرنی منظور ہوتی ہے تو سب سے پہلے زور سے بسم الرحمن الرحیم کہتا ہے اس سے امامِ مسجد جو کہ مستقل ہے سمجھ جاتا ہے کہ اب میں مصلے پر چلوں، امام کو بذاتِ خود کوئی اختیار نہیں ہے کہ وقت پر خود جا کر مصلے پر کھڑا ہو جائے۔ ایسی حالت میں متولی کا یہ طریق مطابقِ شریعت ہے یا نہیں، یا خلافِ شریعت؟ امام مقتدی کا تابع ہے یا مقتدی امام کا؟ عند اللہ اس امر کا صحیح شرعی

(۱) (منحة الخالق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۴۳۲/۱، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۳۶۹/۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲۲۷/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱۶۴/۱، امداديه ملتان)

امر صادر فرمادیں تاکہ یہ غلط فہمی دور ہوجائے۔فقط والسلام۔

بندہ عبداللہ سہارنپوری ۹/مئی/۴۱ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز کے اوقات شریعت کی جانب سے مقرر ہیں مگران میں وسعت ہے(۱) اس لئے ایسے وقت شروع کی جائے کہ شرع کے نزدیک وہ وقت مستحب ہو اور پابند جماعت نمازی اکثر اس وقت آجاتے ہوں (۲)۔ اگر متولی جماعت کے شروع کرانے میں اس کی رعایت رکھتا ہے تب تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اگر اس کی رعایت نہیں رکھتا بلکہ صرف اپنی آمد پر موقوف رکھتا ہے، خواہ وہ وقت مستحب ہو یا غیر مستحب، خواہ اکثر جماعت پابند نمازی آگئے ہوں خواہ نہ آئے ہوں بلکہ جب خود آگیا تو نماز فوراً شروع کرادے اور جب تک خود نہ آیا تو امام کو انتظار کا حکم دیا، اگرچہ وقتِ مستحب نکل کر وقت مکروہ میں داخل ہوگیا، یا ابھی وقتِ مستحب شروع ہی نہ ہوا تو ایسی حالت میں اس کا یہ خیال شرعاً پسندیدہ نہیں اور امام کو اس میں اس کی اتباع بھی نہیں کرنی چاہئے اور نماز شروع کرنے میں امام مستقل ہے، متولی یا اور کسی کے تابع نہیں بلکہ سب لوگ امام کے تابع ہیں (۳)، تاہم امام کو ایسا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے تمام مقتدیوں کو تکلیف ہو۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۴/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۶۰ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾ (سورة النساء: ۱۰۳)

(۲) "و يجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا في المغرب". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۴، ۴۵۵، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (سورة البقرة: ۱۲۴)

" وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول و من ألزم الله تعالىٰ الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة و نحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۷، ۹۸، قديمى)

انتظارِ صلوٰۃ

سوال[۲۸۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں: زید کا اعتراض ہے کہ جب یہ مسئلہ ہے کہ مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان موافق چار رکعت کے بیٹھے اور مغرب میں تھوڑی دیر، تو اکثر مسجدوں میں مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان آدھ گھنٹہ کا وقفہ دیتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے، کیا یہ درست ہے؟ اس آدھ گھنٹہ کی پابندی سخت کرتے ہیں اور کراتے ہیں۔ اس کو مفصل فرماویں اور کتب حدیث کا بھی حوالہ دیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

احادیث میں آدھ گھنٹہ کی تحدید نہیں بلکہ یہ حکم ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فصل ہونا چاہئے کہ جو شخص کھانا کھا رہا ہو وہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جائے اور جس کو ضرورت ہو وہ قضائے حاجت وغیرہ سے فارغ ہو جائے، اب اہلِ مسجد کے اتفاق رائے پر موقوف ہے، بعض جگہ آدھ گھنٹہ وقفہ مقرر کر لیتے ہیں اور بعض جگہ کم اور کسی نماز کے لئے آدھ گھنٹہ سے بھی زائد، جیسے صبح کی نماز میں، اور یہ فرق تفاوتِ احادیث سے بھی ثابت ہے:

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لبلال: "اجعل مابین أذانك وإقامتك قدر ما یفرغ الآکل من أکله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل القضاء حاجته، اهـ". مشکوة المصابیح مختصراً، ص: ٦٣ (١)۔ "وقال ابن بطال: لاحدّ لذلك غیر تمکن دخول الوقت اجتماع المصلین، اهـ". فتح الباری: ٢/٨٨(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(١) (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الثانی: ١/٦٣، ٦٤، قدیمی)

(وجامع الترمذی، أبواب الصلوة، باب ما جاء فی الترسل فی الأذان: ١/٤٨، سعید)

(٢) (فتح الباری، کتاب الأذان، باب کم بین الأذانین والإقامة، و من ینتظر الإقامة: ٢/١٣٦، قدیمی) =

جماعت کے لئے نمازیوں کا انتظار

سوال[۲۸۷۹]: ۱......کسی مسجد میں اگر کوئی مصلی ہی نہیں آیا فجر یا مغرب کی نماز میں اور توقع ہے کہ تھوڑی دیر میں کوئی آئے۔ ایسی صورت میں امام صاحب اخیر وقت تک مصلیوں کا انتظار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ایضاً

سوال[۲۸۸۰]: ۲......اگر انتظار کئے بغیر امام صاحب نے مقررہ وقت پر اکیلے نماز پڑھ لی تو امام صاحب کو جماعت کی نماز کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وقت مقررہ پر امام صاحب کو پڑھ لینا چاہئے، کوئی آئے یا نہ آئے فرشتے اور جنات امام صاحب کی اقتداء کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......وقت مکروہ آنے سے پہلے تک انتظار کرے (۱)، جہاں آس پاس مسلمان موجود ہوں وہاں سب کو مل کر اس کا انتظام کرنا چاہئے کہ سب لوگ نماز کے لئے آیا کریں، اس مقصد کے لئے گشت بھی کیا جائے، اجتماع بھی کیا جائے، فضائلِ نماز وغیرہ پڑھنے اور سنانے کا بھی انتظام کیا جائے، جگہ جگہ تبلیغی جماعتیں کام کر رہی

= "ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا في المغرب". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۴، ۴۵۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيديه)

(۱) "ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا في المغرب" (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الأذان: نوع آخر في بيان ما يفعل فيه: ۱/۵۱۵، ادارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

ہیں، اپنے محلّہ میں بُلا کر تشکیل کرلی جائے اوران کے ساتھ دوسرے محلوں میں بھی جا کر کام کریں۔اس سے نماز کی اہمیت بھی دلوں میں پیدا ہوگی اور مسجد بھی آباد ہوگی۔

۲......امام صاحب اگر تنہا اذان واقامت کہہ کرامام کی طرح نماز پڑھ لیں گے تو ملائکہ اور جنات ان کا اقتداء کریں گے مگر انتظار کرنا پھر بھی مناسب ہے(۱) بلکہ مکان سے بُلا کر لائیں گے تو زیادہ اجر کے مستحق ہوں گے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

وقت مقررہ سے کچھ پہلے نماز

سوال[۲۸۸۱]: امام اپنی خوشی کے مطابق نماز پڑھاوے وقت کے خلاف یہ عمل کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں بالتفصیل جواب مرحمت فرمایا جائے۔

فقط والسلام المستفتی محمد عمر۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر نماز کا وقت ہی نہ ہوا ہو تو نماز پڑھنا پڑھانا ناجائز ہے(۲) اگر وقت تو ہوگیا لیکن کسی عارض کی وجہ

---

(۱)"عن أبی عثمان عن سلمان قال: لا یکون رجل بأرض قيّ فيتوضأ، فإن لم يجد الماء يتيمم، ثم ينادى بالصلوة، ثم يقيمها إلا أمّ من جنود الله ما لا يرى طرفاه". (المصنف لابن أبی شيبة، كتاب الأذان والإقامة، فی الرجل يكون وحده فيؤذن أو يقيم: ۱/۱۹۸، ۱۹۹، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(وكذا فی رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۴، سعيد)

راجع تفصيل الكلام "تدوير الفلك فی حصول الجماعة بالجن والملک" فی "مجموعة رسائل اللكنوی": ۱/۳۷۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشی.

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾. (سورة النساء:۱۰۳)

"روی عن عبد الله بن مسعود أنه قال: إن للصلوة وقتاً كوقت الحج.......... قال أبوبكر: قد انتظم ذلک إيجاب الفرض و مواقيته؛ لأن قوله تعالىٰ: ﴿كتاباً﴾ معناه فرضاً، وقوله: ﴿موقوتاً﴾ معناه أنه =

سے وقت مقررہ سے دو چار منٹ پہلے امام نے نماز پڑھادی اور پابندِ جماعت نمازی بھی آچکے تھے تو اس میں مضائقہ نہیں اگر پابند جماعت نمازی نہیں آئے تھے تو وقت مقررہ تک ان کا انتظام کرنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۶/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۶/۶/۵۷ھ۔

کسی مصلحت سے نماز میں ۵/ منٹ کی تاخیر کرنا

سوال [۲۸۸۲]: فرض نماز کا وقت جو مقرر ہے، امام کسی مصلحت سے پانچ یا چھ منٹ دیر کرسکتا ہے اور امام پر تقاضہ کرنا کیسا ہے؟

= مفروض في أوقات معلومة معينة . (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۳۷۴، قديمى)

"لأن الوقت كما هو سبب لوجوب الصلوة فهو شرط لأدائها قال الله تعالىٰ: ﴿إن الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾ : أى فرضاً مؤقتاً؛ حتى لا يجوز أدا الفرض قبل وقته إلا صلاة العصر يوم عرفة على ما يذكر". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فى بيان شرائط الأركان : ۱/۵۵۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى ردالمحتار : ۱/۳۷۰، كتاب الصلوة، سعيد)

(۱) "و ينتظر المؤذن الناس ويقيم للضعيف المستعجل و لا ينتظر رئيس المحلة و كبيرها، كذا فى معراج الدراية". ينبغى أن يؤذن فى أول الوقت ويقيم فى وسطه حتى يفرغ المتوضىء من وضوئه والمصلى من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الثانى فى كلمات الأذان والاقامة الخ: ۱/۵۷ ، رشيديه)

"رئيس المحلة لا ينتظر ما لم يكن شريراً والوقت متسع". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۰۰ ، سعيد)

"و يجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعيا لوقت إلا فى المغرب". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الثانى فى كلمات الأذان و الإقامة: ۱/۳۸۹ ،سعيد)

الجواب حامداً و مصلیاً :

کسی مصلحت یا ضرورت سے اتفاقی طور پر اگر امام ۵، ۶/ منٹ کی تاخیر کردے تو مقتدی تقاضہ نہ کریں، امام کو بھی پابندی کرنی چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

کسی کے انتظار میں وقت مقررہ سے کچھ تاخیر کرنا

سوال [۲۸۸۳]: مساجد میں عموماً جماعت کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے، لیکن اگر کبھی کسی وجہ اور کسی ضرورت سے امام پانچ سات منٹ کی تاخیر کردے وقت مقررہ سے تو کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی معزز عالم دین اور کسی بزرگ کے انتقال پر بھی تھوڑی سی تاخیر ہوسکتی ہے، اکثر لوگ اس پر خفا ہوجاتے ہیں اور وقت مقرر پر تاخیر کو حرام اور گناہ تصور کرتے ہیں، لہذا اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

نمازوں کے اوقات میں موجودہ مروجہ گھڑی کے اعتبار سے سہولت پیدا ہوتی ہے کہ پابند جماعت نمازی شرکتِ جماعت سے محروم نہ رہیں، اگر اس میں قدرے تغیر ہوجائے اور شرعی طریقے پر وقت مکروہ داخل نہ ہو تب بھی نماز بالیقین درست ہوجاتی ہے (۲)، یہ عقیدہ رکھنا کہ پانچ سات منٹ تاخیر کرنے سے نماز درست

---

(۱) "و یجلس بینهما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب إلا فی المغرب". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة اهـ: ۱/۵۷، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلوة، باب الأذان، نوع فی بیان ما یفعل فیه: ۱/۵۱۵، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "و لا یفرط فی التأخیر حتی لا تقع صلاة فی وقت مکروه". (رد المحتار، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۲۴۹، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۱۰۸، امدادیه ملتان) .... =

نہیں ہوگی، یا یہ تاخیر کرنا حرام ہے غلط عقیدہ ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے۔ جو شخص جماعت کا پابند ہو اور اتفاقیہ طور پر کبھی اس کو تاخیر ہو جائے تو اس کی خاطر سب کو انتظار کرنے میں مضائقہ نہیں، اگر کوئی شخص شریک ہو کہ جماعت نہ ملنے کی وجہ سے فتنہ برپا ہو جائے تو اس کی خاطر بھی تاخیر کرنا درست ہے، البتہ باوجاہت کی وجہ سے خوشامدانہ انتظار نہیں ہونا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نماز وقتِ مقررہ سے ایک دو منٹ آگے پیچھے ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال[۲۸۸۴]: پانچوں نمازوں کا جو وقت مقرر کرلیا جاتا ہے جیسے فجر کا ۵/ بجے، ظہر کا ڈھائی بجے، عصر ساڑھے پانچ بجے وغیرہ وغیرہ، ان مقررہ وقت کو اتنا سمجھنا ضروری ہے کہ ایک منٹ آگے ہو نہ پیچھے، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک منٹ آگے پیچھے ہونے سے نماز ناجائز نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۹۳ھ۔

= (وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، نوع آخر في بيان وقت التيمم : ۲۳۸/۱، إدارة القرآن)

(۱) "رئيس المحلة لا ينتظر ما لم يكن شريراً والوقت متسعٌ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان : ۴۰۰/۱، سعيد)

"ينبغي للمؤذن مراعاة الجماعة، فإن رآهم اجتمعوا، أقام، و إلا انتظرهم". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۴۵۵/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني في كلمات الأذان : ۵۷/۱، رشيديه)

(۲) یہاں پر مفسداتِ نماز میں سے بھی کوئی مفسد نہیں پائی جاتی ہے اس لئے نماز اپنی جگہ درست اور صحیح ہے چونکہ اوقات کی مروجہ تقرری وقت مشروع کے اندر کی جاتی ہے، لہٰذا اوقات مقررہ کی پابندی کو ضروری سمجھنا کہ ضرورت کے وقت بھی ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر کی کوئی گنجائش نہ ہو درست نہیں:

"و ينتظر المؤذن الناس، و يقيم للضعيف المستعجل، و لا ينتظر رئيس المحلة و كبيرها، كذا=

نماز میں معین آدمی کا انتظار

سوال[۲۸۸۵]: کیا ایک شخص کے باعث جماعت میں تاخیر کرنا جائز ہے؟ جبکہ مستقل امام موجود ہو، اگر وہ شخص نہیں آتا تو بجائے ایک بجے کے ڈیڑھ یا دو بجے جماعت ہوتی ہے اور اس کے بلانے کے لئے پے درپے آدمی بھیجا جاتا ہے۔ یہ فعل عند الشرع مذموم ہے یا ممدوح؟

محمد یونس۔

الجواب حامداًومصلیاً:

وقت مقررہ پر اگر تمام نمازی آجائیں تو کسی خاص شخص کا انتظار جائز نہیں مگر جب وقت مستحب میں گنجائش ہو اور قوم پر گراں بھی نہ ہو یا وہ شخص شریر فتنہ پرداز ہو تو کسی قدر انتظار میں مضائقہ نہیں:

"رئیس المحلة لا ينتظر ما لم يكن شريراً، والوقت متسع". درمختار: ۱/۴۱۵(۱)۔

"وأما الانتظار قبل الشروع فی غیر ما یکرہ تأخیرہ کمغرب، و عند ضیق وقت، فالظاهر عدم الکراهة و لو لمعین، إلا إذا ثقل علی القوم". طحطاوی: ۱/۲۲۰(۲)۔

= في معراج الدراية........ ينبغي أن يؤذن فی أول الوقت، و يقيم فی وسطه حتی يفرغ المتوضیء من وضوئه والمصلی من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشیدیه)

"و يجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا فی المغرب".

(الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعید)

(۱) (الدر المختار، باب الأذان: ۱/۴۰۰، سعید)

(۲) (حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، فصل الشروع فی الصلاة: ۱/۲۲۰، دار المعرفة بیروت)

"(قوله: إطالة ركوع أو قرأة) وأشار إلی أن الكلام فی المصلی، فلو انتظر قبل الصلاة، ففی أذان البزازية: لو انتظر الإقامة ليدرك الناس الجماعة، يجوز، لواحد بعد الاجتماع لا، إلا إذا كان داغراً شريراً". (رد المحتار، فصل فی بیان تأليف الصلاة إلی انتهائها: ۱/۴۹۵، سعید)

اگر وہ شخص دینی امور میں مشغول رہتا ہے تو اسکو نماز کی اطلاع کرنے میں مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط۔

محمود گنگوہی، ۲۶/۴/۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۷/ ربیع الثانی/۵۳ھ۔

کسی معین شخص کا نماز کے لئے انتظار کرنا

سوال [۲۸۸۶]: ۱......نماز با جماعت کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا ہے وہ وقت پورا ہو جانے کے بعد دس پانچ منٹ تک کسی خاص یا عام شخص کا انتظار کرنا کیسا ہے، جبکہ امام بھی موجود ہو اور مقتدی حضرات بھی جمع ہوں؟ کسی خاص شخص یا اپنے محبوب دوست کا انتظار کرتے کرتے وقت تنگ رہ جانے پر نماز کے لئے کھڑا ہونا کیسا ہے جبکہ دیگر مقتدی موجود ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر مقتدیوں کو گرانی نہ ہو اور وقت کے مکروہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو کسی پابند جماعت کے لئے کچھ انتظار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر اس کی عادت نہ ڈالی جائے، نہ یہ ہو کہ باوجاہت کا انتظار کیا جائے اور غریب کا انتظار نہ کیا جائے، اگر چہ یہ زیادہ پابند ہو (۲)۔

۲......مکروہ وممنوع ہے، تفصیل اوپر آ گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "(قوله: ويثوب) لا ينبغي لأحد أن يقول لمن فوقه في العلم والجاه: حان وقت الصلاة، سوى المؤذن؛ لأنه استفضالا لنفسه. بحر، قلت: و هذا خاص بالتثويب للأمير ونحوه على قول أبي يوسف، فافهم (قوله: للكل): أي كل أحد و خصه أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ بمن يشتغل بمصالح العامة كالقاضي والمفتي والمدرس، واختاره قاضيخان وغيره نهر". (رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الأذان: ۱/۴۵۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في كيفية الأذان: ۱/۲۴۱، دار الكتب العملية بيروت)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "نماز میں معین آدمی کا انتظار"۔)

الفصل الخامس فی جماعة النساء

(عورتوں کی جماعت کا بیان)

عورتوں کی جماعت

سوال[۲۸۸۷]: کتاب علم الفقہ حصہ دوم مقتدی اور امام کے مسائل کے ضمن میں فقرہ نمبر ۱۵: ''اگر جماعت صرف عورتوں کی ہو یعنی امام بھی عورت ہو تو امام کو مقتدیوں کے بیچ میں کھڑا ہونا چاہئے خواہ ایک مقتدی ہو یا ایک سے زائد، صحیح یہ ہے کہ صرف عورتوں کی جماعت مکروہ نہیں، بلکہ جائز ہے(۱)۔

حاشیہ: ''ہمارے فقہاء صرف عورتوں کی جماعت کو مکروہ لکھتے ہیں مگر چونکہ احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کی امامت کرتی تھیں (۲) اور ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامت کی اجازت دی تھی (۳) اس لئے مکروہ تحریمی کہنا بالکل خلافِ تحقیق ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ ہم کو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ عورت

---

(۱) "قال محمد: لا يعجبنا أن تؤم المرأة، فان فعلت قامت في وسط الصف مع النساء كما فعلت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ". (كتاب الآثار، كتاب الصلوة، باب المرأة تؤم النساء، كيف تجلس في الصلوة، ص: ۴۴، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "حدثنا وكيع عن ابن أبي ليلى عن عطاء عن عائشة أنها كانت تؤمّ النساء، تقوم معهن في الصف". (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلوة، المرأة تؤم النساء، (رقم الحديث: ۴۹۵۴): ۱/۴۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن الوليد بن جُميع عن عبد الرحمن بن خلاد عن أم ورقة بنت عبد الله بن الحارث بهذا الحديث، والأول أتم قال: وكان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يزورها في بيتها، وجعل لها مؤذناً يؤذن لها، وأمرها أن تؤم أهل دارها. قال عبد الرحمن: فأنا رأيت مؤذنها شيخاً كبيراً". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب إمامة النساء: ۱/۹۴، ۹۵، امداديه ملتان)

امامت کرے''(۱)۔

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صرف عورتوں کی جماعت مستحب نہیں ہے نہ کہ مکروہ ہے۔ معلوم نہیں کہ ہمارے فقہاء نے کراہت کہاں سے ثابت کی۔ حضرت مولانا ابوالحسناتؒ نے اس مسئلے میں ایک جامع اور محقق رسالہ تصنیف فرمایا ہے(۲)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عنایہ شرح ہدایہ برحاشیہ فتح القدیر ا/۲۵۰، میں جماعت النساء کی سنیت کو منسوخ لکھا ہے(۳)، اس کے قریب تبیین الحقائق، نصب الرایہ، طحطاوی وغیرہ میں موجود ہے(۴)۔ علتِ کراہت بحر، کبیری، بدائع میں

---

(۱) "قال محمد: لا يعجبنا أن تؤم المرأة، فإن فعلت قامت في وسط الصف مع النساء كما فعلت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ". (كتاب الآثار، كتاب الصلوة، باب المرأة تؤم النساء، كيف تجلس في الصلوة، ص: ۴۴، ادارة القرآن كراتشي)

(۲) (تحفة النبلاء في جماعة النساء من مجموعة رسائل اللكنوي: ۵/۲۱۴، إدارة القرآن كراچى)

(۳) "و حمل فعلها الجماعة على ابتداء الإسلام، جوابٌ عما يقال: إذا كانت إمامتهن مكروهة، فكيف فعلت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها؟ و وجهه أنها فعلت ذلك في ابتداء الإسلام، و كانت جائزةً سنةً، تقف الإمام و سطهن فنسخت سنيتها دون الجواز". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۵۳، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۴) "قالؒ: (فإن فعلن يقف الإمام وسطهن كالعراة)؛ لأن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها فعلت كذالك. كان جماعتهن مستحبة، ثم نسخ الاستحباب، و لأنها ممنوعة عن البروز ولاسيماً في الصلوة، ولهذا كان صلاتها في بيتها أفضل". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۴۸، ۳۴۹، دار الكتب العلمية بيروت)

"لكن يمكن أن يقال: إنه منسوخ، فعلت ذلك حين كان النساء يحضرن الجماعات، ثم نسخت جماعتهن، انتهى". (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۲/۳۳، مؤسسة الريان المكتبة المكية جده)

"(قوله: لفساد الزمان) و لذا قالت عائشة حين شكون إليها من عمر لنهيه لهن عن الخروج =

ذکر کی گئی ہے(۱)۔مولانا ابوالحسنات کے رسالہ کو محقق علماء نے پسند نہیں فرمایا بلکہ رد کیا ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند،۱۴/۹/۸۸ھ۔

عورتوں کی نماز جماعت سے

سوال[۲۸۸۸]: بہت سی عورتیں حافظِ قرآن ہیں، رمضان المبارک میں نماز تراویح باجماعت گھر

= إلى المساجد: لو علم النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ما علم عمر ما أذن لكن فى الخروج، قهستانى".

(حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۵، دار المعرفة بيروت)

(۱) "(قوله: و لا يحضرن الجماعات) لقوله تعالىٰ: ﴿و قرن فى بيوتكن﴾ [سورة الأحزاب:۳۳] "وقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"صلاتها فى قعر بيتها أفضل من صلاتها فى صحن دارها، و صلاتها فى صحن دارها أفضل من صلاتها فى مسجدها، و بيوتهن خير لهن". و لأنه لا يؤمن الفتنة من خروجهن".

(البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۲۷، ۶۲۸، رشيديه)

"أما النساء، فلأن خروجهن إلى الجماعات فتنة". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيمن تجب عليه الجماعة: ۱/۶۶۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعةسنة مؤكدة: ۱/۱۰۹، داراحياء التراث العربى بيروت)

(۲)رد کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی مع حوالہ یہ ہیں:

۱-مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ: (کفایت المفتی:۳/۱۴۳، کتاب الصلوۃ، تیسرا باب امامت وجماعت، دارالاشاعت، کراچی)

۲-مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی: (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۳/۳۰۱، کتاب الصلوۃ، باب امامت وجماعت، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

۳-حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی: (امداد الاحکام:۱/۵۱۶-۵۱۸، کتاب الصلاۃ، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

۴-حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ: (احسن الفتاویٰ:۳/۳۱۳، کتاب الصلوۃ، باب الامام والجماعۃ، سعید)

میں پڑھتی ہیں، ٹھیک اسی طرح جس طرح مرد مسجد میں پڑھتے ہیں کہ عورت ہی امام ہوتی ہے اور اس کے پیچھے عورتیں اقتداء کرتی ہیں، البتہ صف بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ امام عورت صف سے بہت تھوڑا سا آگے ہو جاتی ہے۔ جس مکان میں جماعت ہوتی ہے اس میں مردوں کی شرکت بالکل نہیں ہوتی، عورتوں کا کہنا یہ ہے کہ اگر اس طریقہ کو ترک کر دیا جائے تو جن لڑکیوں نے حفظ کیا ہے اور سنانے کے شوق میں یاد کرتی اور رکھتی ہیں وہ قرآن مجید بھول جائیں گی، اور اس بہانے بہت سی عورتیں تراویح پابندی سے ادا کرتی ہیں، نیز یہ کہ طریقہ نماز کی اصلاح ہو جاتی ہے، کچھ قبل غالباً جمعہ کی نماز بھی اسی طرح ادا کی جاتی تھی، اور غالباً سابق مفتی مالیر کوٹلہ نے نماز تراویح کے سلسلہ میں کچھ سہولت کی اجازت دے دی تھی۔

مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو اپنے دار العلوم کے مسلک کے مطابق میں نے مکروہ تحریمی بتایا اور دلیل میں درمختار کی یہ عبارت بھی پیش کردی: "ویکره تحريماً جماعة النساء" مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے اور مولانا موصوف کا رجحان جواز کی طرف ہے، وہ رسالہ یہاں میرے پاس نہیں ہے۔ بہرصورت میری خواہش یہ ہے کہ تنہا عورتوں کی نفل نماز کی جماعت کے مسئلہ پر اچھے اور برے دونوں پہلو سامنے رکھ کر آنجناب کی بصیرت افروز رائے معلوم ہو جائے؟

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، دارالافتاء مالیر کوٹلہ، پنجاب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

محض عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا کہ عورت ہی امام ہو اور عورت ہی مقتدی ہوں مکروہ تحریمی ہے، پنجگانہ فرض نماز ہو یا تراویح کی نماز ہو، سب کا یہی حکم ہے، یہ مسئلہ کتبِ فقہ میں اور متون، شروح میں صراحۃً مذکور ہے، ملاحظہ ہو: نور الإيضاح(۱) قدوری(۲) کنز(۳) طحطاوی(٤) بحر(٥) زیلعی (٦) رمز(۷) هدایه (۸) مجمع الأنهر(۹) در مختار(۱۰) رد المحتار(۱۱) فتح القدير(۱۲) نهایه، کفایه، عنایه (۱۳)۔

"ويكره تحريماً جماعة النساء و لو في التراويح". در مختار: ۱/۲۸۰۔

مکروہ تحریمی ہونے کے باوجود اگر وہ جماعت کریں تو امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہئے، اس حالت میں

---

(۱) "و كره جماعة النساء بواحدة منهن" (نور الايضاح، فصل في بيان الأحق بالإمامة: ۳۰۴، قديمی) =

....

= (۲) "و یکره للنساء أن یصلین و حدهن بجماعة". (مختصر القدوری، کتاب الصلوة، باب الجماعة: ۱/۱۱۷، إدارة القرآن کراچی)

(۳) "و کره إمامة العبد .... و جماعة النساء" (کنز الدقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲۸، دهلی)

(۴) "ویکره تحریماً جماعة النساء؛ لأن الإمام إن تقدمت، لزم زیادة الکشف، و إن وقفت وسط الصف، لزم ترک الإمام مقامه، و کلٌّ منهما مکروه". (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۴۵، دار المعرفة بیروت)

(۵) "و کره إمامة عبد .... و جماعةالنساء". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، رشیدیه)

(۶) "و کره جماعة النساء وحدهن". (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۳۵، امدادیه ملتان)

(۷) "و کره أیضاً جماعةالنساء؛ لأنها لا تخلو عن نوع حرام". (رمز الحقائق المعروف بعینی شرح کنز الدقائق: ۱/۳۸، إدارة القرآن، کراچی)

(۸) "ویکره للنساء أن یصلین وحدهن الجماعة". (الهدایة، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۳، مکتبه شرکت علمیة ملتان)

(۹) "و کذا (أی یکره) جماعة النساء وحدهن". (مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة: ۱/۱۶۴، غفاریه کوئٹه)

(۱۰، ۱۱) "ویکره تحریماً جماعةالنساء". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۵، سعید)

(۱۲) "ویکره للنساء وحدهن الجماعة؛ لأنها لا تخلوا الخ .... صریح فی أن ترک التقدم لإمام الرجال محرم الخ". (فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۵۲، مطبع مصطفی البابی الحلبی، مصر)

(۱۳) "یکره للنساء .... مکروه؛ لأن إمامتهن إما تتقدم علی القوم أو تقف وسطهن". (العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر، کتاب الصلاة باب الإمامة: ۱/۳۵۲، مصطفی البابی، مصر)

ان کی نماز ہو جائے گی، ارتکابِ تحریمی سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں:

"کره جماعة النساء؛ لأنه لا يخلو عن ارتكاب محرّمٍ، و هو قيام الإمام وسط الصف، فيكره كالعراة، كذا في الهداية، وهو يدل على أنها كراهة تحريم؛ لأن التقدم واجب على الإمام للمواظبة عليه من النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عليه، و ترك الواجب موجب لكراهة التحريم المقتضية للإثم الخ". البحر الرائق (۱)۔ "و لأنه يلزمهن أحد المحظورين: إما قيام الإمام وسط الصف و هو مكروه، أو تقدم الإمام و هو أيضاً مكروه في حقهن كالعراة، فلم يشرع في حقهن الجماعة أصلاً، و لذا لم يشرع لهن الأذان، و هو دعاء إلى الجماعة، و لو لا كراهة جماعتهن شرع الخ". زيلعي (۲)۔

حفظ کو باقی رکھنے کے لئے خارجِ نماز حافظہ سنائے، دیگر مستورات بیٹھ کر سن لیں، ہر ایک اپنی تراویح میں اوابین میں، تہجد میں، پڑھا کرے، اس طرح حفظ بھی باقی رہے گا اور کراہتِ تحریم کے ارتکاب سے بھی حفاظت رہے گی۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ پر ایک زمانے میں اجتہاد کا اثر رہا ہے، یہ مسئلہ بھی اسی دور میں انہوں نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے جس کا نام ہے "تحفة النبلاء" یا پھر ان کے تفردات میں سے ہے جس کی وجہ سے اصل مذہب کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۶/۲ھ۔

جماعت النساء

سوال[۲۸۸۹]: عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے یعنی صرف عورتیں جماعت منعقد کر سکتی ہیں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عورتوں کو صرف جماعت کرنا خواہ فرائض کی ہو یا نوافل کی مکروہ تحریمی ہے: "(و يكره تحريماً جماعة النساء و لو في التراويح). قال ابن عابدين رحمة الله تعالىٰ: "أفاد أن الكراهة في كل ما

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۱۴/۱، رشيديه)

(۲) (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۳۵/۱، امدادية)

تشرع فیه جماعة الرجال فرضاً أونفلا". درمختار و شامی (۱)۔

عورتوں کو مردوں کے ساتھ بھی جماعت میں شریک ہونا مکروہ ہے، خواہ وہ پنجوقتہ جماعت ہو خواہ جمعہ و عیدین کی: "و یکرہ حضورهن الجماعة ولولجمعة و عید و وعظ مطلقاً و لو عجوزاً لیلاً علی المذهب المفتی به، اھ". درمختار (۲)۔ جمعہ وعیدین کی جماعت بھی عورتوں کے لئے ممنوع ہے بلکہ اگر ان کو مرد جمعہ وعیدین میں امام بن کر پڑھائے اور کوئی مقتدی مرد نہ ہوتب بھی ناجائز: " والسادس: الجماعة وأقلها ثلاثة رجال". درمختار۔ قال ابن عابدین رحمة اللّٰه تعالیٰ: "واحترز بالرجال عن النساء والصبیان، فإن الجمعة لا تصح بهم وحدهم لعدم صلاحیتهم للإمامة فیها بحال. بحر عن المحیط". شامی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۶/۶/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

عورتوں کا مسجد میں جانا

سوال[۲۸۹۰]: عورتوں کا پردہ کے ساتھ باجازتِ شوہر کے مسجد میں نماز کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۵/۱، سعید)

(وكذا فی الفتاوی العالمكیریة، كتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماما لغیره: ۸۵/۱، رشیدیه)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۲۴۴/۱، امدادیه ملتان)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۶/۱، سعید)

(وكذا فی ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱۰۹/۱، داراحیاء التراث العربی)

(۳) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الجمعة: ۱۵۱/۲، سعید)

(وكذا فی الفتاوی العالمكیریة، كتاب الصلوة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱۴۸/۱، رشیدیه)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلوة الجمعة: ۲۶۲/۱، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلياً:

فتنہ وفساد کی زیادتی کی وجہ سے ممنوع ہے(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''عورتوں کی یہ حالت اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے تو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے''(۲)۔ بعض اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تدبیروں سے اپنی عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکا ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، و لكن ليخرجن وهن تفلات". "لكن ليخرجن إلى المساجد للصلوة والحال أنهن غير متطيبات و غير مبرجات بزينة .... والفتوى اليوم على الكراهة فى الصلوات كلها لظهور الفساد". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج النساء إلى المسجد: ۱/۳۱۸، ۳۱۹، إمداديه ملتان)

(۲) "وعن عمرة بنت عبد الرحمن أنها أخبرته أن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها زوج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قالت: "لو أدرك رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ما أحدث النساء" من التطيب و الزينة للخروج إلى المسجد "لمنعهن": أى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صريحاً، وإلا فقد منعهن ضمناً كما فى الحديث المتقدم بقوله: "(و لايخرجن وهن تفلات)" "المسجد" خروجهن إلى المسجد "كما منعت نساء بنى إسرائل". الحديث. (بذل المجهود كتاب الصلاة باب التشديد فى ذلك: ۱/۳۱۹، إمداديه ملتان)

(۳) "عن مجاهد قال: قال عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما : قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ائذنوا للنساء إلى المساجد بالليل، فقال ابن له: والله! لا نأذن لهن" لظهور الفتن و حدوث الفساد فى الزمن "فيتخذونه" الخروج إلى المساجد "دغلاً" ذريعةً إلى الفساد". إلى آخر الحديث. (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب ما جاء فى خروج النساء إلى المسجد : ۱/ ۳۱۹، امداديه ملتان)

"ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة و عيد و وعظ مطلقاً و لو عجوزاً ليلاً على المذهب المفتى به لفساد الزمان". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۶۶، سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۲۵۰، امداديه ملتان)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۱۳۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

ایضاً

سوال[۲۸۹۱]: عورتیں آج کل عید کی نماز مسجد میں پڑھتی ہیں لیکن اس سال بعض علماء اسے بدعت قرار دے کر عورتوں کو عیدگاہ لے گئے، عیدگاہ کے پیچھے کی طرف، چاروں طرف سے بند کردیا اس کے اندر عورتوں نے نماز پڑھی (چند عورتیں)۔ بعض مولویوں نے وبعض علماء نے فتویٰ دیا کہ مسجد میں عورتوں کا نماز پڑھنا بدعت ہے، تو اس کا ثبوت دیجئے، تو ثبوت ودلائل پیش کرنے سے انکار، نیز وہ خطیب بھی ہے جامع مسجد کے، اب عوام بگڑی ہوئی ہے کہ وہ بدعت کا ثبوت پیش کرے ورنہ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں پر عید کی نماز نہیں "مراقی الفلاح" (۱)، لہٰذا وہ نہ مسجد میں عیدین کی نماز پڑھنے جائیں نہ عیدگاہ میں۔ پنجگانہ نماز کے لئے بھی ان کو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ: "عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا میری مسجد (نبوی) میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے" (۲)۔ یہاں کی کوئی مسجد یا عیدگاہ مسجد نبوی کے برابر نہیں ہوسکتی۔

---

(۱) "و لا يحضرن الجماعات لما فيه من الفتنة والمخالفة، لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، و صلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها" فالأفضل لها ما كان أسترلها، لا فرق بين الفرائض و غيرها كالتراويح". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۳۰۴، قديمي)

"ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة و عيد و وعظ مطلقاً و لو عجوزاً ليلاً على المذهب المفتى به، لفساد الزمان". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۶، سعيد)

" والفتوى اليوم على الكراهة في الصلوات كلها لظهور الفساد". (بذل المجهود كتاب الصلاة، باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد: ۱/ ۳۱۹، امداديه ملتان)

"ووجه كون صلاتها في الإخفاء أفضل تحقق الأمن فيه من الفتنة، ويتأكد ذلك بعد وجود ما أحدث النساء من التبرج والزينة، ومن ثَمّ قالت عائشة ما قالت". (فتح الباري، كتاب الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم: ۲/۴۴۵، قديمي)

(۲) "و أبويعلى و عنه ابن حبان بلفظ: قالت: يا رسول الله! إني أحب الصلوة معك، قال:" قد علمتُ=

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''اب عورتوں کے جو حالات ہوگئے ہیں، یہ حالات اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہوتے تو ......عورتوں کو بالکل ہی مسجد میں جانے کی اجازت نہ ہوتی، جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو اجازت نہیں تھی''(۱)۔

اب کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے اس لئے عورتوں کو بالکل منع کردیا جائے، وہ کہیں بھی عیدین یا نماز پنجگانہ کے لئے نہ جائیں نہ مسجد میں نہ عیدگاہ میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نامحرم عورتوں کے ساتھ جماعت

سوال[۲۸۹۲]: اگر کچھ نامحرم عورتیں بھی ہوں اور بچے بھی اور صف ایک ہی ہو تب جماعت کرنا چاہئے یا اکیلے نماز پڑھنا چاہئے؟ اور اگر نابالغ اقامت کہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درمیان میں پردہ ڈال کر جماعت کرلی جائے اور اقامت امام خود کہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

= أنک تحبین الصلوة معی، وصلوتکِ فی بیتک خیرٌ من صلاتک فی حجرتک، و صلاتکِ فی حجرتک خیر من صلاتک فی دارک، و صلاتک فی دارک خیر من صلاتک فی مسجد قومک، و صلاتک فی مسجد قومک خیر من صلاتک فی مسجدی". (اتحاف السادة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، كتاب المساجد، باب التشديد فی ذلک : ۱/۱۷۳، عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

(۱) "عن عمرة بنت عبد الرحمن أنها أخبرته أن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها زوج النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال:" لو أدرک رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ما أحدث النساء لمنعهن من المسجد كما مُنعت نساء بنی إسرائيل". قال يحيیٰ: فقلت لعمرة: أمُنعت نساء بنی إسرائيل؟ قالت: نعم". (أبو داؤد ، كتاب الصلوة ، باب ما جاء فی خروج النساء إلی المسجد: ۱/۹۱، امداديه ملتان)

(۲) چونکہ عورت کی آواز بھی پردہ ہے اس وجہ سے جس طرح اس کی اذان اور امام کو لقمہ دینا صحیح نہیں، اسی طرح اس کا اقامت کہنا بھی صحیح نہیں: "فی الشامل للبيهقی: لا أذان ولا إقامة علی النساء؛ لأنهما من سنة الجماعة، ولا جماعة عليهن، ولأن صوتهن عورة واجبة إلا خفاء، كذا فی "جامع المضمرات" وفی "مواهب الرحمن": الأذان مكروه للنساء اتفاقاً، ولا تسن الإقامة. انتهی. وفی بحث الأذان من "فتح القدير": الأصل عندنا =

عورتوں کی انفراداً نماز صف کی طرح

سوال[۲۸۹۳]: اگر عورتیں جگہ کی قلت کی وجہ سے صف لگا کر کھڑی ہوں اور اپنی اپنی نماز الگ الگ پڑھ رہی ہوں تو اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟ اگر کسی تقریب میں عورتیں زیادہ ہوں اور مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تو کیا ایسا کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتیں جب اپنی اپنی نماز بلا جماعت پڑھیں اور آگے پیچھے عورتیں صفوں کی طرح پڑھیں تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں، اس میں یہی ہوگا کہ کسی کا قیام ہے تو کوئی رکوع میں ہے، کوئی سجدہ میں ہے، کوئی قعدہ میں ہے، جیسے سنت اور نفلیں متعدد صفوں میں پڑھ سکتے ہیں (۱)۔ نماز مغرب کی ہو یا اور کوئی، سب کا یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۹/۹۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۷ھ۔

عورتوں کا نماز کے لئے مسجد آنا

سوال[۲۸۹۴]: جس مسجد میں بندہ نماز پڑھتا ہے وہ شوافع کی ہے، مسجد سے متصل ایک درسگاہ ہے

= أن يؤذن لكل فرض أدى وقضى إلا الظهر يوم الجمعة فى المصر، فإن أداءه بهما مكروه، وإلاما تؤديه النساء، أو ما يقضينه بمجاعتهن؛ لأن عائشة أمتهن بغير أذان ولا إقامة حين كانت جماعتهن مشروعة، وهنا يقتضى أن المنفردة أيضا كذلك؛ لأن تركها لمّا كان هو السنة حال شرعية الجماعة كان حال الإفراد أولى". (مجموعة رسائل اللكنوى: ۵/۲۳۳-۲۳۴، تحفة النبلاء فى جماعة النساء، ص: ۲۳-۲۴، المرصد الثالث فى الفوائد المتعلقة بمسلك أصحابنا الحنفية، إدارة القرآن، كراچى)

(۱) "وهذا كله إذا كان الإمام فى الصلوة، أما قبل الشروع، فيأتى بها فى المسجد فى أىّ موضع شاء".
(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع فى النوافل: ۱/۱۱۳، رشيديه)
(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الحادى عشر فى التطرع قبل الفرض وبعده الخ: ۱/۶۴۵، إدارة القرآن كراچى)

جس میں شوافع مستورات نماز پڑھنے حاضر ہوتی ہیں، تو کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟ آواز مائک سے جاتی رہتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عورتوں کا نماز کی شرکت کے لئے آنا ممنوع ہے(۱) وہ اپنے مکان پر نماز پڑھا کریں تاہم اگر مسجد اور مدرسہ میں اتنا فصل نہیں کہ ایک گاڑی گزر سکے اور وہ پڑھ لیں تو فرض ادا ہو جائے گا(۲) لیکن کوشش کی جائے کہ وہ آنا بند کر دیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورتوں کے لئے پردہ ہونے کی صورت میں مسجد جانا

سوال[۲۸۹۵]: جس مسجد میں بندہ نماز پڑھتا ہے وہ شوافع کی ہے، مسجد سے متصل ایک درسگاہ

---

(۱) "عن عمرة بنت عبدالرحمن أنها سمعت عائشة رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم تقول: لو أن رسول الله صلی الله علیه وسلم رأى ما أحدث النساء، لمنعهن المسجد كما مُنعت نساء بنی إسرائیل .... اهـ". (الصحیح لمسلم: ۱/۱۸۳، كتاب الصلوة، باب خروج النساء إلى المساجد، قدیمی)

"ویكره حضور هن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقاً ولو عجوزاً لیلاً على المذهب المفتی به لفساد الزمان". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۶، سعید)

"أما النساء، فلأن خروجهن إلى الجماعات فتنةٌ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فیمن تجب علیه الجماعة: ۱/۶۶۳، دارالكتب العلمیة، بیروت)

"(قوله: ولا یحضرن الجماعات) لقوله تعالىٰ: ﴿وقرن فی بیوتكن﴾ (الأحزاب: ۳۳)، وقال علیه السلام: "صلوتها فی قعر بیتها أفضل من صلوتها فی صحن دارها، وصلوتها فی صحن دارها أفضل من صلوتها فی مسجدها، وبیوتهن خیر لهن". ولأنه لا یؤمن الفتنة من خروجهن". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۲۷، ۶۲۸، رشیدیه)

(۲) "والحاصل لا یمنع الاقتداء إن لم یشتبه حال إمامه بسماع أو رؤیة .... اهـ". (الدرالمختار)

"الحائل بینهما بحیث یشتبه به حال الإمام یمنع، وإلا فلا، قال قاضی خان: إذا قام على الجدار الذی یكون بین داره وبین المسجد ولا یشتبه حال الإمام، یصح الاقتداء............ اهـ". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۶، ۵۸۷، سعید)

ہے جس میں شوافع مستورات نماز پڑھنے حاضر ہوتی ہیں۔تو کیا ان کی نماز ہوجاتی ہے؟ آواز مائک سے جاتی رہتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کا نماز کی شرکت کے لئے آنا ممنوع ہے وہ اپنے مکان پر نماز پڑھا کریں (۱)، تاہم اگر مسجد اور مدرسہ میں اتنا فصل نہیں کہ ایک گاڑی گزر سکے اور وہ پڑھ لیں تو فرض ادا ہوجائے گا لیکن کوشش یہ کی جائے کہ وہ آنا بند کردیں (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "صلوة المرأة فی بیتها أفضل من صلوتها فی حجرتها، وصلوتها فی مخدعها أفضل من صلوتها فی بیتها". رواه أبو داؤد". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب الجماعة و فضلها: ۱/۹۶، قدیمی)

"ویکره حضور هن الجماعة و لو لجمعة و عید و وعظ مطلقاً و لو عجوزاً لیلاً علی المذهب المفتی به، لفساد الزمان". (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۶، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۶، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۲۷، ۶۲۸، رشیدیه)

(۲) "ویمنع من الاقتداء طریقٌ تجری فیه عجلة، أو نهر تجری فیه السفن، أو خلاء فی الصحراء یسع صفین". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۴، ۵۸۵ سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحة الاقتداء و ما لا یمنع: ۱/۸۷، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۳۴، ۶۳۵، رشیدیه)

باب تسوية الصفوف وترتيبها

(صفوں کی ترتیب اور برابری کا بیان)

تسویۃ الصفوف کا مطلب

سوال[۲۸۹۶]: مقتدیوں کو صف میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم چسپاں اور ملا کر کھڑا ہونا سنت ہے یا الگ الگ چار انگل کا فاصلہ رہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے تو اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے ملاتے اور اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم سے ملائے رہتے تھے، ایسے طور پر کہ دونوں قدموں یعنی اپنے ساتھی کا قدم اور اپنا قدم دونوں ایسے ملے رہتے تھے کہ ذرا بھی فرجہ باقی نہیں رہتا ایسا تھا یا نہیں؟ یہ مسئلہ حدیثوں سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس کا ثبوت حدیث سے دیا جائے اور حدیثیں مع حوالہ کتب ہونی چاہئیں۔ اگر یہ مسئلہ زمانہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جاری تھا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تمام صحابہ اس پر عامل تھے تو اس وقت یہ سنت مردہ ہوگئی ہے، اس کو زندہ کرنا چاہئے تا کہ سوشہیدوں کا ثواب پانے کے مستحق ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

احادیث میں صفوف کے ہموار کرنے کا حکم وارد ہوا ہے یعنی قیام کی جگہ ایک ہوا یسانہ ہو کہ کوئی بلندی پر کھڑا ہو، کوئی پستی پر اور اقدام برابر ہوں، یعنی ایسا نہ ہو کہ کوئی آگے کھڑا ہو کوئی پیچھے اور اتصال ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ دو شخصوں کے درمیان ایک آدمی کی جگہ خالی رہے اور پہلی صف پوری ہونے پر دوسری صف شروع کی جائے، یعنی ایسا نہ ہو کہ پہلی صف میں جگہ باقی ہو اور دوسری صف شروع کی جائے۔ تسویۃ الصفوف ان چار امور کو مشتمل ہے۔ اس مضمون کو مختلف احادیث میں مختلف الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے:

"استووا واعدلوا صفوفکم"۔ "اعتدلوا سووا صفوفکم"۔ "أتموا الصف المقدم ثم الذی

يليه، فما كان من نقص فليكن في الصف المؤخر"۔ "ألا تصفّون كماتصفّ الملائكة عند ربهم"؟ قلنا: وكيف تصفّ الملائكة عند ربهم؟ قال:" يتمون الصفوف المقدمة، و يتراصون في الصفوف"۔ "والله! لتقيمن صفوفكم أو ليخالفنّ الله بين قلوبكم". قال: فرأيت الرجل يلزم منكبه بمنكب صاحبه و ركبته بركبة صاحبه و كعبه بكعبه"۔ "كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يسوّينا في الصفوف كما يقوم القدح حتى إذا ظن أن قد أخذنا ذلك عنه وفقهنا، أقبل ذات يوم بوجهه إذا رجل منتبذ بصدره فقال: "لتسوُّنّ صفوفكم أو ليخالفَنّ الله بين وجوهكم"۔

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخلل الصف من ناحية إلى ناحية يمسح صدورنا و مناكبنا و يقول:"لا تختلفوا فتختلف قلوبكم" ۔ "أقيموا الصفوف، وحاذوا بين المناكب، و سدوا الخلل، و لِيّنوا بأيدي إخوانكم، ولا تذروا الفرجات للشيطان، و من وصل صفاً و صله الله، و من قطع صفاً قطعه الله"۔ "ورصّوا صفوفكم"۔ "وقاربوا بينها، وحاذوا بالأعناق، فوالذي نفسي بيده! إني لأرى الشيطان يدخل من خلل الصف كأنها الحذف اهـ"۔

یہ کل الفاظ ابوداؤد شریف میں موجود ہیں(۱) اور بذل المجہود میں اس کی شرح کی گئی ہے(۲)۔صحیح مسلم میں "يتراصون في الصف" وارد ہے(۳)،امام بخاری نے مختلف عنوانات سے تبویب کرکے مسائل کو ثابت فرمایا ہے: "باب إلزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم في الصف " کی شرح میں حافظ ابن حجر

---

(۱) (سنن أبي داود ، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف : ۱/۱۰۳، ۱۰۵، إمداديه ملتان)

(۲) یہ عبارات بذل المجہود میں تقدیم وتاخیر کے ساتھ مذکور ہیں نہ کہ اس ترتیب کے ساتھ، دیکھئے:(بذل المجهود شرح أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف : ۱/۳۶۰، ۳۶۲، مكتبه إمداديه ملتان)

(وإعلاء السنن ، كتاب الصلوة، أبواب الإمامة، باب سنية تسوية الصف اهـ : ۴/۳۱۳، ۳۲۲، إدارة القرآن)

(۳) الحديث بتمامه: "عن جابر بن سمرة رضي الله تعالىٰ عنه .... قال: ثم خرج علينا، فقال: "ألا تصفّون كما تصف الملائكة عند ربها"؟ فقلنا: يا رسول الله! و كيف تصف الملائكة عند ربها؟ قال: يتمون الصفوف الأوَل، ويتراصون في الصف". (الصحيح لمسلم ، كتاب الصلوة، باب الأمر بالسكون في الصلو ة، والنهي عن الإشار ة باليد ورفعها عند السلام، وإتمام الصفوف الأوَل والتراص فيها، اهـ: ۱/۱۸۱، قديمي)

فرماتے ہیں:

"المراد بذلك المبالغة فى تعديل الصف و سدّ خلله"(١)۔

"قلت: وهو مراده عند الفقهاء الأربعة: أى لا يترك فى البين فرجةً تَسَعُ فيها ثالثاً بقى الفصل بين الرجلين، ففى شرح الوقاية أنه يفصل بينهما بقدر أربع أصابع، وهوقولٌ عندالشافعية، و فى قول اٰخر قدر شبر، قلت: ولم أجد عند السلف فرقاً بين حال الجماعة والانفراد فى حق الفصل بأن كانوا يفصلون بين قدميهم فى الجماعة أزيَدَ من حال الانفراد. وهذه المسئلة أوجدها غير المقلدين فقط، وليس عندهم إلا لفظ"إلزاق". وليت شعرى! ما ذا يفهمون من قولهم: الباء للإلصاق، ثم يمثّلونه مررت بزيد، فهل كان مروره به متصلاًبعضه ببعض أم كيف معناه؟

ثم إن الأمر لا ينفصل قط إلا بالتعامل، و فى مسائل التعامل لا يؤخذ بالألفاظ كلفظ "فوق الصدر" عند ابن خزيمة، فإنه من توسع الرواة قطعاً؛ لأنه لم يعمل به أحدٌ من الأئمة (إلى أن قال) .... و ليس الطريق أن يبنیٰ الدين على كل لفظ جديد بدون النظر إلى التعامل، و من يفعل ذلك لا يثبت قدمه فى موضع، و يخترع كل يوم مسئلةً، فإن توسع الرواة معلومٌ واختلاف العبارات والتعبيرات غيرخفى فاعلمه .... وهذا الذى عرض للمحدثين فإنهم ينظرون إلى حال الإسناد فقط، و لا يراعون التعامل، فكثيراً ما يصح الحديث على طَورهم، ثم يفقدون به العمل، فيتحيرون، حتى أن الترمذى أخرج فى جامعه حديثين صالحين للعمل، ثم قال: إنه لم يعمل به أحدٌ. و ذلك لفُقدانِ العمل لا غير، وإلا فإسنادهما صحيح. وكذلك قد يضعفّون حديثاً من حيث الإسناد، و مع أنه يكون دائراً سائراً فيما بينهم ويكون معمولاً به، فيتضرر هناك من جهة أخرىٰ، فلا بدّ أن يراعى مع الإسناد التعامل أيضاً، فإن الشرع يدور على التعامل والتوارث.

---

(١) (فتح البارى كتاب الأذان، باب الزاق المنكب بالمنكب اهـ، (رقم الحديث: ٧٢٥): ٢٦٨/٢، قديمى)

والحاصل أنا لما نجد الصحابة والتابعين يفرقون فی قيامهم بين الجماعة والانفراد، علمنا أنه لم يرد بقوله: إلزاق المنكب إلا التراصّ و ترك الفرجة، ثم فكر فی نفسك و لا تعجل أنه هل يمكن إلزاق المنكب مع إلزاق القدم إلا بعد ممارسةٍ شاقةٍ، و لا يمكن بعده أيضاً، فهو إذَنْ من مخترعاتهم لا أثر له فی السلف، اهـ". فيض الباری (۱)۔

ایسی مخترع چیز کو جس پر صحابہ، تابعین، مجتہدین، فقہاء، محدثین کسی کا بھی عمل نہ ہو آج سنتِ مردہ قرار دیکر اس پر عمل کر کے احیائے سنت کا دعوی کرنا اور سو شہیدوں کے اجر کی توقع رکھنا اور جملہ سلف صالحین کو تارکِ سنت سمجھنا اہلِ علم وفہم ودیانت سے بعید ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۵/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

تسویۃ الصفوف

سوال [۲۸۹۷]: نمازیوں کی صفیں ستون کے درمیان اس طرح قائم کرنا کہ ہر ستون کے آگے ایک مصلّی کھڑا ہوتا کہ صف درمیان سے منقطع نہ ہو، البتہ صف سیدھی باقی نہیں رہتی اس سے نماز میں کوئی خلل تو نہیں پڑتا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا کرنا مکروہ ہے صفوف سیدھی کرنے کی بہت تاکید آئی ہے (۲)، ستون درمیان میں آجانے سے

---

(۱) (فيض الباری، كتاب الأذان، باب إلزاق المنكب بالمنكب اهـ: ۲/۲۳۶، ۲۳۷، خضر راہ بک ڈپو دیوبند الهند)

(وإعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب سنية تسوية الصف اهـ: ۴/۳۱۹، ۳۲۰، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "قال النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "لتسوُّنّ صفوفكم، أو ليخالفَنّ الله بين وجوهكم".

"قوله: "(أو ليخالفن الله بين وجوهكم)": أی إن لم تسوّوا، والمراد تسوية الصفوف اعتدال القائمين بها على سمت واحد". (فتح الباری، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة و بعدها: ۲/۲۶۳، قديمی) ....=

نماز میں خرابی نہیں آتی، کذا فی المبسوط (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

صف سیدھی کرنے میں پاؤں کی انگلیوں کا لحاظ رکھا جائے یا ایڑیوں کا؟

سوال[۲۸۹۸]: کتب میں درج ہے: نماز میں صف برابر کرے۔آیا آگے کی طرف سے برابر کرے یا پیچھے سے؟ کیوں کہ یہاں کے بعض علماء کہتے ہیں کہ آگے کی طرف سے چھوٹی انگشت برابر کرے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ پیچھے کی طرف سے ایڑیاں برابر کرے۔تو ان میں سے کونسا قول معتبر ہے؟ بینوا وتوجروا۔

= "قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أقیموا صفوفکم، فإنی أراکم من وراء ظهری". و کان أحدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه و قدمه بقدمه". قال صاحب الفتح: "المراد بذالک المبالغة فی تعدیل الصف و سدّ خلله". (فتح الباری، کتاب الأذان، باب إلزاق المنکب بالمنکب اهـ (رقم الحدیث: ۷۲۵): ۲/۲۶۸، قدیمی)

وفی مراقی الفلاح: "قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أقیموا الصفوف و حاذوا بین المناکب وسدوا الخلل، و لیّنوا بأیدیکم إخوانکم، لا تذروا فرجاتٍ للشیطان، من وصل صفاً وصله اللہ" الحدیث".

"و یأمرهم أیضا بأن یتراصّوا، و یسدوا الخلل، ویستووا مناکبهم و صدورهم. وفی الفتح: ومن سنن الصف التراص فیه،و المقاربة بین الصف والصف والاستواء فیه". (حاشیة الطحطاوی، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۶، قدیمی)

"و ینبغی أن یأمرهم بأن یتراصوا، و یسدوا الخلل،و یسووا مناکبهم، و یقف وسطاً".
(الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۸، سعید)

(۱) "والاصطفاف بین الأسطوانتین غیر مکروه؛ لأنه صف فی حق کل فریق و إن لم یکن طویلاً، وتخلل الأسطوانة بین الصف کتخلل متاع موضوع أو کفرجة بین الرجلین، و ذلک لایمنع صحة الاقتداء ولا یوجب الکراهة". (المبسوط للسرخسی، کتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة: ۱/۵۴، الجزء الثانی، غفاریه کوئٹه)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۶، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، ص: ۳۹۳، قدیمی)

الجواب حامداًومصلیاً:

ٹخنے اور ایڑیاں برابر کر کے کھڑے ہوں، آگے سے انگلیوں کو برابر کرنے کی ضرورت نہیں: "وإن تفاوتت الأقدام صغراً و كبراً، فالعبرة بالساق والكعب، الخ". بحر (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۱۶/۱۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ ہذا۔

ایضاً

سوال[۲۸۹۹]: صفِ نماز سیدھی کرتے وقت پاؤں کی انگلیاں برابر کرنی چاہیئے یا ایڑیوں کو برابر رکھنا چاہیئے؟

محمد ثوبان۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ایڑیوں کو برابر رکھنا چاہیئے، انگلیوں کی برابری کا اہتمام ضروری نہیں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۲۵/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۲۵صفر ۵۸ھ۔

مَردوں کی صفوں کے درمیان بچوں کی صف

سوال[۲۹۰۰]: اگر مَردوں کی صف کے درمیان کوئی صف بچوں کی ہو تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بچوں کی صف مردوں کے پیچھے ہونا چاہیئے، صورتِ مسئولہ میں بھی نماز صحیح ہوگئی اور بچوں کی صف کا

---

(۱) (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۷، رشيديه)

(وكذافى ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۷، سعيد)

(وكذا فى الحلبى الكبير من لا يصح الاقتداء به، ص: ۵۲۰، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''صف سیدھی کرنے میں پاؤں کی انگلیوں کالحاظ رکھا جائے یا ایڑیوں کا؟'')

مردوں کی صف کے درمیان یا ان سے آگے کرنا مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

کیا صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود بچوں کی صف پیچھے بنائی جائے؟

سوال[۲۹۰۱]: اگر صفِ اول میں جگہ موجود ہے تو کیا پھر بھی نابالغ لڑکوں کو صف سے پیچھے اپنی مستقل صف بنانے کی ضرورت ہے یا صف اول ہی میں کھڑے ہو جائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

صف اول میں نہ کھڑے ہوں بلکہ مستقل اپنی صف پیچھے بنائیں، رد المحتار (۲) ۔فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

نابالغ بچوں کی جگہ صف میں

سوال[۲۹۰۲]: چه می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرعِ متین اندریں مسئله که اگر نابالغ تنها در جماعتِ نماز حاضر شود، آیا آن نابالغ در صفِ بالغان استاده نماز گزارد یا در پسِ صفِ بالغان؟ اگر در صف بالغان ایستد بجانب راست ایستد یا بجانبِ چپ؟ و آیا همراهِ بالغان متصلاً ایستد یا منفصل از بالغان؟ و اگر به بالغان ایستد در آن

---

(۱) "ویصف الرجال، ثم الصبیان اھ". (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۸، ۵۷۱، سعید)

(وکذافی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۸، رشیدیه)

(وکذافی النهرالفائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۶، إمدادیه ملتان)

(وکذافی ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر، کتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۹، داراحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "ویصف الرجال، ثم الصبیان الخ". (الدر المختار). "وکذا لو کان المقتدی رجلاً و صبیاً یصفهما خلفه لحدیث أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه "فصففت أنا والیتیم وراءه، والعجوز من ورائنا". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۸، ۵۷۱، سعید)

(وکذافی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۸، رشیدیه)

(وکذافی النهرالفائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۶، إمدادیه ملتان)

صورت اگر دیگر نمازیاں بیایند در کدام جانب آن نابالغ استند؟ اگر بجانبِ راست در آن صورت اگر دیگر نمازیاں بیایند، در کدام جانب آن نابالغ استند؟ اگر بجانبِ راست آن نابالغ متصل به بالغاں استند پس آن نمازی مجبور شود که اورا گرفته بر طرف کند، یا اینکه آن نمازی از فعلِ خود اورا بر طرف نه کرد، بلکه آن نمازی چوں درمیاں آمد، آن نابالغ را خود بر طرف شدن افتد؟ و همچنیں مسلسل هر نمازی که یکے بعد دیگرے بیاید آیا چنیں فعل رواباشد یا چه؟

و اگر بجانبِ چَپ آن نابالغ ایستد آن نابالغ درمیانِ صفِ بالغاں افتادن لازم آید، کدام طریقه اختیار کند، و کدام طریقه مکروه باشد؟ اگر مکروه باشد تحریمی است یا تنزیهی؟ تصریح فرموده حوالۂ کتب و عبارتش نقل باید فرمود. واگر آن نابالغ در صفِ بالغاں نیستاد و در پسِ صفِ بالغاں استاده نماز گزارد، در آن صورت مکروه شود یا نه؟ اگر مکروه باشد تحریمی باشد یا تنزیهی؟ و آیا اثرِ کراهت در نمازِ آن نابالغ واقع شود فقط یا در نمازِ بالغاں نیز؟ جوابِ هر سوال مدلل و عباراتِ کتب نیز نقل باید فرمود. بینوا توجروا۔

اگر دو یا زائد از دو نابالغ حاضر شوند، پس اوشاں در صفِ بالغاں استند یا در پسِ صف؟ حالانکه در صفِ بالغاں ایستاده نماز گزارند مکروه شود یا نه؟ اگر مکروه شود تحریمی است یا تنزیهی؟ و آیا اثرِ کراهت در نمازِ آن نابالغاں واقع شود تنها یا درنمازِ جمیع بالغاں هم؟ جوابِ سوال مدلل و عباراتِ کتب نقل باید فرمود. بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نابالغاں متعدد باشند، امام را باید که ایشانرا مستقل صف نموده در پسِ بالغاں ایستاده کند، و هر بالغے که بعد ازاں بیاید در صفِ بالغاں بایستد و نابالغ در صفِ نابالغاں. و اگر نابالغ یکے باشد آن در صفِ بالغاں بایستد، دراں وقت آن نابالغ در حکمِ بالغاں باشد. پس تعینِ جانبِ راست و چپ وبحثِ اتصال و انفصال بے سود است،

وبرطرف کردن آن عبث و لغو است، و همچنین اورا خود بر طرف شدن خلاف این طریق ایستادن مکروه تنزیهی است:

”ویصف: أی یصفهم الإمام بأن یأمرهم بذلك الرجال، ثم الصبیان ، ظاهره تعددهم، فلو واحداً دخل فی الصف، اهـ“. در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/محرم/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/محرم/ ۶۸ھ۔

نابالغ کے کھڑے ہونے کی جگہ

سوال[۲۹۰۳]: نماز کی صف بندی کے لئے صاف ذہنیت ہونے کے باوجود بچوں کی صف پیچھے رکھی جاتی ہے درآنحالیکہ اگلی صف خالی ہوتی ہے جب کہ صف خالی نہ رکھنے کا حکم ہے جب آدمی ہوں، پھر یہ کہ بعد میں آنے والے نمازی کو بچوں کے آگے سے گزر کر اگلی صف میں جانا پڑتا ہے، بہت سے لوگ بچوں کے پیچھے کھڑے ہوجاتے ہیں، یا تو اسی بچوں کی صف میں کھڑے ہونا پڑتا ہے حالانکہ اگلی صف پُر نہیں ہوتی تو جو نقصان بچوں کو جوانوں کے ساتھ رکھنے میں ہوتا ہے وہ آخر کار ہوتا ہی ہے۔ تو کیا بچوں سے گزر کر اگلی صف میں جانا درست ہے؟

اگر بچوں کو بیچ میں ایک صف چھوڑ کر رکھتے ہیں، مگران نوجوانوں سے بھی (جو ۱۵، ۲۰/سال تک ہوتے ہیں) اسی بچوں کی سی کراہت ہوتی ہے، کیا امرد کو ابتداء ہی سے نوجوانون کی اگلی صف میں رکھا جائے کیونکہ کسی حال میں بچ نہیں سکتے؟ نابالغ کو ایک صف چھوڑ کر رکھا نہیں جاسکتا اور رکھنے میں آگے سے گزران پڑتا ہے، آخر کیا کیا جائے؟ عام حالت میں نوجوانوں (امرد) کو عام لوگوں کے ساتھ کراہت کا سبب بنے گا، کراہت کا حکم

---

(۱) (ردالمحتار ، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۶۸، ۵۷۱، سعید)

(وکذافی البحرالرائق ، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۶۱۸، رشیدیه)

(وکذافی النهرالفائق ، کتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۲۴۶، إمدادیه ملتان)

(وکذافی مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر ، کتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة : ۱/۱۰۹، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

عام ہے یا معلول ہے؟ کیونکہ دیہاتی سیدھے سادھے لوگ ذہن ان کا صاف ہوتا ہے، کیا اپنے امرد بیٹے کے کھڑے ہونے سے بھی نماز مکروہ ہوتی ہے؟ اسی طرح بھائی کے بارے میں سوال ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ نابالغوں کی مستقل صف بالغین کی صف سے پیچھے ہو، بالغین کی صف میں نہ کھڑے ہوں، اگر بالغین کی صف میں جگہ باقی ہے اور کوئی بالغ آجائے تو وہ نابالغوں کی صف میں نہ کھڑا ہو بلکہ ان سے آگے بڑھ کر بالغین کی صف میں کھڑا ہو، اس سب کے باوجود اگر کوئی امرد بالغ کے قریب کھڑا ہو جائے تو اس سے اس بالغ کی نماز خراب نہیں ہوگی، وہ عورت کے حکم میں نہیں۔ نابالغ اگر تنہا ہو تو وہ بالغین کی صف میں ہی کھڑا ہوگا، کذا فی ردالمحتار۔ "إن لم يكن جمع من الصبيان يقوم الصبي بين الرجال اهـ". مراقی الفلاح (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نابالغ لڑکا ایک ہو تو کہاں کھڑا ہو

سوال [۲۹۰۴]: اگر نابالغ لڑکا صرف ایک ہو تو کیا وہ بھی مستقل تنہا کھڑا ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نہیں، وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو جائے، رد المحتار (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: صليت مع النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ذات ليلة، فقمت عن يساره، فأخذ رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم برأسي من ورائي، فجعلني عن يمينه فصلى ورقد، فجاءه المؤذن، فقام يصلي ولم يتوضأ". (الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب إذا قام الرجل عن يسار الإمام و حوله الإمام اهـ: ۱/۱۰۰، قديمي)

(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۸، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۷۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۶، إمداديه ملتان)

(۲) "ويصف: أي يصفهم الإمام بأن يأمرهم بذلك الرجال ثم الصبيان، ظاهره تعددهم، فلو واحداً، =

بچوں کی صف سے بڑھ کر بڑوں کی صف میں کھڑا ہونا

سوال[۲۹۰۵]: ا......جس وقت چند صفیں نمازیوں سے پُر ہو جائیں تو اس وقت بچوں کو کون سی صف میں کھڑا کریں؟

۲......بعض دفعہ بچے بہت ہوتے ہیں اور آنے والے نمازیوں کو آگے سے گزرنا پڑتا ہے ایسی حالت میں بچوں کو کس طرح کھڑا کریں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ا......جس وقت بڑے آدمیوں کی صفیں پُر ہو جائیں اور پیچھے جگہ موجود ہو تو بچوں کی صف ان کے پیچھے بنالی جائے (ا)۔

۲......بچوں کی صف جب بڑی ہو اور کوئی بالغ آدمی آکر بالغین کی صف میں کھڑا ہونا چاہے تو بچوں کے سامنے سے گزر کر آگے بڑھ جائے، بچوں کی صف میں کھڑا نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= دخل في الصف اهـ". (ردالمحتار ، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵٦۸، ۵۷۱، سعيد)

(وكذافي البحر الرائق ، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/٦۱۸، رشيديه)

(وكذافي النهر الفائق ، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۲۴٦، إمداديه ملتان)

(ا) "و يصف: أى يصفهم الإمام بأن يأمرهم بذلك الرجال ثم الصبيان، ظاهره تعددهم، فلو واحداً دخل في الصف اهـ". (ردالمحتار ، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵٦۸، ۵۷۱، سعيد)

(وكذافي البحر الرائق ، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/٦۱۸، رشيديه)

(وكذافي النهر الفائق ، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۲۴٦، إمداديه ملتان)

(۲) "و لو وجد فرجةً في الأول لا الثاني، له خرق الثاني لتقصيرهم ،و في الحديث: "من سدّ فرجةً غفرله". وصح :"خياركم ألينكم مناكب في الصلوة". (الدر المحتار). وفي رد المحتار: "وفي القنية: قام في آخر صف، و بينه و بين الصفوف مواضع خالية، فللداخل أن يمر بين يديه ليصل الصفوف؛ لأنه أسقط حرمة نفسه، فلا يأثم المار بين يديه". (كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۷۰، سعيد)

(وكذافي البحر الرائق ، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/٦۱۸، رشيديه)

(وكذافي النهر الفائق ، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۲۴٦، امداديه ملتان)

نابالغ کا صفِ اول میں کھڑا ہونا

سوال[۲۹۰۲]: جمعہ اور عیدین کی نماز میں نابالغ صفِ اول میں کھڑا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ اگر متعدد ہوں تو مسنون یہ ہے کہ ان کی علیحدہ صف مردوں کے پیچھے کی جاوے، اگر ایک ہو تو بالغین ہی کی صف میں کھڑا ہو جاوے: "یصف الرجال ثم الصبیان، ظاهره تعددهم، فلو واحداً، دخل فی الصف، اهـ" درمختار(۱)۔

اس حکم میں صلوۃ خمسہ یا جمعہ یا عیدین کی کہیں تخصیص نہیں دیکھی، اسی طرح نابالغین کو تنہا ہونے کی شکل میں مردوں کی صف میں کھڑے ہونے کے متعلق صفِ اول یا ثانی کی بھی تخصیص نہیں دیکھی، بظاہر حکم عام ہے لیکن امام کے قریب "أولو الأحلام والنهیٰ" کو کھڑے ہونے کا حکم روایات سے ثابت ہے، اس لئے اگر نابالغ صف اول میں کھڑا ہو تو ایک طرف کنارہ پر ہو(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۱۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/محرم/ ۵۷ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۸، ۵۷۱، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۸، رشيديه)

(وكذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۶، امداديه ملتان)

(۲) "قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "لِيَلِيَنِّيْ منكم أولوا الأحلام والنهی". الحديث.

(مشكوة المصابيح، کتاب الصلوة، باب تسوية الصف: ۱/۹۸، قديمی)

"عن أبی مسعود الأنصاری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "ليلينی منكم أولوا الأحلام والنهیٰ، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم". (سنن أبی داؤد، باب من يستحب أن يلی الإمام فی الصف وكراهية التأخير: ۱/۱۰۵، إمداديه، ملتان)

و قيل: "أولو الأحلام" البالغون "والنّهی" بضم النون جمع نهية، وهو العقل الناهی عن القبائح، وإنما أمرهم بالدنو لشرفهم و مزيد تفطنهم و ضبطهم لصلوته وإن حدث به عارض يخلّفوه للإمامة، ثم "الذين يلونهم" كالمراهقين أو الذين يقربون الأولين فی النهی والحلم "ثم الذين يلونهم" كالصبيان المميزين".

(بذل المجهود، باب من يستحب أن يلی الإمام فی الصف و كراهية التأخر: ۱/۳۶۳، إمداديه ملتان)

اٹھارہ سالہ بے داڑھی مونچھ لڑکے کا صف میں کھڑا ہونا

سوال[۲۹۰۷]: ۱۸/ سال کی عمر کا لڑکا اور نہ ڈاڑھی نہ مونچھ ہے اور جماعت ہورہی ہے اور دائیں طرف ایک آدمی کی جگہ خالی ہے پہلی جماعت میں اور کوئی آدمی دوسری جماعت میں نہیں ہے تو شامل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ کون سے دس شخص ہیں جن کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں، یہ حدیث قوی ہے یا ضعیف؟

حافظ مبارک علی موضع گھائم پور سہارنپور۔

الجواب حامداًو مصلیاً:

اٹھارہ سالہ لڑکا شرعاً بالغ ہے نابالغ نہیں، داڑھی مونچھ کا کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا اس کو بھی صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر کوئی لڑکا نابالغ ہو اور وہ تنہا ہو یعنی اس کے ساتھ کوئی دوسرا نابالغ نہ ہو بلکہ اَور سب بالغ ہوں تو اس کو بھی مردوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہئے، مردوں کی صف سے علیحدہ تنہا نہیں کھڑا ہونا چاہئے۔ البتہ اگر لڑکے نابالغ کئی ہوں تو ان کی صف مردوں کے پیچھے مستقل کردی جائے وہ مردوں کی صف میں نہ کھڑے ہوں: "يصف الرجال ثم الصبيان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل في الصف، اهـ". در مختار(۱)۔

کس حدیث کے قوی یا ضعیف ہونے کو معلوم کرنا ہے اس کے الفاظ لکھئے، حوالہ دیجئے کس کتاب میں ہے، اس کا جواب دیا جائے گا، اس میں ان دس آدمیوں کا ذکر بھی ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ صفر/ ۵۸ھ۔

مسجد میں جگہ تنگ ہو تو امام کے دائیں بائیں کھڑا ہونا

سوال[۲۹۰۸]: مسجد میں بوجہ تنگی کے دو صف نہیں ہوسکتی ہیں اس لئے امام کے دائیں بائیں پیچھے کو

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۸، ۵۷۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۶، امداديه ملتان)

خالی چھوڑ کر صف کر لیتے ہیں، آیا اس طرح نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

صف اول مقتدی امام مقتدی

الجواب حامداً ومصلياً:

صف کو بھرنے اور خالی جگہ کو پُر کرنے کی بہت تاکید آئی ہے: "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أقيموا الصفوف، وحاذوابين المناكب، وسدّوا الخلل، ولينوا بأيدى كم إخوانكم، لا تذروافراجاتٍ للشيطان، من وصل صفاً وصله الله، ومن قطع صفاً قطعه الله"(۱)، مراقی الفلاح(۲)۔

اس لئے درمیان میں جگہ نہیں چھوڑنی چاہیے، اگر عذر ہو اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی تو امام کو زیادہ آگے نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس قدر آگے ہو جائے کہ پیر مقتدیوں کے پیروں سے آگے رہیں یعنی ایڑی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف ۱۱/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے کچھ آگے بڑھنا کچھ پیچھے ہٹنا

سوال[۲۹۰۹]: مسجد میں جو نمازی دیوار کے پاس ہوتا ہے تو جب رکوع میں جاتا ہے تو سرین

(۱) (مشكوة المصابيح، باب تسوية الصفوف، ص: ۹۸، قديمی)

(وسنن أبی داؤد، باب تسوية الصفوف: ۱/۹۷، دارالحديث، ملتان)

(۲) (حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، فصل فی بيان بالإمامة، ص: ۳۰۶، قديمی)

(۳) "ولو كانوا جماعةً، فينبغی لإمام أن يتقدم، ولولم يتقدم إلا أنه أقام على ميمنة الصف أو على ميسرته أو قام فی وسط الصف، فإنه يجوز ويكره .... وأشار المصنف إلى أن العبرة إنما هوللقدم لا للرأس، فلوكان الإمام أقصر من المقتدی تقع رأس المقتدی قُدامَ الإمام، يجوز بعد أن يكون محاذيًا بقدمه أو متأخراً قليلاً". (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۱۷، رشيديه)

(وكذا فی ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۷، سعيد)

دیوار سے لگتے ہیں اس لئے تھوڑا سا آگے کو بڑھنا پڑتا ہے پھر اٹھتے وقت تھوڑا سا پیچھے کو ہٹنا پڑتا ہے، ہر رکعت میں ایسا ہی ہوتا ہے تو اس حرکت سے نماز میں نقص ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جگہ کی تنگی کی وجہ سے اتنی قلیل حرکت سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۷ھ۔

جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے جماعت کی کیفیت

سوال[۲۹۱۰]: لندن میں بواسطہ ورکنگ کمیٹی مانسک بھوپال (جسے بیگم نے مسجد کے نام سے گزشتہ صدی میں بنوایا تھا اور اسلامک کلچرل سینٹر ایسٹ لندن ماسک) کیونکہ ان دونوں میں بڑے ہال میں اکثر مساجد اور مکانات ایسے ہیں جن کے کمرے بشکل ۴/گز لمبے اور ۳/گز چوڑے ہوتے ہیں کہ دو صفیں اس حالت میں بنتی ہیں جب کہ پہلی صف امام کے دائیں بائیں صرف تین چار انگل کے فاصلہ سے بنائی جاتی ہے، جمعہ کے دن مندرجہ حالات ہیں۔دوسری صف کے اس غیر محتاط مقتدی کا سر جو امام سے بالکل پیچھے ہوتا ہے، مسجد میں بسا اوقات امام کے پیروں سے ٹکرا جاتا ہے، کیا اس طرح نماز باجماعت بوجہ مجبوری بلا کراہت صحیح ہے؟

نوٹ: یہاں پر مکان دو منزلہ ہوتا ہے، کیا امام کے دائیں بائیں صف بنا کر کھڑے ہونے والے مقتدیوں کے لئے اسی امام کی اقتداء میں اوپر کی منزل کے کسی کمرے میں انتظام کرنا ضروری ہے؟ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

---

(۱)" مشی مستقبل القبلة هل تفسد إن قدر الصف، ثم وقف قدر ركن، ثم مشى و وقف كذلك؟ و هكذا لا تفسد وإن كثر، مالم يختلف المكان، قيل: لا تفسد حالة العذر مالم يستدبر القبلة استحساناً". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة و ما يكره فيها : ۱/۶۲۷، سعيد)

" المشي في الصلوة إذا كان مستقبل القبلة لا يفسد إذا لم يكن متلاحقاً، ولم يخرج من المسجد، وفي الفضاء مالم يخرج من الصفوف، كذا في المنية. وإن استدبر القبلة فسدت، كذا في الظهيرية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها، الفصل الثاني في الأفعال المفسد للصلوة : ۱/۱۰۲، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها : ۲/۲۲، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلياً:

جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت ہے کہ امام کے دائیں اور بائیں صفیں ہوں صرف امام کی ایڑی مقتدیوں کی ایڑی سے آگے رہے، پس چار انگل بھی اگر امام آگے رہے گا تب بھی اقتدا درست ہوگی (۱)، اوپر کی منزل میں بھی اس کا انتظام کیا جاوے کہ امام کے انتقالات (رکوع، سجدہ وغیرہ) کا مقتدیوں کو صحیح علم ہوتا رہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۹۰ھ۔

جماعت میں ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہونا

سوال [۲۹۱۱]: جماعت میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹخنہ سے ٹخنہ ملانا چاہئے یا نہیں؟

---

(۱) "وذكر الإسبيجابي أنه لو كان معه رجلان فإمامهم بالخيار، إن شاء تقدم و إن شاء أقام فيما بينهما، ولو كانوا جماعةً فينبغي للإمام أن يتقدم، و لو لم يتقدم إلا أنه أقام على ميمنة الصف أو على ميسرته أو قام في وسط الصف، فإنه يجوز و يكره .... و أشار المصنف إلى أن العبرة إنما هو للقدم لا للرأس، فلو كان الإمام أقصر من المقتدى تقع رأس المقتدى قُدام الإمام، يجوز بعد أن يكون محاذياً بقدمه أو متأخراً قليلاً". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۷، رشيديه)

(وكذافي ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۷، سعيد)

(۲) "ولوقام على سطح المسجد و اقتدى بإمام في المسجد إن كان للسطح باب في المسجد و لا يشتبه عليه حال الإمام، يصح الاقتداء، وإن اشتبه عليه حال الإمام، لا يصح، كذا في فتاوى قاضي خان. وإن لم يكن له باب في المسجد لكن لا يشتبه عليه حال الإمام صح الاقتداء أيضاً اهـ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع الاقتداء و ما لا يمنع: ۱/۸۸، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۳۴، ۶۳۵ رشيديه)

(وكذافي الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، باب الإمامة في بيان ما يمنع صحة الاقتداء و مالا يمنع: ۱/۶۱۶، إدارة القرآن كراچي)

الجواب حامداًومصلیاً:

جماعت میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹخنے برابر ہی کرنے چاہئیں کہ صف سیدھی رہے، شرح ابوداؤد میں یہی تشریح کی ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بعد میں آنے والا شخص کسی مقتدی کو پیچھے کھینچ لے

سوال[۲۹۱۲]: ......زید امام کے پیچھے بکر نے نماز پڑھی اس کے بعد عمر آکر شامل ہوا تو بکر پیچھے ہٹ گیا لیکن عمر کو اس مسئلہ کی واقفیت نہ تھی، وہ کھڑا رہا، اس پر بکر نے اپنے ہاتھ سے اس کو پیچھے ہٹا کر اپنے ساتھ شامل کرلیا، کیا یہ فعل بکر کا مفسدِ صلوۃ تھا یا نہ؟

۲......کیا بکر کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا؟

۳......اگر شامل ہونے والا مقتدی پیچھے نہ ہٹے تو پھر پہلا مقتدی اپنی پہلی جگہ کھڑا ہوجاوے یا وہیں کھڑا رہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......بہتر یہ ہے کہ بعد میں آکر شامل ہونے والا مقتدی اس پہلے سے شریک ہونے والے مقتدی کو

---

(۱) "قال": أی نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنه: "فرأیت الرجل": أی من الصحابة المصلین بالجماعة بعد صدور ذلک القول من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم "یلزق": أی یلصق منکبه بمنکب صاحبه، و رکبته برکبة صاحبه ، و کعبه بکعبه" . ولعل المراد بالإلزاق المحاذاة، فإن إلزاق الرکبة بالرکبة، الکعب بالکعب فی الصلوة مشکل، وأما إلزاق المنکب بالمنکب، فمحمول علی الحقیقة". (بذل المجهود شرح أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب تسویة الصفوف : ۱/۳٦۰، مکتبه إمدادیه ملتان)

(وإعلاء السنن ، أبواب الإمامة، باب سنیة تسویة الصف و رصها : ۳۱۹/۴، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی فتح الباری، کتاب الأذان، باب إلزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف : ۲٦۸/۲، قدیمی)

(وکذافی فیض الباری، کتاب الأذان، باب إلزاق المنکب بالمنکب : ۲۳٦/۲، ۲۳۷ ، خضر راہ بکڈپو، الهند)

کھینچ لے، اگر نہ کھینچے تو اس مقتدی کو خود پیچھے ہٹ جانے میں بھی مضائقہ نہیں، اگر وہ دوسرا پہلے کے برابر آ کر کھڑا ہو گیا تو یہ بھی درست ہے کہ امام ان دونوں کو خفیف سا اشارہ کر دے کہ وہ دونوں پیچھے ہٹ جائیں اور یہ بھی درست ہے کہ امام خود آگے بڑھ جائے۔ اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو پھر دوسرے مقتدی کو امام کے برابر کھڑے ہونے میں بھی مضائقہ نہیں بلکہ ایسی حالت میں کوئی کسی کو نہ کھینچے کیونکہ ناواقفیت کی وجہ سے فسادِ نماز کا اندیشہ ہے (۱)۔

بکر کے اس فعل سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔

---

(۱) "[**تتمة**] إذا اقتدى بإمام فجاء آخر، يتقدم الإمام موضع سجوده، كذا في مختارات النوازل. وفي القهستاني عن الجلابي: أن المقتدي يتأخر عن اليمين إلى خلف إذا جاء آخر اهـ .... وفي الفتح: ولو اقتدى واحد بآخر فجاء ثالث، يجذب المقتدي بعد التكبير، ولو جذبه قبل التكبير لا يضره، وقيل: يتقدم الإمام اهـ".

"ومقتضاه أن الثالث يقتدي متأخراً و مقتضى القول بتقدم الإمام أنه يقوم بجنب المقتدي الأول، والذي يظهر أنه ينبغي للمقتدي التأخر إذا جاء ثالث، فإن تأخر، وإلا جذبه الثالث إن لم يخش إفساد صلاته. فإن اقتدى عن يسار الإمام، يشير إليهما بالتأخر، و هو أولى من تقدمه؛ لأنه متبوع". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۸، سعيد)

"وذكر الإسبيجابي أنه لو كان معه رجلان فإمامهم بالخيار، إن شاء تقدم، وإن شاء أقام فيما بينهما، ولو كانوا جماعةً فينبغي للإمام أن يتقدم، و لو لم يتقدم إلا أنه أقام على ميمنة الصف أو على ميسرته أو قام في وسط الصف، فإنه يجوز و يكره". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۷، سعيد)

(۲) "ولو كان المقتدي عن يمين الإمام فجاء ثالث و جذب المؤتم إلى نفسه بعد ما كبر، لا تفسد صلوته". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۷، رشيديه)

"لو جذبه آخر فتأخر، الأصح لا تفسد صلوته". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۷۱، سعيد)

۲......ایسا کرنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے کہ نہ کرنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔

۳......ناواقفیت کی صورت میں پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں، اگر ہٹ گیا اور دوسرا مقتدی پیچھے نہ ہٹا تو پہلے مقتدی کو دوبارہ آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱/۵۶ھ۔

ایک مقتدی کے بعد دوسرا مقتدی آگیا تو وہ کس طرف شرکت کرے؟

سوال[۲۹۱۳]: ایک امام اور ایک مقتدی امام کے داہنی طرف قعدہ میں بیٹھے ہیں، ایک اور مقتدی آگیا وہ امام کے کس طرف بیٹھے، آخری قعدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بائیں طرف (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک مقتدی کے بعد دوسرا مقتدی آگیا تو کہاں کھڑا ہو؟

سوال[۲۹۱۴]: امام اور ایک مقتدی اس کے داہنی طرف ہو اور دونوں حالت رکوع میں ہوں ایک نمازی اَور آگیا، اب یا تو وہ نمازی ایک رکعت ضائع کرے یا امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے، کیا حکم ہے؟ اگر امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے تب رکوع کے بعد امام کو بڑھنا چاہئے اگر جگہ ہو، ورنہ کیا مقتدیوں کو پیچھے کھسکنا چاہئے؟

---

(۱) "ترک السنة لا يوجب فساداً و لا سهواً بل إساءةً لو عامداً غير مستخف". (الدر المختار).
"(قوله: لا عامداً غير مستخف) فلو غير عامد فلا إساءة أيضاً". (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۴۷۳، ۴۷۴، سعيد)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۳) "والظاهر أيضاً أن هذا إذا لم يكن في القعدة الأولى، و إلا اقتدى الثالث عن يسار الإمام، و لا تقدم، و لا تأخر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۸، سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

امام کے ساتھ اگر ایک مقتدی ہواور وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہواور پھر کوئی مقتدی آ کرشریک ہوتو یہ بھی درست ہے کہ امام آ گے بڑھ جائے، یہ بھی درست ہے کہ مقتدی کواشارہ کردے کہ وہ پیچھے ہوجائے، یہ بھی درست ہے کہ بعد میں آنے والاخود پہلے کو پیچھے کھسکالے، اگر بعد میں آنے والا بائیں جانب کھڑا ہوگیا اورامام رکوع میں ہےتو رکوع سے فارغ ہوکرامام آ گے بڑھ جائے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک مقتدی ہوتو کہاں کھڑا ہو؟

سوال[۲۹۱۵]: اگرایک مقتدی اورایک امام ہےدونوں برابر میں کھڑے ہوگئےتو نماز ہوگی یا نہیں؟اگرنہیں توکس طرح کھڑے ہوں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے پیچھے رہےاوربس (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) [تتمة] إذا اقتدى بإمام فجاء آخر يتقدم الإمام موضع سجوده، كذا في مختارات النوازل. وفي القهستاني عن الجلابي: أن المقتدي يتأخر عن اليمين إلى خلف إذا جاء آخر اهـ. "ولو اقتدى واحد بآخر فجاء ثالث يجذب المقتدي بعد التكبير، ولوجذبه قبل التكبير، لا يضره، وقيل: يتقدم الإمام اهـ.
"ومقتضاه أن الثالث يقتدي متأخراً، و مقتضى القول بتقدم الإمام أنه يقوم بجنب المقتدي الأول، والذي يظهر أنه ينبغي للمقتدي التأخر إذا جاء ثالث، فإن تأخر، وإلا جذبه الثالث إن لم يخش إفساد صلاته، فإن اقتدى عن يسار الإمام يشير إليهما بالتأخر، و هو أولى من تقدمه؛ لأنه متبوع".
(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵٦۸، سعيد)
(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۵۷، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۲) "ويقف الواحد و لوصبياً، أما الواحدة فتتأخر محاذياً أو مساوياً ليمين إمامه على المذهب و لا عبرة بالرأس بالقدم، فلو صغيراً فالأصح ما لم يتقدم أكثر قدم المؤتم لا تفسد". (الدر المختار). وفي رد المحتار:" و أشار المصنف إلى أن العبرة إنما هو للقدم لا للرأس، فلو كان الإمام أقصر من المقتدي يقع رأس المقتدي قُدام الإمام، يجوز بعد أن يكون محاذياً بقدمه أو متأخراً قليلاً". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵٦۸، ۵۷۱، سعيد) .... =

اگر بعد میں ایک مقتدی رہ جائے تو مقتدی کیا کرے؟

سوال[۲۹۱۶]: اگر امام اور دو مقتدی نماز ادا کررہے ہیں ایک مقتدی کا وضو ساقط ہوجاتا ہے اور وہ چلا جاتا ہے اور وہ مقتدی اپنی ہی جگہ اور امام اپنی جگہ رہ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلیاً:

ہوگئی۔ فقط (۱)۔

صف کے پیچھے تنہا ایک آدمی کا کھڑا ہونا

سوال[۲۹۱۷]: ۱......فقہاء نے لکھا ہے کہ صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے، بہتر ہے کہ اگلی صف سے ایک آدمی پیچھے کھینچ لے تو اس آدمی کو کس طرف سے کھینچے وسط سے یا درمیان سے یا نہیں؟ اور کہاں کھڑا ہو یعنی امام کے پیچھے لاوے یا نہیں یا وہیں کھڑا ہو جائے جہاں سے آدمی کو پیچھے لاوے اور کیا جس کو پیچھے لاوے گا اس کی نماز میں کچھ نقصان نہ ہوگا؟

۲......حضرت مولانا تھانوی صاحب مدظلہ نے کسی رسالہ میں لکھا ہے کہ اگر امام "ما یجوز به الصلوة" پڑھ چکا ہے صحت کے ساتھ اور پھر آگے چل کر کہیں بھول گیا یا غلط پڑھ گیا یا کوئی اور بات آگئی تو نماز ہوجائے گی، لہٰذا گزارش ہے کہ اگر سورۂ بینہ میں "خیر البریة" کی جگہ "شر البریة" پڑھ دے تو کیا نماز ہوجائے گی؟ فقط۔ بینوا وتوجروا۔

مولوی عبدالوہاب صاحب از بہار (بذریعہ مولوی عبدالمجید صاحب) ۹/شعبان۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۵، إمداديه ملتان)

(۱) صورت مسئولہ میں نماز تو ہوگئی لیکن بہتر یہ ہے کہ مقتدی آگے ہو کر امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے:

"(قوله: و يقف الواحد عن يمينه والإثنان خلفه) .... و لو وقف خلفه، فيه روايتان أصحهما الكراهة". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۶، رشيديه)

وفي الفتاوى العالمكيرية: "ولو وقف خلفه جاز، و لم يذكر محمد الكراهية نصاً، واختلف المشايخ فيه، قال بعضهم: يكره هو الصحيح، هكذا في البدائع". (كتاب الصلاة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/۸۸، رشيديه)

الجواب حامداًومصلياً:

اگرایک صف پوری ہوچکی ہے اس کے بعدکوئی نمازی آیاہےتواس کوچاہئے کہ کچھ انتظار کرلےاوراگررکوع سے پہلے پہلےکوئی اورمقتدی آجائےتواس کے ساتھ مل کرکھڑاہوجائے اگرکوئی اورنمازی نہیں آیاتواس کوچاہئے کہ کسی شخص کوجوکہ اس مسئلہ سے واقف ہوصف سے کھینچ لےاورجس جگہ سے کھینچاہےاسی جگہ سے پچھلی صف میں دونوں کھڑے ہوجائیں (تقليلاً للمشي في الصلوة)۔ اوراگرکوئی اس مسئلہ کاجاننے والانہ ہوپھرتنہاہی کھڑاہوجائے:

"و متى استوى جانباه، يقوم عن يمين الإمام إن أمكنه. وإن وجد في الصف فرجةً سدها، وإلا انتظر حتى يجيء آخر فيقفان خلفه، وإن لم يجئ حتى ركع الإمام يختار أعلم الناس بهذه المسئلة منهم به، و يقفان خلفه، وإن لم يجد عالماً يقف خلف الصف بحذاء الإمام للضرورة، و لو وقف منفرداً بغير عذر تصح صلاته". رد المحتار: ١/ ٥٩٤ (١)۔

حضرت مولانا تھانویؒ نے یہ مضمون کس رسالہ میں تحریرفرمایاہے؟ اس کی عبارت نقل فرمایئے تب جواب دیاجائے گا۔فقط۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ، صحیح:عبداللطیف،۱۰/شعبان/۵۵ھ۔

ایضاً

سوال[۲۹۱۸]: اگرجماعت قعدۂ اخیرہ میں بیٹھی ہےتوپیچھے آنے والااکیلاآدمی کیاکرے؟ کیاپیچھے تنہابیٹھ جائے؟

الجواب حامداًومصلياً:

جب قعدۂ اخیرہ میں آکرشریک ہوااورصف پُرہوتوپیچھے تنہابیٹھ جائے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،یکم/صفر/۸۹ھ۔

---

(١) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٥٦٨، ٥٧١، سعيد)

(و كذافي البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ١/٢١٨، رشيديه)

(وكذافي حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوة، فصل في بيان الأحق بالإمامة، ص:٣٠٧، قديمی)

(٢) (تقدم تخريجه تحت العنوان السابق: ''صف کے پیچھے تنہاایک آدمی کاکھڑاہونا''۔)

منفرد کے پیچھے اقتداء

سوال[۲۹۱۹]: اگر منفرد عشاء کی نماز جہر سے ادا کر رہا ہے اور کوئی مقتدی شریک ہوگیا، مگر وہ منفرد امامت کی نیت نہیں کرتا اور پھر تکبیراتِ انتقال بھی زور سے نہیں کہتا، ایسی حالت میں مقتدی بغیر امام کے تکبیر کہے اس کی اتباع کرتا رہا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اگر مقتدی ایک نابالغ لڑکا اور ایک بالغ ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں

سوال[۲۹۲۰]: ایک مقتدی اور ایک لڑکا نابالغ۔ ان دونوں کو امام اپنے پیچھے کھڑا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کر سکتا ہے بلکہ اسی طرح کرنا چاہیے، کذا فی الطحطاوی، ص: ۱٦۸ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "وأمانيته الإمامة، فليست بشرط إلا في حق النساء". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۲۹۰، قديمى)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث فى شروط الصلوة، الفصل الرابع فى النية: ۱/٦٦، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۳، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۴، ۴۲۵، سعيد)

(۲) "وإن لم يكن جمع من الصبيان، يقوم الصبى بين الرجال، (قوله: يقوم الصبى اهـ) و لو كان مع رجل تقدمهما الإمام، اهـ". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فى بيان الأحق بالإمامة، ص: ۳۰۸، قديمى)

"قال: وكذا لو كان المقتدى رجلاً و صبياً يصفّهما خلفه لحديث أنس رضى الله تعالىٰ عنه: "فصففت أنا واليتيم وراءه، والعجوز من ورائنا" وهذا بخلاف المرأة الواحدة، فإنها تتأخر مطلقاً =

مسجد میں ایک جانب اضافہ ہوگیا تو امام کہاں کھڑا ہو؟

سوال[۲۹۲۱]: مسجد کے اندرونی حصہ کو ضرورۃً شمال کے جانب سے بڑھادیا گیا، اب امام کے داہنے جانب تیس نمازی اور بائیں جانب پندرہ نمازی رہتے ہیں، بحالت موجودہ کسی قسم کی کراہت تو نہیں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسی حالت میں امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے تاکہ دونوں طرف مقتدی برابر ہوں ورنہ کراہت ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مقام امام وسط مسجد ہے

سوال[۲۹۲۲]: امام بجائے درمیانی دروازے کے ایک جانب میں کھڑا ہوتا ہے جس کی وجہ سے

= كالمتعددات للحديث المذكور". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۷۱، سعيد)

(وكذافي البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۸، رشيديه)

(وكذافي النهرالفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۶، إمداديه ملتان)

(۱) "السنة أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان، و لو قام في أحد جانبي الصف، يكره".

قال عليه السلام: "توسطوا الإمام و سدو الخلل" .... و كذا قوله في موضع أخر: السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف، ألا ترى أن المحاريب مانُصبت إلا وسط المساجد، و هي قد عُينت لمقام الإمام". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب في كراهة قيام الإمام في غير المحراب: ۱/۵۶۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/۸۹، رشيديه)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "وسّطوا الإمام وسدّوا الخلل": أي اجعلوا إمامكم بأن تصفوا خلفه بحيث يكون الإمام حذاء وسط الصف، ويكون من عن يمينه من الرجال و من عن يساره سواء". (بذل المجهود، باب مقام الإمام من الصف: ۱/۳۶۵، إمداديه ملتان)

مقتدی بعض مسجد سے خارج حصہ میں کھڑے ہوتے ہیں، اگر امام وسطِ صحن میں کھڑا ہوتو سب مقتدی مسجد میں کھڑے ہوسکتے ہیں خارج مسجد کی ضرورت نہیں، پس دونوں صورتیں مساوی ہیں یا ایک اَولیٰ دوسری غیر اولیٰ؟ بینوا توجروا۔

بندہ حافظ محمد حسن سنسار پوری۔

الجواب حامداًومصلیاً:

امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہئے کہ یہی سنت ہے، وسط کو چھوڑ کر کسی ایک جانب کھڑا ہونا یہ خلاف سنت ہے، مسجد میں جگہ ہوتے ہوئے جولوگ خارج مسجد کھڑے ہوں گے ان کو مسجد کا ثواب نہیں ملے گا:

"السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف، ألا ترىٰ أن المحاريب ما نُصبت إلا وسط المساجد، و هي قد عُينت لمقام الإمام"۔ در مختار (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ۸/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ شعبان/ ۶۱ھ۔

امام کا محراب میں کھڑا ہونا

سوال [۲۹۲۳]: تنہا امام کا مسجد کے محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، محراب سے کیا مراد ہے اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عامۂ وسطِ مساجد میں جدارِ قبلہ میں امام کے لئے جگہ بنی رہتی ہے، امام کے قدم باہر ہوتے ہیں اور سجدہ محراب میں کرتا ہے، علامہ شامی نے علت پر بحث کر کے حاشیہ بحر سے نقل کیا ہے: "الذي يظهر من كلامهم

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب في كراهة قيام الإمام في غير المحراب: ۱/ ۵۶۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/ ۸۹، رشيديه)

(وكذافي تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۳۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

كراهته تنزيهية". شامی :١/ ٦٧٠ (١) یعنی کراہت تنزیہی ہے۔فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے، میں صرف میں اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ محراب ہی کے حکم میں باہر کا دروازہ بھی ہے، اس میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے (٢)۔ فقط سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم۔

امام کا محراب میں کھڑا ہونا

سوال [۲۹۲۴] : ۱- مسجد کے اندرونی حصہ میں دوصفوں کی جگہ ہے، محراب اتنا کشادہ ہے کہ امام بآسانی رکوع وسجود کرسکتا ہے، اگر امام محراب کے اندر کھڑا ہوتا ہے تو مقتدیوں کو کوئی دقت نہیں ہوتی، لیکن امام صاحب کہتے ہیں کہ نماز درست نہیں ہوتی؟

۲- اگر امام محراب سے صرف ایڑھیاں باہر رکھتا ہے تو قعدہ کی حالت میں امام کا جسم محراب کے اندر ہو جاتا ہے لہٰذا نماز درست نہ ہوگی؟

۳- اگر امام صاحب محراب سے بالکل باہر کھڑا ہوتا ہے تو مقتدیوں کے سر امام کے سرین سے ٹکراتے

---

(١) (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ١/٦٤٦، سعيد)

"قوله: (وقيام الإمام، لا سجوده في الطاق) .... فالحاصل أن مقتضى ظاهر الرواية كراهة قيامه في المحراب مطلقاً، سواء اشتبه حال الإمام أو لا، و سواء كان المحراب من المسجد أم لا، وإنما لم يكره سجوده في المحراب إذا كان قدماه خارجه؛ لأن العبرة للقدم في مكان الصلاة حتى تشترط طهارته رواية واحدة، بخلاف مكان السجود؛ إذ فيه روايتان". (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ٢/٤٦، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة و ما لا يكره : ١/١٠٨، رشيديه)

(٢) "الأصح ما روى عن أبي حنيفة أنه قال: أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين أو زاوية أو ناحية المسجد أو إلى سارية؛ لأنه بخلاف عمل الأمة". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ١/٦٤٦، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، باب الإمامة : ١/٣٥٦، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في النهر الفائق، باب الإمامة : ١/٢٤٥، إمداديه ملتان)

ہیں جس کی وجہ سے مقتدی کچھ کھسک جاتے ہیں اور صف ٹیڑھی ہو جاتی ہے تب سجدہ کرنا پڑتا ہے اور بعض لوگ امام کے پیچھے کھڑے ہونے سے کتراتے ہیں، لیکن امام صاحب کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے، شرعی اعتبار سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ کہنا غلط ہے کہ شکل نمبر ۱،۲: میں نماز درست نہ ہوگی، ہاں شکل نمبر:: ایک میں امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے (۱)، شکل نمبر: ۲ میں نہ مقتدی کو دشواری ہے نہ امام کو، تو شکل نمبر: ۲ کو اختیار کرلیا جائے (۲)۔

جگہ کی قلت اور جگہ کی دشواری اور نمازیوں کی کثرت کے وقت خود محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں (۳)، شکل نمبر: ۳، میں صف ٹیڑھی نہ کی جائے، نہ دوسری صف والوں کے لئے تنگی کی جائے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱، ۲، ۳) "وكره قيام الإمام في المحراب لا سجوده فيه وقدماه خارجه؛ لأن العبرة للقدم مطلقاً، وإن لم يتشبه حال الإمام إن علل بالتشبه، وإن بالاشتباه ولا اشتباه، فلا اشتباه في نفي الكراهة .... وهذا كله عند عدم العذر .... أو في المحراب لضيق المكان لم يكره. وحكى عن أبي الليث: لايكره قيام الإمام في الطاق عند الضرورة بأن ضاق المسجد على القوم". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۴۵، ۶۴۷، سعيد)

"ويكره قيام الإمام وحده في الطاق وهو المحراب، ولايكره سجوده فيه إذا كان قائماً خارج المحراب، وإذا ضاق المسجد بمن خلف الإمام، فلا بأس بأن يقوم في الطاق". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالا يكره: ۱/۱۰۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۱۶۵، إمداديه)

(۴) "عن سماك بن حرب قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه يقول: كان النبي صلى الله عليه وسلم يسوّينا في الصفوف كما يقوم القدح، حتى إذا ظن أن قد أخذنا ذلك عنه، وفقهنا، أقبل ذات يوم بوجهه إذا رجل منتبذ بصدره فقال: "لتسوُنّ صفوفكم أو ليخالفنّ الله بين وجوهكم". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف: ۱/۱۰۴، إمداديه، ملتان)

"السنة أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان، ولو قام في أحد جانبي الصف يكره". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۸، سعيد)

امام کا محراب میں کھڑا ہونا

سوال[۲۹۲۵]: امام صاحب کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے لیکن گرمی کے زمانہ میں لوگوں کا کہنا ہے کہ صحن میں صرف ایک ہی صف کی جگہ ہے، نمازیوں کو بیحد تنگی ہوتی ہے تو مجبوراً اگر امام صاحب محراب میں کھڑے ہو جائیں تو گنجائش ہے یا نہیں؟

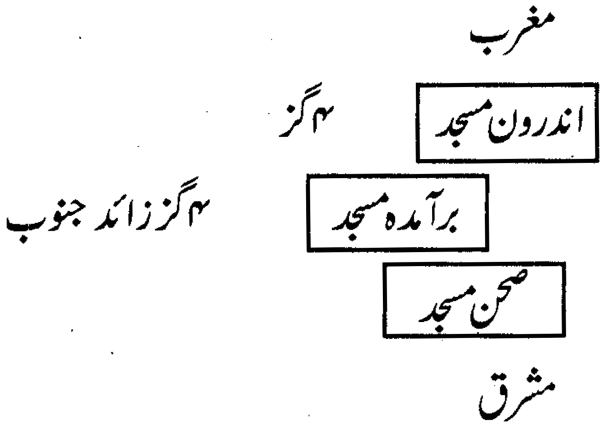
الجواب حامداًومصلیاً:

تنگی اور ضرورت کی حالت میں محراب میں کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، کذا فی البحر: ۲/۲۶(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱/۳/۸۸ھ۔

امام کا مسجد کے وسط میں کھڑا ہونا

سوال[۲۹۲۶]: ہماری مسجد کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے:



(الف) مسئلہ کی رو سے امام بیچ میں بروقت نماز ہونا چاہیے مگر برآمدہ مسجد سے جنوب کی طرف ۴/گز

---

(۱) "قال الولوالجي في فتاواه و صاحب التجنيس : إذا ضاق المسجد بمن خلف الإمام على القوم، لا بأس بأن يقوم الإمام في الطاق؛ لأنه تعذر الأمر عليه، وإن لم يضق المسجد بمن خلف الإمام، لا ينبغي لإمام أن يقوم في الطاق؛ لأنه يشبه تباين المكانين". (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۴۶، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار. باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/۶۴۳، سعيد)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة و ما لا يكره : ۱/۱۰۸، رشيديه)

بڑھا ہوا ہے، اب اگر جماعت برآمدہ میں ہو تو امام کو کہاں کھڑا ہونا چاہیے، کیونکہ برآمدہ کی مغرب والی دیوار جو مسجد اندرون کی دیوار ہے اس میں تین دروازے ہیں، اب ان میں سے امام کو کون سے دروازے پر کھڑا ہونا چاہیے۔

(ب) برآمدہ سے مسجد صحنِ مسجد بھی اس طرح سے ۴/گز جنوب کو بڑھا ہوا ہے، اب اگر امام جماعت صحنِ مسجد میں کرے تو وہ کہاں کھڑا ہو؟ چونکہ صحن مسجد کی مغرب والی دیوار جو برآمدہ کی ہے اس میں پانچ دروازے ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ امام کون سے دروازے میں کھڑا ہو، کیونکہ اگر صحن کا بیچ کر کے امام کھڑا کیا جاتا ہے تو وہ برآمدہ کے چوتھے دروازے میں کھڑا ہوتا ہے جو مسجد کی جنوبی دیوار کے سامنے امام کھڑا ہو جاتا ہے۔

(ج) اگر محراب مسجد کے سامنے امام کھڑا ہوتا ہے تو جماعت جنوب کی طرف ۸/گز بڑھ جاتی ہے، یہ پوزیشن مسجد کی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کو ایسی جگہ کھڑا ہونا چاہیے کہ اس کے شمال وجنوب میں حدودِ مسجد کے اندر اندر دونوں نمازی برابر ہوں (۱)، یہی حکم برآمدہ وصحنِ مسجد کا ہے (۲)۔ اگر اس مسجد کی محراب بالکل وسط میں ہے اور برآمدہ وصحن میں کسی

---

(۱) "حدثنی أبوهريرة رضی الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "وسّطوا الإمام": أی اجعلوا إمامكم بأن تصفوا خلفه بحیث یكون الإمام حذاء وسط الصف، ویكون من عن یمینه من الرجال ومن عن یساره سواء، اهـ". (بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب مقام الإمام فی الصف: ۱/۳٦۵، إمدادیه، ملتان)

(۲) "السنة أن یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان، ولو قام فی أحد جانبی الصف یكره، ولو كان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد، یقوم الإمام فی جانب الحائط یستوی القوم من جانبیه، والأصح ما روی عن أبی حنیفة أنه قال: أكره أن یقوم بین الساریتین أو فی زاویة أو فی ناحیة المسجد أو إلی ساریة؛ لأنه خلاف عمل الأمة. قال علیه الصلوٰة والسلام: "توسطو الإمام، وسدوا الخلل". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵٦۸، سعید) .... =

جانب اضافہ ہے تو اصل مسجد کی محراب کی سیدھ میں برآمدہ وصحن میں کھڑا ہونا ضروری نہیں، بلکہ برآمدہ وصحن میں جوجگہ وسط میں ہو وہاں کھڑا ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۹ھ۔

جگہ تنگ ہوتو امام کا بیچ میں کھڑا ہونا

سوال [۲۹۲۷]: ایک مسجد ہے جس میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہی نہیں ہے، امام صف سے ایک قدم کے قریب آگے کھڑا ہوتا ہے، آدھی صف اس کے دائیں آدھی صف اس کے بائیں، نماز درست ہے یا نہیں؟ جب کہ بیچ میں جگہ خالی ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

جب مسجد اتنی تنگ ہے تو امام کا بیچ میں کھڑا ہونا درست ہے جس طرح ایک مقتدی ہوتو داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے، اسی طرح تمام آدمی داہنی طرف اور بائیں طرف کھڑے ہوجائیں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تنگی کی وجہ سے امام کا مقتدیوں سے دوچار انچ آگے ہونا

سوال[۲۹۲۸]: مسجد میں محراب نہیں ہے اور امام صف پر کھڑا ہوتا ہے اور جمعہ کے روز جگہ کی تنگی رہتی ہے تو امام دوچار انچ آگے بڑھ جاتا ہے اور مقتدی بھی اسی صف پر، تو امام درمیان میں ہوگا تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اگر درست ہے تو حوالۂ کتب کی اہم ضرورت ہے۔ اگر درست نہیں ہے تو کیوں؟ اور تنگی کی صورت

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة ،الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم : ۱/۸۹، رشيديه)

(۱) "وفناء المسجد حكم المسجد، يجوز الاقتداء فيه وإن لم تكن الصفوف متصلةً". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۳۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة ومايكره فيها، فصل: كره غلق المسجد : ۱/۱۰۹، رشيديه)

(۲)(سيأتي تخريجه تحت المسئلة التالية)

میں یہ جماعت مانند عورتوں کے ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام کومقتدیوں سے آگے کھڑا ہونا چاہئے، لیکن اگر نمازیوں کی کثرت اور جگہ تنگ ہو اس لئے چند انچ ہی مقتدیوں سے آگے ہے تب بھی کافی ہے، یہ عذر شرعاً معتبر ہے(۱) جیسا کہ ازدحام میں پچھلی صف والے اگلی صف والوں کی کمر پر سجدہ کرلیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۰/۲۶ھ۔

امام اور منبر کے درمیان آدمی کھڑا کرنا

سوال[۲۹۲۹]: بوقت ادائے نماز جمعہ امام صاحب کے بائیں بازو ایک صف کھڑی ہے، منبر کے دائیں بازو بھی ایک صف کھڑی ہے، محراب میں امام صاحب کھڑے ہیں، امام صاحب دائیں بازو ایک شخص کھڑا کردیتے ہیں، اس شخص کی سیدھی جانب منبر بالکل متصل ہے اور بائیں جانب پیش امام فاصلہ سے

---

(۱) "وذكر الإسبيجابي أنه لو كان معه رجلان، فإمامهم بالخيار إن شاء تقدم و إن شاء أقام فيما بينهما . ولو كانوا جماعةً فينبغي للإمام أن يتقدم، و لو لم يتقدم إلا أنه أقام على ميمنة الصف أو على ميسرته أو قام في وسط الصف، فإنه يجوز و يكره .... وأشار المصنف إلى أن العبرة إنما هو للقدم لا للرأس، فلو كان الإمام أقصر من المقتدى تقع رأس المقتدى قدام الإمام، يجوز بعد أن يكون محاذياً بقدمه أو متأخراً قليلاً". (البحر الرائق ، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۶۱۷/۱، رشيديه)

(و كذافي ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۵۶۷/۱، سعيد)

(و كذافي خلاصة الفتاوى ، كتاب الصلوة، ما يتصل بصحة الاقتداء : ۱۵۶/۱، ۱۵۷، امجد اكيڈمى لاهور)

(۲) "وان سجد للزحام على ظهر مصل صلاته التي هو فيها، جاز للضرورة، وإن لم يصلها، بل صلى غيرها أو لم يصل أصلاً أو كان فرجة، لا يجوز". (الدر المختار ، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها : ۵۰۲/۱، سعيد)

(و كذافي تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۳۰۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذافي النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۲۱۷/۱، إمداديه ملتان)

آگے اور پیش امام کے بائیں جانب ایک صف کھڑی ہے۔ امام کے دائیں بازو اور منبر کے بائیں بازو ایک شخص بحیثیتِ مقتدی تنہا کھڑا کر سکتے ہیں کیا؟ اور اس شخص کی نماز ہوئی یا نہیں؟ واضح ہو کہ مقتدیوں کے لئے مسجد میں جگہ کی کمی نہیں ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

امام اور منبر کے درمیان ایک آدمی کو کھڑا کرنا ضروری نہیں، اگر وہ جگہ خالی رہے تب بھی مضائقہ نہیں۔ اگر اس کو وہاں کھڑا کر دیا گیا تو اس کی وجہ سے کسی اَور کی نماز میں خلل نہیں آیا، سب کی نماز درست ہے، کوئی نزاع نہ کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دوستونوں کے درمیان صف بنانا

سوال[۲۹۳۰]: ایک مسجد ہے جس میں امام کے پیچھے ایک صف کھڑی ہو جاتی ہے اسی طرح پھر دوسری صف لگ جاتی ہے، لیکن ان دونوں صفوں کے درمیان ستون آ جاتے ہیں، ان ستونوں کے درمیان ایک صف کھڑی ہو سکتی ہے، لیکن وہ صف مسلسل نہیں ہو سکتی بلکہ ستون کی آڑ کی وجہ سے صف میں خلا ہو جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ان ستونوں کے درمیان صفِ ثانی کھڑی ہو سکتی ہے یا ان ستونوں کے درمیان کی جگہ خالی چھوڑ دی جائے؟

---

(۱) "و يمنع من الاقتداء صف من النساء بلا حائل، أو طريق تجرى فبه عجلة، أو نهر تجرى فيه السفن، أو خلاء في الصحراء يسع صفين فأكثر، إلا إذا اتصلت الصفوف، فيصح مطلقاً .... والحائل لا يمنع الاقتداء .... و لم يختلف المكان حقيقةً كمسجد، و لا حكماً عند اتصال الصفوف". (التنوير مع الدر المحتار، كتاب الصلوة باب الإمامة: ۱/۵۸۴، ۵۸۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الاقتداء وما لايمنع: ۱/۸۷، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح مع نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۱۹۱، قديمي)

الجواب حامداًومصلیاً:

مبسوط سرخسی میں موجود ہے کہ اگر ستون درمیان میں ہوتو اس سے نہ اقتدا ممنوع ہوتا ہے نہ کراہیت پیدا ہوتی ہے:

"والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه؛ لأنه صف في حق كل فريق وإن لم يكن طويلاً، و تخلّل الأسطوانة بين الصف كتخلل متاع موضوع أو كفرجةٍ بين رجلين، و ذلك لا يمنع صحة الاقتداء، و لا يوجب الكراهة، اهـ". مبسوط: ۲/۳۵(۱)-

اگر مسجد میں وسعت ہوتو اچھا یہ ہے کہ اس جگہ اصطفاف سے احتراز کیا جائے جہاں ستون بیچ میں آ جائے، کیونکہ بعض اہلِ علم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

امام کے کسی جانب نمازیوں کا زیادہ ہونا

سوال[۲۹۳۱]: اگر نماز جماعت میں دائیں یا بائیں طرف آدمی زیادہ ہو جائیں تو نماز کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام کی ایک جانب مقتدیوں کا زیادہ ہونا اور دوسری جانب کم ہونا مکروہ ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۹/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، یکم/ رمضان/ ۵۵ھ۔

---

(۱) (المبسوط ، كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة : ۲/۵۴، غفاريه كوئٹه)

(۲) "عن عبد الحميد بن محمود :"قال صلينا خلف أمير من الأمراء فاضطرّنا الناس، فصلينا بين الساريتين، فلما صلينا، قال أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه : كنا نتقى هذا على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. وقدكره قوم من أهل العلم أن يصف بين السوارى.......... و قد رخص قوم من أهل العلم فى ذلك".

(سنن الترمذى، كتاب الصلاة ، باب ما جاء فى كراهية الصف بين السوارى : ۱/۵۳، سعيد)

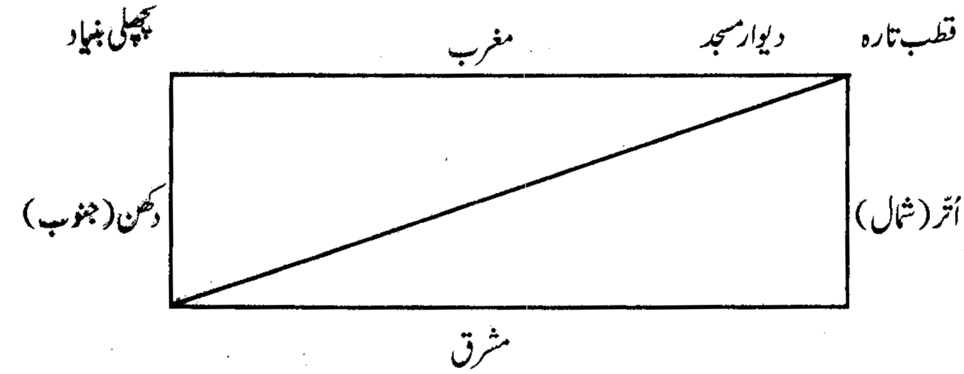
(۳) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "وسّطوا الإمام، وسدّو الخلل": أى اجعلوا إمامكم بأن =

صف ٹیڑھی ہوتو کیا کیا جائے

سوال[۲۹۳۲]: ایک قدیم مسجد ہے جس میں صفیں کچھ ٹیڑھی بچھائی جاتی ہیں رخ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے، ہمیں معلوم یہ کرنا ہے کہ نماز میں عین قبلہ ضروری ہے یا جہت قبلہ اور قطبین پر جو مساجد ہوں وہ صحیح اور جو اس کے تھوڑے فرق پر ہوں وہ غیر صحیح، یہ قطب تارے شرعاً حجت ہیں یا نہیں؟ اگر مسجد میں صفیں قطب تارے کے رخ پر بچھاتے ہیں، مسجد سے کافی جگہ نکل جاتی ہے اور جگہ کی تنگی ہے تو اب کیا کریں، آیا جہتِ کعبہ پر عمل کریں یا سمتِ کعبہ پر؟ نقشہ ذیل میں ہے:

مسجد میں صرف اتنا فرق ہے، اب دیوارِ مغرب قطب والے نشان پر رکھی جائے یا اخیر والے خط پر؟ مفصل بیان فرمائیے۔

نقشہ



الجواب حامداًومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ کسی عالم تجربہ کار کو جو کہ سمتِ قبلہ معلوم کرنے میں ماہر ہو، بلا کر معائنہ کرادیا جائے کہ اتنا

= تصفوا خلفه بحيث يكون الإمام حذاء وسط الصف، ويكون من عن يمينه من الرجال و من عن يساره سواء". (بذل المجهود ، كتاب الصلوة، باب مقام الإمام من الصف : ۱/۳۶۵، مكتبه إمداديه ملتان)

"السنة أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ، ولو قام في أحد جانبي الصف يكره".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۶۸، سعيد)

"و لو قام الإمام وسط القوم أو قاموا في ميمنته أو ميسرته، فقد أساء وا ".(التاتارخانية ، كتاب الصلوة، الفصل السابع في بيان مقام الإمام والمأموم : ۱/۶۲۳ ، إدارة القرآن كراچی)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم : ۱/۸۹، رشيديه)

تفاوت قابلِ تسامح ہے یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۸/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

امام کا صف پر کھڑے ہوکر نماز پڑھانا

سوال[۲۹۳۳]: ایک مسجد کے اندر کا صحن تین صفوں کا ہے اور امام کے پاس محراب تک پنکھے کی ہوا نہیں پہنچتی تو کیا امام صاحب پہلی صف پر کھڑے ہوکر نماز پڑھا سکتا ہے؟ اگر پڑھا سکتا ہے تو کسی قسم کا نماز کے اندر فرق تو نہیں آتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مقتدیوں کو تنگی نہ ہو، سب مسجد میں سما جائیں تو بجائے محراب کے صفِ اول میں محراب کے سیدھ میں کھڑا ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۱/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۱/ ۹۰ھ۔

---

(۱) "السنة أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان، ولو قام في أحد جانبي الصف يكره. ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوي وامتلأ المسجد، يقوم الإمام في جانب الحائط يستوي القوم من جانبيه. والأصح ما روي عن أبي حنيفة رحمة الله تعالیٰ عليه أنه قال: أكره أن يقوم بين السار يتين أو في زاوية أو في ناحية المسجد أو إلى سارية؛ لأنه خلاف عمل الأمة. قال عليه السلام: "توسطوا الإمام، وسدّوا الخلل" .... السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف، ألا ترى أن المحاريب ما نُصبت إلاوسط المساجد، و هي قد عُيّنت لمقام الإمام اهـ. والظاهر أن هذا في الإمام الراتب لجماعة كثيرة لئلا يلزم عدم قيامه في الوسط، فلو لم يلزم ذلك، لا يكره، تأمل". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۸، سعيد)

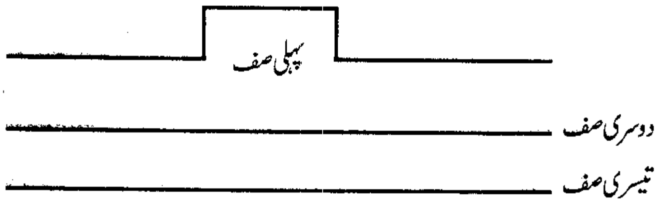
"و لو قام الإمام وسط القوم أو قاموا في ميمنته أو ميسرته, فقد أساء وا". (التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل السابع في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/ ۶۲۳، إدارة القرآن كراچی)

(و كذافي العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/ ۸۹، رشيديه)

امام کے پیچھے والی صف چھوٹی، بعد والی بڑی

سوال[۲۹۳۴]: ہمارے یہاں ایک عیدگاہ ہے جس کی مرمت کرائی جارہی ہے اور پیش امام کی جگہ تھوڑا آگے کردیا گیا ہے جس کے نتیجہ کے طور پر پیش امام کے پیچھے جو صف بنے گی وہ چودہ آدمیوں پر مشتمل ہوگی اس کے بعد کی صف تقریباً ۱۰۰/ آدمیوں کی ہے، کیا چھوٹی صف پہلے بن سکتی ہے اور اس کے پیچھے بڑی صف بن جائے؟ شرعاً اس پر روشنی ڈالنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

نقشہ اس طرح ہے:



الجواب حامداًومصلیاً:

اگر امام کے پیچھے جگہ کم ہونے کی وجہ سے چودہ آدمیوں کی صف ہو اس کے پیچھے سوآدمیوں کی صف ہو تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں، درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا تصفون كما تصف الملائكة عند ربهم"؟ قلنا: وكيف تصف الملائكة عند ربهم؟ قال:" يتمّون الصفوف المقدمة، و يتراصون فى الصف".

"الصفوف المقدمة: أى المتقدمة، و هى إتمامها أن يكمل الصف الأول، ثم الثانى، ثم الثالث". (بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف: ۱/۳٦۰، إمداديه ملتان)

"وفى القنية: والقيام فى الصف الأول أفضل من الثانى، وفى الثانى من الثالث، هكذا؛ لأنه روى فى الأخبار أن الله تعالىٰ إذا أنزل الرحمة على الجماعة ينزلها أولاً على الإمام، ثم تتجاوز عنه إلى من بحذائه فى الصف الأول، ثم إلى الميامن، ثم إلى المياسر، ثم إلى الصف الثانى". (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/٦۱۹، رشيديه)

(وكذافى رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵٦۹، سعيد)

بڑی چوڑی مسجد کی صفوں کو نماز میں دائیں بائیں سے کم کرنا

سوال[۲۹۳۵]: جامع مسجد کی چوڑائی تقریباً ۴۰۰/فٹ سے زائد ہے، اس میں آج بھی پانچوں وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے، عموماً سردی کے زمانے میں اور دیگر وجوہات کی بنا پر جماعت میں شامل ہونے والے کبھی کم، کبھی زیادہ تعداد میں حاضر ہوتے ہیں، چونکہ صفِ اول کا پورا کرنا بنیادی طور پر لازمی ہے، مگر اس کی لمبائی اس قدر زیادہ ہے کہ جب جماعت کھڑی ہوتی ہے تو لوگ یمیناً ویساراً دوڑتے دوڑتے صفِ اول میں جا ملتے ہیں، اس طرح بسا اوقات ان کی ایک ایک رکعت بھی فوت ہوجاتی ہے اور نمازیوں میں ہر قسم کے لوگ مثلاً بوڑھے، ضعیف، جوان اور بیمار بھی ہوتے ہیں، اس لئے صفِ اول کے پورا کرنے میں بوجہ درازیٔ صف بہت پریشانی ہوتی ہے۔

نمازیوں کی رائے ہے کہ صف کو ایک خاص حد تک محدود بنایا جائے اور دونوں جانب باقی حصہ چھوڑ دیا جائے تاکہ امام صاحب کے پیچھے نمازی ایک خاص حد تک کھڑے ہوں اور اگر دوسری صف بھی لگ جائے تو اس کے مطابق اسی کے سیدھ میں قائم کیا جاسکے۔ کیا شریعتِ مطہرہ اس کی اجازت دے سکتی ہے؟ جواب مدلل بحوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

نوٹ: جمعہ کی نماز میں لوگوں کی کثرت ہوتی ہے اور اہتمام بھی خاصا ہوتا ہے، لہٰذا جمعہ کی نماز کے بارے میں کوئی بات دریافت طلب نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو حصہ ایک دفعہ مسجد بنا دیا گیا ہے یمیناً ویساراً، اس کو مسجد سے خارج کرنے کی تو کسی صورت میں اجازت نہیں، وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے(۱)، البتہ عذرِ مذکور فی السوال کی وجہ سے دونوں جانب کچھ خالی جگہ چھوڑ

---

(۱) "فإذا تم (أى الوقف) ولزم، لايُملَك ولايملّك ولايعار ولا يرهن". (الدر المختار، كتاب الوقف: ۳۵۱/۴، ۳۵۲، سعيد)

"ولو خرب ماحوله واستغنى عنه، يبقى مسجداً عند الإمام والثانى أبداً إلى قيام الساعة، وبه يفتى، حاوى القدسى". (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أوغيره: ۳۵۸/۴، سعيد)
(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد ومايتعلق به، الفصل الأول فيما يصير به مسجداً وفى أحكامه: ۴۵۸/۲، رشيديه)

دی جائے اور امام وسط ہی میں رہے اور دوسری پھر تیسری صف بھی صفِ اول کی طرح ہوجائے تو اس کی وجہ سے دوسری، تیسری صف والے نماز میں صفِ اول کی فضیلت سے تو ضرور محروم رہیں گے، فضیلتِ جماعت بلاتردد حاصل ہوجائے گی، لیکن اس صورت میں مکروہ ہونے میں اختلاف ہے: "وفي كراهة ترك الصف الأول مع إمكان خلاف، اه". شامی: ۱/۳۸۳ (۱)۔

ہاں! اگر رکعت فوت ہونے کا خوف ہو، مثلاً امام رکوع میں ہو تو پھر دوسری صف میں شریک ہوجانا مکروہ نہیں بلکہ تحصیلِ رکعت کے لئے ایسا کرنا افضل ہے:

"قال في الأشباه: إذا أدرك الإمام، فشروعه لتحصيل الركعة في الصف الأخير أفضل من وصل الصف، اه". شامی: ۱/۳۸۳(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، باب الامامة: ۱/۵۶۹، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خير صفوف الرجال أوّلها، وشرها آخرها، وخير صفوف النساء آخرها، وشرها أولها". "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لايزال قوم يتأخرون عن الصف الأول حتى يؤخرهم الله في النار". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب صف النساء وكراهة التأخر عن الصف الأول: ۱/۱۰۶، إمداديه، ملتان)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۷۰، سعيد)

"حدثنا الحسن أن أبا بكرة رضي الله تعالىٰ عنه حدث أنه دخل المسجد ونبي الله صلى الله عليه وسلم راكع، قال: فركعت دون الصف، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "زادك الله حرصاً ولا تعد". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب الرجال يركع دون الصف: ۱/۱۰۶، إمداديه، ملتان)

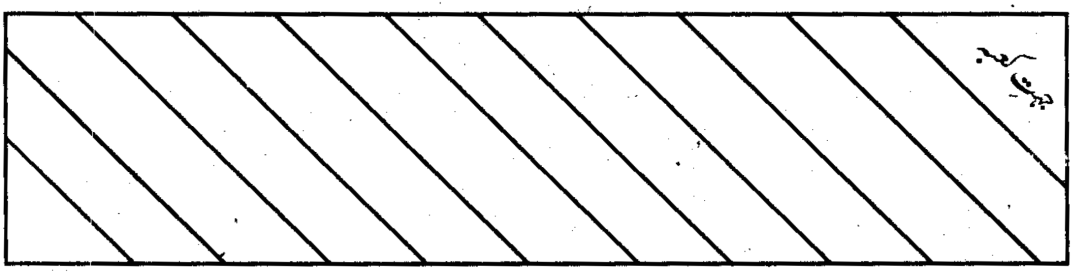
(وسنن النسائي، كتاب الإمامة والجماعة، باب الركوع دون الصف: ۱/۱۳۹، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۷، رشيديه)

جہتِ قبلہ کی رعایت کی وجہ سے صفوں کا چھوٹا بڑا ہونا

سوال[۲۹۳۶]: ایک مکان ہے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہے مگر بوجہ مکانیت کے صفیں چھوٹی بڑی بچھائی جاتی ہیں تو اس طرح نماز باجماعت وجمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً:

نقشہ



اس طرح صفیں بچھتی ہیں، ان پر نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکان کے رخ پر صفوف کا ہونا ضروری نہیں، جہتِ قبلہ پر صفوف قائم کی جائیں، اگر چہ بعض چھوٹی بعض بڑی ہوجائیں (۱)۔ پنج وقتہ نماز درست ہے، اگر وہاں ہر ایک کو شرکتِ نماز کی اجازت ہو، کوئی رکاوٹ نہ ہو تو وہاں جمعہ بھی درست ہے (۲)، اگر وہاں مسجد نہیں ہے تو مسجد بنانے کی کوشش کی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۹/۹۴ھ۔

---

(۱) "والسادس استقبال القبلة، فللمكي إصابة عينها ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۷، ۴۲۸، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، رشیدیه)

(۲) "والسابع: الإذن العام من الإمام وهو يحصل بفتح أبواب الجامع للواردين كافي". (الدر المختار)

"(قوله: الإذن العام): أي أن يأذن للناس إذناً عاماً بأن لا يمنع أحداً ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذي تصلى فيه، و هذا مراد من فسّر الإذن العام بالاشتهار". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الجمعة: ۲/۱۵۱، ۱۵۲، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة: ۱/۵۳۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السادس في صلوة الجمعة: ۱/۱۴۸، رشیدیه)

(۳) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: أمر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ببناء المسجد، فقال: =

کسی خاص شخص کے لئے کسی عامی کو اس کی جگہ سے ہٹانا

سوال[۲۹۳۷]: اگر امام کے پیچھے کوئی عوام کھڑا ہو جائے اور اسی صف میں طالب علم اور مولوی بھی کھڑا ہو، کیا طالب علم یا مولوی صاحب کو یہ حق ہے کہ اس عوام کو ہٹا کر خود کھڑا ہو جائے، یا امام کو چاہئے کہ اپنے پیچھے طالب علم اور مولوی کو کھڑا کرے تا کہ حدث واقع ہونے پر خلیفہ بنا سکے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب کہ وہ شخص پہلے آ کر امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا ہے تو کسی دوسرے نمازی یا امام کو اس کا حق نہیں کہ اس کی جگہ سے اس کو ہٹا دے، ہاں! اگر وہ خود ہٹنے کے لئے رضا مند ہو جائے تو مضائقہ نہیں:

"ويكره أشدَّ كراهة أن يقيم الرجل أخاه، فيجلس في موضعه في الجمعة و غيرها. قال الكرماني: و ظاهر النهي الوارد فيه التحريم؛ لأن من سبق إلى مباح فهو أحق به بخلاف ما لو قام الجالس باختياره وأجلس غيره، فلا كراهة في جلوس غيره، اهـ". طحطاوي، ص: ۳۰٤(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم شہر میرٹھ جامع مسجد۔

= "يا بني النجار! ثامنوني بحائطكم هذا". قالوا: لا والله! لا نطلب ثمنه إلا إلى الله". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب إذا وقف جماعةٌ أرضاً مشاعاً فهو جائز: ۱/۳۸۸، قديمي)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص: ۵۲۳، قديمي)

البتہ اگر امام محض استخلاف کی نیت سے کسی ذی علم شخص کو آگے صف میں لے آئے تو بظاہر مناسب ہے، "لما روي عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ليليني منكم أولوا الآحلام والنهىٰ". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب تسوية الصف: ۱/۹۸، رشيديه)

"(والنهى) وهو العقل الناهي عن القبائح أي: ليدن من البالغون العقلاء لشرفهم ومزيد تعطنهم وتيقظهم وضبطهم لصلاته، وإن حدث له عارض يخلفوه في الإمامة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف: ۳/۱۷۲، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب من يستحب أن يلي في الصف وكراهية التاخير: ۱/۳٦۳، إمداديه، ملتان)

صف میں رومال یا مصلی رکھ دینا

سوال [۲۹۳۸]: مسجد میں یا کسی حلقہ وغیرہ میں کوئی شخص جائے اور جا کر وہاں کوئی کپڑا وغیرہ اپنی نشست کے لئے رکھدے تو آیا کوئی دوسرا شخص اس جگہ آ کر بیٹھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی بیٹھ جائے تو پہلے شخص کو اس دوسرے شخص سے جھگڑا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر کوئی شخص آ کر کسی جگہ بیٹھ گیا پھر کوئی فوری ضرورت پیش آئی جس کو پورا کرتے ہی لوٹ کر آئے گا مثلاً تھوکنا، ناک صاف کرنا، وضو کرنا وغیرہ اور جاتے وقت اپنی جگہ کپڑا رکھ کر چلا گیا تو اس میں مضائقہ نہیں اور دوسرے شخص کو اس کی جگہ بیٹھنا بھی نامناسب ہے اور اگر کوئی شروع ہی سے کپڑا رکھدے اور اپنے کاروبار میں مشغول رہے اور نماز کے وقت آ کر اپنی جگہ پر قبضہ جمائے یہ غیر مستحسن ہے، ایسی حالت میں دوسرے شخص کو اگر تنگی کی وجہ سے جگہ میسر نہ آئے تو اس کے کپڑے کو ہٹا کر بیٹھنا درست ہے، مگر ہاتھ سے نہ ہٹائے ورنہ اس کی ضمان میں داخل ہو جائے گا، اگر تنگی نہ ہو بلکہ وسعت ہو تو دوسری جگہ بیٹھ جائے:

"ولو فرش له نحو سجادة، ففيه وجهان: فقيل: يجوز لغيره تنحيتها والجلوس في موضعها؛ لأن السبق بالأجسام لا بما يفرش، ولا يجوز الجلوس عليها بغير رضاه، نعم! لا يرفعها بيده أو غيرها؛ لئلا تدخل في ضمانه، وقيل: لا يجوز تنحيتها؛ لأنه ربما يفضي إلى الخصومة، ولأنه سبق إليه بالحجر، فصار كحجر الموات۔". ص:۳۰۴(۱)۔

"وهذا كمن بسط بساطاً أو مصلى: أى سجادة في المسجد أو المجلس، فإن كان المكان واسعاً، لا يصلي ولا يجلس عليه غيره، وإن كان المكان ضيقاً، جاز لغيره أن يرفع البساط ويصلي في ذلك المكان أو يجلس، اهـ". مراقی الفلاح، ص:۳۵۹ (۲)۔ والمسئلة

---

(۱) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص: ۵۲۳، ۵۲۴، قديمى)

(۲) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فى حملها و دفنها، ص:۶۱۵، قديمى)

"كمن بسط سجادةً في المسجد أو نزل في الرباط فجاء آخر، لا ينبغي أن يوحش الأول إن =

مذكورة فی شرح الهداية و رد المحتار ايضاً(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۶/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

امام کے سلام کے بعد صف سے ہٹ کر بیٹھنا

سوال[۲۹۳۹]: جماعت کے اختتام پر بعض مقتدی صف سے ذرا سرک کر قبلہ رو بیٹھ جاتے ہیں بوجہ بھجاوٹ(۲) یا سخت گرمی یا سردی کے اور تسبیح پوری کر کے امام کے ساتھ ہی دعاء میں شرکت کر کے فارغ ہو جاتے ہیں تو کیا یہ مقتدی منافق یا گنہ گار ہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

ایسا کرنے سے وہ منافق بھی نہیں، گنہگار بھی نہیں (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

=كان فى المكان سعة". (البحر الرائق، كتاب الوقف، مطلب فى أحكام المساجد: ۴۲۶/۵، رشيديه)

(۱) "(قوله: و تخصيص مكان لنفسه)؛ لأنه يخل بالخشوع: أى لأنه إذا اعتاده ثم صلى فى غيره، يبقى باله مشغولاً بالأول ....له فى المسجد موضع معين يواظب عليه و قد شغله غيره، قال الأوزاعي: له أن يزعجه و ليس له ذلك عندنا اهـ: أى لأن المسجد ليس ملكاً لأحد. قلت: ينبغي تقييده بما إذا لم يقم عنه على نية العود بلا مهلة كما لو قام للوضوء مثلاً، ولا سيماً إذا وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده تأمل". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب فى الغرس فى المسجد: ۶۶۲/۱، سعيد)

(۲) "بھجاوٹ: موٹا تختہ جو شہتیروں پر ٹاٹ لگانے اور چھت پاٹنے کے کام آتا ہے"۔(فیروز اللغات، ص:۲۳۳، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "وقيل: يستحب كسر الصفوف". (الدر المختار). "(قوله: وقيل يستحب كسر الصفوف) ليزول الاشتباه عن الداخل المعاين للكل فى الصلوة البعيدة عن الإمام، و ذكره فى البدائع والذخيرة عن =

نماز کے بعد کسی چھوٹے کا بڑے سے کچھ پیچھے ہٹ جانا

سوال[۲۹۴۰]: بسا اوقات بعض جگہ طلبہ واساتذہ جماعت میں شریک رہتے ہیں جب امام سلام پھیرتا ہے تو جو طالب علم اپنے استاد کے پاس ہوتا ہے پیچھے کھسک جاتا ہے یہ فعل کیسا ہے؟ اور برابر ہی بیٹھے رہنا کیسا ہے، اگر دونوں درست ہیں تو بہتر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

برابر بیٹھے رہنا بھی درست ہے، پیچھے کھسک کر بیٹھنا بھی ادباً درست ہے، یہ نہ اصرار کی چیز ہے نہ انکار کی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ رجب/ ۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ رجب/ ۷۰ھ۔

صف میں نابالغ بچوں کے سامنے سے گزرنا

سوال[۲۹۴۱]: نابالغ بچے اگر نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے سامنے سے مرور جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ نماز کے ارکان وشرائط سے بخوبی واقف ہوں اور طفل لایعقل نہ ہوں بلکہ طفل یعقل ہوں اور مراہق ہوں تو کیا حکم ہے؟

= محمد، و نص في المحيط على أنه السنة، كما في الحلية". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/ ۵۳۱، سعيد)

"فيه دليل لما قاله أصحابنا: أن النافلة الراتبة وغيرها يستحب أن يتحول لها عن موضع الفريضة إلى موضع آخر، وأفضله التحول إلى بيته، وإلا فموضع آخر من المسجد أوغيره، ليكثر مواضع سجوده لتنفصل صورة النافلة عن صورة الفرضية". (النووي على صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب الأمر بالتحول للنافلة من موضع الفرضية: ۱/ ۲۸۸، قديمي)

(۱) "وحق الأستاذ على التلميذ واحد على السواء، وهو لا يفتح الكلام قبله، ولا يجلس مكانه وإن غاب، و لا يرد عليه كلامه، و لا يتقدم عليه في مشيه". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۶، سعيد)

الجواب حامداًومصلياً:

صفوفِ متقدمہ میں جا کر قیام کرنے کے لئے اس مرور کی ضرورت پیش آئے تو اجازت ہے، ورنہ بلاضرورت ان کے سامنے کو بھی مرور نہ کیا جاوے (۱)، ان کی نماز بھی شرعاً نماز ہے اگر چہ وہ سات سال کے ہوں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۳ھ۔

مسجد کے قریبی حصہ سے گذرنا

سوال [۲۹۴۲]: ایک مسجد جس میں پنج وقتہ نماز جماعت اور عیدین اور جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے، اس مسجد کے مشرقی حصہ میں ایک کمرہ ہے اور کمرہ کے درمیان چھ فٹ کا فاصلہ ہے جہاں سے نمازی وضو اور طہارت کے لئے مسجد کے جنوبی حصہ میں جاتے ہیں اور مسجد میں داخل ہونے کا دروازہ اور کمرہ میں داخل ہونے کا دروازہ بھی اسی حصہ میں ہے۔ جماعت کے وقت مسجد کا اندرونی حصہ بھر جانے کے بعد مقتدی اس کمرہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور درمیانی حصہ جو چھ فٹ چوڑا اور شمال سے جنوب میں ۲۳/ فٹ لمبا ہے، خالی رہتا ہے، جہاں سے بعد میں آنے والے نمازی جماعت کی ادائیگی کے وقت بھی گذرتے ہیں۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ اس کمرہ میں صورتِ مذکورہ میں جماعت کے ساتھ نماز جائز ہے یا نہیں؟ نیز

---

(۱) "ولو وجد فرجةً في الأول لا الثاني، له خرق الثاني لتقصيرهم، وفي الحديث: "من سدّ فرجة غفرله". وصح: "خياركم ألينكم مناكب في الصلوة". (الدرالمختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "وفي القنية: قام في آخر صف و بينه و بين الصفوف مواضع خالية فللداخل أن يمرّ بين يديه ليصل الصفوف؛ لأنه أسقط حرمة نفسه، فلا يأثم المارّ بين يديه".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۷۰، سعيد)

(۲) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "مروا أولادكم بالصلوة و هم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها و هم أبناء عشر سنين، وفرّقوا بينهم في المضاجع". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، الفصل الثاني: ۱/۵۸، قديمي)

یہ دونوں مقامات مختلف سمجھے جائیں گے یا متحد؟ اس میں اقتداء درست ہے یا نہیں؟ دار آنحالیکہ امام اور کمرہ والے مقتدیوں کے درمیان دوسری صفیں بھی ہوتی ہیں اور صرف راستہ خالی رہتا ہے جو نمازیوں کے آنے جانے کے لئے کھلا رہتا ہے اور جماعت کے نمازیوں کا اس کمرہ والے راستہ سے گذرنا کیسا ہے، جبکہ دوسرا راستہ نہیں؟ نیز مسجد میں جگہ ہوتے ہوئے اگر مذکورہ جگہ میں نماز جماعت کیساتھ پڑھی جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسجد کا صحن نمازیوں سے بھر جانے کے بعد کمرہ میں بقیہ نمازی کھڑے ہو جائیں اور مذکورہ راستہ آنے والوں کے لئے چھوڑ دیں تو بھی اقتداء درست ہے، یہ فصلِ قلیل ہے جو کہ اقتداء سے مانع نہیں اور نماز ہی کی ضرورت کے لئے چھوڑا گیا ہے، شرکتِ جماعت کے لئے اس راستہ سے بھی گذرنے کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۱ھ۔

ایضاً

سوال[۲۹۴۳]: ہمارے محلّہ میں مدرسہ رحمانی کے نام سے ایک مدرسہ ایک بڑی عمارت میں قائم ہے، عمارت تین منزلہ ہے، پنج وقتہ نماز نیز جمعہ وعیدین کی نماز بھی ہوتی ہے، یہ ایک بڑا کمرہ ہے، اس میں منبر بھی ہے گویا مسجد ہی ہے، اس کمرہ کے مقابل ایک اَور کمرہ ہے، ان دونوں کمروں کے درمیان ایک صف سے زیادہ کی جگہ راستہ کے لئے ہے جس میں آمد و رفت رہتی ہے۔ عیدین کے موقعہ پر جب نمازی زیادہ ہوتے ہیں تو مقابل والے کمرہ میں بھی لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں اور لوگ نماز کی حالت میں بھی اس درمیان والے راستے میں آتے رہتے ہیں تو ایسی صورت میں مقابل والے کمرہ میں نماز پڑھنا درست ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی حالت میں یہ درمیانی راستہ اقتداء اور صحت نماز سے مانع نہیں، پس اس دوسرے کمرہ میں جو لوگ

---

(۱) (راجع، ص: ۵۲۵، رقم الحاشية: ۱)

شریک نماز ہونگے ان کی بھی نماز درست ہوجائے گی:

"ویمنع من الاقتداء طریقٌ تجری فیه عجلة". التنویر۔ "(قوله: أو طریق): أی نافذ، أبوالسعود عن شیخه، قلت: ویفهم ذلك من التعبیر عنه فی عدة كتب بالطریق العام، وفی التاتار خانیه: الطریق فی مسجد الرباط والخان لا یمنع؛ لأنه لیس بطریق عام، اه". رد المحتار، ص: ۱/۳۹۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (تنویر الأبصار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۸۴،سعید)

(وكذا فی التاتار خانیة، كتاب الصلوة، مایمنع صحة الاقتداء وما لا یمنع: ۱/۶۱۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیه كراتشی)

"وإن كان طریقاً لاتمرّ فیه العامة، وإنما یمر فیه الواحد والإثنین، لایمنع الاقتداء، وهذا إذا لم تكن الصفوف متصلةً". (المحیط البرهانی، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر فی التغنی والألحان: ۱/۴۷۵، المكتبة الغفاریة)

فصلٌ فی الفصل بین الإمام والمقتدی والاتصال بین الصفوف

(امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ اور اتصالِ صفوف کا بیان)۔

بند کواڑ یا پردہ کے پیچھے سے اقتداء

سوال[۲۹۴۴]: اندر جماعت ہورہی ہے، پردے سب چھوٹے ہوئے ہیں یا کواڑ سب بند ہیں۔ باہر والوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام کے انتقالات کا صحیح علم ہوتا ہے تو بغیر کواڑ کھولے اور بغیر پردہ ہٹائے بھی باہر والوں کی نماز درست ہو جائے گی۔ اچھا یہ ہے کہ پردہ اٹھا دیا جائے یا کوئی کواڑ کھولا جائے تا کہ انتقالات کا مشاہدہ ہوتا رہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) "والحائل لا يمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية، ولو من باب مشبك يمنع الوصول فی الأصح، ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد وبيت فی الأصح، قنية، ولا حكماً عند اتصال الصفوف". (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: بسماع): أی من الإمام أو المكبر، التاتارخانية .... ينبغی أن تكون الرؤية كالسماع، لا فرق فيها بين أن يرى انتقالات الإمام أو احد المقتدين". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۶، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الرابع فی بيان ما يمنع صحة الاقتداء ومالا يمنع: ۱/۸۸، رشيديه)

(وكذا فی منحة الخالق على هامش البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۳۴، رشديه)

(وكذا فی النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۲۵۳، إمداديه ملتان)

امام نیچے کی منزل پر اور مقتدی اوپر

سوال[۲۹۴۵]: اگر کوئی مسجد دو منزلہ تین یا اس سے زائد منزلوں کی ہو اور سب سے نیچے کے حصے میں جماعت ہو رہی ہو اور چند آدمی بجائے نیچے جماعت میں کھڑے ہونے کے اوپر کے حصوں میں سے کسی بھی حصے میں امام کی اقتداء میں نماز ادا کرلیں جبکہ مصلّیانِ فوق کو امام کی آواز اوپر کے حصوں میں خوب آتی ہے، مائک کے ذریعہ سے ہو یا بغیر مائک کے، اور رکوع وسجود کا بخوبی علم ہوتا ہو۔ امام کے اوپر نیچے کے حصے میں کئی صفیں بھی خالی ہیں، پورا حصہ بھرا ہوا نہیں ہے۔ تو اس صورت میں مصلیانِ فوق کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ آیا یہ کہ وہ پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کریں گے؟

ایسے ہی اگر کوئی بیمار آدمی جو کہ نیچے نہیں جا سکتا ہے وہ اوپر کے حصے میں اقتداء کرسکتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی اگر امام اوپر نماز پڑھا رہا ہو اور نیچے کے حصے میں مرمت وغیرہ کا کام جاری ہو تو کچھ مصلیان نیچے کے حصے میں کھڑے رہ کر اوپر کے امام کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتے ہیں، جبکہ اوپر جگہ بھی خالی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کی جس منزل میں امام ہے مقتدی بھی اسی منزل میں اقتداء کریں، جب وہاں جگہ نہ رہے تب اوپر کی منزل میں کھڑے ہوں، وہاں جگہ رہتے ہوئے اوپر کی منزل میں کھڑا ہونا پسندیدہ نہیں اگرچہ آواز آتی ہو، تاہم بیماری کے عذر کی وجہ سے ایسا ہو جائے تو دوسری بات ہے اس کے لئے وسعت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "ولو قام على سطح المسجد، واقتدى بإمام في المسجد، إن كان للسطح باب في المسجد ولا يشتبه عليه حال الإمام، يصح الاقتداء، وإن اشتبه عليه حال الإمام لا يصح، كذا في فتاوى قاضيخان. وإن لم يكن له باب في المسجد، لكن لا يشتبه عليه حال الإمام، صح الاقتداء أيضاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع الاقتداء وما لا يمنع: ۱/ ۸۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۶۳۴، سعيد) .... =

امام کی اقتداء نیچے کی منزل سے کرنا

سوال[۲۹۴۶]: ایسا دو منزلہ مکان جس میں اوپر کی منزل پر کوئی دریچہ یا سوراخ وغیرہ نہیں جس سے نیچے کی منزل میں رہنے والوں کو دیکھا جا سکے، اگر اس مذکورہ دو منزلہ مکان میں نماز جماعت ادا کی جائے اور امام اوپر کی منزل میں ہو اور کچھ مقتدی نیچے کی منزل یا نیچے کے سائبان میں اس امام کی اقتداء کریں تو یہ اقتداء صحیح ہے یا نہیں، جبکہ امام یا مکبر کی آواز سنائی دیتی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مکان ایک ہی ہے، اوپر کی منزل میں امام ہو اور کچھ مقتدی نیچے کی منزل میں مسقّف یا سائبان میں ہوں اور امام کی تکبیرات کی ان کو پوری طرح خبر ہو تو یہ اقتداء درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۹۵ھ۔

امام اور مقتدی کے درمیان کتنا فاصلہ صحت سے مانع ہے؟

سوال[۲۹۴۷]: (الف) جن مقامات میں امام اور مقتدیوں کے درمیان ایک بیل گاڑی وغیرہ کا فاصلہ مفسد نماز ہوتا ہے، کیا وہاں دو صفوں کے درمیان بھی اتنا فاصلہ مفسد نماز ہوتا ہے؟

(ب) بعض مسائل میں درمیانی فاصلہ کہیں ایک رہ گذر کا اور کہیں ایک بیل گاڑی گذر جانے کا

=(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۵۳، إمداديه ملتان)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۸۷، سعيد)

(۱) "والحائل لايمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أورؤية ولو من باب مشبك يمنع الوصول في الأصح، ولم يختلف المكان حقيقةً كمسجد وبيت في الأصح، قنية وحكماً عند اتصال الصفوف". (الدرالمختار).

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: بسماع): أي من الإمام أو المكبر، تاتارخانية. (قوله: أو رؤية) ينبغي أن تكون الرؤية كالسماع، لا فرق فيها بين أن يرى انتقالات الإمام أو أحد المقتديين". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۶، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۳۴، رشيديه)

اورکہیں درمیان دوصفیں ہوسکنے کا مذکور ہے۔ان تینوں چیزوں کے فاصلوں سے ایک ہی فاصلہ مراد ہے یا الگ الگ ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

(الف) خارجِ مسجد مثلاً میدان میں جماعت ہوتو وہاں اتنا فاصلہ مانع ہے(۱)۔

(ب) ایک ہی مراد ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

امام اور مقتدی کے درمیان فاصلہ کتنا ہونا چاہیے؟

سوال[۲۹۴۸]: ایک لمبی چوڑی مسجد ہے جمعہ کی نماز سے پہلے تیز بارش ہونے لگی،لوگ صحنِ مسجد کو (جس میں سات آٹھ صفیں ہوتی ہیں) چھوڑ کر دومنزلہ مدرسہ میں جاکر نیچے اوپر نماز پڑھنے لگے، بیچ میں یہ جگہ

---

(۱) "والمانع من الاقتداء فی الفلوات قدر مایسع فیہ صفین". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة ، الفصل الرابع فی بیان مایمنع صحة الاقتداء وما لا یمنع: ۱/۸۷، رشیدیه)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۵،سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۳۵،رشیدیه)

(۲) مفتی صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مانعِ اقتداء کے لئے اتنا ہی فاصلہ کافی ہے، یہ نہیں کہ ان سب عبارات کا ایک مفہوم ہو، بلکہ آبادی میں یعنی مساجد عیدگاہ اور گھروں میں ایک راہ گذر(طریق عام) یا ایک بیل گاڑی گذر جانے کا فاصلہ ہو،تو مانعِ اقتداء ہے،اور صحراؤں اور بیابانوں میں دوصفوں کے برابر کا فاصلہ مانعِ اقتداء ہے:

"ویمنع الاقتداء تجری فیہ عجلة أوتجری فیہ السفن، أوخلاء فی الصحراء یسع صفین فأکثر، إلا إذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا". (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۴، ۵۸۶، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة ،الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحة الاقتداء ومالایمنع : ۱/۸۷،رشیدیه)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۳۴،۶۳۵،رشیدیه)

خالی رہی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کی نماز جنہوں نے مدرسہ کے اوپر نیچے پڑھی ہیں، ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

اگر دو تین صف کا فاصلہ درمیان میں خالی نہیں تو نماز ہوگئی: "يجوز اقتداء جار المسجد بإمام المسجد وهو فى بيته إن لم يكن بينه وبين المسجد طريق عام، الخ". فتاوی عالمگیری: ۱/۴٦ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

امام اور مقتدیوں کے درمیان منبر کا فصل

سوال [۲۹۴۹]: امام کے قریب منبر ہے اور منبر کے قریب دو مقتدی نماز پڑھ رہے ہیں اور دوسری جانب ۱۰،٦/ مقتدی نماز پڑھتے ہیں، گویا کہ منبر قدرے درمیان میں ہے تو اس سے صف ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

اگر منبر صف کے درمیان آجائے کہ کچھ مقتدی صف کی ایک جانب ہوں اور کچھ دوسری جانب ہوں تو اس کی وجہ سے صف میں خلل نہیں آتا، صف درست ہو جائے گی، مبسوط سرخسی میں ایسا ہی مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس فى الإمامة، الفصل الرابع فى بيان مايمنع صحة الاقتداء ومالا يمنع: ۱/۸۸، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، وأما بيان ما يمنع صحة الاقتداء ومالا يمنع: ۱/٦۱٦، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه كراتشى)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۵۲، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه؛ لأنه صف فى حق كل فريق وإن لم يكن طويلاً، وتخلل الأسطوانة بين الصف كتخلل متاع موضوع أو كفرجةٍ بين الرجلين، وذلك لا يمنع صحة الاقتداء، =

امام اور مقتدیوں کے درمیان پردہ حائل ہو

سوال[۲۹۵۰]: اگر نماز باہر مسجد پڑھی جاتی ہے اور بیچ میں پردے لٹکے ہوئے ہیں تو باہر والوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًو مصلیاً:

امام کے سجدہ ورکوع وغیرہ کی اطلاع ہوتی رہے تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

صحن کا شمالی وجنوبی حصہ مسقّف بنا کر اس میں نمازیوں کا کھڑا ہونا

سوال[۲۹۵۱]: ایک مسجد جس کا صحن کافی لمبا چوڑا ہے، موسم گرما و برسات میں نمازیوں کو صحن مین نماز ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اب اس صحن کو نقشہ مذکورہ کے اعتبار سے برآمدہ کی شکل دینا چاہتے ہیں کہ شمالی اور مشرقی حصہ تھوڑا سا برآمدہ بنا دیا جائے اور بیچ میں صحن غیر مسقّف چھوڑ دیا جائے تا کہ موسم گرما و برسات میں لوگ دونوں برآمدوں میں نماز ادا کریں، لیکن بیچ میں صحن جو ۴۲/ فٹ ہے، وہاں مصلین کی صفیں نہ ہوا کریں گی

= ولا يوجب الكراهة". (المبسوط للسرخسی، كتاب الصلاة، باب الإمامة : ۱/۵۴، غفاريه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۶،سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الاقتداء وما لايمنع: ۱/۸۷، رشيديه)

(۱) "والحائل لايمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية". قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "ولِما في البرهان من أنه لو كان بينهما حائط كبير لايمكن الوصول منه إلى الإمام، ولكن لايشتبه حاله عليه بسماع أو رؤية لانتقالاته، لا يمنع صحة الاقتداء في الصحيح". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۶، ۵۸۷، سعيد)

(وكذا في مبسوط للسرخسی، كتاب الصلوة، باب الحدث في الصلوة : ۱/۳۵۰، ۳۵۱،مكتبه غفاريه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الاقتداء وما لا يمنع: ۱/۸۸، رشيديه)

بلکہ وہ خالی جگہ رہا کرے گی۔ آیا اس صورت میں شمالی اور مشرقی جانب برآمدہ بنادیا جائے یا نہیں؟ اور اس طرح نماز میں کوئی خلل واقع ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

اس طرح برآمدہ باہمی مشورہ کرکے حسبِ ضرورت درست ہے، اندرونی مسجد کی صفوف سے برآمدہ کی صفوف کا اتصال رہے گا، سخت دھوپ اور بارش کے وقت اگر صحن خالی رہے اور اندرونی مسجد نیز برآمدہ میں نمازی کھڑے ہوں تو بھی نماز درست ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۴ھ۔

صحنِ مسجد میں نماز

سوال [۲۹۵۲]: صحنِ مسجد کو اگر حکمِ مسجد میں داخل نہ مانا جائے تو کیا اس میں فرائض، تراویح باجماعت ادا کی جائے گی؟ نیز یہاں ادا کرنے میں ثواب میں تو کمی نہ ہوگی اور افضلیت کس میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی صورت میں مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور مسجد کو معطل کرنے کا وبال مستقل ہوگا، جماعت کا ادا کرنا مسجد میں بالیقین افضل ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۶/۶۱ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، ۹/شوال/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/شوال/۶۱ھ۔

---

(۱) "وفناء المسجد له حكم المسجد يجوز الاقتداء فيه وإن لم تكن الصفوف متصلةً". (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۳۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها، فصل كره غلق باب المسجد: ۱/۱۰۹، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۵، سعيد)

(۲) تنبیہ: "جو حصہ صحن مسجد کا غیر مسقف ہو اور موسم گرما میں اکثر اس میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہے وہ داخل مسجد =

امام مسجد کا اقتداء خارجِ مسجد اور مدرسہ سے

سوال [۲۹۵۳]: مسجد اور مدرسہ کے درمیان ایک راستہ ہے، جمعہ کے روز جب نمازی زیادہ ہو جاتے ہیں تو بہت سے لوگ مدرسہ میں جمعہ ادا کرتے ہیں، جبکہ اس گلیاری میں جوتے وغیرہ پڑے رہتے ہیں، نیز مدرسہ کی چھت پر بھی لوگ نماز پڑھتے ہیں، تو ان کی شرکت نماز میں ہوگی یا نہیں، یا ناجائز ہے جبکہ راستہ چھٹا ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر یہ گلی اتنی کشادہ ہے کہ اسمیں گاڑی گذر سکتی ہے تو یہ مانع اقتداء ہے ورنہ مانع نہیں (۱)، مسجد میں جگہ

= ہوتا ہے، جملہ احکامِ مسجد اس سے متعلق ہوتے ہیں، وہ بالکل مثل مسقف کے ہے، اس میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب ملے گا، اس کا منہدم کرنا جائز نہیں، معتکف غیر مسقف صحن مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے، دیگر عبادات کرنے سے اعتکاف میں کوئی نقصان نہ آئے گا، فقہاء غیر مسقف حصہ کو مسجد صیفی اور مسقف حصہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں"۔ (عزیز الفتاوی، ص: ۲۵۰، إدارة المعارف دارالعلوم)

"وفناء المسجد له حكم المسجد حتى لو قام في فناء المسجد واقتدى بالإمام، صح اقتداؤه وإن لم تكن الصفوف متصلةً ولا لمسجد ملآن". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة وما لا يكره: ۱/۱۰۹، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في أحكام المسجد، ص: ۶۱۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، باب فناء المسجد له حكم المسجد: ۱/۴۳۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي).

(۱) "ويمنع من الاقتداء طريق أو نهر فيه السّفُن، أو خلاء في الصحراء يسع صفين". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۴، ۵۸۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة الخامس في الإمامة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع الاقتداء ومالا يمنع: ۱/۸۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل السادس في الإمامة، أما بيان مايمنع الا قتداء ومالايمنع: ۱/۶۱۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه كراچی)

نہ رہنے کی وجہ سے اگر باقی ماندہ نمازی مسجد کی چھت پر کھڑے ہو جائیں تو درست ہے، کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

جوتے اتارنے کی جگہ سے اقتدا

سوال [۲۹۵۴]: وضو کرنے کی جگہ سے ایک فٹ نیچائی پر قریب دو میٹر چوڑی جوتے اتارنے کی زمین ہے، یہاں جوتے اتارے جاتے ہیں، یہاں نل کی لائن ہے جو ایک میٹر اونچی دیوار سے ملحق ہے، یہاں بھی وضو کیا جاتا ہے۔ اس ایک میٹر اونچی دیوار کے بعد ایک جگہ جہاں موذن وغیرہ سوتے ہیں اور مسجد کا دیگر سامان رکھا رہتا ہے، یہ جگہ صحن مسجد سے قریب چار صفوں کی دوری کی مقدار پر ہے، درمیان میں جوتے اتارنے کی جگہ، دونوں جانب وضو کرنے کا مقام ہے۔ یہاں امام کی اقتداء صحیح ہوگی یا نہیں؟

نوٹ: صحنِ مسجد سے اوپر چھت پر جانے کا راستہ ہے یہ راستہ اس جگہ کے اوپر سے جہاں موذن وغیرہ سوتے ہیں مسجد کی چھت پر جاتا ہے، اس جگہ اوپر بھی چھت ہے جو کہ صحن مسجد سے ملحق ہے۔

---

(۱) "ولو قام على سطح المسجد واقتدىٰ بإمام في المسجد، إن كان للسطح بابٌ في المسجد ولايشتبه عليه حال الإمام، يصح الاقتداء، وإن اشتبه عليه حال الإمام لايصح، كذافي فتاوى قاضيخان. وإن لم يكن له باب في المسجد لكن لايشتبه عليه حال الإمام، صح الاقتداء أيضاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع بيان ما يمنع صحة الاقتداء ومالايمنع: ۱/۸۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۳۴، ۶۳۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل السادس في الإمامة، أما بيان مايمنع صحة الاقتداء ومالايمنع: ۱/۶۱۶، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جوتے اتارنے کی جگہ طریقِ عام خارجِ مسجد ہے، اس کے محض راستہ ہونے کی وجہ سے تو یہ اقتداء سے مانع نہیں، لیکن یہ جگہ مسجد نہیں، خارجِ مسجد ہے اور خارج مسجد بقدرِ چار صفوں کے جگہ کا خالی رہنا بھی اقتداء سے مانع ہے۔ پس اس کا انتظام کیا جائے کہ اس خالی جگہ میں تین چار مقتدی کھڑے ہوجایا کریں: ''ویمنع من الاقتداء طریقٌ تجری فیه عجلة''. در مختار۔ ''ویفهم ذلك من التعبیر عنه فی عدة کتب بالطریق العام، وفی التاتارخانیه: فی مسجد الرباط، الخ''. شامی، ص: ۳۹۳(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/ ۷/ ۹۳ھ۔

مسجد کے درّوں میں صف بنانا

الاستفتاء [۲۹۵۵]: زید اس بات پر مُصر ہے کہ جس طرح امام کا محرابِ مسجد اور درّہائے مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اسی طرح مقتدی کا بھی درّہائے مساجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، حالانکہ کتبِ فقہ: شرح وقایہ، ہدایہ، عالمگیری، درمختار، ردالمحتار (۲) وغیرہ میں صرف امام ہی کے لئے مکروہ تنزیہی تحریر ہے مقتدی کے لئے کوئی قید

(۱) (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۸۴، ۵۸۵، سعید)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل السادس فی الإمامة، أما بیان ما یمنع صحة الاقتداء ومالایمنع: ۱/ ۶۱۲، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی المبسوط، کتاب الصلوة، باب الحدث فی الصلوة: ۱/ ۳۵۱، المکتبة الغفاریه کوئٹة)

(۲) ''وقیام الإمام فی طاق المسجد''. (شرح الوقایة، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة ما یکره فیها: ۱/ ۱۶۸، سعید)

''ولا بأس بأن یکون مقام الإمام فی المسجد و سجوده فی الطاق، ویکره أن یقوم فی الطاق''. (الهدایة، کتاب الصلوة، فصل فی مکروهات الصلوة: ۱/ ۱۴۱، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

''ویکره قیام الإمام وحده فی الطاق: وهو المحراب، و لا یکره سجوده فیه إذا کان قائماً خارج المحراب''. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب السابع فیما یفسد الصلوة و ما یکره: ۱/ ۱۰۸، رشیدیه)

''و قیامه فی المحراب لا سجوده فیه''. (الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة و ما یکره فیها: ۱/ ۶۴۵، سعید)

نہیں، لیکن زید اس امر پر مُصر ہے کہ اندر کے صحن میں دو صف پوری ہوچکیں، اب جو درّ ہائے مساجد ہیں ان میں اگر مقتدی کھڑے ہوں گے تو صفوف کے ٹکڑے ہوجائیں گے..............اور صفوف کے ٹکڑے کرنا جائز نہیں، بلکہ درہائے مساجد میں جن کے اندر ہر درّ میں قریب پانچ آدمی کھڑے ہوسکتے ہیں اس جگہ کو خالی چھوڑ کر باہر کے صحن میں کھڑا ہونا چاہئے تاکہ صف نہ ٹوٹے۔

تو کیا بقولِ زید درہائے مساجد میں مقتدیوں کا کھڑا ہونا قطعِ صفوف کا مرادف ہے اور کیا اس قدر خالی جگہ بلا وجہ چھوڑ کر صفوف میں فاصلہ کرنا جائز ہے؟ زید مکروہ کی دلیل پیش نہیں کرتا بلکہ درہائے مساجد میں مقتدیوں کے کھڑے ہوکر اقتداء کرنے کا ثبوت طلب کرتا ہے۔ مفصل برائے خدا جواب بحوالۂ کتب جلد از جلد عنایت فرمائیں۔ خدا آپ کو اجر عطا فرمائے گا۔

مقیم الدین پیش امام۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر زید کو صرف اس امر کا ثبوت درکار ہے کہ بوقتِ ضرورت مقتدیوں کو درّ ہائے مساجد میں کھڑا ہوکر پانچ آدمیوں کی چھوٹی چھوٹی صفیں بنا کر پڑھنا درست ہے تو اس کا مبسوط سرخسی میں جزئیہ موجود ہے:

”والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه؛ لأنه صفٌ في حق كل فريق و إن لم يكن طويلاً. و تخلل الأسطوانة بين الصف كتخلل متاعٍ موضوعٍ أو كفرجةٍ بين رجلين، و ذلك لا يمنع صحة الاقتداء و لا يوجب الكراهة، اهـ“. مبسوط: ۲/۳۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف۔

مسجد کے دروں میں کھڑا ہونا

سوال[۲۹۵۶]: اگر مسجد کے اندر جماعت ہورہی ہو اور باہر محراب میں جگہ خالی ہو اور باہر فرش پر بھی نمازی ہوں تو اس سورت میں نماز میں کچھ خلل تو نہیں آئے گا؟ نیز اگر درمیانِ محراب میں ایک آدمی یا دو چار آدمی کھڑے ہوجائیں تو کچھ حرج تو نہ ہوگا یعنی درمیانِ محراب میں خالی جگہ چھوڑنا اور تنہا آدمی اور دو چار آدمیوں

---

(۱) (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة : ۲/۵۴، غفاريه كوئٹه)

کا کھڑا ہونا کیسا ہے، کونسی شکل جائز اور کونسی ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں محراب کو خالی چھوڑنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا اور دو چار آدمی کا صف بنا کر کھڑا ہونا بھی درست ہے، ایک آدمی کو تنہا نہیں کھڑا ہونا چاہیے کیونکہ یہ مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/شوال/۵۵ھ۔

اتصالِ صفوف برائے اقتداء

سوال[۲۹۵۷]: ۱...... اگر بارش ہو اور مسجد کے صحن میں مقتدی کھڑے نہ ہو سکتے ہوں اور صحن کے پاس متصل دوسرا مکان اوپر ہو یا نیچے، وہاں کھڑے ہو کر مسجد کے امام کے پیچھے اقتدا کر کے نماز پڑھے تو صحیح ہے یا نہیں، جب کہ اتصالِ صفوف بارش کی وجہ سے نہیں؟

۲...... امام مسجد میں نماز پڑھا رہے ہوں اور مقتدی بالکل منتہائے مسجد میں ہے، اقتداء صحیح ہے یا نہیں؟

محمد بشیر رنگونی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ مسجد صغیر ہے اور اس مکان کو مسجد سے دو صفوں کی مقدار کا فصل نہیں اور امام کے انتقالات واحوال کا اشتباہ نہیں ہوتا بلکہ علم ہوتا رہتا ہے خواہ امام کی آواز سے یا مکبر کی آواز سے تو اقتداء صحیح ہے(۲) اور اگر مسجد

---

(۱) "والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه ؛لأنه صف في حق كل فريق". (المبسوط، باب الجمعة: ۲/۵۴، غفاريه كوئٹه)

"إذا اتصلت الصفوف، فيصح مطلقاً، كأن قام في الطريق ثلاثة ، و كذا إثنان عندالثاني، لا واحد اتفاقاً؛ لأنه لكراهة صلاته، صار وجوده كعدمه في حق من خلفه". (الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/۵۸۶، سعيد)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الاقتداء و ما لا يمنع: ۱/۸۷، رشيديه)

(۲) "أما في البيت مع المسجد، لم يتخلل إلا الحائط، ولم يختلف المكان، وعند اتحاد المكان، يصح =

کبیر ہے جیسے مسجدِ قدس، یا دوصفوں کی مقدار کا فصل ہے، یا امام کا حال مشتبہ رہتا ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے، هكذا يفهم من شروط الاقتداء المذكورة في الشامي(١)۔

۲......عدمِ اتصال کی صورت میں مسجدِ صغیر میں اقتداء صحیح ہوتا ہے (۲)، بہت بڑی میں صحیح نہیں جیسے قدس کہ بہت بڑی مسجد ہے، اس میں صحیح نہیں (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۳/۲/۸ھ۔

=الاقتداء إذا اشتبه عليه حال الإمام اهـ".

"أقول : حاصل كلام الدر رأن اختلاف المكان مانع مطلقاً، و أما إذا اتحد، فإن حصل اشتباه منع، وإلا فلا، وما نقله عن قاضيخان صريحٌ في ذلك". (ردالمحتار ، كتاب الصلوة ، باب الإمامة: ١ /٥٨٧، سعيد)

"و يجوز اقتداء جار المسجد بإمام المسجد وهو في بيته إذا لم يكن بينه و بين المسجد طريق عام". (الفتاوى العالمكيرية ، كتاب الصلوة ، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الاقتداء و ما لايمنع : ١ /٨٨، رشيديه)

(١) "و يمنع من الاقتداء طريق تجرى فيه عجلة، أو نهر تجرى فيه السفن، أو خلاء: أى فضاء في الصحراء أو في مسجد كبير جداً كمسجد القدس يسع صفين .... و الحائل لايمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمام .... و لم يختلف المكان".

"والمسجد وإن كبُر لا يمنع الفاصل إلا في الجامع القديم بخوارزم، فإن رُبعه كان على أربعة آلاف أسطوانة، و جامع القدس الشريف أعني ما يشتمل على المساجد الثلاثة الأقصى والصخرة والبيضاء ، كذا في البزازية .... أقول : حاصل كلام الدرر أن اختلاف المكان مانع مطلقاً و أما إذا اتحد، فإن حصل اشتباه، منع، و إلا فلا". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة ، باب الإمامة : ١ /٥٨٤، ٥٨٧، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، شروط المحاذاة، ص: ٥٢٤، سهيل اكيڈمی لاهور)

(٢) "والحائل لا يمنع الإقتداء إن لم يشتبه حال إمامه و لم يختلف المكان". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: كمسجد و بيت) فإن المسجد مكان واحد، و لذا لم يعتبر فيه الفصل بالخلاء، إلا إذا كان المسجد كبيراً جداً". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة ، باب الإمامة: ١ /٥٨٦، سعيد)

(٣) (راجع رقم : ١)

مسجد اور متصل حجرہ میں جماعت کی صف بنانا

سوال[۲۹۵۸]: مسجد کے دائیں جانب میں ایک کمرہ ہے اور اس کا دروازہ مسجد میں کھلا ہوا ہے اور برآمدۂ مسجد اور کمرہ کا ایک سا ہی معلوم ہوتا ہے، اگلی صف مسجد اور کمرے میں سیدھی ہوکر ایک ہی آجاتا ہے، تو اس حالت میں جماعت ہوتے ہوئے اگلی صف کمرے اور مسجد دونوں کی ایک جماعت ہوجاوے یا کہ مسجد کی جماعت پوری کر کے پھر مسجد میں ہی دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہئے، جب کہ نمازی اتنے ہیں کہ کمرے اور مسجد کی ایک صف پوری ہوکر شاید ہی کبھی دو چار آدمی بچے ہوں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

مسجد میں صف پوری ہوجائے تو اس کے پیچھے دوسری صف بنالی جائے (۱)، کمرے اور اس کے آگے برآمدے میں اس وقت کھڑے ہوں جب مسجد میں اور اس کے برآمدہ میں اور صحن میں جگہ نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "أتمّوا الصف المقدم، ثم الذی یلیه، فماکان من نقص، فلیکن فی الصف المؤخر".

وقال السهارنفوری رحمه الله تعالیٰ: "عن أنس أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "أتمّوا": أی أکملوا "الصف المقدم: أی الأول "ثم الذی": أی الصف الذی "یلیه": أی یتصل الأول، وهو الثانی اهـ". (بذل المجهود، کتاب الصلوة، باب تسویة الصفوف: ۱/۳۶۲، إمدادیه ملتان)

" و خیر صفوف الرجال أوّلها فی غیر جنازة، ثم و ثم". (الدر المختار). "(قوله: ثم و ثم): أی الصف الثانی أفضل من الثالث اهـ". (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۷۰، سعید)

(و کذافی البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۹، رشیدیه)

(۲) "ولو صلی علی رفوف المسجد إن وجد فی صحنه مکاناً، کره کقیامه فی صفٍ خلف صفٍ فیه فرجة، قلت: و بالکراهة أیضاً صرح الشافعیة". (الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۷۰، سعید)

مسجد کے وضوخانہ اور استنجا خانہ کی چھت کا حکم

سوال[۲۹۵۹]: ایک مسجد ہے جس کی باہر گیٹ ہے، سامنے اس گیٹ کے اندرونی ایک طرف استنجا خانہ ہے اور دوسری طرف وضو خانہ کے اوپر اور استنجا خانہ کے اوپر کمرے ہیں، ان سب کے اوپر پوری ایک چھت ہے اور یہ چھت مسجد کے فوقانی کا برآمدہ ہو چکا ہے۔ تو اب یہ چھت مسجد کے اندر داخل ہوگئی ہے یا نہیں، جبکہ اس کے نیچے کا حصہ مسجد میں داخل نہیں ہے؟ اس چھت کے بارے میں (حالانکہ بعد میں بنائی گئی ہے) لوگوں کو خیال ہو رہا ہے کہ یہ داخل ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خارج ہے، اسی وجہ سے جماعتِ ثانی بہت سے لوگ نہیں کرتے، اور کچھ لوگ بلا کھٹک کر لیتے ہیں۔ اور مسجد پہلے سے بنی ہوئی ہے، اس کے نیچے تہ خانہ بنا کر کمرہ یا استنجا خانہ بنا سکتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

صحن کا جو حصہ نماز کے لئے تجویز کیا گیا ہے اس کے اوپر کی چھت تو مسجد ہے(۱)، لیکن وضوخانہ اور استنجا خانہ کے اوپر کی جو چھت ہے وہ شرعی مسجد نہیں، اس پر مسجد کے احکام جاری نہیں ہوں گے(۲)، اگر اتفاقیہ کبھی دو چار آدمی جماعت سے گئے، مثلاً: سفر سے ایسے وقت آئے کہ جماعت ہو چکی ہے تو ان کو وہاں جماعت کرنا ممنوع

---

(۱) "وكره الوطء فوق المسجد، وكذا البول والتغوط؛ لأن سطح المسجد له حكم المسجد حتى يصح الاقتداء بمن تحته". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة الخ: ۶۰/۲، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، فصل: يكره استقبال القبلة : ۱۴۴/۱، مكتبه شركت علميه، ملتان)

(۲) "وفي فتاوى الفضلي : بيتٌ فوقه بيتٌ، و هو متصل بالمسجد، يتصل صف المسجد بصف البيت الأسفل، ويصلى في البيت الأسفل في الصيف والشتاء، اختلف أهل المسجد و أر باب البيت الذين يسكنون العلو، قال الأرباب: إن ذلك ميراث لنا ، فالقول قولهم". (التاتارخانية، كتاب الوقف الدعاوى ، والخصومات والشهادات : ۸۲۹/۵، إدارة القرآن كراچى)

ومکروہ نہیں (۱)، لیکن اس کی عادت نہ ڈالی جائے۔ جو مسجد بن چکی ہے اس کے نیچے تہ خانہ یا استنجا خانہ یا کمرہ بنانے کی اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "وعن أبی یوسف: إذا لم تکن علی الهيئة الأولی، لا تکره، وإلا تکره، وهو الصحيح. وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا فی البزازية اهـ". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۵، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل: أحکام المساجد: ۶۱۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) "و أما لوتمت المسجدية ثم أراد البناء منع". (الدرالمختار). "وأما لوتمت المسجدية ثم اراد هدم ذلک البناء فإنه لا يمكن من ذلک". (ردالمحتار، کتاب الوقف مطلب فی أحکام المسجد: ۴/۳۵۸، سعید)

"وإذا أراد الإنسان أن يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد أو فوقه ليس له ذلک كذا فی الذخيرة". (الفتاویٰ العالمكيرية، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد و ما يتعلق به: ۲/۴۵۵، رشیدیه)

باب المسبوق واللاحق

(مسبوق اور لاحق کا بیان)

مسبوق کی تعریف

سوال[۲۹۶۰]: مسبوق کسے کہتے ہیں، اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص جماعت میں شروع سے شریک نہ ہو بلکہ اس کی کوئی رکعت فوت ہوگئی اسے مسبوق کہتے ہیں(۱)، اس کا حکم یہ ہے کہ امام کے فارغ ہونے کے بعد فوت شدہ نماز پوری کرے اور پہلی دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورت بھی پڑھے، شامی: ۱/۴۰۰ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(والمسبوق من سبقه الإمام بها [أی بركعة] أو ببعضها و هو منفرد) حتى يثنى و يتعوذ و يقرأ .... (فيما يقضيه)". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۹۶، سعيد)

(وكذا فی الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل السابع فی المسبوق اهـ: ۱/۹۰، رشيديه)

(وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، وأما بيان كيفية القضاء: ۱/۵۶۳، رشيديه)

(۲) "إن المغيرة بن شعبة رضی الله تعالىٰ عنه، قال: تخلف رسول الله صلی الله تعالىٰ عليه وسلم -فذكر هذه القصة- قال: فأتينا الناس و عبد الرحمن بن عوف يصلی بهم الصبح، فلما رأى النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم أراد أن يتأخر، فأومى إليه أن يمضی، قال: فصليت أنا، والنبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم خلفه ركعةً، فلما سلّم، قام النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم فصلى الركعة التی سُبق بها و لم يزد عليها شيئاً".

قال الشيخ ظفر أحمد العثمانی نور الله مرقده تحت هذا الحديث: "إن المغيرة رضی الله =

مسبوق کی نماز کا طریقہ

سوال[۲۹۶۱]: اگر کوئی شخص جماعت میں اس وقت پہنچے جب کہ امام نے دو ایک رکعت پڑھ لی ہو، تو جب یہ شخص اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو تو ثناء، تعوذ، تسمیہ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

حافظ عبدالشکور زاہد پورداری۔

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ شخص ثناء، تعوذ، تسمیہ تینوں چیزیں پڑھے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسبوق کا حکم

سوال[۲۹۶۲]: جماعت ہورہی ہے اور امام کی ایک رکعت ہوگئی دوسری رکعت میں مقتدی آ کر ملا، جو ایک رکعت مقتدی کی رہ گئی ہے وہ خالی پڑھنی چاہئے یا بھری پڑھنی چاہئے اور امام نے پہلی رکعت میں ﴿قل أعوذ برب الفلق﴾ اور دوسری میں ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ پڑھی امام قرآن کی ترتیب ختم کر چکا تو مقتدی کو کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھری پڑھے اور ﴿قل أعوذ برب الفلق﴾ پڑھے (۲)۔

= تعالیٰ عنه قال: فلما سلم قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، فصلی الرکعة التی سُبق بها، و لم یقل: صلی الرکعة التی بقیت منه، فهو یدل علی أن مافاته: أی المسبوق هو أول صلاته، و ما أدرک مع الإمام هو آخر صلاته، و به نقول". (إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب المسبوق یقضی الخ: ۳۴۳/۴، إدارة القرآن کراچی)

"ویقضی أول صلاته فی حق قرأة، و آخرها فی حق تشهد، فمدرک رکعة من فجر یأتی برکعتین بفاتحة و سورة و تشهد بینهما، وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط، ولا یقعد قبلها". (الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۹۶/۱، ۵۹۷، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، باب الإمامة، الفصل السابع فی المسبوق: ۹۱/۱، رشیدیه)

(۱) (راجع للتخریج، ص: ۵۴۲، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "إن المغیرة بن شعبة رضی اللہ تعالیٰ عنه، قال: تخلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم -فذکر =

مبسوق امام کے سجدۂ سہو کے بعد شریک ہوا

سوال[۲۹۶۳]: اگر مسبوق سجدۂ سہو کے بعد قعدہ میں شریک ہوا تو وہ اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے یا نہیں؟ جب کہ امام بقدرِ تشہد بیٹھ کر قعدہ ادا کر چکا ہے تو اب سجدۂ سہو کے بعد جو قعدہ ہوگا وہ فرض ہوگا یا واجب؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو مسبوق امام کے سجدۂ سہو کے بعد قعدہ میں شریک ہوا اس کے ذمہ اس کی وجہ سے سجدہ سہو مستقلاً واجب نہیں ہوگا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

سجدۂ سہو کے بعد اقتداء کا حکم

سوال[۲۹۶۴]: اگر امام نے سجدہ سہو کیا اور اسکے بعد ایک شخص آ کر جماعت میں شریک ہوا تو امام کے سلام کے بعد وہ شخص آیا، اسی نیت اور تحریمہ سے نماز پوری کرے یا دوبارہ مستقل نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہے؟

= هذه القصة .... والنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خلفه رکعةً، فلما سلّم، قام النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فصلی الرکعة التی سبق بها، ولم یزد علیها شیئاً".

"إن المغیرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: فلما سلم، قام النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم. فصلی الرکعة التی سبق بها، ولم یقل: صلی الرکعة التی بقیت منه، فهو یدل علی أن مافاته: أی المسبوق هو أول صلاته، و ما أدرک مع الإمام هو آخر صلاته، و به نقول". (إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب المسبوق یقضی الخ: ۳۴۳/۴، إدارة القرآن، کراچی)

"ومنها أنه یقضی أول صلاته فی حق القرأة وآخرها فی حق التشهد حتی لو أدرک رکعةً من المغرب قضی رکعتین، و فصل بقعدة، فیکون بثلاث قعدات، وقرأ فی کل فاتحةً و سورةً". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، باب الإمامة، الفصل السابع فی المسبوق الخ ۹۱/۱، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۹۶/۱، ۵۹۷، سعید)

(۱) (راجع، ص. ۵۴۵، رقم الحاشیة: ۱)

الجواب حامداًومصلیاً:

اسی نیت اور تحریمہ سے نماز پوری کرے، طحطاوی، ص: ۲۵۶ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایضاً

سوال[۲۹۶۵]: ایک شخص فرضوں یا وتروں یا تراویح میں امام کے ساتھ سجدۂ سہو کے بعد آ کر شامل ہوا تو اس کی نماز ہو جاوے گی یا نہیں، یا اس کو نماز لوٹانا پڑے گی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سجدۂ سہو کے بعد امام کا اقتدا کرنا درست ہے اس وجہ سے نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں، کذا فی مراقی الفلاح، ص: ۲۷۳ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/شوال/۵۵ھ۔

---

(۱) "(و يلزم المأموم) السجود مع الإمام (بسهو إمامه)؛ لأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سجد و سجد القوم معه، وإن اقتدى به بعد سهوه وإن لم يدرك إلا ثانيتهما لا يقضي الأولى كما لو تركهما الإمام أو اقتدى به بعدهما لا يقضيهما.

قال الطحطاوي: "قوله (ويلزم المأموم السجود) عمّ كلامه المدرك والمسبق واللاحق.......... (أو اقتدى به بعدهما) بأن اقتدى به في تشهد السهو". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۴، قديمي)

"والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده" (الدرالمختار)

"(قوله: سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده) بيان للإطلاق، و شمل أيضاً ماإذا سجد الإمام واحدة، ثم اقتدى به. قال في البحر: فإنه يتابعه في الأخرى و لا يقضي قضاء الأولى كما لا يقضيهما لو اقتدى بعد ما سجدهما". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۸۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۸، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل: وأما بيان من يجب عليه السهو: ۱/۴۲۳، رشيديه)

(۲) "(و يلزم المأمومَ) السجودُ مع الإمام (بسهو إمامه)؛ لأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سجد و سجد=

ایضاً

سوال[۲۹۶۶]: امام پرسجدہ سہوواجب ہوا،سجدۂ سہو کے بعداور سلام سے پہلے اگر کوئی مسبوق نیت باندھ کرامام کے ساتھ شریک ہوگیا تو کیا اس کی اقتداء درست ہے؟ ہمارے یہاں بعض مفتی نے فتوی دیا کہ اقتداء درست ہے اور بعض نے کہا کہ اقتداء درست نہیں۔صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس حالت میں بھی اقتدا درست ہے: "والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده اهـ". درمختار۔ "وشمل أيضاً ما إذا سجد الإمام واحدةً ثم اقتدىٰ به، قال في البحر: فإنه يتابعه في الأخرىٰ، و لايقضي الأولىٰ، كما لا يقضيها لو اقتدىٰ بعد ما سجدهما، اهـ". شامي، ص:٦٩٦(١)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۴/۱/۱۴۰۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۴/۱/۱۴۰۱ھ۔

= القوم معه، وإن اقتدى به بعد سهوه، وإن لم يدرك إلا ثانيتهما لا يقضي الأولى كما لو تركهما الإمام أو اقتدى به بعدهما لا يقضيهما". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص:٤٦٤، قديمي)

"سهو الإمام يوجب عليه و على من خلفه السجود، كذا في المحيط، و لا يشترط أن يكون مقتدياً به وقت السهو، حتى لو أدرك الإمام بعد ماسها، يلزمه أن يسجد مع الإمام تبعاً، و لو دخل معه بعد ما سجد سجدة السهو، يتابعه في الثانية و لا يقضي الأول، وإن دخل معه بعد ما سجدهما لا يقضيهما".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ١/١٢٨، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ٢/٨٣، سعيد)

"ولو أدرك الإمام بعد ما سلّم للسهو، فهذا لا يخلو من ثلاثة أوجه: أما إن أدركه قبل السجود أو في حال السجود أو بعد ما فرغ من السجود.........وإن أدركه بعد ما فرغ من السجود، صح اقتداءه به، وليس عليه السهو بعد فراغه من صلاة نفسه الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل: وأما بيان من يجب عليه السهو: ١/٤٢٣، رشيديه)

(١) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ٢/٨٣، سعيد) .... =

اقتدا بعد لفظ ''السلام''

سوال[۲۹۶۷]: ایک شخص ایسے وقت آیا جب امام صاحب نے سلام پھیرنا شروع کیا، ابھی امام صاحب السلام ہی کہنے پائے تھے کہ یہ شخص شامل ہوگیا۔ کیا ایسی صورت میں اقتدا صحیح ہوگئی؟

انیس الرحمٰن نیپال۔

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ اقتدا صحیح نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= ''(و يلزم المأموم) السجود مع الإمام (بسهو إمامه)؛ لأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سجد و سجد القوم معه، وإن اقتدى به بعد سهوه وإن لم يدرك إلا ثانيتهما، لا يقضي الأولى كما لو تركهما الإمام، أو اقتدى به بعدهما لا يقضيهما''. (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۴، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني عشر في سجود السهو ۱/۱۲۸، رشيديه)

(۱) چونکہ امام کے دائیں جانب سلام پھیرنے سے نماز ختم ہوجاتی ہے تو اقتداء بھی درست نہیں ہوتی: ''(قال في التجنيس: الإمام إذا فرغ من صلاته، فلما قال: السلام، جاء رجل واقتدىٰ به قبل أن يقول: عليكم، لا يصير داخلاً في صلاته الخ''. (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة ۱/۴۶۸، سعيد)

''فلو اقتدى به بعد لفظ السلام الأول قبل عليكم، لا يصح عند العامة''. (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان واجب الصلوة، ص: ۲۵۱، قديمي)

''وأما حكمه فهو الخروج من الصلوة، ثم الخروج يتعلق بإحدى التسليمتين عند عامة العلماء، وقد روى عن محمد . أنه قال: التسليمة الأولى للخروج والتحية، والتسليمة الثانية للتحية خاصةً''. (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل: وأما الذى هو عند الخروج من الصلوة فلفظ السلام: ۱/۴۵۷. مكتبه رشيديه)

''عن علي رضى الله تعالىٰ عنه مرفوعاً: ''مفتاح الصلوة الطهور و تحريمها التكبير وتحليلها التسليم''. (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب وجوب الخروج من الصلوة والسلام الخ: ۳/۱۴۰، ادارة القرآن كراچى)

دائیں جانب سلام پھیرنے کے بعد امام کی اقتدا

سوال[۲۹۶۸]: امام نے دائیں جانب سلام پھیرا تھا کہ بائیں جانب سلام پھیرنے سے قبل ایک شخص نے آکر اقتدا کرلی اقتدا صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نہیں صحیح ہوئی: "و تنقض قدوة بالأول قبل عليكم". درمختار۔ "أى بالسلام الأول، قال في التجنيس: الإمام إذا فرغ من صلوته، فلما قال: السلام، جاء رجل واقتدىٰ به قبل أن يقول: عليكم، لا يصير داخلاً في صلوته". شامی: ۱/۴۳۶(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا

سوال[۲۹۶۹]: مسبوق نے آکر نیت باندھی تھی، ابھی وہ کھڑا ہی تھا، بیٹھنے نہ پایا تھا کہ امام صاحب نے سلام پھیر دیا۔ اب یہ مسبوق کیا کرے، باندھے ہوئے تحریمہ کی نماز پوری کرے یا نئے سرے سے پھر نیت باندھے اور اکیلا نماز پڑھے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ مسئلہ مجھے نہیں ملا بہت جگہ تلاش کیا، ضابطہ کلیہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ نماز کے کسی فعل میں شریک نہیں ہوا، صرف تکبیر کہہ کر کھڑا ہوا، جب امام قعدہ میں ہے اور اس نے سلام پھیر دیا تو اس نے امام کے ساتھ قعدہ میں شرکت نہیں کی بلکہ امام کے سلام کی وجہ سے امام نماز سے خارج ہوگیا اور اس مسبوق نے اقتداء کی

---

(۱)(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة ۱/۴۶۸، سعيد)

"فلو اقتدى به بعد لفظ السلام الأول قبل عليكم، لا يصح عند العامة". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فى بيان واجب الصلوة، ص: ۲۵۱، قديمى)

"وأما حكمه فهو الخروج من الصلوة، ثم الخروج يتعلق بإحدى التسليمتين عند عامة العلماء، وقد روى عن محمد أنه قال: التسليمة الأولى للخروج والتحية، والتسليمة الثانية للتحية خاصةً". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل: وأما الذى هو عند الخروج من الصلوة فلفظ السلام: ۱/۴۵۷، رشيديه)

نیت کی ہے، سلامِ امام کی وجہ سے جو مسبوق پہلے سے شریک ہو منفرد ہو جاتا ہے، نیتِ اقتدا محلِ انفراد میں مفسد ہے، اس کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرنا چاہئے۔ مگر اس کو دیگر علماء سے بھی تحقیق کر لیا جاوے، شاید کسی صاحب کے سامنے فقہی جزئیہ موجود ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اگر مسبوق قصداً امام کے ساتھ سلام پھیر دے

سوال[۲۹۷۰]: امام نے سجدۂ سہو کرنے کے لئے سلام پھیرا، مسبوق نے بھی قصداً امام کے ساتھ سلام پھیر لیا، اس نے یہ سمجھا کہ سجدۂ سہو کا سلام مجھے بھی امام کے ساتھ کرنا چاہئے۔ تو ایسی صورت میں اس مسبوق کی نماز کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) ''جب مسبوق مقتدی نے امام کے سلام سے پہلے امام کی نماز میں شریک ہونے کی نیت سے تکبیر تحریمہ ادا کر لی تو وہ امام کی نماز میں داخل ہوگیا، اس لئے کہ صحتِ اقتداء کے لئے تحریمہ بہ نیتِ اقتداء کہنا کافی ہے، اقتداء کی صحت صرف نیتِ اقتداء کیساتھ تکبیر تحریمہ کہنے سے ہو جاتی ہے، پس اگر مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی اسی تحریمہ سے مسبوق کی طرح نماز ادا کرے''۔ (کفایت المفتی، کتاب الصلاة، فصل في المسبوق واللاحق تحت عنوان: ''مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟'': ۴۳۸/۳، دار الإشاعت کراچی)

"نية المؤتم الاقتداء". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "أي الاقتداء بالإمام أو الاقتداء به في صلاته أو الشروع فيهما أو الدخول فيهما .... وشرط النية أن تكون مقارنةً للتحريمة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة ۱/ ۵۵۰، سعيد)

"(و شروط صحة الاقتداء أربعة عشر شيئاً) تقريباً (نية المقتدي المتابعة مقارنة لتحريمته)، إما مقارنة حقيقة أو حكمية كما تقدم، فينوي الصلاة والمتابعة أيضاً". (مراقي الفلاح).

"(قوله نية المقتدي المتابعة) كأن ينوي معه الشروع في صلاته أو الاقتداء به فيها، ولو نوى الاقتداء به لاغير الأصح أنه يجزيه و تنصرف إلى صلاة الإمام وإن لم يكن للمقتدي علم بها؛ لأنه جعل نفسه للإمام". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۲۹۰، قديمي)

"فإذ اكبّر قائماً، ينوي الشروع في صلوة الإمام، تنقطع الأولى في ضمن شروعه في صلاة الإمام". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۵۲/۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی نماز فاسد ہوگئی، شامی ۱/۴۹۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اگر مسبوق نے بھول کر ایک طرف سلام پھیر دیا

سوال[۲۹۷۱]: مسبوق نے بھولے سے امام کے ساتھ ایک طرف سلام پھیرلیا، دوسری طرف سلام پھیرنے سے پہلے اس کو یاد آ گیا کہ میری رکعت چھوٹی ہوئی ہے۔ اب اس کے ذمہ سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام نے جب داہنی طرف سلام پھیرا اور اس میں لفظ "السلام" کے "میم" پر پہونچا اگر اسی وقت مسبوق کو یاد آیا اور وہ رُک گیا تب تو اس کے ذمہ سجدۂ سہو نہیں، اگر اس کے بعد سلام پھیرا اور پھر یاد آیا تو اس کے ذمہ سجدہ سہو ہوگا، شامی: ۱/۴۹۹ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً". (الدرالمختار). "(والمسبوق يسجد مع إمامه) قيد بالسجود؛ لأنه لا يتابعه في السلام بل يسجد معه يتشهد، فإذا سلم الإمام، قام إلى القضاء، فإن سلم فإن كان عامداً فسدت، وإلا لا. ولا سجود عليه إن سلم سهواً قبل الإمام أو معه، وإن سلم بعده، لزم لكونه منفرداً، وأراد بالمعية المقارنة، و هو نادر الوقوع، كما في شرح المنية. وفيه: ولو سلم على ظن أنه عليه أن يسلم، فهو سلام عمد يمنع البناء". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۸۲، سعيد)

"ولو سلم ساهياً. قيد به؛ لأنه لو سلم مع الإمام على ظن أن عليه السلام معه، فهو سلام عمد، فتفسد، كما في البحر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۹۹، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل بيان من يجب عليه السهو: ۱/۴۲۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۱۷۶، رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۵۵۱، رقم الحاشية: ۲)

مسبوق کا بھول کر دونوں جانب سلام پھیر دینا

سوال[۲۹۷۲]: مسبوق یا منفرد بھولے سے دونوں جانب سلام پھیر دے، پھر خود بخود یاد آ جانے پر یا کسی کے یاد دلانے پر فوراً اٹھ کر اس صورت میں کہ سینہ ہنوز قبلہ ہی کی طرف تھا اپنی بقیہ رکعت سجدۂ سہو کے ساتھ تمام کرے تو حسبِ ارشاد حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فتاویٰ دار العلوم دیو بند(۱) اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، لیکن یہاں بعض اہلِ علم کا قول ہے کہ اگر دونوں جانب سلام پھیر دے تو نماز از سرنو ہی پڑھنا چاہئے۔ اس صورت میں اصح قول کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا حالانکہ ابھی نماز پوری نہیں ہوئی تھی، کوئی رکعت باقی تھی، پھر جب ہی قبلہ کی طرف سے سینہ پھرانے اور کسی مفسدِ نماز کے ارتکاب سے پہلے فوراً یاد آ گیا یا کسی کے یاد دلانے سے یاد آ گیا اور بقیہ نماز سجدۂ سہو کے ساتھ پوری کر لی تو نماز درست ہوگئی، یہی حکم ایک طرف سلام پھرانے کی صورت میں ہے سلام سے قطع کی نیت اس حالت میں معتبر نہیں اور ایک ہی سلام سے نماز ختم ہو جاتی ہے جب کہ وہ اپنے محل میں ہو:

"و یسجد للسهو سلامه ناویاً للقطع؛ لأن نية تغيير المشروع لغوٌ مالم يتحول عن القبلة أو يتكلم، سلّم مصلي الظهر مثلاً على رأس الركعتين توهماً إتمامها أتمها أربعاً و سجد للسهو؛ لأن السلام ساهياً لا يبطل؛ لأنه دعاء من وجه". درمختار: ۱/ ۵(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹۳/۳/۵ھ۔

---

(۱) (فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب الصلوة، فصل سادس: مدرک، لاحق اور مسبوق کے احکام: ۳/ ۲۵۲، دار الإشاعت، کراچی)

(۲) (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/ ۹۱، سعید)

"عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلى ثلثاً، ثم سلم، فقال الخرباق: إنک صليت ثلثاً، فصلي بهم الركعة الباقية، ثم سلم، ثم سجد سجدتي السهو وهو جالس، ثم سلّم". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب وجوب سجود السهو: ۷/ ۱۳۲، إدارة القرآن) =

مسبوق کا امام کے ساتھ بھول کر سلام پھیرنا

سوال[۲۹۷۳]: مسبوق نے بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، بعد میں یاد آیا تو کھڑے ہو کر نماز پوری کر لی، ایسے شخص پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں اور اس کا کھڑا ہونا صحیح ہوا یا نہیں؟ زید کہتا ہے اگر سلام کے بعد بغیر کلام کیے ہوئے کچھ درود وغیرہ بھی پڑھ لیا تو بھی کوئی حرج نہیں پھر یاد آنے پر کھڑے ہو کر پورا کر لینے سے صحیح ہو جائے گی۔ آیا زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک کوئی قول یا فعل منافیٔ صلوٰۃ نہیں کیا تو کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کر لے اور سجدہ سہو کر لے، نماز صحیح ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۷/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶/ رجب/ ۵۶ھ۔

= "(ويسجد للسهو) وجوباً (وإن سلم عامداً) مريداً (للقطع)؛ لأن مجرد نية تغيير المشروع لا تبطله ولا تعتبر مع سلامه غير مستحق، وهو ذكر فيسجد للسهو، لبقاء حرمة الصلاة (مالم يتحول عن القبلة أو يتكلم .... (توهم) .... (مصل رباعية) فريضة (أو ثلاثية) ولو وتراً (أنه أتمها فسلم، ثم علم قبل إتيانه بمناف (أنه صلى ركعتين) .... (أتمها) بفعل ما تركه (وسجد للسهو)". (مراقي الفلاح)

وفي حاشية الطحطاوي: قوله: (وسجد للسهو) لما روى أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فعل كذلك في حديث ذي اليدين المتفق عليه .... وكان سلامه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على رأس الركعتين من صلاة الظهر والعصر شك من الراوي، وما قيل: إنها العشاء وهمٌ، وما حصل في ذلك من الكلام والتحول عن القبلة منسوخ؛ لأن عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه عمل في مثل هذه الحادثة بخلاف عمله –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– فأعاد صلاته الخ". (كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۷۲، ۴۷۳، قديمي)

(۱) "(مصل رباعية) فريضة (أو ثلاثية) ولو وتراً (أنه أتمها فسلم، ثم علم) قبل إتيانه بمناف (أنه صلى ركعتين) أو علم أنه ترك سجدة صلبية أو تلاوية (أتمها) بفعل ما تركه (وسجد للسهو) لبقاء =

مسبوق نے سجدۂ سہو میں امام کے ساتھ سلام پھیر دیا

سوال[۲۹۷۴]: ایک آدمی مسبوق ہے اور امام کو سجدۂ سہو لاحق ہوگیا، امام نے سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرا ہے، مسبوق کو یہ بات یاد نہ رہی کہ میں مسبوق ہوں. یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ ان سب صورتوں میں مسبوق کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ اگر بھول کر پھیرا ہو تو کس صورت میں جائز ہے اور کس میں نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر مسبوق نے بھول کر سلام میں امام کا اتباع کیا ہے، تو اس سے اس کی نماز میں نقصان نہیں آیا، اگر جان کر قصداً یعنی اتباع کیا ہے، تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔

(تنبیہ) یہ یاد ہوتے ہوئے کہ میں مسبوق ہوں مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سلام پھیرنا سہو میں داخل نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

سلامِ مسبوق کے سلسلہ میں دارالعلوم کے فتویٰ اور تعلیم الاسلام کی عبارت میں تطبیق

سوال[۲۹۷۵]: اس سے پہلے بندہ نے ایک استفتاء روانہ کیا تھا کہ مسبوق اگر امام کے ساتھ غلطی

= حرمة الصلوة". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص: ۴۷۳، قديمى)

"والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً". (الدر المختار). "(قوله: والمسبوق يسجد مع إمامه الخ) قيد بالسجود؛ لأنه لا يتابعه فى السلام بل يسجد معه ويتشهد .... ولا سجود عليه إن سلم سهواً قبل الإمام أو معه، وإن سلم بعده، لزمه لكونه منفرداً وأراد بالمعية المقارنة، وهو نادر الوقوع، كما فى شرح المنية". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۸۲/۲، ۸۳، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فى بيان من يجب عليه السهو: ۴۲۲/۱، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۱۷۶/۲، رشيديه)

(۱) (راجع، ص: ۵۵۲، رقم الحاشية: ۱)

سے سلام پھیر دے تو سجدۂ سہو یہ مسبوق مقتدی کب کرے، اگر ایک طرف سلام پھیر دے تب یا دونوں طرف پھیر دے تب؟

حضرت مفتی صاحب نے تحریر فرمایا کہ ’’مسبوق نے اگر ایک طرف بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو یہ مسبوق جب اپنی نماز کا سلام پھیرے تو سجدۂ سہو کرے‘‘ وجہ یہ تحریر فرمائی تھی کہ ’’چونکہ واجب صرف لفظ سلام تھا آگے ”علیکم ورحمۃ اللہ“ کلمات زائد ہیں، تو یہ مسبوق امام کی اقتداء میں لفظ سلام تک تھا، پورا سلام امام کے ہمراہ پھیرنے سے تاخیر کی وجہ سے اس کو سجدہ سہو کرنا پڑے گا‘‘۔ یہ فتویٰ شعبۂ افتاء دارالعلوم سے حاصل کردہ ہے جو میرے پاس ہے، لیکن جب اس مسئلہ کو سنایا گیا تو کچھ آدمیوں نے تعلیم الاسلام کے حوالہ سے یہ بتایا کہ ایک طرف سلام اگر مسبوق سہوًا امام کے ساتھ پھیر دے تو سجدہ سہو نہیں، مجھے اس مسئلہ میں چپ ہونا پڑا۔ تو مذکورہ مسئلہ کہ اگر ایک طرف سلام پھیر دے اور مسبوق پر سجدۂ سہو ہو تو کیا ثبوت ہے؟ اور مسئلہ کیا اسی طرح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعلیم الاسلام حصہ چہارم میں یہ عبارت: ’’اگر امام کے سلام کے بعد اس نے سلام پھیرا تو اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے‘‘ (۱)۔ اس میں ایک دو طرف سلام کی بحث نہیں، نہ یہ کہ پورا ”السلام یعنی علیکم ورحمۃ اللہ“ کہے یا فقط ”السلام“ کہے۔ تعلیم الاسلام، حصہ سوم (۲) میں واجبات نماز کے بیان میں ہے: ۱۲/ لفظ سلام کے ساتھ نماز سے علیحدہ ہونا، اس میں علیکم ورحمۃ اللہ نہیں ہے۔

الحاصل جب لفظِ سلام امام نے کہا نماز سے خارج ہو گیا اور مسبوق اقتداء سے خارج ہو کر منفرد ہو گیا اور مقتدی امام کے پیچھے ہی چلتا ہے، نہ پہلے نہ بالکل ساتھ، اس لئے جب مسبوق بھول کر امام کے لفظ ”السلام“ کے بعد سلام پھیرے گا تو اس کے ذمہ سجدہ سہو لازم ہوگا (۳) دارالعلوم کا فتویٰ تعلیم الاسلام کے خلاف نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (تعلیم الإسلام، حصہ چهارم، مدرک، مسبوق، لاحق کا بیان، ص: ۱۷۵، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

(۲) (تعلیم الإسلام، حصہ سوم، واجبات نماز کا بیان، ص: ۱۲۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

(۳) ”(قوله: والمسبوق يسجد مع إمامه) ......فإن سلّم فإن كان عامدًا فسدت، وإلا لا، ولا سجود عليه إن سلم سهوًا قبل الإمام أو معه، وإن سلم بعده لزمه لكونه منفردًا حينئذٍ، بحر“. (رد المحتار، باب سجود السهو: ۸۲/۲، ۸۳، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۵، سهيل اكيڈمی)

مسبوق نے سجدۂ سہو کے سلام میں قصداً سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال[۲۹۷۶]: ''نظام'' کے پچھلے شمارے میں یہ فتوی شائع ہوا تھا کہ ''سجدہ سہو کا سلام اگر مسبوق نے قصداً امام کے ساتھ پھیرلیا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی''۔ اس پر عوام تو درکنار بعض اہلِ علم بھی خلجان میں پڑ گئے، لہٰذا براہ کرم عبارت محولہ تحریر فرما کر مطمئن فرمائیں۔

حمید اللہ نعمانی، کانپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

متنِ درمختار میں ہے: ''والمسبوق یسجد مع إمامه'' اس پر رد المحتار: ۱/۴۹۹ میں لکھا ہے: ''قید بالسجود؛ لأنه لا یتابعه فی السلام، بل یسجد معه و یتشهد، فإذا سلم الإمام قام إلی القضاء، فإن سلّم، فإن کان عامداً، فسدت، وإلا لا''(۱)۔ یہ مسئلہ بحر شرح کنز: ۲/۱۰۸ (۲) اور بدائع: ۱/۱۷۶ (۳) میں بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسبوق کا سہواً امام کے ساتھ سلام پھیرنا

سوال[۲۹۷۷]: زید کی نماز جماعت میں مسبوق ہے اور امام کو سجدہ سہو کرنا پڑا، زید نے بھی سہواً امام کے ساتھ دائیں طرف سلام پھیر دیا اور امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا، بعد ازاں امام نے نماز ختم کردی زید نے کھڑے ہو کر اپنی بقیہ رکعت پوری کرلی۔ آیا زید کو دوبارہ سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت تھی یا نماز کا اعادہ کرنا چاہئے تھا یا نہیں؟ بینوا توجروا فقط۔

اصغر علی، محلہ چوہرداران، مقیم مظفر نگر، محلہ کھالہ پار، معرفت منشی ریاض الحسن صاحب۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۸۲، سعید)

(۲) ''ثم المسبوق إنما یتابع الإمام فی السهو دون السلام .... وإن سلم فإن کان عامداً، فتفسد صلاته الخ''. (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل بیان من یجب علیه السهو: ۱/۴۲۲، رشیدیه)

(۳) ''ثم المسبوق إنما یتابع الإمام فی السهو لا فی السلام فیسجد معه ویتشهد، فإذا سلّم الإمام قام إلی القضاء، فإن سلم فإن کان عامداً فسدت، و إلا فلا''. (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۱۷۶، رشیدیه)

الجواب حامداًومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں زید کی نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں اور ایسی حالت میں مسبوق کوامام کے ساتھ سجدہ سہو کرنا تو ضروری ہے لیکن سجدۂ سہو کے لئے سلام میں امام کا اتباع ناجائز ہوتا ہے، اگر قصداً امام کے ساتھ سلام پھیریگا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوجائے گی اور سہواً پھیرنے سے فاسد نہ ہوگی اور زید نے صورتِ مسئولہ میں سہواً سلام پھیرا ہے اس لئے نماز فاسد نہیں ہوئی اور بحالتِ اقتداء سہواً سلام پھیرا ہے اور مقتدی کے سہو سے سجدہ سہولازم نہیں آتا، اس لئے بقیہ نماز پوری کرنے میں سجدہ سہو لازم نہیں:

"(والمسبوق يسجد مع إمامه) قيّد بالسجدة؛ لأنه لا يتابع في السلام بل يسجد معه ويتشهد، فإذا سلم الإمام، قام إلى القضاء، فإن سلم فإن كان عامداً فسدت، وإلا لا". درمختار و رد المحتار: ١/٧٧٧، باب سجدة السهو(١)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲/۷/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

مسبوق سجدہ سہو کرے، سلام نہ پھیرے

سوال[۲۹۷۸]: "ما يقول العلماء الحنفية في مسئلة: إذا كان الإمام و عليه سجدتي السهو وخلفه مسبوق، هل يسلم مع الإمام سلام التشهد أم لا". وإن كان الثاني هل بقي اقتداءه، وإن كان الأول، فهل فرق بين تسليم العمد و النسيان، بينوا بالصواب مع صفحات الكتاب(٢)۔

الجواب حامداًومصلیاً:

"المسبوق يتبع إمامه في سجود السهو .... لا في السلام، وإذا سجد الإمام، سجد

---

(١) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ٢/٨٢، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، بيان من يجب عليه سجود السهو: ١/٤٢٢، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ٢/١٧٦، رشيديه)

(٢) **خلاصۂ سوال:** جب امام کے ذمہ سجدہ سہو لازم ہو تو مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیریگا یا نہیں، اگر نہیں تو اس کی اقتدا باقی رہے گی یا نہیں؟ اور اگر سلام پھیریگا تو سلامِ عمد و سلام نسیان میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

معه وهو في اقتداء حتى يقطع الإمام صلوته، فإذا قطع قام وأتم ما عليه وقضىٰ، فإن سلّم مع الإمام فإن كان عامداً فسدت صلوته وإلا لا". هكذا في رد المحتار: ۱/۵۲۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مسبوق نے امام کے ساتھ سجدہ سہو نہیں کیا تو آخر میں اس پر سجدہ سہو واجب ہے؟

سوال[۲۹۷۹]: زید کو مغرب میں دو رکعت ملی، اب امام دوسرے قعدہ میں نہیں بیٹھا بلکہ کھڑا ہو گیا، یاد آنے پر پھر بیٹھ گیا، اب امام نے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کیا، زید کسی بھول کی وجہ سے سجدہ سہو میں شریک نہ ہوسکا، امام کے سلام پھیرنے کے بعد زید نے رکعت پوری کی، اب اس کو یاد آیا کہ امام نے سجدہ سہو کیا تھا اس نے بھی سہو کا سجدہ کر کے اخیر رکعت میں سلام پھیر دیا۔ زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مسبوق کی نماز درست ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۱۸ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۲، سعيد)

"عن الحسن والمغيرة عن إبراهيم "أنهما قالا: في الرجل تفوته من صلاة الإمام ركعةٌ و قد سها فيها الإمام، فإنه يسجد مع الإمام سجدتي السهو، ثم يقضي الركعة بعد ذلك".

قال الشيخ ظفر أحمد العثماني: "قلت: فيه دلالة على وجوب السجود على المسبوق بسهو إمامه". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب في بقية أحكام السهو: ۷/۱۶۸، إدارة القرآن)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل بيان من يجب عليه السهو: ۱/۴۲۲، رشيديه)

خلاصۂ جواب: مسبوق سجدہ سہو میں امام کا اتباع کرے گا سلام میں نہیں، جب امام سجدہ کرے تو وہ بھی سجدہ کرے اور مسبوق امام کے نماز ختم کرنے تک اقتدا ہی میں رہے گا، جب امام نماز پوری کرلے تو مسبوق کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کرے اور مسبوق نے اگر امام کے ساتھ عمداً سلام پھیرا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

(۲) "(والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً) سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده (ثم يقضي ما فاته)". (الدرالمختار) =

مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھے یا نہیں؟

سوال[۲۹۸۰]: مسبوق قعدہ اخیرہ میں ملا تو امام کے ساتھ تشہد پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ اور تشہد اخیرہ میں درود کے بعد دعا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسبوق کو بھی امام کے قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے (۱)، تشہدِ اخیر میں بعد میں درود شریف دعاء پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= "(قوله: ثم يقضي ما فاته) فلو لم يتابعه في السجود و قام إلى ما سبق به، فإنه يسجد في آخر صلاته استحساناً؛ لأن التحريمة متحدة، فجعل كأنها صلاة واحدة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۸۲، ۸۳، سعيد)

" ولو قام إلى قضاء ما سبق به و لم يتابع الإمام في السهو، سجد في آخر صلاته استحساناً".

(بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل بيان من يجب عليه السهو: ۱/۴۲۲، رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۸، رشيديه)

(۱) "قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم في رجل سبقه الإمام بشيء من صلاته أيتشهد كلما جلس الإمام؟ قال: نعم، قال: فيرد السلام إذا سلم الإمام؟ قال: إذا فرغ من صلاته رد السلام. قال محمد: و به نأخذ، و هو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ". (كتاب الآثار، كتاب الصلوة، باب من سبق بشيء من صلاته، ص: ۵۶، إدارة القرآن كراچي)

"(وجب متابعته) .... (بخلاف سلامه) أو قيامه لثالثة (قبل تمام المؤتم التشهد) فإنه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه". (الدرالمختار). "(قوله: فإنه لايتابعه) .... و شمل بإطلاقه ما لو اقتدى به في أثناء التشهد الأول أو الأخير فحين قعد قام إمامه أو سلم، ومقتضاه أنه يتم التشهد ثم يقوم".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۹۶، سعيد)

(۲) "عن عبد الرحمن بن أبي ليلىٰ قال: لقيني كعب بن عجرة رضي الله تعالىٰ عنه فقال: ألا أهدي لك=

تشہد میں شریک ہونے والا کیا کرے؟

سوال[۲۹۸۱]: جو شخص آخری قعدہ میں شریک ہوا ہو، اس کو بھی پوری التحیات پڑھنی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ بھی التحیات پوری کر کے ہی نماز پوری کرے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= هديةً سمعتها من النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ؟ فقلت: بلى، فأهدها لى، فقال: سألنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. فقلنا: يا رسول الله! كيف الصلوة عليكم أهل البيت فإن الله قد علّمنا كيف يسلم عليك؟ قال: قولوا: "اللّهمّ صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم و على آل إبراهيم إنك حميد مجيد، اللّهمّ بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على إبراهيم و على آل إبراهيم إنك حميد مجيد".

قال الشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: اللّهمّ صل على محمد الخ) قال العلامة الشوكاني: استدل بذلك على وجوب الصلوة عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد التشهد .... فالحق أن الأمر في الحديث و في سائر أحاديث الباب محمول على الندب، مواظبته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عليها تفيد السنية، فهي عندنا سنة مؤكدة يكره تركها و لا تفسد بتركها". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب سنية الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ: ۳/۱۲۲، ۱۲۴، إدارة القرآن)

"(و) تسن (الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الجلوس الأخير فيقول مثل ما قال محمد رحمه الله تعالىٰ لمّا سئل عن كيفيتها، فقال: يقول: اللّهمّ صل......... و يسن (الدعاء) بعد الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، لقوله عليه السلام: "إذا صلى أحدكم، فليبدأ بتحميد الله عز و جل والثناء عليه، ثم ليصل على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ثم ليدع بعد ما شاء". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، فى بيان سننها، ص: ۲۷۱، ۲۸۲، قديمى)

(۱)" قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم في رجل سبقه الإمام بشيء من صلاته أيتشهد كلّما جلس الإمام ؟ قال: نعم، قال: فيرد السلام إذا سلم الإمام؟ قال: إذا فرغ من صلاته رد السلام، قال محمد: و به نأخذ، و هو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ". (كتاب الآثار، كتاب الصلوة، باب مَن =

مسبوق تشہد سے فارغ نہیں ہوا کہ امام نے سلام پھیر دیا

سوال[۲۹۸۲]: کسے گر در جماعت داخل شده تشهد خواندن آغاز کند، و درآن وقت امام بسلام از نماز فارغ شود، آنکس تشهدِ اول خوانده قیام کند یا نه؟(۱).

الجواب حامداًومصلیاً:

تشهدِ اول خوانده قیام کند، کذا فی رد المحتار (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح :عبداللطیف،۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ۔

= سبق بشيء من صلاته، ص: ٥٦، إدارة القرآن كراچی)

"(وجب متابعته) .... (بخلاف سلامه) أو قيامه لثالثة (قبل تمام المؤتم التشهد) فإنه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه". (الدرالمختار). "(قوله : فإنه لا يتابعه) .... و شمل بإطلاقه ما لو اقتدى به في أثناء التشهد الأول أو الأخير، فحين قعد قام إمامه أو سلم، ومقتضاه أنه يتم التشهد، ثم يقوم".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۹۶، سعيد)

(۱)**ترجمۂ سوال:** کسی شخص نے جماعت میں داخل ہوکر تشہد پڑھنا شروع کیا اور اسی وقت امام سلام کے ذریعہ نماز سے فارغ ہوجائے وہ شخص تشہد پڑھ کر کھڑا ہو یا نہیں؟

ترجمۂ جواب: تشہد پڑھ کر کھڑا ہو۔فقط

(۲)" قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم في رجل سبقه الإمام بشيء من صلاته أيتشهد كلما جلس الإمام ؟ قال: نعم، قال : فيرد السلام إذا سلم الإمام؟ قال: إذا فرغ من صلاته رد السلام، قال محمد: وبه نأخذ، و هو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ". (كتاب الآثار، كتاب الصلوة، باب من سبق بشيء من صلاته، ص: ٥٦، إدارة القرآن كراچی)

"(وجب متابعته) .... (بخلاف سلامه) أو قيامه لثالثة (قبل تمام المؤتم التشهد) فإنه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه". (الدرالمختار) "(قوله : فإنه لا يتابعه) .... و شمل بإطلاقه ما لو اقتدى به في أثناء التشهد الأول أو الأخير، فحين قعد قام إمامه أو سلم، و مقتضاه أنه يتم التشهد، ثم يقوم".

(كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة ۱/۴۹۶، سعيد)

کیا مسبوق پر تشہد واجب ہے؟

سوال[۲۹۸۳]: مسبوق دوسری رکعت میں ہو، اب سوال یہ ہے کہ تشہد اس پر واجب ہے یا سنت یا مستحب ہے؟ پھر چوتھی رکعت (اس کی تیسری) میں پڑھنا کیسا ہے؟ نیز جب آخری رکعت میں مسبوق ہو تب بھی یہی سوال ہے۔ درجہ کا تعین حوالہ سے کریں، نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسبوق پر امام کے تابع ہو کر تشہد واجب ہے کیونکہ وہ بھی مقتدی ہے، سلامِ امام کے بعد جب اپنی بقیہ نماز پوری کرے تو ہر قعدہ میں تشہد پڑھنا واجب ہوگا:

"لو سلم الإمام قبل فراغ المقتدی من التشهد يتمه؛ لأنه من الواجبات، اهـ". مراقی الفلاح، ص:۱۸۵(۱)۔ "ويجب القعود الأول .... و يجب قرأة التشهد فيه فی الصحيح —متعلقٌ بكل من القعود و تشهده، —وهو احترازٌ عن القول بسنيتها أو سنية التشهد وحده. و يجب قرأة التشهد فی الجلوس الأخير أيضاً". وفی حاشية الطحطاوی:" فالمسبوق بثلاث فی الرباعية ثلاث قعدات .... (قوله: ويجب قراءة) فيسجد للسهو بترك بعضه ككله، اهـ". مراقی الفلاح والطحطاوی، ص:۱۴۹، ص:۱۵۰(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فيما يفعله المقتدی بعد فراغ إمامه الخ، ص:۳۰۹، قديمی)

(۲) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فی واجبات الصلوة، ص:۲۵۰، ۲۵۱، قديمی)

" قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم فی رجل سبقه الإمام بشیء من صلاته أيتشهد كلما جلس الإمام ؟ قال: نعم. قال : فيرد السلام إذا سلم الإمام؟ قال: إذا فرغ من صلاته رد السلام. قال محمد: و به نأخذ، و هو قول أبی حنيفة رحمه الله تعالیٰ". (كتاب الآثار، كتاب الصلوة، باب من سبق بشیء من صلاته، ص:۵۶، إدارة القرآن كراچی)

مسبوق کی نماز میں قرأت

سوال[۲۹۸۴] : زید عشاء کی نماز فرض میں اول رکعت کا مسبوق ہوا، بعد سلامِ امام یہ رکعت قرأت کے لحاظ سے کونسی رکعت سمجھی جائے گی یعنی قدرِ قرأت اور سورۃ کی تقدیم وتاخیر میں کیا حکم رکھے گی اور اگر اول کا حکم رکھے گی تو کیا امام کی قرأت کردہ سورۃ کو اس میں تلاوت کرنا افضل ہے یا نہیں؟ حوالہ کتب بیان فرمادیں۔

کاتب: احقر کثیر احمد جہلمی ساکن بھوچھا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ رکعت اپنی قرأت کے لحاظ سے اول رکعت سمجھی جائے گی، لہذا اس پر جمیع احکام قرأت اول رکعت کے جاری ہونگے، مثلاً اس رکعت میں ثناء بھی پڑھے گا، تعوذ بھی پڑھے گا، سورہ فاتحہ بھی پڑھے گا، سورہ بھی پڑھے گا:

"و هذا من أحكام المسبوق أنه يقضى أول صلوته فى حق القرأة وآخرها فى حق التشهد، حتى لو أدرك ركعةً من المغرب قضى ركعتين و فصل بقعدة، فيكون بثلاث قعدات، وقرأ فى كل فاتحةً و سورةً و لو ترك القرأة فى أحدهما، تفسد. و لو أدرك ركعةً من الرباعية فعليه أن يقضى ركعةً يقرأ فيها الفاتحة والسورة و يتشهد و يقضى ركعةً أخرىٰ لذلك و لا يتشهد، و فى الثالثة بالخيار، والقرأة أفضل". هكذا فى الخلاصة(١)۔

---

(١) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل السابع فى المسبوق واللاحق: ١/١٩، رشيديه)

"إن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالىٰ عنه، قال: تخلف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فذكر هذه القصة، قال: فأتينا الناس و عبد الرحمن بن عوف يصلى بهم الصبح، فلما رأى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أراد أن يتأخر فأومى إليه أن يمضى، قال: فصليت أنا، والنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خلفه ركعةً، فلماسلّم قام النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فصلّى الركعة التى سُبق بها، و لم يزد عليها شيئاً". (أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين: ١/٢٣، إمداديه ملتان)

قال الشيخ ظفر أحمد العثمانى نور الله مرقده تحت هذا الحديث: "إن المغيرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: فلما سلم، قام النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فصلى الركعة التى سبق بها، ولم يقل: صلى الركعة التى بقيت منه، فهو يدل على أن مافاته: أى المسبوق هو أول صلاته، و ما أدرك مع الإمام =

مسبوق اپنی بقیہ نماز میں منفرد کے حکم میں ہوتا ہے، ان دونوں باتوں کا تقاضہ ہے کہ مسبوق قدر قرأت اور ترتیب کے اعتبار سے بھی اپنی اس رکعت کو اول رکعت سمجھے اور امام کی قرأت کردہ سورت سے پہلی اور اس کے برابر بڑی سورت کی قرأت کرے اور درمیان کے فصل کا بھی خیال رکھے۔ امام کی قرأت کردہ سورۃ کو پڑھنا سورہ واحدہ کا رکعتین میں تکرار ہوگا۔

"(و ههنا إنما مفرد وفيما يقضى، اهـ) إذا قرأ فى ركعة سورة فى الركعة الأخرى أو فى تلك الركعة سورة فى تلك السورة، يكره، لا بأس أن يقرأ سورةً و يعيدها فى الثانية. أفاد أنه يكره تنزيهاً، وعليه يحمل جزم القنية بلاكراهية، و يحمل فعله -عليه الصلوة والسلام- لذلك على بيان الجواز، هذا إذا لم يضطر، فإن اضطر بأن قرأ فى الأولىٰ: ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها فى الثانية إن لم يختم (نهر)؛ لأن التكرار أهون من القرأة منكوساً(بزازيه)، وأما لو ختم القرآن فى ركعة فيأتى قريبا أنه يقرأ من البقرة". رد المحتار (۱)۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ گنگوہی، مظاہر علوم سہارن پور، ۵۹/۲/۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

= هو آخر صلاته، و به نقول". (إعلاء السنن، ابواب الإمامة، باب المسبوق يقضى الخ: ۳۴۳/۴، إدارة القرآن كراچى)

(و كذا فى رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/ ۵۱۶، ۵۱۷، سعيد)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۴۶، سعيد)

"عن رجل من جهينة رضى الله تعالىٰ عنه أنه سمع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ فى الصبح: ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ فى الركعتين كليهما، قال: فلا أدرى أنسى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أم قرأ ذلك عمداً". رواه أبوداود، وسكت عنه هو والمنذرى، و ليس فى إسناده مطعن، بل رجاله رجال الصحيح".

قلت : .... ولكن إذا دار الأمر بين أن يكون مشروعاً أو غير مشروع، فحمل فعله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على المشروعية أولى، فثبت أن تكرير سورة فى الركعتين جائز مع كونه خلاف العادة المستمرة له -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- فيكون خلاف الأولى، فافهم. و هذا فى الفرض =

مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کب کھڑا ہو؟

سوال[۲۹۸۵]: جس شخص کی نماز میں کوئی رکعت رہ گئی تو:

(الف) جب امام داہنے طرف سلام پھیرتے وقت صرف لفظ سلام نکالے اسی وقت کھڑا ہوجائے؟ یا

(ب) بائیں طرف کے لفظ سلام کے وقت کھڑا ہو؟ یا

(ج) بائیں طرف کو سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو؟

ان تینوں میں سے کونسا احسن ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طریقۂ (ج) اسلم اور احسن ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۱۹ھ۔

مسبوق کا دوسرے مسبوق کو دیکھ کر نماز پوری کرنا

سوال[۲۹۸۶]: دو شخص ایک ساتھ جماعت میں آکر شریک ہوئے اور دونوں مسبوق تھے، جب امام

= وحده، و أما في النوافل فلا كراهة مطلقاً". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب القرأة، باب كراهة الخ: ۱۲۸/۴، إدارة القرآن)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(۱) "(و يسجد المسبوق مع إمامه) لالتزام متابعته (ثم يقوم القضاء ما سبق به) واللاحق بعد إتمامه، وينبغي أن يمكث المسبوق بقدر ما يعلم أنه لا سهو عليه". (مراقي الفلاح).

و في حاشية الطحطاوي :" وذلك بتسليم الإمام الثانية على الأصح أو بعد هما بشيء قليل بناءً على ما صححه في الهداية ". (كتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۴، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۹۷/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق : ۹۱/۱، رشيديه)

نے نماز ختم کی تو دونوں اپنی چھوٹی ہوئی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے، لیکن ایک کو یاد تھا کہ میری کتنی نماز چھوٹی ہے دوسرے کو یاد نہیں رہا۔ تو کیا یہ جائز ہے کہ دوسرا شخص جس کو یاد نہیں اتنی ہی رکعتیں پوری کرے کہ جتنی یادوالا کرتا ہے یعنی اس کی یاد پر اعتماد کرکے اس کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کرے؟ اس طرح اس کی نماز صحیح ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس طرح اس کی نماز صحیح ہوجائے گی مگر اس کی اقتدا کی نیت نہ کرے بلکہ ویسے ہی جتنی رکعتیں وہ پڑھے وہ بھی پڑھ لے، طحطاوی، ص: ۱۵۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تین رکعت کا مسبوق بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟

سوال[۲۹۸۷]: زید کی عصر کے وقت تین رکعتیں چھوٹیں تو زید امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب کھڑا ہوگا تو کتنی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملائے گا اور کتنی رکعتوں میں سورت نہیں ملائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب زید کو امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی ہے تو سلامِ امام کے بعد وہ ایک رکعت ثناء، الحمد، سورت کے ساتھ پڑھے پھر قعدہ کرے پھر ایک رکعت الحمد اور سورت کے ساتھ، پھر ایک رکعت صرف الحمد کے ساتھ پڑھے، الحاصل بعد سلام امام دو رکعت میں سورۃ بھی پڑھے گا، ایک رکعت میں صرف الحمد پڑھے گا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وأن لا يكون الإمام مصلياً فرضاً غير فرضه .... (و لا مسبوقاً) لشبهة اقتدائه الخ". وفي حاشية الطحطاوي: "(لشبهة اقتدائه): أي حال تحريمته، وإنما لزمته القرأة لشبهة الانفراد، نعم! إذا قضى المسبوقان ملاحظاً أحدهما الآخر ليعلم عدد ما عليه من فعله، فلا بأس به". (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۲۹۱، ۲۹۲، قديمي)

"(قوله: نعم لو نسي) حاصله أنه لو اقتدى إثنان معاً بإمام قد صلى بعض صلاته، فلما قاما إلى القضاء، نسي أحدهما عدد ما سبق به، فقضى ملاحظاً للآخر بلا اقتداء به، صح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۹۷/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السابع في المسبوق واللاحق: ۹۲/۱، رشيديه)

(۲) "فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة و سورة و تشهد بينهما و برابعة الرباعي بفاتحة فقط".=

مسبوق کی بقیہ نماز میں سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۲۹۸۸]: مسبوق کو چار رکعت والی نماز میں دو رکعت ملی، اپنی بقیہ دو رکعت پڑھتے ہوئے کچھ سہو ہوا ہو تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا یا بغیر سجدۂ سہو کے نماز ادا ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی بقیہ نماز پوری کرنے میں ایسا سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا بغیر سجدۂ سہو کے نماز ناقص رہے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۲/۸۸ھ۔

مسبوق ولاحق سے متعلق

سوال[۲۹۸۹]: ۱...... مقیم مقتدی جب کہ مسبوق ہو، اس کے بقیہ نماز کے پوری کرنے کا جو طریقہ کتبِ فقہ میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلی دو رکعت بلا قرأت ادا کرے اور پھر ایک رکعت مع قرأت کے ادا کرے اور یہ ترتیب بنا بر واجبیت کے ہے، کما فی شرح المنیة :" و هذا علی سبیل الوجوب، ولو عکس، صح وأثم" علی الترتیب(۲)۔ اس میں تین باتیں دریافت طلب ہیں:

= (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة : ۱/۵۹۷، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق : ۱/۹۱، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، حکم المسبوق : ۱/۵۶۷، رشیدیه)

(۱) "واللاحق لا یسجد لسهوه فیما یقضی، والمسبوق یسجد لسهوه فیما یقضی الصلوة". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو : ۱/۱۲۹، رشیدیه)

"(ولو سها المسبوق فیما یقضیه سجد له): أی لسهوه أیضاً، و لا یجزیه سجوده مع الإمام".

(حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۴، قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الحدث فی الصلوة : ۱/۶۶۲، رشیدیه)

(۲) "لم أجد هذه العبارة بهذا اللفظ فی شرح المنیة بل ذکر بلفظ : "والأصل أن اللاحق یصلی علی =

اول: اگر عمداً برعکس کرے گا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ کسی واجب کو عمداً ترک کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے(۱) وہ قاعدہ یہاں پر چلے گا یا نہیں؟

دوم: بھول کر اگر عکس کردے گا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

سوم: مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاوی میں اس ترتیب کو بجائے واجب کے افضل بیان کیا ہے اور علت افضلیت کی ابتلائے عام کو قرار دیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بلکہ لکھے پڑھے بھی اس مسئلے سے واقف نہیں۔ ترتیب کو واجب قرار دے کر لوگوں کو حرج میں ڈالنا ہے اور قاعدہ فقہاء کا بیان کیا ہے: "ما ضاق أمر إلا اتسع". امداد الفتاوی: ۱/۵۲۵ (۲) لیکن مولانا نے بیان کیا ہے کہ "یہ میرا قیاس ہے، دوسرے علماء سے مزید اس کی تحقیق کر لی جائے"۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ مفصل بیان کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

۲.....جن چیزوں میں امام کی متابعت واجب ہے اگر کوئی شخص عمداً متابعت نہ کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی اور دلیل میں غایۃ وغیرہ کا یہ جزئیہ پیش کرتا ہے: "إنما تفسد بمخالفته في الفروض". غاية الأوطار، ص: ۲۱۷، باب صفة الصلوة (۳) اور دوسرا جزئیہ یہ پیش کرتا ہے: "حتى لم يدرك الركوع تجب المتابعة في السجدتين وإن لم تحسبا له، و لا تفسد

= ترتيب صلوة إمامه .... و هذا على سبيل الوجوب دون الافتراض الخ". (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، فصل في سجود السهو، فروع من سبق بركعة، ص: ۴۷۰، سهيل اكيڈمى)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۹٦، سعيد)

(۱) واضح رہے کہ عمداً ترکِ واجب سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ واجب الاعادہ ہے، اعادہ نہ کرنے کی صورت میں گنہگار ہوگا: "(ولها واجبات) لا تفسد بتركها، و تعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم يسجد له، وإن لم يعدها يكون فاسقاً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵٦، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشيديه)

(۲) (إمداد الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، أحكام المسبوق واللاحق: ۱/۳۴۹، مكتبه دار العلوم كراچى)

(۳) (غاية الأوطار ترجمہ اردو در مختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۳۸، سعيد)

بترکہا". غاية الأوطار: ۱/۳۳۲، باب إدراك الفريضة(۱)۔ اوراس میں جیسے کہ مسبوق کا مابقیہ کے واسطے کھڑا ہوجانا امام کے سلام سے پہلے بعد بیٹھنے بقدر تشہد کے آپ بیان فرمادیں، ہمارے ذہن میں تو اب تک یہ بھی نہیں کہ ترکِ واجب سے عمداً نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

الجواب حامداًومصلياً:

۱...... کتبِ فقہیہ کی اصل عبارت سے مسبوق لاحق کی باقی نماز میں ترتیب کا وجوب سمجھ میں آتا ہے(۲) لیکن ابتلائے عام اور نشر جہل کی بنا پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاوی میں استنباط فرماتے ہوئے جو استحباب کا حکم فرمایا ہے وہی اوسع اور اَرفق للزمان ہے اور جب بر بنائے قولِ ثانی وجوب باقی نہ رہا تو عمداً ترک سے بھی اعادہ واجب نہ ہوگا، هو التوسع، اور اعادہ میں احتیاط ہے هو التورع۔ اسی طرح سہواً ترکِ ترتیب سے وجوبِ سجدہ سہو میں یہی تفصیل ہے(۳)۔

۲...... متابعتِ امام جیسا کہ فرائض میں واجب ہے اسی طرح واجبات میں بھی ضروری ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ:" و لها واجبات .... وإنصات المقتدى و متابعة الإمام " کے تحت تحریر فرماتے ہیں: "والحاصل أن متابعة الإمام فى الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة". آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: قال ابن عابدين: " ثم ذكر ما حاصله أنه تجب متابعة الإمام فى الواجبات فعلاً كذا تركاً".

---

(۱) غاية الأوطار ترجمہ اردو در مختار کتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة: ۱/۳۷۴، سعيد)

(۲) "واعلم أن المدرک من صلاها كاملةً مع الإمام واللاحق من فاتته) .... و مقيم ائتم بمسافر". (الدرالمختار). "(قوله : "و مقيم الخ): أى فهو لا حق بالنظرين للأخيرتين، و قد يكون مسبوقاً أيضاً كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۹۴، سعيد)

"والأصل أن اللاحق يصلي على ترتيب صلوة إمامه .... وهذا على سبيل الوجوب دون الافتراض ".(الحلبى الكبير، كتاب الصلاة، فصل فى سجود السهو، فروع من سبق بر كعة، ص: ۴۷۰، سهيل اكيڈمى، لاهور)

(۳) (إمداد الفتاوى، كتاب الصلاة، أحكام المسبوق واللاحق: ۱/۳۴۹، مكتبه دار العلوم، كراچى)

اس مسئلہ کی مزید تحقیق کے لئے دیکھئے: (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۸۶ میں "القول السافر عن حكم المسبوق خلف المسافر")

شامی: ١/٤٣٩(١)۔ البتہ متابعت کی مختلف صورتیں ہیں: ایک مقارنت مع الإمام، ایک مقارنت لابتداء إمامہ مع المشارکۃ فی باقیہ، ان میں سے کوئی ایک متابعت اپنے اپنے موقع پر کافی ہوگی۔

"والحاصل أن المتابعة فی ذاتها ثلاثة أنواع: مقارنة لفعل الإمام مثل أن يقارن إحرامه لإحرام إمامه، وركوعه، لركوعه و سلامه لسلامه، و يدخل فيها ما لو ركع قبل إمامه و دام حتى أدركه إمامه فيه ومعاقبة لابتداء فعل إمامه مع المشاركة فی باقية، و متراخية عنه، فمطلق المتابعة الشامل لهذه الأنواع الثلاثة يكون فرضاً فی الفرض وو اجباً فی الواجب و سنةً فی السنة عند عدم المعارض". شامی: ١/٢٣٩، ٤٤٠ مطابق: ٣١٧، طبع نعمانية(٢)۔

لہٰذا زید کا استدلال غایۃ الاوطار کی عبارت "متى لم يدرك الركوع الخ" سے درست نہیں، کیونکہ اس میں متابعت کی نوعِ ثالث یعنی متابعت موجود ہے کیونکہ امام کے بعد وہ ان رکوع وسجود کو ادا کرے گا۔ نیز چوں کہ اس کا یہ رکوع معتبر نہ ہوگا، اس لئے ترکِ سجدہ سے فساد لازم آئے گا:

"و لا تفسد بتركهما: أی السجدتين؛ لأن وجوب الإتيان بهما إنما هو لوجوب متابعة الإمام لئلا يكون مخالفاً له كما تجب متابعة المسبوق فی القعدة وإن لم تكن على ترتيب صلوته، و إلا فهاتان السجدتان ليستا بعض الركعة التی فاتته؛ لأن السجود لا يصح الآمر تباً على ركوع الصحيح، و لذا لزمه الإتيان بركعة تامة" شامی: ١/٦٧٥(٣)۔

---

(١) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/٤٧٠، سعيد)

(٢) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/٤٧١ سعيد)

"عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه "أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إنما جُعل الإمام ليؤتم به، فلا تختلفوا عليه، فإذا كبر فكبروا، وإذا ركع فاركعوا، وإذا قال: سمع الله لمن حمده فقولوا: اللهم ربنا لک الحمد، وإذا سجد فاسجدوا". الحديث.

"فنقول: إن قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، إنما جعل الإمام ليؤتم به يدل على وجوب مطلق المتابعة الشامل للمقارنة والمعاقبة والتراخی مع مانضم به من النهی عن الاختلاف والمسابقة على الإمام و ما ورد من الوعيد على ذلک". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب وجوب متابعة الإمام: ٤/٢٩٠، ٢٩١، إدارة القرآن)

(٣) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة: ٢/٦١، سعيد) .... =

اوراس مسبوق کے مسئلہ سے بھی استدلال صحیح نہیں: ”لأن القعدة وإن كانت فرضاً، لكنه يأتي بها في آخر صلوته التي يقضيها بعد سلام إمامه، فقد وجدت المتابعة المتراخية، فلذا صحت صلوته“. شامي: ۱/ ٤٤٠(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/ ۸۸ھ۔

مسبوق ولاحق کس طرح سجدۂ سہو کرے؟

سوال[۲۹۹۰]: اگر مسبوق وضوٹوٹ جانے کی بناء پرلاحق ہوجائے اوراس وقت امام سجدۂ سہو کرے اورلاحق بعد امام رکعتِ فائتہ ادا کررہا ہوتو اس کوبھی کوئی ایسا امر پیش آجائے جس سے سجدۂ سہولازم ہوتا ہےتو یہ شخص دوسجدہ سہو کرے یاایک ہی سے کام چل جائے گااس کوکفایت کرے گا؟

الجواب حامداً مصلیاً :

صورتِ مسئولہ میں یہ مسبوق لاحق ایک ہی دفعہ سجدۂ سہوکرے، في الدر المختار على هامش ردالمحتار: ”والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً .... ثم يقضي ما فاته و لو سها فيه سجد ثانياً اھ“. و في رد المحتار: ۱/۶۹۶: (قوله: و لو سها فيه) أي فيما يقضيه بعد فراغ الإمام يسجد ثانياً؛ لأنه منفردٌ فيه، والمنفرد يسجد لسهوه، وإن كان لم يسجد مع الإمام لسهوه، ثم سها ، وهو أيضاً كفته سجدتان عن السهوين؛ لأن السجود لايتكرر، الخ“ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/ ۸۹ھ۔

= ”عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”إذا جئتم إلى الصلاة و نحن سجود، فاسجدوا ولا تعدوها شيئاً، و من أدرك الركعة فقد أدرك الصلاة“. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب الإمامة، باب إدراك الركعة بإدراك الركوع : ۴/ ۳۰۱، إدارة القرآن)

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۷۱، سعيد)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۸۲، ۸۳، سعيد)

”و لنا حديث ثوبان رضي الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه قال: لكل =

لاحق کی قرأت کا حکم

سوال[۲۹۹۱]: ۱......امام مسافر نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا، اگر کسی نے قرأت کی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کیسی؟ امامت مقیم کی اولیٰ ہے یا مسافر کی؟

لاحق تسمیع کہے یا تحمید؟

سوال[۲۹۹۲]: ۲......مقتدی مقیم بعد سلامِ امام مسافر باقی رکعتیں جو اپنی پڑھے گا ان میں تسمیع پڑھے گا یا تحمید یا دونوں؟

الجواب حامداً مصلیاً:

۱......امام مسافر جب دو رکعت پر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی اپنی دو رکعت بغیر قرأت کے پوری کرے، اگر قرأت کی تو کراہت کا ارتکاب کیا، کیونکہ وہ بحکم مقتدی ہے اور مقتدی کا قرأت کرنا مکروہ ہے۔ مقیم کی امامت اولیٰ ہے:

"إذا صلى المسافر بالمقيم ركعتين، سلّم، و أتم المقيمون صلوتهم؛ لأن المقتدى ألزم الموافقة في الركعتين فينفرد في الباقي كالمسبوق، إلا أنه لا يقرأ في الأصح؛ لأنه مقتدى تحريمة لا قولاً والفرض مؤدى". بحر: ۱۳۵/۲(۱)۔

=سهو سجدتان بعد السلام .... و لأن سجود السهو أخر عن محل النقصان بالإجماع، وإنما كان لمعنى، ذلك المعنى يقتضي التأخير عن السلام و هو أنه لو أداه هناك ثم سها مرةً ثانيةً و ثالثةً و رابعةً، يحتاج إلى أدائه في كل محل، و تكرار سجود السهو في صلاة واحدة غير مشروع، فأخر إلى وقت السلام احترازاً عن التكرار، فينبغي أن يؤخر أيضاً عن السلام حتى أنه لو سها عن السهو لا يلزمه أخرى فيؤدى إلى التكرار". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان محل السجود: ۴۱۶/۱، ۴۱۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۳۰/۱، رشيديه)

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲۳۸/۲، رشيديه)

"وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت و بعده، فإذا قام المقيم (إلى الاتمام لا يقرأ) و لا يسجد للسهو (في الأصح)؛ لأنه كاللاحق". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۱۲۹/۲، سعيد) ...... =

"والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة .... وثم المقيم على المسافر".

درمختار (۱)۔

۲.....صریح جزئیہ نہیں دیکھا، حکماً مقتدی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ تحمید پر کفایت کرے اور مسبوق ہونے کا تقاضہ ہے کہ جمع کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۰ھ۔

امام کی پانچویں رکعت میں اقتداء

سوال [۲۹۹۳]: اگر امام بھول کر چار رکعت کے بعد کھڑا ہوگیا، پانچویں رکعت میں ایک شخص شریک ہوگیا تو وہ شخص کیسے اور کتنی رکعت ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ بہ نیتِ فرض شریک ہوا ہے اس کی شرکت درست نہیں، اس کو ایسے امام کے ساتھ شریک نہیں ہونا چاہئے، شامی: ۱/۵۰۳ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، بيان اقتداء المقيم لمسافر: ۱/۲۷۷، رشيديه)

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ۵۵۸، سعيد)

"واختلف في المسافر مع المقيم قيل: هما سواء، وقيل: المقيم أولى، و ينبغي ترجيحه كما لا يخفى". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۹، رشيديه)

(۲) "لاحق فوت شدہ نماز مع سنن وآداب ادا کرے"۔ (احسن الفتاوی: ۳/۳۸۴، سعید)

(۳) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. قال: "إنما جُعل الإمام ليؤتم به .... فلا تختلفوا عليه".

قال الشيخ ظفر أحمد العثماني قدّس سره: "قلت: احتج به أصحابنا على المنع من اقتداء المفترض بالمتنفل، قالوا: واختلاف النية داخل في ذلك". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب جواز النافلة خلف المفترض و عدم جواز عكسه: ۴/۲۵۷، إدارة القرآن)

"لو اقتدى به مفترض في قيام الخامسة بعد القعود و قدر التشهد، لم يصح". (ردالمحتار، =

نمازِ فجر کے بعد روزانہ کتاب سنانا جب کہ نماز میں مسبوق بھی ہوں

سوال[۲۹۹۴]: بعد نمازِ صبح دعا سے قبل یا بعد مصلیٰ پر بیٹھ کر روزانہ کوئی دینی کتاب نمازیوں کو سنانا یا جب کہ تلاوت کرنے والوں اور وظیفہ والوں اور مسبوق ولاحق کو پریشانی ہو، شرعاً کیسا ہے؟ یہاں دونوں خیال کے آدمی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمانوں میں عامۃً دین سے بے رغبتی اور بے عملی ہے، اس کے دور کرنے کے لئے دینی معتبر کتاب کا سنانا بہت مفید ہے۔ اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ سب لوگ جماعت سے نماز پڑھیں (۱)، اگر کوئی شخص مسبوق یا لاحق ہوجاوے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اس کے بعد کتاب سنائی جائے۔ جن کو قرآن پاک کی تلاوت کرنا ہو وہ دوسرے وقت بھی کرسکتے ہیں، لیکن نمازیوں کا مجمع پھر بغیر نماز کے جمع نہیں ہوگا۔ اگر دوسرے وقت تلاوت نہ کرسکتا ہو تو دوسری جگہ یا ایک طرف کو آہستہ بھی تلاوت کرسکتے ہیں۔ اس طرح سب کے اتفاق کے ساتھ مشورہ سے کام ہوجائے گا اور انشاء اللہ خیر و برکت بھی ہوگی۔

اتنی بات صحیح ہے کہ پابندی کے ساتھ کتاب سنانا اور روزانہ وعظ فرمانا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اس کو سنتِ مستمرہ تصور نہ کیا جائے، بلکہ یہ ایسا ہے جیسے مدارس میں تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے کہ وہاں روزانہ تعلیم کی جاتی ہے، یا اسپتال میں داخل شدہ آدمی کو روزانہ دوا دی جاتی ہے کہ یہ ضرورت کی

= كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۸، سعيد)

"إذا قعد في الرابعة قدر التشهد، وقام إلى الخامسة ساهياً، و اقتدى به رجل، لا يصح اقتداؤه ولو عاد إلى القعدة؛ لأنه لما قام إلى الخامسة فقد شرع في النفل، فكان إقتداء المفترض بالمتنفل، و لو لم يقعد مقدار التشهد، صح اقتداؤه؛ لأنه لم يخرج من الفرض قبل أن يقيدها بسجدة". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸٦، رشيديه)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلوة الجماعة تفضل على صلوة الرجل وحده بسبع وعشرين درجةً". (جامع الترمذي، كتاب الصلوة، باب ماجاء في فضل الجماعة: ۱/۵۲، سعيد)

بناء پر ہے، محض امرِ تعبدی نفل روزہ کی طرح نہیں، جس قدر ضرورت ہو اس کو اختیار کیا جائے (۱)۔ اگر اس طرح نمازی متفق نہ ہوں اور وہ ضد میں آکر کتاب سنانے کے وقت زور سے تلاوت شروع کردیں (گو مخلصین سے اس کی توقع نہیں) تو پھر مجبوراً مسجد کے کسی الگ کونے میں ہلکی آواز سے کتاب سنائی جاوے تاکہ دونوں آوازوں میں تصادم پیدا نہ ہو، یا اگر اس پر متفق ہو جائیں کہ ہفتہ میں ایک دن یا دو دن کتاب سنائی جایا کرے تو اسی کو اختیار کرلیں۔ غرض نزاع نہ کریں، قرآن پاک میں ہے: ﴿ولا تنازعوا﴾ الآية (۲)۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الفجر مصلی پر تشریف فرما رہتے، کبھی لوگوں سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے کبھی اپنا خواب بیان فرماتے (۳)، کبھی مختلف قسم کی گفتگو فرماتے رہتے، یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت کا ذکر شروع ہوگیا اور کسی نے اس دور کے اشعار سنائے تو ایک مجلس میں سوسو اشعار کی نوبت آئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن شقيق قال: كان عبدالله بن مسعود يذكر الناس فى كل خميس، فقال له رجل: يا أبا عبدالرحمن! لوددت أنك ذكرتنا فى كل يوم، قال: أما أنه يمنعنى من ذلك أنى أكره أن أملكم، وإنى أتخولكم بالموعظة كما كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السامة".

قال القارى رحمه الله تعالىٰ: "قال ابن الملك: أى يعظنا يوماً دون يوم، ووقتاً دون وقتٍ. ويروى بالحاء المهملة أيضاً: أى يتأمل أحوالنا التى ننشط فيها للموعظة فيعظنا فيها، وكذلك يفعل المشايخ و الوعاظ فى تربية المريدين". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الأول: ۱/۴۶۱، ۴۶۲، رشيديه)

(۲) (سورة الأنفال: ۴۶)

(۳) "عن سمرة بن جندب قال: كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا صلى، أقبل علينا بوجهه، فقال: "من رأى منكم الليلة رؤيا"؟ قال: فإن رأى أحدٌ قصَّها، فيقول: "ماشاء الله"، فسألنا يوماً فقال: "هل رأى منكم أحند رؤيا"؟ قلنا: لا، قال: "لكنى رأيت الليلة رجلين". (إلى آخر الحديث) (مشكوة المصابيح، كتاب الرؤيا، الفصل الأول، ص: ۳۹۵، ۳۹۶، قديمى)

باب الحدث فی الصلوة

(نماز میں حدث لاحق ہونے کا بیان)

لحوقِ حدث سے بناء کا حکم

سوال[۲۹۹۵] : مقتدی کونماز میں حدثِ اصغر ہو جائے تو وضو کرے یا نہیں؟ اگر وضو کرنے جائے تو کتنی دور جاسکتا ہے؟ اور اسی نیت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو فوت شدہ کو کس وقت پڑھے؟ غرضیکہ بناء کے متعلق جملہ صورتیں ارشاد فرمائی جائیں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر نماز میں کسی کو بلا قصد حدث اصغر غیر اختیاری لاحق ہو جائے تو شرعاً اس کو اجازت ہے؟ کہ وہ فوراً خاموش چلا جائے اور جس قدر قریب پانی ہو اس سے وضو کر کے دوبارہ اپنی جگہ آجائے اور اسی پر بناء کرے اور جس میں حدث ہوا تھا اس کا اعادہ کرے(۱)۔ اگر یہ نمازی مقتدی تھا اور امام اتنے میں نماز سے فارغ ہو چکا تو اس کو اختیار ہے خواہ پہلی جگہ لوٹ آئے خواہ وضو کی جگہ ہی پڑھ لے اور اگر فارغ نہیں ہوا تو پہلی جگہ لوٹ آئے اور اتنی دیر میں امام نے جس قدر نماز پڑھی ہے اس کے اعتبار سے یہ مقتدی لاحق ہے۔ پس اگر یہ چھوٹی ہوئی نماز کو پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے تب تو اس کو بلا قرأت مقتدی کی طرح پڑھ کر امام کے ساتھ شریک

---

(۱) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أصابه قیء أو رعاف أو قلس أو مذی، فلینصرف فلیتوضأ، ثم لیبن علی صلوته، وهو فی ذلک لایتکلم". (سنن ابن ماجة، کتاب الصلوة، باب ما جاء فی البناء علی الصلوة، ص: ۸۵، قدیمی)

"محمد قال: أخبرنا أبو حنیفة عن حماد عن إبراهیم أنه قال: یجزئه، والاستیناف أحب إلیّ. قال محمد: و بقول إبراهیم نأخذ ذلک یجزئ، فإن تکلم واستقبل فهو أفضل، وهو قول أبی حنیفة". (کتاب الآثار، کتاب الصلوة، باب الرعاف فی الصلوة والحدث، ص: ۲۹، إدارة القرآن)

ہوجائے، پہلے امام کے ساتھ شریک ہوجائے اور فراغتِ امام کے بعد چھوٹی ہوئی نماز بلاقرأت پڑھ لے۔

اگر وہ شخص جس کو حدث لاحق ہوگیا امام تھا تو کسی مدرک کو اپنا خلیفہ بنادے اور رکعات کی مقدار انگلی کے اشارہ سے بتائے، رکوع کے لئے گھٹنے اور سجدہ کے لئے پیشانی اور زبان پر اور سجدہ سہو کے لئے سینہ پر ہاتھ سے اشارہ کرے اور پھر بطریقِ مذکور وضو کر کے جماعت میں شریک ہوجائے اور نماز پوری کرے، لیکن استیناف بہرحال افضل ہے کیوں کہ جوازِ بناء کے لئے تیرہ شرطیں ہیں جن کی حفاظت ہر شخص سے دشوار ہے، کذا فی حاشیة الطحطاوی، ص: ۱۴۹ (۱) و غنیة المستملی للحلبی الکبیر، ص: ۴۲۷ (۲)

---

(۱) "(ومكثه قدر أداء ركن بعد سبق الحدث مستيقظاً) بلا عذر، فلو مكث لزحام أو لينقطع رعافه أو نوم رعف متمكناً، فإنه يبني و يرفع رأسه من ركوع أو سجود سبقه فيه الحدث بنية التطهير لا بنية إتمام الركن حذراً عن الإفساد به، و يضع يده على أنفه تستراً .... كما إذا لم يعد لإمامه و قد بقي فيها، وإذا فرغ منها، فله الخيار، إن شاء أتمها في مكانه أو عاد واختلفوا في الأفضل .... والأفضل الاستئناف خروجاً من الخلاف، و عملاً بالإجماع". (مراقي الفلاح).

وقال العلامة الطحطاوي: "(قوله: كما إذا لم يعد لإمامه) اعلم أنه إذا كان منفرداً، فالعود أفضل لتقع الصلوة في مكان واحد، و قيل: الأفضل أن لا يعود لما فيه من تقليل المشي، وكذا إذا كان مقتدياً فرغ إمامه، فإن لم يفرغ وكان بينهما ما يمنع الاقتداء، تحتم عليه العود. والإمام كالمقتدي في تحتم العود إن كان ثمة ما يمنع الاقتداء لتحول الإمامة عنه". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة، ص: ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، قديمي)

(۲) وقال العلامة إبراهيم الحلبي الكبير رحمه الله: "من سبقه حدث سماوي من بدنه موجب للوضوء في الصلوة، انصرف من فوره، و توضأ من غير أن يشتغل بشيء غير ضروري في وضوئه، و بنى على صلاته عندنا إن لم يعرض له ما ينافيها .... و لكن الاستيناف أفضل للعبد عن شبهة الخلاف، وقيل: ذلك في المنفرد، وأما الإمام والمقتدي فالبناء أفضل في حقهما إحرازاً فضيلة الجماعة، و على هذا فلو أمكنهما الاستيناف بجماعة أخرى فهو أفضل في حقهما أيضاً. ثم المنفرد أتمها في مكان وضوئه إن أمكن أو أقرب المواضع إليه إن لم يمكن تحرزاً عن زيادة المشي، وإن شاء رجع إلى مصلاه ليؤدي صلاته في مكان واحد، والمقتدي يعود إلى مكانه البتة إن لم يفرغ إمامه. ولو أتم في غيره، لايصح إذا كان بينه و بين إمامه ما يمنع صحة الاقتداء. وإن كان إمامه قد فرغ يتخير كالمنفرد. والإمام حكمه=

ودرمختار، ص: ٦٢٦ (١) اورعلامہ شامی نے اس مسئلہ کی تفصیل پندرہ صفحات میں لکھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۱۰/۷/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، الجواب صحیح: عبداللطیف، ۱۲/ رجب۔

حدث لاحق ہونے کی صورت میں امام، منفرد اور مقتدی کو کیا کرنا چاہیے؟

سوال[٢٩٩٦]: وضو کند، بر ہمان نماز بنا کند، اگر منفرد باشد أورا از سرِ نو نماز خواندن افضل است، واگر امام باشد خلیفہ گیرد، و ضو کند و داخلِ مقتدیان شود، و مقتدی وضو کردہ باز آید بمکان کہ آنجا بود.

= حکم المقتدی؛ لأنه يصير من جملة المقتدين". (الحلبی الكبير (غنية المستملی)، كتاب الصلوة، فصل فيما تفسد الصلوة، فروع، ص: ۴۵۲، ۴۵۳، سهيل اكيڈمی)

(١) "اعلم أن لجواز البناء ثلاثة عشر شرطاً: كون الحدث سماوياً من بدنه غير موجب لغسل و لا نادر وجوداً .... (سبق الإمام حدث) سماوی لا اختيار للعبد فيه .... (غير مانع للبناء) كما قدمناه (و لو بعد التشهد) ليأتي بالسلام (استخلف): أي جاز له ذلك و لو في جنازة بإشارة أو جر لمحراب و لو لمسبوق، و يشير بأصبع لبقاء ركعة وبأصبعين لركعتين، و يضع يده على ركبته لترك ركوع، و على جبهته لسجود، و على فمه لقرأة، و على جبهته و لسانه لسجود تلاوة، أو صدره لسهو (ما لم يجاوز الصفوف لو في الصحراء) .... (و استينافه أفضل) تحرزاً عن الخلاف .... و إذا ساغ له البناء توضأ) فوراً بكل سنة (و بنى على ما مضى) بلا كراهة (و يتم صلاته ثمة) و هو أولى تقليلاً للمشي (أو يعود إلى مكانه) ليتحد مكانها (كمنفرد) فإنه مخير. وهذا كله (إن فرغ خليفته وإلاعاد إلى مكانه) لو بينهما ما يمنع الاقتداء الخ". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الاستخلاف: ١/٥٩٩-٦٠٢، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (احسن الفتاوی: ۳/۴۳۴، کتاب الصلوۃ، باب مفسدات الصلوۃ)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل: الكلام في محل البناء و كيفيته: ١/٥٢١، ٥٢٢، ٥٢٣، رشيديه)

۱......سوال یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے امام مقتدی اور منفرد تین قسم کے لوگ ہیں، پہلے ایک حکم ہے: درنماز حدث لاحق شود وضو کند، پھر امام اور منفرد ومقتدی کے لئے الگ الگ حالتیں بیان کی گئیں۔اس عبارت کا صحیح محمل کیا ہے؟

۲......دو آدمی برابر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، ایک امام تھا دوسرا مقتدی، تیسرے شخص نے امام کو آگے بڑھا کر امام کی جگہ کھڑا کر دیا اور خود اسی ایک مقتدی کے ساتھ صف میں کھڑا ہوگیا، اب بعد سلام کے امام اپنی جگہ علی حالہ بیٹھا رہے یا داہنے طرف مڑ کر بیٹھے پھر دعاء کرے یہ عصر کی نماز تھی۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......منفرد کے لئے اس صورت میں استیناف افضل ہے اس کا اپنا تنہا کا معاملہ ہے، امام کے لئے خلیفہ بنادینا افضل ہے اس کے پیچھے دوسرے لوگ بھی ہیں، ان سب کی نماز بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے، اس کو خلیفہ بنادینا افضل ہے تاکہ وقتِ حدث تک جتنی نماز پڑھ چکے ہیں وہ خراب اور بیکار نہ ہو، ان کو استیناف (ازسرنو پڑھنا اور پڑھی ہوئی کو بیکار قرار دینا) شاق ہوگا، بناء میں یہ بات نہ ہوگی (۱)۔

۲......دائیں یا بائیں اس طرح مڑ کر بیٹھ سکتا ہے کہ مسبوق کی طرف اس کا رخ نہ ہو(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "أن الاستيناف أفضل تحرزاً عن الخلاف". (الدر المختار). "قلت: هذا ظاهر في المنفرد؛ لأن مانواه، هو عين صلاته من كل وجه، بخلاف الإمام أو المقتدى تأمل". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الاستخلاف: ۶۰۳/۱، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الحدث في الصلوة: ۲۵۷/۱، مكتبه إمداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة والحدث في الصلوة: ۳۶۹/۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "عن السدى عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان ينصرف عن يمينه".
"عن عبد الله قال: "لا يجعلن أحدكم للشيطان من نفسه جزأ لا يرى إلا أن حقاً عليه أن لا ينصرف إلا عن يمينه، أكثر ما رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينصرف عن شماله". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب جواز الانصراف من الصلوة عن اليمين والشمال: ۲۴۷/۱، قديمى) .... =

پہلی صف کے نمازی کا وضوٹوٹ گیا، کیا کرے؟

سوال[۲۹۹۷]: بڑھے اژدہام کے موقع پر کوئی شخص اگلی صف میں ہو اور اس کا وضوٹوٹ گیا ہو تو وہ شخص نمازیوں کے سامنے سے ہوکر گزرسکتا ہے یا صفوں کو پھاڑتے ہوئے چیرتے ہوئے نکلے؟ تو اس صورت میں ایذائے مسلم لازم آئے گی اور اژدہام کی صورت میں صفوفِ کثیرہ کو چیرتے پھاڑتے ہوئے گزرنا بڑا دشوار ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ہر صف کے دوآدمیوں کے درمیان سے نکلنا ہوگا اس کی اجازت ہے(۱)، تاہم اگر دشوار ہو تو وہیں بیٹھ جائے نماز میں شریک نہ رہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۳ھ۔

مقتدی کا وضوٹوٹ جائے تو کیا کرے؟

سوال[۲۹۹۸]: جماعت ہورہی ہے اور مسجد اندر سے بھررہی ہے اور پہلی صف کے اندر یا تیسری

= "وإن كان لا يتنفل بعد ها يقعد مكانه، و إن شاء انحرف يميناً أو شمالاً. و إن شاء استقبلهم بوجهه إلا أن يكون بحذائه مصل، سواء كان في الصف الأول أو في الأخير، والاستقبال إلى المصلى مكروه، هذا ما صححه في البدائع". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۵۸۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها : ۱/۵۳۱، ۵۳۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، فصل: الشروع في الصلوة : ۱/۲۳۳، دار المعرفة بيروت)

(۱) ''نماز کی اصلاح (وضووغیرہ) کے لئے نمازیوں کے سامنے سے گزرنا جائز ہے لہذا جاتے وقت سامنے سے گزر جائے اور واپسی تک اگر وہ جگہ خالی ہے، تو سامنے سے گزر کر اس جگہ کو پر کرے، بلکہ سامنے سے جانے کی جگہ نہ ہو تو صف کو چیر کر بھی جا سکتا ہے''۔(احسن الفتاویٰ: ۳/۲۹۷، سعید)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: 'إذا صلى أحدكم، فأحدث، فليمسك على أنفه، ثم لينصرف". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب جواز البناء لمن أحدث في الصلوة الخ: ۵/۱، إدارة القرآن)

(وأيضاً سيأتي تخريجه تحت عنوان: ''مقتدی کا وضوٹوٹ جائے تو کیا کرے؟'')

صف کے اندر کسی کا وضوٹوٹ گیا تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر نمازیوں کے درمیان کو نکلتا ہے اس طرح پر کہ کسی کی نماز قبلہ کی طرف سے سینہ پھر جانے کی وجہ سے فاسد نہ کرے تو نکل آئے ورنہ وہیں بیٹھا رہے(۱)۔

وضوٹوٹ گیا باہر جانے کو جگہ نہیں تو کیا کرے؟

سوال[۲۹۹۹]: ایک شخص کا وضوٹوٹ گیا کئی صفوں کے درمیان کھڑا ہے اب باہر کس طرح نکلے جب کہ جگہ نہ ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر باہر نکلنے کی جگہ ہو تو چلا آئے ورنہ نیت ختم کر کے وہیں بیٹھ جائے (۲) پھر وضو کر کے دوبارہ پوری نماز پڑھے اگر اپنی پہلی جگہ جماعت میں شرکت کر سکتا ہے تو جا کر شریک ہو جائے ورنہ جہاں جگہ ملے وہیں پڑھ لے (۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۴/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۴/ ۸۷ھ۔

---

(۱) چونکہ قبلہ سے سینہ کا انحراف مفسدِ نماز ہے، اس وجہ سے دوسرے نمازیوں کا لحاظ رکھتے ہوئے وہیں بیٹھنا چاہیے: "وتحويل صدره على القبلة". (التنوير). قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "قال في البحر في شروط الصلاة: والحاصل أن المذهب أنه إذا حول صدره فسدت، كما عليه عامة الكتب". (ردالمحتار: ۱/۶۲۶، ۶۲۷، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلو ومايكره فيها، سعيد)

(۲) (راجع الحاشية السابقة)

(۳) "ومنها: إذا كان مقتدياً أن يعود إلى الإمام إن لم يكن فرغ الإمام وكان بينها حائل يمنع جواز الاقتداء ولو فرغ إمامة لايعود". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۹۵، كتاب الصلوة، الباب السادس في الحدث في الصلاة، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتار خانية، كتاب الصلوة، باب الحدث في الصلوة: ۱/۴۹۹، قديمی)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۶۴۶، كتاب الصلوة، باب الحدث في الصلوة، رشيديه)

نماز میں حدث ہوجائے، پانی دور ہوتو کیا کرے؟

سوال[۳۰۰۰]: کسی مصلی نے حالتِ صلوۃ میں جو ریح نکلنے والی تھی اس کو دَبالیا تو کیا اس کی نماز ہوگئی؟ نیز اگر اس نے حالتِ نماز میں ریح خارج کیا تو کیا وضو کے لئے ایک مسجد سے دوسری مسجد میں جانا پڑے گا، تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ریح خارج نہیں ہوئی تو نماز ہوگئی، اگر ریح خارج ہوگئی تو وضو باقی نہیں رہا، پانی کہیں بھی ہو خواہ دوسری مسجد میں یا مکان پر وہاں جا کر وضو کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۸۵ھ۔

ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ حدث لاحق ہوگیا

سوال[۳۰۰۱]: سلام ایک طرف پھیرا اور فوراً حدثِ اصغر لاحق ہوگیا، نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوجائے گی:" فیحصل التحلیل بسلام واحدٍ". در مختار: ۱/ ٤٩٠ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۷/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "و فی السراجیة : إذا سبقه حدث فی صلوته، جاز له أن يبنی .... إذا سبقه الحدث، فإنه يذهب إلى الماء وإن كان بعيداً". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الحدث فی الصلوة، ص: ۱۳، سعید)

" لأن الوضوء أمرٌ لا بد للبناء منه، والمشی، والاغتراف، والاستقاء عند الحاجة من ضرورات الوضوء". .... و ما مشی کل ذلک کان محتاجاً إليه لتحصيل التطهير، فلايوجب فساد الصلوة".

(بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل وأما شرائط جواز البناء: ۱/۵۲۰، رشیدیه)

(۲) (کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۲۵ سعید)

"عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعاً: "مفتاح الصلوة الطهور، و تحريمها التكبير، و تحليلها التسليم".

قال العلامة العثمانی رحمه الله تعالیٰ عليه تحت هذا الحديث : "إذا جلس مقدار التشهد، ثم =

قعدہ اخیرہ میں بعد التشہد حدث کا حکم

سوال[۳۰۰۲]: نوافل نماز میں اگر قعدۂ اخیرہ میں التحیات اور درود کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو کیا نماز ہو جائے گی یا دوبارہ وضو کرے اور التحیات اور درود پڑھ کر سلام پھیرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل یہ ہے کہ دہرائی جائے، اجازت اس کی بھی ہے کہ وضو کر کے بنا کر لی جائے یعنی وضو کر کے سلام پھیر دیا جائے، مگر اس کی شرائط سخت ہیں، عامۂ لوگ ان سے واقف نہیں اس لئے دہرانا ہی بہتر ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= أحدث، فقد تم صلاته". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب وجوب الخروج من الصلوة بالسلام: ۱۴۰/۳، ۱۴۱، إدارة القرآن)

"وأما حكمه، فهو الخروج من الصلوة، ثم الخروج يتعلق بإحدى التسليمتين عند عامة العلماء. و قد روى عن محمد أنه قال: التسليمة الأولى للخروج والتحية، والتسليمة الثانية للتحية خاصةً". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل أما الذى هو عند الخروج من الصلوة فلفظ السلام: ۱/۴۵۷، رشيديه)

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:" من أصابه قيء أو رعاف أو قلس أو مذى، فلينصرف فليتوضأ، ثم ليبن على صلوته، و هو فى ذلك لايتكلم"

"والأحاديث فى الباب مختلفة، منها: مايدل على الاستيناف، و منها ما يدل على البناء، فجمعنا بينها بأن حكمنا بجواز كليهما واستحباب الاستيناف". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب جواز البناء لمن أحدث فى الصلاة : ۵/۱، إدارة القرآن كراچى)

"(سبق الإمام حدث) .... (غير مانع البناء) كما قدمناه (ولو بعد التشهد) ليأتى بالسلام .... (واستينافه أفضل) تحرزاً عن الخلاف .... (وإذا ساغ له البناء توضأ) فوراً بكل سنة (و بنى على مامضى) الخ". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة : ۱/۵۹۹-۶۰۵، سعيد)

"ثم ما ذكرنا من جواز البناء لا يختلف، سيما إذا كان الحدث فى وسط الصلاة أو آخرها، حتى لو سبقه الحدث بعد ما قعد قدر التشهد الأخير، يتوضأ و يبنى عندنا؛ لأنه يحتاج إلى الخروج بلفظ السلام التى هى واجبة". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة : فصل: الكلام فى محل البناء و كيفيته الخ: ۱/۵۲۱، رشيديه)

گمانِ حدث پر رکوع سجدہ کرتا رہا

سوال[۳۰۰۲]: لوگوں کونماز پڑھاتے ہوئے سمجھا کہ میرا وضوٹوٹ گیا اور ویسے ہی رکوع سجدہ کرتا رہا، سمجھا کہ نماز سے خارج ہوں، پھر یقین ہوا کہ وضو نہ ٹوٹا تھا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

عاشق غفرلہ۔

الجواب حامداً مصلیاً:

وضو ٹوٹنے کے گمان پر اگر نماز سے خارج ہونے کی نیت کر لی اور بغیر نیتِ نماز قیام، رکوع، سجدہ کرتا رہا تو نماز صحیح نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "و لو غلب علی ظنه فی الصلوة أنه أحدث أو أنه لم يمسح، تيقن بذلک لا شک له فيه، ثم تيقن أنه لم يحدث أو قد مسح، قال أبو بكر: إن كان أدّى ركناً حال التيقن بالحدث أو بعدم المسح، فإنه يستقبل الصلوة، وإلا يمضی فيها". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، ومما يتصل بذلک مسائل الشک: ۱/۱۳۱، رشيديه)

(وكذا فی فتاوی قاضيخان علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلوة، فصل فی مسائل الشک الخ: ۱/۱۰۸، رشيديه)

باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا

الفصل الأول فیما یفسد الصلوۃ

(مفسداتِ نماز کا بیان)

نماز میں چڑیا کا خون لگ گیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی؟

سوال[۳۰۰۴]: زید نماز پڑھ رہا تھا کہ پنکھے سے ٹکرا کر چڑیا گر گئی، اس کا بازو ٹوٹ گیا اور خون جاری ہوگیا اور اس کا خون زید کی ٹوپی پر گر پڑا، بعد میں معلوم ہوا۔ تو اس نماز کا اعادہ واجب ہوگا، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایک درہم سے زائد خون لگ گیا، تو نماز فاسد ہوگئی (۱)، عین نماز میں پتہ چل جائے تو اسی وقت نماز ختم کردے کپڑا پاک کرکے دوبارہ پڑھے، اگر پتہ نہ چلے تو جب معلوم ہو کپڑا پاک کرکے اعادہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۱/۹۱ھ۔

---

(۱) "النجاسة إن كانت غليظةً –و هی أكثر من قدر الدرهم– فغسلها فريضة، والصلاة بها باطلة الخ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثالث فی شروط الصلاة: ۱/۵۸، رشيديه)

(وكذا فی الدر المختار ،باب الأنجاس : ۱/۳۱۶، سعيد)

"أما النجاسة القليلة : فإنها لا تمنع جواز الصلاة سواء كانت خفيفةً أو غليظةً استحساناً .... و لهذا قدرنا بالدرهم على سبيل الكناية عن موضع خروج الحدث ، كذا قاله إبراهيم النخعی رحمه الله تعالىٰ: إنهم استقبحوا ذكر المقاعد فی مجالسهم ، فكنوا عنه بالدرهم .... وأما النجاسة الكثيرة، فتمنع جواز الصلاة". (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل فی بيان المقدار الذی يصير به المحل نجساً : ۱/۴۲۸، ۴۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وجد فی ثوبه منياً، أو بولاً، أو دماً، أعاد من آخر احتلام و بول و رعاف". (الدر المختار، فصل فی البئر: ۱/۲۱۹، سعيد)

مذی وودی والے کپڑے میں نماز کا حکم

سوال[۳۰۰۵]: مذی وودی اگر جسم یا کپڑے میں لگی ہوئی ہو اس وقت نماز پڑھ سکتے ہیں، بغیر دھوئے ہوئے، پھر اگر معاف ہے تو مقدار عفو کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذی، ودی کو فقہاء نے نجاستِ غلیظہ لکھا ہے، ایک درہم سے کم مقدار بدن پر یا کپڑے پر لگی رہے اور نماز پڑھ لے تو نماز بالکراہت ادا ہو جائے گی، زیادہ ہو تو نماز درست ہی نہ ہوگی، ہاتھ کی ہتھیلی کے گڈھے سے رقیق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

نماز میں یاد آیا کہ بڑا استنجا نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال[۳۰۰۶]: کوئی شخص بڑا استنجاء کرنا بھول گیا اور نماز میں یاد آ گیا کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک نجاست مخرجِ نجاست سے متجاوز نہ ہو استنجا سنت ہے، جب مخرج سے متجاوز ہو جائے اور مقدار درہم ہو تو پانی سے اس کا ازالہ واجب ہے اور جب مقدار درہم سے بھی متجاوز ہو جائے تو پانی سے اس کا

= وفی المبسوط: "وإن انتضح البول علی المصلی أکثر من قدر الدرهم من موضع، فانفتل فغسله، لم یبن علی صلاته". (المبسوط للسرخسی، باب الحدث فی الصلاة: ۱/۳۵۳، المکتبة الغفاریه)

(۱) "(وعفا) الشارع (عن قدر درهم)، وإن کره تحریماً، فیجب غسله .... (وعرض مقعر الکف فی رقیق من مغلظة کعذرة) آدمی، وکذا کل ماخرج منه موجباً لوضوء أو غسل مغلظ". (الدر المختار).

(قوله: وإن کره تحریماً) أشار إلی أن العفو عنه بالنسبة إلی صحة الصلاة به، .... ففی المحیط: یکره أن یصلی ومعه قدر درهم أو دونه من النجاسة عالماً به لاختلاف الناس فیه". (رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، ۳۱۸، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، فصل فی بیان المقدار الذی یصیر به المحل نجساً: ۱/۲۲۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

دھونا فرض ہے (۱)، تو یہ تین صورتیں ہوئیں۔ پہلی صورت میں نماز تمام کرے اور بس (۲)، دوسری صورت میں نماز تمام کر کے اس کا اعادہ بھی استنجا کرنے کے بعد کرے (۳)، تیسری صورت میں نماز کا شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوا، لہٰذا نماز توڑ کر استنجا کرے اور ازسرنو نماز پڑھے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/صفر/۵۸ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحلبی: "(و) من الآداب (أن يغسل مخرج النجاسة إذالم تتجاوز) النجاسة (مخرجها، أما إذا جاوزت مخرجها والحال أنها (لم تكن قدر الدرهم) وزناً فی الكثيف .... (فغسله سنة، وإن كانت قدر الدرهم فغسله واجب، وأما إن زادت) النجاسة المتجاوزة عن المخرج (على قدر الدرهم فغسله): أی النجس أو المخرج (فرض) إجماعاً". (غنية المستملی، مطلب فی آداب الوضوء، ص: ۲۹، مكتبه سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا فی الدر المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، سعيد)

(وكذا فی مراقی الفلاح، فصل فی الاستنجاء، ص: ۴۴، قديمی)

(۲) "و لو تركه، صحت صلاته. قال فی الخلاصة: بناءً على أن النجاسة القليلة عفو عندنا، و علماؤنا فصّلوا بين النجاسة التی على موضع الحدث والتی على غيره، فی غير موضع الحدث إذا تركها يكره، و فی موضعه إذا تركها لا يكره". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۴۱۷، رشيديه)

(وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل فی بيان المقدار الذی يصير به المحل نجساً: ۱/۲۲۸، مكتبه دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، سعيد)

(۳) "كل صلاة أديت مع كراهة التحريم، تجب إعادتها، والمختار أنه جابرٌ للأول". (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۷، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشيديه)

"(قوله: وكذا كل صلاة، الخ) .... بل قال فی فتح القدير: والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم، فتجب الإعادة، أو تنزيه فتستحب". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۷، سعيد)

(۴) "ثم الشرط ....العلامة اللازمة، و شرعاً ما يتوقف عليه الشیء و لا يدخل فيه (هی) ستة: =

نماز کے بعد دانتوں میں خون دیکھنا

سوال[۳۰۰۷]: ایک شخص نے نماز پڑھائی، نماز کے پندرہ بیس منٹ بعد دانتوں میں خون دیکھا یہ پتہ نہیں کب کا ہے تو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نماز صحیح ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۹/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم۔

بے وضو نماز پڑھادی تو نمازیوں کو اس کی اطلاع دینا ضروری ہے

سوال[۳۰۰۸]: ایک روز میں گھر سے عصر کی نماز پڑھ کر بازار گیا اور مغرب تک وہیں رہ گیا، جب مغرب کی اذان ہوئی میں مسجد میں گیا، وہاں نماز پڑھانے والا کوئی نہ تھا، میں نے چونکہ کچھ روز تک وہاں

= (طهارة بدنه): أي جسده ...... (من حدث) بنوعيه ...... (و خبث) مانع كذلك (و ثوبه)، وكذا ما يتحرك بحركته". (الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۵۸، رشيديه)

قال العلامة الكاساني: "أما شرائط أركان الصلاة ، فمنها: الطهارة ...... والطهارة الحقيقية: هي طهارة الثوب ، والبدن، و مكان الصلاة عن النجاسة الحقيقية. و الطهارة الحكمية: هي طهارة أعضاء الوضوء عن الحدث ، و طهارة جميع الأعضاء الظاهرة عن الجنابة". (بدائع الصنائع، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۳۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "وفي السراج : لو وجد في ثوبه نجاسةً مغلظةً أكثر من قدر الدرهم ولم يعلم بالإصابة، لم يعد شيئاً بالإجماع، وهو الأصح اهـ. قلت : وهذا يشمل الدم، فيقتضي أن الأصح عدم الإعادة مطلقاً، تأمل".

(ردالمحتار، كتاب الطهارة، فصل في البئر مطلب مهم في تعريف الاستحسان: ۱/۲۲۰، سعيد)

"ومشايخنا قالوا .... وفي الدم في آخر مارعف .... واختار في المحيط أنه يعيد شيئاً لو رأى دماً". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۲۲۱، رشيديه)

نماز پڑھائی تھی اس لئے لوگوں نے مجھ کو نماز پڑھانے کی اجازت دی۔ اس وقت مجھ کو وضو کا خیال نہیں تھا، جب تکبیر ہوچکی اور میں نے نیت باندھ لی تو خیال آیا کہ میرا وضو نہیں ہے مگر میں نے نماز پڑھادی اور سلام پھیرنے کے بعد بہت دیر تک بیٹھا رہا اور سوچتا رہا کہ اب کیا کروں؟ لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں میرے پیچھے چار آدمی نماز پڑھ رہے تھے اور وہ کئی جگہ کے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بھول سے بے وضو شروع کردی تھی پھر یاد آگیا تو اسی وقت نمازیوں کو خبر کرنا لازم تھا کہ مجھے وضو نہیں، وضو کرلوں تب نماز پڑھاؤں گا، یاد آنے پر بلا وضو نماز پڑھانا سخت گناہ ہے (۱)، خدا کے سامنے توبہ واستغفار لازم ہے، نیز سب مقتدیوں کو اعلان کرکے خبر کردیں کہ فلاں روز فلاں وقت کی نماز نہیں ہوئی اس کو سب دوبارہ پڑھیں، جو مقتدی اعلان کے وقت موجود نہ ہوں ان کو دوسرے وقت اطلاع کرنا واجب ہے (۲) ورنہ ان کی نماز خراب ہونے کا وبال سر پر رہے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۴ھ۔

بلغم منہ میں لئے ہوئے نماز پڑھنا

سوال [۳۰۰۹]: بلغم منہ میں لئے مگر منہ کھول کر نماز ادا کرلے تب کیا حکم ہے اور اگر تسبیح منہ بند

---

(۱) "(ففرض الوضوء) ...... و حکمه أن يستحق العقاب تاركه، و يكفر جاحده". (مجمع الأنهر، كتاب الطهارة: ۱/۹، مكتبه دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قلت: و به ظهر أن تعمد الصلاة بلا طهر غير مكفر كصلاة لغير القبلة، أو مع ثوب نجس". (الدرالمختار، كتاب الطهارة: ۱/۸۱، سعيد)

(۲) "(وإذا ظهر حدث إمامه .... (بطلت، فيلزم إعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحةً و فساداً (كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم: و هو محدث أو جنب) أو فاقد شرط أو ركن .... (بالقدر الممكن) بلسانه أو (بكتاب أو رسول على الأصح) لو معينين، و إلا لايلزمه. بحرعن المعراج". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۹۱، ۵۹۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۴۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب الإمامة والحدث في الصلاة: ۱/۲۵۵، مكتبه امداديه ملتان)

کر کے کہہ دے تب کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس سے قرأت ترک ہو جائے گی تو نماز نہیں ہوگی، بغیر زبان اور لبوں کی حرکت دیئے تسبیحات کس طرح کہے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ناپاک کپڑے وبدن والے شخص کے لقمہ دینے سے فسادِ نماز کا حکم

سوال [۳۰۱۰]: ایک شخص نابینا ہے اور وہ نماز میں شریک ہو کر امام کو لقمہ بھی دیتا ہے اور اس کا بدن بھی ناپاک رہتا ہے اور کپڑے بھی ناپاک رہتے ہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے؟ نہ وہ بدن پاک کرتا ہے نہ کپڑے پاک کرتا ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کا بدن اور کپڑا ناپاک ہے اور وہ پاک کرنے پر قادر ہو، اس کو بغیر پاک کئے نماز میں شرکت جائز نہیں (۲)، اگر وہ نماز پڑھے گا تو فریضہ ادا نہیں ہوگا اور بجائے ثواب کے ایسا شخص سخت عذاب کا مستحق ہوگا،

---

(۱) "(وأخذ درهم) ونحوه (في فيه لم يمنعه من القرآءة) فلو منعه تفسد، اهـ". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۴۰، ۶۴۱، سعيد)

" و لا يصلي وفي فيه دراهم أو دنانير لا يمنعه عن القرأة، وإن منعه لم تجز صلاته. ....
وإن منعه عن أداء الحروف، أفسد الصلاة. وإن لم يمنعه عن عين القرأة، و إنما منعه عن سنة القرأة، لاتفسد صلاته، و لكن يكره له، وإن لم يمنعه شيئاً، فلا بأس به". (الفتاوىٰ التاتار خانية، الفصل الرابع في بيان ما يكره للمصلي و ما لا يكره له: ۱/۵۶۵، إدارة القرآن)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في ما يكره فعله في الصلاة و ما لايكره، ص: ۳۵۲، مكتبه سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "ثم الشرط لغةً العلامة اللازمة، وشرعاً مايتوقف عليه الشئي ولايدخل فيه. (هي) ستة: (طهارة بدنه): أي جسده .... (من حدث) بنوعيه .... (وخبث) مانع كذلك (وثوبه)، وكذا مايتحرك بحركته". (الدر المختار، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۱، سعيد)

"تطهير النجاسة من بدن المصلي وثوبه والمكان الذي يصلي عليه واجب، هكذا في الزاهدي=

حتی کہ ایسا کرنے سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے، وہ شخص خواہ آنکھوں والا ہو خواہ نابینا ہو، اگر ایسا شخص نماز میں شریک ہو کر امام کو لقمہ دے گا اور امام اس کا لقمہ لے گا تو امام کی اور سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۹/۶۷ھ۔

اگر ناپاکی کی مقدار عفو سے زیادہ ہے، تو جواب صحیح ہے، معمولی چھینٹیں یا اتنی ناپاکی جو معاف ہے اس سے نماز ہو جاتی ہے اور لقمہ دینا بھی درست ہے اور جب تک ظنِ غالب ہو، محض احتمال کی بنا پر کسی کو ناپاک کہنا اور نماز کو فاسد قرار دینا صحیح نہ ہوگا (۲)، سائل کو خود تحقیق کرنی چاہئے۔

سعید احمد غفرلہ۔

= فی باب الأنجاس". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث فی شروط الصلوة: ۱/۵۸، رشیدیه)

"(قوله: هی طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه ومکانه). أما طهارة بدنه من الحدث، فبآية الوضوء والغسل، ومن الخبث فبقوله صلی الله علیه وسلم: "تنزهوا من البول فإن عامة عذاب القبر منه" ولحديث فاطمة بنت أبی حبیش رضی الله تعالیٰ عنه: "اغسلی عنک الدم وصلی" .... وأما طهارة ثوبه، فلقوله تعالیٰ: ﴿وثيابک فطهر﴾ [المدثر، آیت: ۴] فإن الأظهر أن المراد ثیابک الملبوسة، وأن معناه طهرها من النجاسة. وقد قیل فی الآية غیر هذا، لکن الأرجح ماذکرناه، وهو قول الفقهاء، وهو الصحيح کماذکره النووی فی شرح المهذب". (البحر الرائق، باب شروط الصلوة: ۱/۴۶۳، رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطهارة: ۱/۸۱، سعید)

(۱) "و فی القنية: ارتج علی الإمام، ففتح علیه من لیس فی صلاته و تذکر، فإذا أخذ فی التلاوة، قبل تمام الفتح، لم تفسد، و إلا تفسد؛ لأن تذکره یضاف إلی الفتح .... و لو سمعه المؤتم ممن لیس فی الصلاة، ففتحه علی إمامه یجب أن تبطل صلاة الکل؛ لأن التلقین من خارج". (البحر الرائق، باب ما یفسد الصلوة و ما یکره فیها: ۲/۱۱، رشیدیه)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع فیما یفسد الصلوة و ما یکره فیها ۱/۹۹، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، باب ما یفسد الصلوة و ما یکره فیها: ۱/۶۲۲، سعید)

(۲) "النجاسة إن کانت غلیظةً، و هی أکثر من قدر الدرهم، فغسلها فریضة، و الصلاة بها باطلة. وإن کانت مقدار درهم فغسلها واجب، والصلاة معها جائزة. وإن کانت أقل من قدر درهم فغسلها سنة. وإن =

ناپاک مشکوک تہبند سے نماز

سوال[۳۰۱۱]: پاک تہبند کے نیچے ناپاک تہبند یا مشکوک (تہبند) ہو، نماز پڑھے تو ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پاک کرنا ضروری ہے بغیر الگ کئے نماز درست نہ ہوگی (۱) اور مشکوک کو بھی الگ کردیا جائے: "دع مایریبك إلى مالایریبك"(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= كانت خفيفةً، فإنها لا تمنع جواز الصلاة حتى تفحش، كذا في المضمرات". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۵۸، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، سعيد)

"أما النجاسة القليلة، فإنها لا تمنع جواز الصلاة سواء كانت خفيفةً أو غليظةً استحساناً، .... و لهذا قدرنا بالدرهم على سبيل الكناية عن موضع خروج الحدث، كذا قاله إبراهيم النخعي رحمه الله تعالىٰ: انهم استقبحوا ذكر المقاعد في مجالسهم، فكنوا عنه بالدرهم، تحسيناً للعبارة، وأخذ بصالح الأدب، وأما النجاسة الكثيرة، فتمنع جواز الصلاة". (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل في بيان المقدار الذي يصير به المحل نجساً: ۱/۲۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "هي (أي شروط الصلوة): ستة: طهارة بدنه: أي جسده.......... وثوبه، وكذا مايتحرك بحركته أو يعدّ حاملاً له". (الدر المختار)

"(قوله: وثوبه) أراد مالابس البدن، فدخل القلنسوة والخف والنعل". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۳۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۲۲۳، رقم الحديث: ۱۲۱۴۰، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

خارج آدمی کے کہنے سے تکبیر کہنے سے نماز فاسد ہوگئی

سوال[۳۰۱۲]: ایک مسجد میں فرض نماز باجماعت ہورہی ہے اوپر کئی منزلیں ہیں، بالائی حصہ میں بھی جماعت ملحق ہورہی ہے، سوءِ اتفاق سے آلۂ مکبر الصوت خراب ہوگیا، یا امام کی آواز اوپر نہیں پہونچی۔ ایک صاحب نے اوپر سے زینہ پر آکر آواز دیا کہ تکبیر بولو، اوپر آواز نہیں آتی، نماز میں ایک صاحب نے پست آواز سے تکبیر کہنا شروع کیا، دوبارہ آواز دینے والے نے کہا زور سے تکبیر کہو، دوسرے صاحب نے نماز ہی میں زور سے تکبیر کہنا شروع کیا۔ پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ خارج از نماز شخص کا لقمہ نمازی نے لیا اور اس پر تکبیر کہنا شروع کیا، اس حالت میں تکبیر کہنے والے نمازی کی نماز ہوجائے گی، یا فاسد ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کسی نے جو کہ نماز میں شریک نہیں تھا کہا کہ تکبیر بولو، اس پر اگر کسی نمازی نے فوراً تکبیر آواز سے نہیں کہی: مثلاً امام اس وقت قرأۃ میں مشغول تھا، جب وہ فارغ ہوکر رکوع میں گیا، تب کسی نمازی نے تکبیر کہدی تا کہ اوپر کے نمازیوں تک بھی پہونچ جائے، تو اس کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۱)۔

اسی طرح اگر خارجِ نماز آدمی نے پھر کہا کہ زور سے تکبیر کہو تو فوراً آواز سے تکبیر نہیں کہی، بلکہ جب امام سجدہ میں گیا، یا سجدہ سے اٹھا، اس وقت تکبیر زور سے کہی، تب بھی نماز فاسد نہیں ہوئی۔ اگر خارج نماز آدمی کے کہنے پر فوراً تکبیر آواز سے کہدی تو نماز فاسد ہوگئی، کذا فی رد المحتار (۲) والبحر الرائق (۳) والهدایه (٤)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: إلا إذا تذكر، الخ) .... قلت: والذى ينبغى أن يقال: إن حصل التذكر بسبب الفتح، تفسد مطلقاً: أى سواء شرع فى التلاوة قبل تمام الفتح أو بعده لوجود التعلم، وإن حصل تذكره من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقاً". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۲۲، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۱۱، رشيديه)

(۲) "(قوله: إلا إذا سمعه المؤتم الخ)، فى البحر عن القنية: و لو سمعه المؤتم ممن ليس فى الصلاة. =

نمازی کا غیر نمازی کے کہنے پر عمل کرنا

سوال[۳۰۱۳]: ایک آدمی مسبوق فی الصلوۃ ہے، مگراس کو اپنی مسبوقیت یادنہیں ہے، جس وقت امام نے سلام پھیرا، تو ساتھ ساتھ اس نے بھی پھیرلیا، ایک دوسرا آدمی پہلو میں کھڑا تھا، سلام پھیرنے کے بعد اس نے یاددلایا کہ تمہاری ایک رکعت باقی ہے، فاتح سے فتح لیکر رکعت کو پورا کرلیا۔ آیا مستفتح کی نماز ہوگی، یا نہیں؟ عبارت مع حوالہ کتب وصفحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً مصلیاً:

اگر محض فاتح کے فتح کی وجہ سے کھڑا ہوگیا، خود یادنہیں آیا تو نماز فاسد ہوگئی: "(و فتحه على غير إمامه) إلا إذا أراد التلاوة، و كذا الأخذ، إلا إذا تذكر فتلا قبل تمام الفتح، اهـ". در مختار مع ردالمحتار(۱)۔ "(قوله: وكذا الأخذ): أى أخذ المصلى غير الإمام بفتح مَن فتح عليه مفسدٌ

= ففتح به على إمامه، يجب أن تبطل صلاة الكل؛ لأن التلقين من خارج، اهـ، وأقره فى النهر. ووجهه أن المؤتم لما تلقن من خارج بطلت صلاته ، فإذا فتح على إمامه و أخذ منه بطلت صلاته". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/۶۲۲ ،سعيد)

(۳) "و فى القنية : أرتج على الإمام، ففتح عليه من ليس فى صلاته و تذكر، فإذا أخذ فى التلاوة قبل تمام الفتح لم تفسد ، و إلا فتفسد؛ لأن تذكره يضاف إلى الفتح، و فتح المراهق كالبالغ ، و لو سمعه المؤتم ممن ليس فى الصلاة ففتحه على إمامه، يجب أن تبطل صلاة الكل؛ لأن التلقين من خارج". (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها :۲/۱۱ ، رشيديه)

(۴) "(وإن استفتح، ففتح عليه فى صلاته، تفسد) و معناه أن يفتح المصلى على إمامه؛ لأنه تعليم و تعلم، فكان من كلام الناس ". (الهداية، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/۱۳۶ ، مكتبه شركة علميه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹ ، رشيديه)

(۱) (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/۶۲۲ ، سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹ ، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها :۲/۱۱ ، رشيديه)

أيضاً كما فى البحر عن الخلاصة. أو أخذ الإمام بفتح مَن ليس فى صلاته، كما فيه من القنية، اهـ". شامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

سوال[۳۰۱۴]: امام نے بجائے لقمہ لینے کے دوسری سورۃ شروع کردی، دریافت طلب یہ بات ہے کہ مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں؟

مختار احمد۔

الجواب حامداً مصلياً:

اس مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال[۳۰۱۵]: اگر امام تین آیت سے زائد قرأت کر چکا ہو اور امام اگلی آیت پڑھتے ہوئے بھول جائے تو مقتدی نے لقمہ دیدیا، لیکن امام نے لقمہ نہ لے کر بعد میں سجدۂ سہو کر لیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/۶۲۲، سعيد)

"ارتج على الإمام، ففتح عليه من ليس فى صلاته، و تذكر، فإن أخذ فى التلاوة قبل تمام الفتح، لم تفسد، و إلا تفسد؛ لأن تذكره مضاف إلى الفتح. وفتح المراهق كالبالغ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/۹۹، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۲/۱۱، رشيديه)

(۲) "(بخلاف فتحه على إمامه)، فإنه لا يفسد (مطلقاً) لفاتح وآخذ بكل حالٍ". (الدرالمختار). "(قوله: بكل حال): أى سواء قرأ الإمام قدر ما تجوز به الصلاة أم لا ، انتقل إلى آية أخرى أم لا، تكرر الفتح أم لا، هو الأصح، نهر". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/۶۲۲، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۲/۱۰، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لقمہ دینے والے کی نماز تو فاسد نہیں ہوئی (۱) لیکن اس کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۹ھ۔

ٹوپی پیشانی پر رکھ کر سجدہ کرنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

سوال [۳۱۶۱]: ایک شخص ٹوپی پیشانی پر لگاتا ہے اور سر کا پچھلا حصہ کھلا رہتا ہے جس سے سجدہ ٹوپی کے اوپر ہوتا ہے، اس طرح سے نماز ہوگی یا نہیں؟ یہ شخص امامت بھی کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل یہ ہے کہ پیشانی سجدہ کرتے وقت زمین پر رہے اگرچہ سجدہ اس طرح بھی ادا ہو جاتا ہے کہ ٹوپی پیشانی پر ہو اور اس پر سجدہ کیا جائے، لیکن اگر پیشانی بالکل نہیں رکھی گئی، نہ بلاواسطہ زمین پر، نہ ٹوپی کے واسطہ سے زمین پر، بلکہ اٹھی رہی کہ صرف ٹوپی کا کچھ حصہ زمین پر رکھا گیا اور پیشانی علیحدہ اوپر اٹھی رہی جیسے کہ بعض دفعہ عمامہ کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس کا پیچ کچھ زمین پر رکھا گیا اور پیشانی کا کوئی تعلق اس سے نہیں ہوا، نہ بالواسطہ نہ بلاواسطہ تو ایسی صورت میں سجدہ درست نہیں ہوتا، نماز صحیح نہیں ہوتی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۷/۹۴ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت العنوان السابق: "کیا لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟")

(۲) "كما يكره تنزيهاً بكور عمامته إلا بعذر، وإن صح عندنا بشرط كونه على جبهته كلها أو بعضها كما مر، أما إذا كان الكور على رأسه فقط وسجد عليه مقتصراً: أى ولم تصب الأرض جبهته ولا أنفه على القول به، لايصح لعدم السجود على محله". (الدرالمختار). "وهو أن صحة السجود على الكور إذا كان على الجبهة أو بعضها، أما إذا كان على الرأس فقط، وسجد عليه ولم تصب جبهته الأرض على القول بتعيينها ولا أنفه على مقابله، لا تصح، اهـ. فافهم". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل فى بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۵۰۰، سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوة، فصل: ۱/۲۱۲، امداديه، ملتان)

"وذكر البخارى فى صحيحه: قال الحسن: "كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة". =

ترکی ٹوپی سے نماز اور حرام خور کی نماز

سوال[۳۰۱۷]: ترکی ٹوپی سے نماز درست ہوجاتی ہے یانہیں؟ جس کی روزی حرام ہے اس کی عبادت اور دعاء قبول ہوتی ہے یانہیں؟

سعید احمد۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر ترکی ٹوپی ناپاک رنگ سے رنگی ہوئی ہے تو اس سے نماز درست نہیں ہے(۱)، جب تک اس قدر نہ دھولیا جائے کہ رنگ کٹنا بند ہوجائے۔ اگر ترکی ٹوپی کا سرخ رنگ ناپاک نہیں یا پختہ رنگ ہے اس کو پاک کرلیا گیا، تب بھی خالص سرخ رنگ مرد کو منع ہے اس لیے اس سے نماز مکروہ ہوگی (۲)۔ جس کی روزی حرام ہے اس کے

= فدل ذلک علی الصحة، وإنما كره لما فيه من ترک نهاية التعظيم .... وقد نبّه العلامة ابن أمير الحاج هنا تنبيهاً حسناً، وهو أن صحة السجود على الكور إذا كان الكور على الجبهة أو بعضها، أما إذا كان على الرأس فقط، وسجد عليه، ولم تصب جبهته الأرض بتعينها ولا أنفه على القول بعدم تعيينها، فإن الصلوة لاتصح، لعدم السجود على محله، وكثير من العوام يتساهل فی ذلک، ويظن الجواز". (البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوة، فصل: ۱/۵۵۷، رشيديه)

(۱) "(قوله: والأولى غسله) اعلم أنه ذكر في المنية أنه لو أدخل يده في الدهن النجس أو اختضبت المرأة بالحناء النجس أو صبغ الثوب بالصبغ النجس، ثم غسل كل ثلاثاً، طهر. ثم ذكر عن المحيط أنه يطهر إن غسل الثوب حتى يصفوا الماء و يسيل أبيض". (ردالمحتار، باب الانجاس، مطلب في حكم الصبغ والاختضاب بالصبغ والحناء النجسين: ۱/۳۲۹، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع في النجاسة وأحكامها : ۱/۴۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة بالأنجاس: ۱/۴۱۱، رشيديه)

(۲) "وقد روى عن عمران بن حصين رضي الله تعالیٰ عنه مرفوعاً: "إياكم والحمرة، فإنها أحب الزينة إلى الشيطان". (إعلاء السنن، باب استحباب الزينة في العيدين :۸/۹۰، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار ،مسائل شتی :۶/۷۵۵، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، فصل في اللبس :۸/۳۴۹، رشيديه)

متعلق روایات میں آتا ہے کہ اسکی نماز ودعاء قبول نہیں ہوتی، کمافی طیب الشذی (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم۔

الجواب صحیح: العبد عبد اللطیف، ناظم درسہ مظاہر العلوم، ۳۰/ ربیع الثانی/۵۴ھ۔

حرم شریف میں عورت کا مرد کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا

سوال[۳۰۱۸]: حرمین شریفین میں حج کے موقعہ پر بھیڑ کے سبب عورتیں مردوں کے ساتھ مل کر نمازِ فرض شروع کردیتی ہیں، تو ایسے موقع پر کئی صورتیں ہوتی ہیں: ۱- سامنے اگلی صف میں عورت ہے۔ ۲- بغیر فصل دائیں اور بائیں ہے۔ ۳- ایک آدمی کے فصل سے دائیں اور بائیں ہے۔ ۴- عین پیچھے ہے۔ ۵- آگے ایک دوصف بعد ہے۔ تو ان صورتوں میں سے کس کس میں نماز درست ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک عورت اگر جماعت میں شریک ہو تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو، ایسی حالت میں عورت اگر دائیں یا بائیں ہو متصلاً، یا سامنے ہو تو اس مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی جس کے دائیں یا بائیں یا آگے ہے، اگر دائیں یا بائیں فاصلے سے ہے، یا پیچھے ہے تو اس مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ لیکن اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی ہے تو مرد کی نماز عورت کے داہنے یا بائیں یا آگے ہونے سے فاسد نہیں ہوگی، البتہ عورت کی نماز صحیح نہیں ہوگی:

"وإذا حاذته امرأة مشتهاة، ولا حائل بينهما في صلوٰة مطلَقة مشتركة تحريمةً و أداءً،

---

(۱) "وفي الزواجر: أخرج مسلم عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله طيّبٌ لا يقبل إلا طيباً، وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين، فقال تعالىٰ: ﴿يـاأيها الرسل كلوا من الطيبات و اعملوا صالحاً -إلى- بما تعملون عليم﴾ وقال: ﴿يا أيها الذين اٰمنوا كلوا من طيبات ما رزقنٰكم﴾ ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبرَ يمدّيديه إلى السماء: يارب، يارب! ومطعمه حرام، و مشربه حرام، و ملبسه حرام، و غذي بالحرام، فأنّٰى يستجاب لذلك".

(الزواجر، باب المناهي من البيوع: ۱/۳۸۳، دار الفكر، بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، الجزء الثامن عشر: ۳/۳۳۱، دار السلام رياض)

واتحدت الجهة، فسدت صلوته إن نوىٰ الإمام إمامتها، وإلا فسدت صلوتها". تنوير الأبصار (۱)۔

عرصہ ہوا امام حرم سے دریافت کیا گیا تھا، انہوں نے بتایا تھا کہ ہم عورت کی امامت کی نیت کرتے ہی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۸/ ۱۴۰۶ھ۔

عورت کا مسجد میں آکر مردوں کی صفوں میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا

سوال[۳۰۱۹]: اس عورت کی بابت کیا حکم ہے جس کی عمر تقریباً ۴۵/ یا ۵۰/ ہے، وہ ہر وقت مسجد میں باجماعت نماز کو آتی ہے، کہیں پیچھے تنہا کھڑی ہوتی ہے، کبھی مردوں کے ساتھ بائیں طرف ہاتھ دو ہاتھ فاصلہ پر کھڑی ہوتی ہے۔ کیا شرعاً جائز ہے یا کیا صورت کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"الفتوى في زماننا علىٰ أنهن لا يخرجن وإن كنّ عجائز إلى الجماعات لا في الليل و لا في النهار لغلبة الفتنة والفساد و قرب يوم المعاد"(۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو جماعت کی شرکت کے لئے مسجد میں آنا منع ہے۔ یہ حکم تو مسجد میں آنے

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/ ۵۷۲ - ۵۷۵، سعيد)

"أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال: إذا صلت المرأة إلى جانب الرجل و كانا في صلاة واحدة، فسدت صلاته. أخرجه محمد، و قال: به نأخذ، و هو قول أبي حنيفة". (باب فساد صلاة الرجل بمحاذاة النساء في صلاة مشتركة جماعة: ۴/ ۲۲۸، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/ ۸۹، رشيديه)

(۲) (نفع المفتي والسائل، ما يتعلق بالجماعة، مجموعة رسائل اللكنوي: ۴/ ۱۱۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامي)

"(و يكره حضورهن الجماعة) و لو لجمعة و عيد و وعظ (مطلقاً) و لو عجوزاً ليلاً (على المذهب) المفتي به لفساد الزمان". (الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/ ۵٦٦، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام و المأموم: ۱/ ۸۹، رشيديه)

کے متعلق ہے، نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی تو عورت کی نماز صحیح نہیں ہوئی، مردوں کی صحیح ہوگئی۔ اگر عورت کی امامت کی نیت کی ہے اور عورت بھی اس نماز میں ہے جس میں اس کے قریب کھڑا ہونے والا مرد ہے اور مکان بھی متحد ہے اور مکان کے درمیان کوئی حائل بھی نہیں ہے تو جس مرد کے پاس وہ عورت کھڑی ہے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر کم از کم ایک ہاتھ کے فصل سے کھڑی ہے، یا مرد نے اس کو پیچھے ہونے کا اشارہ کیا اور وہ پیچھے نہ ہوئی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوئی:

"ومحاذاة المشتهاة بساقها و كعبها فى الأصح –ولو محرماً له أو زوجة اشتهت، ولو ماضياً كعجوز شوهاء– فى أداء ركن عند محمد،أو قدره عند أبى يوسف فى صلاة. و لو بالإيماء مطلقة فلا تبطل صلاة الجنازة؛ إذ لا سجود لها مشتركة تحريمة باقتدائها بإمام أو اقتدائها به فى مكان متحد، و لو حكماً بقيامها على ما دون قامة بلا حائل قدر ذراع، أو فرجة تسع رجلاً، و لم يشر إليها لتتأخر عنه، فإن لم تتأخر بإشارته، فسدت صلاتها لا صلاته. و لا يكلف بالتقدم عنها لكراهته. و تاسع شروط المحاذاة المفسدة أن يكون الإمام قد نوىٰ بإمامتها، فإن لم ينوها، لا تكون فى الصلوة، فانتفت المحاذاة". مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى، ص: ۱۹۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۹/۳/۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۰/ ربیع الاول/ ۵۵ھ۔

میاں بیوی کا ایک مصلّے پر کھڑے ہوکر الگ الگ نماز پڑھنا

سوال[۳۰۲۰]: زید اور اس کی بیوی ایک مصلی پر ایک دوسرے سے مل کر نماز گزارتے ہیں اور نیت بھی ہر ایک کی علیحدہ ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہوجاتی ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز

---

(۱) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۳۲۹، ۳۳۰، قديمى)

(و كذا فى تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۷۲، ۵۷۶، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۲۰، ۶۲۱، رشيديه كوئٹه)

درست ہے۔ کس کا قول صحیح ہے اور کس امام کے قول پر فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب دونوں کی نماز علیحدہ علیحدہ ہے تب تو ایسی صورت میں کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے، مکروہ ہوتی ہے:"ومحاذاة المشتهاة بساقها و كعبها في الأصح و لو محرماً له أو زوجته اشتهيت .... في صلاة مطلقة مشتركة تحريمة، مراقي الفلاح۔ "(قوله: مشتركة) احترزبه عن محاذاة المصلية لمصل ليس هو في صلاتها حيث تكره و لا تفسد". طحطاوي (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۸/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/۸/۵۵ھ۔

نماز میں چلنے سے نماز کا حکم

سوال[۳۰۲۱]: امام صحنِ مسجد میں مع مقتدیوں کے نماز ادا کر رہے ہیں، اسی حالت میں بارش ہونے لگی، تو ایسی صورت میں کیا امام اور مقتدیوں کو اجازت ہے کہ نماز کے اندر اندر اس مقدار میں چلیں کہ دالانِ مسجد میں داخل ہو کر بارش سے بچ سکیں؟ جواب مفصل اور مدلل مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسجد کے صحن سے دالان تین قدم کے فاصلے پر ہے اور اس طرح چل کر وہاں پہونچیں کہ درمیان میں وقفہ نہ کریں، بلکہ مسلسل چلیں تو نماز فاسد ہو جائے گی، اگر ایک قدم چل کر ایک رکن کی مقدار ٹھہر جائیں پھر چلیں پھر ٹھہر جائیں، پھر چل کر پہونچیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اگر فاصلہ اس سے کم ہے، تو نماز فاسد نہیں ہوگی:

"مشیٰ مستقبل القبلة هل تفسد إن قدرصف ثم وقف قدر ركن، ثم مشیٰ وقف

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب ما يفسد الصلاة، ص: ۳۲۹، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۷۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۲۲، رشيديه)

كذالك، و هكذا لا تفسد وإن كثر، مالم يختلف المكان". درمختار، وبسط فی الشامی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عملِ کثیر کا حکم

سوال [۳۰۲۲]: دونوں ہاتھوں سے ایک وقت میں کام کرنا نماز پڑھتے ہوئے کیسا ہے، مثلاً رکوع میں سے کھڑے ہوکر اور سجدہ میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پائجامہ، یا دھوتی کو درست کرنا کیسا ہے، اور اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے، آیا نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلياً:

جو کام عادتاً دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے، بعض فقہاء کے نزدیک ایسا کام نماز میں کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے (۲)، معمولی طریقہ سے اگر پائجامہ، یا دھوتی کو مختصر سا سہارہ دیا کہ سجدہ میں رکاوٹ نہ ہو، کشفِ

---

(۱) (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۲۷، سعيد)

"أن المشي لا يخلو: إما أن يكون بلا عذر أو بعذر، فالأول إن كان كثيراً متوالياً تفسد وإن لم يستدبر القبلة، وإن كان كثيراً غير متوال، بل تفرّق في ركعات أو كان قليلاً، فإن استدبر ها، فسدت صلاته للمنافي بلا ضرورة، و إلا فلا، و كره، .... وإن كان بعذر فإن كان للطهارة عند سبق الحدث أو في صلاة الخوف، لم يفسد ها ولم يكره قلّ أو كثر، استدبر أو لا. وإن كان لغير ما ذُكر، فإن استدبر معه، فسدت قلّ أو كثر، وإن لم يستدبر. فإن قلّ، لم يفسد و لم يكره، وإن كان كثيراً متلاحقاً أفسد".
(رد المحتار باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۲۸، سعيد)

و في الفتاوىٰ العالمكيرية: "و لو مشىٰ في صلاته مقدار صف واحد، لم تفسد صلاته، و لو كان مقدار صفين إن مشى دفعةً واحدةً، فسدت صلاته، وإن مشى إلى صف و وقف، ثم إلى صف لا تفسد، كذا في فتاوى قاضي خان". (الباب السابع الخ، النوع الثاني في الأفعال المفسدة للصلاة: ۱/۱۰۳، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۲۲، رشيديه)

(۲) "العمل الكثير يفسد الصلاة، والقليل لا، كذا في محيط السرخسي......... الأول: أن ما يقام باليدين عادةً كثير، وإن فعله بيد واحدة كالتعمم و لبس القميص وشدّ السراويل والرمي عن القوس.=

عورت نہ ہو، زیادہ حرکت نہیں ہوئی تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اور ہاتھوں کو ایسی حالت میں زیادہ حرکت دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے(۱)، تاہم اس سے اجتناب کرنا بہر حال بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ۷/ ۵۷ھ۔

ایک رکن میں تین بار کھجلانے سے کیا نماز کو توڑنا لازم ہے؟

سوال[۳۰۲۳]: فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ نماز میں کوئی تین مرتبہ ایک رکن میں کھجلائے اور ہر بار حرکت دے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تو کیا اس صورت میں نیت توڑ دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً:

اگر ایک رکن میں تین بار کھجلائے تو نیت نہ توڑے، پھر بعد میں دوبارہ اس نماز کو ادا کریں تو اچھا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۶/ ۹/ ۸۸ھ۔

= وما يقام بيد واحدة قليلٌ و إن فعله بيدين كنزع القميص و حل السراويل و لبس القلنسوة و نزعها ونزع اللجام، هكذا في التبيين". (الفتاویٰ العالمكيرية، النوع الثاني في الأفعال المفسدة للصلاة: ١/ ١٠٢، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ١/ ٦٢٥)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان حكم الاستخلاف: ٢/ ١٣٦، دارالكتب العلمية، بيروت)

(١) "(قوله: و فيه أقوال خمسة: أصحها ما لايشك، القول الثالث: الحركات الثلاث المتوالية كثيرٌ، و إلا فقليل". (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ١/ ٦٢٥، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في مفسدات الصلاة، ص: ٤٤٨، سهيل اكيڈمی لاهور)

(٢) "إذا حكّ ثلاثاً في ركن واحد، تفسد صلاته، هذا إذا رفع يده في كل مرة، أما إذا لم يرفع في كل مرة، فلا تفسد. ولو كان الحك مرةً واحدةً، يكره، كذا في الخلاصة". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، النوع الثاني في الأفعال المفسدة للصلاة: ١/ ١٠٤، رشيديه)

تنبیہ: احسن الفتاوی: ۳/ ۴۱۷، میں مذکورہ مسئلہ کی تفصیل یوں ہے: "تین دفعہ کھجلانے سے مطلقاً نماز فاسد=

کیا تین دفعہ کھجلانا عمل کثیر ہے؟

سوال[۳۰۲۴]: زید امامِ مسجد ہے، خارش میں مبتلا ہے، ہر نماز میں تین بار سے زیادہ کھجاتے ہیں۔ یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو نماز پڑھانے سے احتیاط کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ صحت مند ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

= نہیں ہوتی، بلکہ یہ اس وقت مفسد ہے کہ ہر دفعہ ہاتھ اٹھائے، اگر ہر دفعہ علیحدہ ہاتھ نہ اٹھائے، بلکہ ایک ہی دفعہ ہاتھ اٹھا کر تین دفعہ کھجلایا، تو نماز فاسد نہ ہوگی''۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۱۷، سعید)

"وقال في الفيض: الحك بيد واحدة في ركن ثلاث مرات تفسد الصلاة إن رفع يده في كل مرة". (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۶۴۰، سعيد)

(وكذا في غنية المستملي، مفسدات الصلاة، ص: ۴۴۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

"و من الفروع المؤسسة .... أوحكّ ثلاثاً في ركن يرفع يده كل مرة ...... تفسد، لا إن كسب .... أو حك .... أقل مما عيناه أو غير متدارك .... لا تفسد". (فتح القدير، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره منها: ۱/ ۴۰۴، مكتبه مصطفىٰ البابي الحلبي بمصر)

"الثالث: الحركات الثلاث المتوالية كثيرٌ، و إلا فقليل". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۶۲۵، سعيد)

"(و) لو فعل ذلك (مراراً متواليات): أي في ركن واحد (تفسد) صلاته؛ لأنه كثيرٌ". (غنية المستملي [الحلبي الكبير] ،مفسدات الصلاة، ص: ۴۴۸ ،سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "والسادس السلامة من الأعذار، فإن المعذور صلاته ضرورية، فلا يصح اقتداء غيره به اهـ". (مراقي الفلاح، ص: ۲۸۸، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، قديمی)

"وفي الخلاصة: وإن حك ثلاثاً في ركن واحد، تفسد صلاته". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلوة، اهـ، ص: ۳۲۳، قديمی)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/ ۶۰۲، رشيديه)

بائیں ہاتھ سے کھجانا کیا مفسدِ صلوۃ ہے؟

سوال[۳۰۲۵]: نماز میں قیام کی حالت میں اگر کسی جگہ بدن پر خارش آئے اور کسی وجہ سے بائیں ہاتھ سے کھجایا تو نماز ٹوٹ گئی یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے یہاں امام صاحب کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی، داہنے ہاتھ سے کھجایا جائے۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خارش کو ضبط نہیں کرسکتا تو حالتِ قیام میں داہنے ہاتھ سے کھجائے، لیکن اگر بائیں ہاتھ سے بھی کھجایا تو محض بایاں ہونے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۷/ ۸۹ھ۔

پکی گھموری (گرمی دانہ) کا کھجلانا

سوال[۳۰۲۶]: ۱......نماز پڑھتے وقت اگر پکی گھموری کھجلادی (اندھوری) تو اس سے پانی نکل آئے گا کیا اس سے نماز فاسد ہوجائے گی؟ (اندھوری گھموری سے مراد گرمی دانہ ہے)

۲......آج کل شدید گرمی کی وجہ سے اندھوریاں بہت کثرت سے نکل آتی ہے اور بہت کھجلاہٹ ہوتی ہے، نماز کے ایک رکن میں دو بار سے زائد کھجلائیں تو اس سے نماز فاسد ہوجائے گی؟ بموجبِ فتوی حضرت والا اور بموجب حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ فتاوی دارالعلوم: ۴/ ۱۴۵ (۲)۔

---

(۱) "(وإمساک فمه عند التثاؤب، فإن لم يقدر، غطّاه بظهر (يده) اليسرى، وقيل: باليمنى لوقائماً وإلافيسراه". (الدر المختار، باب صفة الصلاة، قبيل فصل: وإذا أراد الشروع فى الصلوة: ۱/ ۴۷۸، سعيد)

"وإن حک ثلاثاً فى ركن واحد، تفسد صلاته، هذا إذا رفع يده فى كل مرة، أما إذا لم يرفع فى كل مرة فلا تفسد؛ لأنه حک واحد". (البحرا لرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/ ۲۰، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، النوع الثانى فى الأفعال المفسدة: ۱/ ۱۰۴، رشيديه)

(۲) (فتاوى دار العلوم ديوبند: ۴/ ۱۴۵ مكتبه امداديه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر وہ پانی بہہ جائے تو نماز بھی فاسد ہو جائے گی اور وضو کی بھی دوبارہ ضرورت ہوگی ورنہ نہیں (۱)۔

۲......وہ فتویٰ یہاں کا بھیجئے، پھر حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے فتوی سے ملا کر دیکھا جائے گا، ساتھ ہی یہ خط بھی بھیجئے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) "و أما الخارج من غير السبيلين، فناقض بشرط أن يصل إلى موضعٍ يلحقه حكم التطهير". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۶۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة: ۱/۴۷، دارالكتب العلمية بيروت)

"وإن قشرت نفطه و سال منها ماء أو صديد أو غيره، إن سال عن رأس الجرح نقض، وإن لم يسل لا ينقض، هذا إذا قشرها فخرج بنفسه، و أما إذا عصرها فخرج بعصره لا ينقض؛ لأنه مخرج وليس بخارج، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، كتاب الطهارة: ۱/۱۱، رشيديه)

(۲) "سوال: نماز میں خارش کو کتنی مرتبہ ہاتھ سے دفع کر سکتا ہے، یا ناک سے کتنی مرتبہ چوہے نکال سکتا ہے، اور تین مرتبہ کھجلانا مفسد نماز تو نہیں ہے؟"

"جواب: [۱۷] خارش جتنی دفع بھی ہو کھجلانا درست ہے، مفسد نماز نہیں: "و يفسدها كل عمل كثير ما لا يشك بسببه الناظرين بعيد في فاعله أنه ليس فيها". (درمختار، بيان مفسدات الصلاة) (درمختار کی اس تصحیح کے پیش نظر خارش اگر چہ بدفعات ہو عمل کثیر کی تعریف سے خارج ہے)۔ ناک سے مینٹ نکالنا یہ برا ہے اگر چہ نماز اس سے فاسد نہیں ہوتی مگر یہ مکروہ ہے اور جس جگہ نماز کو فاسد لکھتے ہیں وہاں اعادہ لازم ہے"۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۴/۱۴۵ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے مذکوہ جواب میں: "نماز کے ایک رکن میں دو سے زائد بار کھجلائیں تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی" عبارت نقل نہیں فرمائی جیسا کہ سوال میں حوالہ دیا گیا ہے:

قال في الفيض: الحك بيد واحدة في ركن ثلاث مرات تفسد الصلاة إن رفع يده في كل مرة، و في الجوهرة عن الفتاوى: اختلفوا في الحك: هل الذهاب والرجوع مرةً، أو الذهاب مرةً، والرجوع أخرى". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها: ۱/۶۴۰، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۴۰۴، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في الحلبي الكبير، مفسدات الصلاة، ص: ۴۴۸، مكتبه سهيل اكيڈمی لاهور) .... =

کیا نماز میں گھڑی دیکھنا مفسد ہے؟

سوال[۳۰۲۷]: نماز کی حالت میں قصداً ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھنا کیسا ہے؟ کیا نماز فاسد ہوجائے گی؟ اگر بے ارادہ نظر پڑگئی تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ بلاضرورت یہ فعل عبث ہے جو کہ مکروہ ہے، بے ارادہ نظر پڑگئی اور وقت بھی معلوم ہوگیا تو مکروہ بھی نہیں: "ولا یفسدها نظرهٔ إلی مکتوب وفهمه لو مستفهماً وإن کره". "(قوله: وإن کره): أی لا شتغاله بما لیس من أعمال الصلوة، وأما لو دفع علیه نظرهٔ بلا قصد وفهمه، فلا یکره"۔ شامی: ۱/۴۲۶(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

نماز میں جوؤں کو مارنا

سوال[۳۰۲۸]: اگر نماز کی حالت میں کپڑے پر، یا بدن پر جوں پھرتی نظر آئے، تو اس کا مارنا کیسا ہے، جب کہ حدیث کے اندر "قتل الموذی قبل الإیذاء" آیا ہے؟ تو اس کا مارنا درست ہے یا نہیں؟

= البتہ احسن الفتاویٰ میں لکھا ہے "بلاضرورت ایک بار بھی کھجلانا مکروہ تحریمی ہے اور نماز واجب الاعادہ ہے، اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ بدون کھجلانے سے نماز میں یکسوئی نہ ہو تو ایک یا دو بار کھجلانا بلا کراہت جائز ہے اور تین بار "سبحان ربی الاعلی" کہنے کی مقدار وقت میں تین بار بضرورت کھجلانا بھی مفسد ہے............تین دفع کھجلانے سے مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی، بلکہ یہ اس وقت مفسد ہے کہ ہر دفع ہاتھ اٹھائے اگر ہر دفع علیحدہ ہاتھ نہ اٹھائے بلکہ ایک ہی دفعہ ہاتھ اٹھا کر تین دفعہ کھجلایا تو نماز فاسد نہ ہوگی............نیز اگر ایک بار کھجلانے کے بعد بقدر رکن یعنی تین "سبحان ربی الأعلی" کی مقدار تک توقف کے بعد پھر کھجلائے تو اس طرح تین بار کھجلانا بھی مفسد نہیں"۔ (احسن الفتاوی: ۳/۴۱۶، ۴۱۷، سعید)

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۶۳۴، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب إذا قرأ "تعالیٰ" بدون ألِفٍ لاتفسد، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۲۴ رشیدیه)

(وکذا فی مراقی الفلاح، ص: ۳۴۱، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قتل المؤذی قبل الإیذاء" حدیث شریف کی کس کتاب میں ہے؟ مع حوالہ وباب نقل کریں(۱) تب اصل سوال کا جواب ہو سکے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

کیا ایک سے زائد ضرب میں سانپ مارنا مفسد صلوۃ ہے؟

سوال[۳۰۲۹]: نماز میں سانپ مارنا جب کہ اس سے تکلیف کا قوی اندیشہ ہو اگر چہ خارجِ مسجد سے آلۂ ضرب لا کر ہو، یا مسجد میں رہتے ہوئے انحرافِ قبلہ بھی ہو جائے، یا تین ضربات سے مارا جائے، یا دو تین قدم چلنا پڑے کیسا ہے، اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ نور الإیضاح، فصل فیما یکرہ للمصلی کے ذیل میں مرقوم ہے:" وقتل حیةٍ وعقرب خاف أذا هما بضربات وانحرف القبلة .... اھ".

---

(۱) کافی جستجو وتلاش کے بعد مذکورہ حدیث نہیں ملی، البتہ نماز میں جوں مارنے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر موجود ہے: "عن عبد الرحمن بن الأسود رضي الله تعالیٰ عنه قال: کان عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه یقتل القملة في الصلاة حتی یظهر دمها علی یده". أخرجه ابن أبي شیبة في المصنف". (کنز العمال: ۴/ ۲۳۴). "قوله: عن عبد الله: قلت: دلالته علی الجزء الأول والثاني من الباب ظاهرة، .... ولعلک عرفت بذلک غایة مراعاة الحنفیة لجمع الأحادیث المختلفة في الباب، فجوزوا قتل القملة في المسجد، ونهوا عن طرحها فیه، وأجازوا دفنها وقتلها في الصلاة بعذر، وکرهوا بدونه". (إعلاء السنن، باب جواز أخذ القملة وقتلها ودفنها في الصلاة: ۵/ ۱۲۲، ۱۲۳، ادارة القرآن کراچی)

"(قوله: کتعرض القملة) قال في النهر: ویکره قتل القمل عند الإمام، وقال محمد رحمه الله تعالیٰ: القتل أحبّ إليّ، رأی ذلک، فعل، لا بأس به، ولعل الإمام إنما اختار الدفن لما فیه من التنزه عن إصابة الدم یدَ القاتل أوثوبه، وإن کان معفواً عنه، هذا إذا تعرضت القملة ونحوها بالأذی، وإلا کره الأخذ فضلاً عن غیره". (ردالمحتار، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۱/ ۶۵۲، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/ ۵۴، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عمل ممنوع ومکروہ نہیں، لیکن عملِ کثیر سے نماز فاسد ہوجائے گی، یہی قول صحیح ہے:

"قال السرخسي: إنها لا تفسد بقتلها ولو بعمل كثير ولو بانحراف عن القبلة. وصحح الحلبي الفساد، وهو ماعليه عامة شروح الجامع الصغير، ورواية مبسوط شيخ الإسلام. قال الكمال: الحق الفساد، فيما يظهر لكن لا إثم بمباشرته في الصلوة الخ". بحر ملخصاً(۱)

الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، ص: ۲۲۲(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

کپڑے میں الجھ کر دونوں پیر اکھڑ جائیں تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

سوال[۳۰۳۰]: نماز پڑھاتے وقت اگر امام کا پاؤں اس کے کپڑے میں الجھ کر گر پڑنے کی شکل پیدا ہوجائے اور دونوں پاؤں اکھڑ جائیں لیکن وہ سنبھل جائے تو کیا نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عذر کی وجہ سے ایسا ہونے سے نماز فاسد نہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/محرم/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/محرم/۵۹ھ، صحیح: عبداللطیف، ۳/محرم/۵۹ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۲/۵۴، باب مایفسد الصلاة ویکره فیها، رشیدیه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۴۱۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) (حاشية الطحطاوي، ص: ۳۷۰، كتاب الصلاة، فصل فيما لايكره للمصلي، قديمي)

"لايكره قتل حية أو عقرب مطلقاً ولو بعمل كثير على الأظهر، لكن صحّح الحلبي الفساد اهـ".

(الدرالمختار): "(قوله: لكن صحح الحلبي الفساد) حيث قال تبعاً لابن الهمام: فالحق فيما يظهر هو الفساد، والأمر بالقتل لايستلزم صحة الصلاة مع وجوده كما في صلاة الخوف، بل الأمر في مثله لإباحة مباشرته وإن كان مفسداً للصلاة اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۵۱، سعيد)

(۳) "وفيه يفترض وضع أصابع القدم ولو واحدةً نحو القبلة، وإلا لم يجز، والناس عنه غافلون".

(الدرالمختار). "(قوله: وفيه الخ) والحاصل أن المشهور في كتب المذهب اعتماد الفريضة، والأرجح من =

کیا نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا ہٹ جانا مفسدِ نماز ہے؟

سوال[۳۰۳۱]: نماز میں قیام کے وقت داہنے پیر کا انگوٹھا ایک جگہ رہنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داہنے پیر کا انگوٹھا اگر ہٹ جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نمازی کے سامنے والا شخص اپنی جگہ سے ہٹ کر جا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال[۳۰۳۲]: اگر کوئی شخص عین کسی کے پیچھے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے تو اگلا شخص وہاں سے ہٹ سکتا ہے یا نہیں؟ یہ بھی مرور میں شامل ہوگا یا نہیں؟ حوالہ بھی دیں۔

= حيث الدليل والقواعد الفريضة .... ثم الأوجه عدم الفريضة على الوجوب ، والله أعلم . (إلى أن قال) ولو وضع ظهر القدم دون الأصابع ، بأن كان المكان ضيقاً أو وضع إحداهما دون الآخر لضيقه جاز، كما لو قام على قدم واحد، وإن لم يكن المكان ضيقاً يكره .... و إنما الكلام في الكراهة بلا عذر". (الدر المختار مع رد المحتار فصل، في بيان تأليف الصلاة وانعهائها: ۱/۵۰۰ ، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الاول في فرائض الصلاة، منها السجود : ۱/۷۰،رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۵٦،رشيديه)

(۱) "فقد قال في الفيض: ولو وضع ظهر القدم دون الأصابع، بأن كان المكان ضيقاً، أو وضع إحداهما دون الأخرى لضيقه، جاز، كمالو قام على واحد. وإن لم يكن المكان ضيقاً، يكره اهـ، فهذا صريح في اعتبار وضع ظاهر القدم، وإنما الكلام في الكراهة بلا عذر .... إلى أن قال: بل المصرح به أن توجيهها نحو القبلة سنة يكره تركها، كما في البر جندي والقهستاني". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، آداب الصلوة: ۱/۵۰۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۵۵٦، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۷۰، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے پیچھے کسی نے آ کر اپنی نماز شروع کردی وہ اگر اپنی ضرورت کے لئے وہاں سے ہٹ جائے تو یہ فعل ممنوع نہیں (۱)، امداد الفتاوی میں موجود ہے (۲)۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استشہاد ہے کہ میرے پیچھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے اور میں کھسک جایا کرتی تھی، یہ روایت صحاح کی ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نماز پڑھتے ہوئے بارش آجائے تو کیا کیا جائے؟

سوال [۳۰۳۳]: اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے نماز پوری ہونے سے پہلے بارش آ گئی تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا نماز کو اسی جگہ پورا کیا جائے گا یا دوسری جگہ جا کر استیناف کیا جائے گا؟

---

(۱) "المرور بين يدى المصلى، فإن كان معه شيء يضعه بين يديه ثم يمر يأخذه، و لو مرّ اثنان يقوم أحدهما أمامه و يمر الآخر و يفعل الآخر، هكذا يمران، وإن معه دابة فمر راكباً أثم، وإن نزل و تستر بالدابة و مرّ، لم يأثم، و لو مر رجلان متحاذيين، فالذى يلى المصلى هو الآثم، قنية". (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/۶۳۶، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و مايكره فيها : ۱/۱۰۴، رشيديه)

(۲) (امداد الفتاویٰ، مسائل مشوره متعلقه كتاب الصلوة: ۱/۵۷، مكتبه دارالعلوم كراچى)

(وكذا فى سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة، باب من قال المرأة لاتقطع الصلوة: ۱/۱۱۰، امداديه)

"وعن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: كنت بين يدى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو يصلى، فإذا أردت أن أقوم كرهت أن أقوم، فأمرّ بين يديه انسللت انسلالاً". (سنن النسائى، كتاب القبلة، ذكر مايقطع الصلوة ومالا يقطع إذا لم يكن بين يدى المصلى سترة: ۱/۱۲۳، قديمى)

(۳) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها زوج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنها قالت: كنت أنام بين يدى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و رجلاى فى قبلته، فإذا سجد غمزنى، فقبضت رجلىّ، فإذا قام بسطتهما. قالت: والبيوت يومئذ ليس فيها مصابيح". (صحيح البخارى، باب التطوع خلف المرأة: ۱/۷۳، قديمى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عینِ نماز میں بارش آجائے اور برداشت نہ ہوسکے تو استیناف کیا جائے، بناء کی اجازت نہیں (۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۹۵ھ۔

معمولی ہنسی سے نماز فاسد ہوگئی، وضو نہیں ٹوٹا

سوال [۳۰۳۴]: جمعۃ الوداع کے دن زید کو جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعت سنت پڑھتے وقت کچھ ایسی بات ذہن میں آگئی کہ اس کو بہت ہی ہلکی سے ہنسی آگئی کہ اس کے کانوں تک ہی آواز پہونچی، لیکن اتنی آواز ہنسی میں نہیں نکلی کہ بغل میں بیٹھا ہوا شخص سن سکے، تو کیا ایسا کرنے سے وضو ٹوٹ جائے گا اور بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی؟ اور ایک شخص سے اس نے یہ بھی سنا تھا کہ جو بغیر وضو کے نماز پڑھے، وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے تو کیا وہ اسلام سے خارج ہوگیا؟ اور اس نے جتنے بھی پہلے نیکی کے کام کئے، وہ سب ضائع ہوگئے تو کیا اس کو پھر سے کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہونا چاہئے، اگر یہ سب جانتے ہوئے کہ وضو ٹوٹ گیا ہنسنے سے اور پھر بھی اس خوف سے کہ وضو کرنے جائے تو اس کی جگہ چلی جائے گی تو وہ وضو کرنے نہیں گیا اور جمعہ کی جماعت سے فرض پڑھے اور پھر سنن ونوافل پڑھ کر گھر چلا گیا، تو کیا اس کو اس پوری نماز کا اعادہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور وہ سب جاننے کے لئے بہت بے قرار ہے، آپ برائے مہربانی جواب نیچے لکھ کر ارسال فرمائیں، وہ سنن ونوافل کا اعادہ تو کرسکتا ہے، لیکن وہ فرائض کا اعادہ کیسے کرے؟ جب کہ اس نے فرض نماز جماعت سے پڑھی اور جمعہ کے دو فرض ہوتے ہیں اور ظہر کے چار، تو چار دہرائے، یا دو؟

---

(۱) "وكذا إذا جنّ في الصلاة أو أغمي عليه أو نام مضطجعاً، لا يجوز له البناء؛ لأن هذه العوارض يندر وقوعها في الصلاة، فلم تكن في معنى مورد النص والإجماع". (بدائع الصنائع، فصل في شرائط جواز البناء: ۲/۹۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، باب الاستخلاف: ۱/۵۹۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الاستخلاف في الصلاة: ۱/۶۴۴، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نماز میں اس کو اتنی ہنسی آئی کہ خود اپنی آواز سن لی اور بغل والے آدمی نے نہیں سنی تو اس سے اس کی وہ نماز ٹوٹ گئی، مگر وضو پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑا، لہٰذا اس کے بعد نماز جمعۃ الوداع اور بعد والی سنت ونوافل سب درست ہوگئی (۱)، نہ اسلام سے خارج ہوا اور نہ اس نماز کا اعادہ لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۱ھ۔

کیا نماز میں ہلکی آواز نکلنے سے نماز فاسد ہوجائے گی؟

سوال[۳۰۳۵]: نماز میں خشوع لانے کے لئے اگر ہلکی سی آواز نکل جائے، تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خشوع کے لئے آواز نکالنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر کوئی لفظ نکل جائے تو نماز خراب نہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: هي ما يسمع جيرانه) .... "واحترز به عن الضحك، و هو لغةً أعم من القهقهة، واصطلاحاً ما كان مسموعاً له فقط، فلا ينقض الوضوء بل يبطل الصلاة". (ردالمحتار مطلب: نوم الأنبياء غير ناقض: ۱/۱۴۵، سعيد)

"والضحك يبطل الصلاة، ولا يبطل الطهارة". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس فی نواقض الوضوء ۱/۱۲، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۸۰، رشيديه)

(۲) مذکورہ شخص سے کوئی ناقضِ وضو تحقق نہیں ہوا ہے، بلکہ باوضو ہو کر نماز پڑھی ہے، بنا بریں نماز بھی درست ہوگئی اور وہ اسلام سے بھی خارج نہیں ہوا۔

(۳) "(والبكاء بصوت) يحصل به حروف (لوجع أو مصيبة، لا لذكر جنة أو نار، فلو أعجبه قرأة الإمام، فجعل يبكي و يقول: بلىٰ أو نعم أو آرى، لا تفسد سراجية، لدلالته على الخشوع". (الدرالمختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۱۹، سعيد)

(و كذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۱۰۰، رشيديه) =

امام کی تکبیرات اور سلام سے پہلے مقتدی کا تکبیر وسلام کہنا

سوال[۳۰۳۶]: نماز پنجگانہ وغیرہ کی جماعت میں امام کی تکبیر اولیٰ اور تکبیراتِ دیگر اور سلام ختم کرنے سے پہلے اگر مقتدیوں کی تکبیرات اور سلام ختم ہوگئے تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی، یہ مشہور ہے، آیا یہ مسئلہ صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کی تکبیر اولیٰ (تحریمہ) سے پہلے اگر مقتدی نے اپنی تکبیر تحریمہ ختم کردی تو نماز کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوا(۱)، امام کے لفظ "السلام" سے پہلے ہی اگر مقتدی نے اپنا سلام پورا کردیا، تو نماز درست نہیں ہوئی (۲)، بقیہ

= و فی البحر الرائق: "(قوله: "والأنين والتأوه وارتفاع بكائه من وجع أو مصيبة، لا من ذكر جنة أو نار): أي يفسدها ...... و أما ارتفاع البكاء، فهو أن يحصل به حروف .... فالحاصل أنها إن كانت من ذكر الجنة أو النار فهو دالٌّ على زيادة الخشوع". (باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها: ۲/۶، رشيديه)

(۱) "عن حطان بن عبد الله الرقاشي .... فقال أبو موسىٰ ماتعلمون كيف تقولون في صلوتكم: إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خطبنا فبيّن لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا؟ فقال: "إذا صليتم فأقيموا صفوفكم، ثم ليؤتم أحدكم، فإذا كبر فكبروا، وإذا قال: غير المغضوب عليهم و لا الضآلين، فقولوا: آمين، يجبكم الله، فإذا كبر و ركع، فكبروا و اركعوا، فإن الإمام يركع قبلكم و يرفع قبلكم"، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "فتلك بتلك". (الصحيح لمسلم،باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

"فلو قال: "الله" مع الإمام: و "أكبر" قبله، أو أدرك الإمام راكعاً فقال "الله" قائماً و "أكبر" راكعاً، لم يصح في الأصح". (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۸۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة: ۱/۶۸، رشيديه)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان "امام سے پہلے سلام توڑنے کی بحث")

تنبیہ: فقہی عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، حضرت مفتی صاحبؒ کے فتوی میں جو منقول ہے کہ نماز فاسد ہوجاتی ہے، وہ احتیاط پر محمول ہے دیکھئے: (فتاوىٰ دار العلوم ديوبند: ۳/۳۷۳) جب کہ "خير الفتاوى ۲/ ۳۴۲"میں "تذكرة الرشيد" اور "فتاوى دار العلوم ديوبند"=

تکبیرات اگر امام سے پہلے کہی ہیں، تو نماز فاسد نہیں ہوئی، البتہ مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

امام سے پہلے سانس توڑنا

سوال[۳۰۳۷]: زید کہتا ہے کہ اگر امام نے دونوں سلام کے اندر سانس توڑ دیا تو کسی کی نماز نہ ہوگی، بکر کہتا ہے کہ امام قرأت سے آہستگی سے سلام پھیر لے اور اس کے قبل یعنی امام سے پہلے مقتدی سانس

= میں مذکور فساد نماز کے بارے میں یہ جواب دیا ہے: ''مسئلہ یہ ہے کہ اگر مقتدی آخری قعدہ بقدرِ تشہد بیٹھنے کے بعد اگر امام سے پہلے سلام پھیر کر چلا جائے، تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی، البتہ بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے، عذر کی وجہ سے ہو تو کراہت بھی نہیں''۔

''(قوله: و لو أتمه الخ) و لو أتم التشهد ، بأن أسرع فيه و فرغ منه قبل إتمام إمامه فأتى بما يخرجه من الصلاة كسلام أو كلام أو قيام جاز: أى صحت صلاته لحصوله بعد تمام الأركان .... و إنما كره للمؤتم ذلك، لتركه متابعة الإمام بلا عذر، فلو به .... فلا كراهة''. (ردالمختار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۲۵، سعيد)

اس جزئیہ سے ظاہر ہے کہ انقطاع قدوہ کا اس مسئلہ کے کیساتھ کوئی ایسا تعلق نہیں ہے .... امام سے پہلے ''السلام علیکم'' کہہ دیا، تو بھی نماز ہو جاتی ہے، البتہ تذکرۃ الرشید کے مسئلے کے بارے میں خیال یہ رہا ہے، حضرت گنگوہی قدس سرہ نے درحقیقت ابتدائے نماز کا مسئلہ بتایا ہوگا، سامع کو التباس ہوا، اس لئے اسے آخرِ نماز کا مسئلہ سمجھا اور اصل یہ مسئلہ تکبیر تحریمہ کے لفظ ''اللہ'' کے بارے میں ہے (اگر کسی نے امام سے پہلے لفظ ''اللہ'' ختم کر لیا اس کی نماز نہ ہوگی) ''السلام علیکم و رحمة الله'' کے اسم جلالہ ''اللہ'' کے بارے میں یہ مسئلہ نہیں۔

(۱) ''عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال : ''إنما جُعل الإمام ليؤتم به، فلا تختلفوا عليه، فإذا كبّر فكبروا، وإذا ركع فاركعوا، وإذا قال: سمع الله لمن حمده، فقولوا: ربنا و لك الحمد، وإذا سجد فاسجدوا، وإذا صلى جالساً فصلوا جلوساً أجمعون''. (الصحيح لمسلم، باب إتمام المأموم بالإمام: ۱/ ۱۷۷، قديمى)

''و يكره للمأموم أن يسبق الإمام بالركوع والسجود و أن يرفع رأسه فيهما قبل الإمام، كذا فى السرخسى''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثانى فيما يكره الصلاة و ما لا يكره : ۱/ ۱۰۷، رشيديه)

(وكذا فى رد المحتار، باب صفة الصلاة : ۱/ ۴۹۶، سعيد)

توڑدے تو جن لوگوں کا سانس ٹوٹا ان کی نماز نہ ہوگی۔کیا ان دونوں کا کہنا صحیح ہے؟

الجوب حامداً مصلیاً :

دونوں سلام کے درمیان سانس ختم ہوجانے پر دوسرا سانس لینے سے نماز میں نقص نہیں آئے گا(۱)، امام کے پیچھے مقتدی قرأت نہیں کرتا، بلکہ خاموش کھڑا رہتا ہے تو اس کے سانس ٹوٹنے کی بحث بے محل ہے،البتہ سلام مقتدی بھی پھیرتا ہے،اگر امام نے ''السلام'' کہا،اس کے بعد مقتدی کا سانس ٹوٹ گیا،حالانکہ ابھی امام کا سانس باقی ہے تو مقتدی کی نماز صحیح ہوجائے گی (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۳/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۲۳/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) ''عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه فی حدیث التشهد و قال بعد قوله: و أشهد أن محمداً عبده و رسوله قال: فإذا قضيت هذا أو قال ، فإذا فعلت هذا، فقد قضيت صلاتک''. (إعلاء السنن، باب افتراض القعدة الأخيرة قدر التشهد: ۳/۱۱۶ ، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۲ ، رشیدیه)

(و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی بیان أرکان الصلاة: ۱/۵۳۲، دارالکتب بیروت)

(۲) قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ : ''(وعن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال : صلی بنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ذات یوم، فلما قضی صلاته): أی أداها و فرغ منها(أقبل علینا بوجهه فقال: ''أیها الناس إنی إمامکم'') یعنی سُمّی الإمام إماماً لیؤتم به و یقتدی به علی المتابعة (''فلا تسبقونی بالرکوع ، و لا بالسجود و لا بالقیام و لا بالانصراف): أی بالتسلیم ، و حاصله أن المتابعة واجبة فی الأرکان الفعلیة''. (مرقاة المفاتیح، باب ما علی المأموم من المتابعة وحکم المسبوق: ۳/۲۱۴، رشیدیه)

''(قوله: و لو أتمه الخ) و لو أتم التشهد ، بأن أسرع فیه و فرغ منه قبل إتمام إمامه فأتی بما یخرجه من الصلاة کسلام أو کلام أو قیام، جاز: أی صحت صلاته لحصوله بعد تمام الأرکان .... و إنما کره للمؤتم ذلک لترکه متابعة الإمام بلا عذر، فلو به .... فلا کراهة''. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۵، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الرابع فی صفة الصلاة: ۱/۷۱ ،رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی، فصل فیما یفعله المقتدی، ص: ۳۱۱، قدیمی)

امام کے ساتھ چوتھی رکعت کا قیام کئے بغیر سلام پھیرنا

سوال[۳۰۳۸]: ا......ایک مقتدی امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے، تیسری رکعت کے ختم پر مقتدی یہ سمجھ کر کہ یہ چوتھی رکعت ہے قعدہ میں بیٹھ گیا، التحیات وغیرہ پڑھنے کے بعد سلام پھیرنے کے قریب ہی امام صاحب چوتھی رکعت کے لئے رکوع میں جاتے ہیں تو اس وقت یہ مقتدی بھی سلام پھیرے بغیر امام کے ساتھ رکوع میں چلا گیا اور اسی طرح امام کے ساتھ پوری نماز ختم کردی۔ تو کیا اس مقتدی کی نماز ہو جائے گی؟

۲......اسی طرح ایک اَور صورت ہے کہ ایک مقتدی امام کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے، چار رکعت پوری ہونے کے بعد امام صاحب التحیات کے لئے قعدہ میں بیٹھ گئے مگر یہ مقتدی یہ سمجھ کر کہ یہ چوتھی رکعت ہے تکبیر باندھ لی مگر جب امام صاحب سلام پھیرنے لگے تو یہ مقتدی سلام کی آواز سن کر تکبیر ختم کر کے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا۔ تو کیا اس مقتدی کی نماز ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......اس کی نماز ہوگئی۔

۲......اس کی بھی نماز ہوگئی (ا)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، ۳/٦/۱۴۰٦ھ۔

(ا) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "إنما جعل الإمام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه" رواه البخاری و مسلم". (إعلاء السنن، باب وجوب متابعة الإمام، والنهی عن مسابقته: ۲۸۹/۴)

"نعم! تكون المتابعة فرضاً ، بمعنى أن يأتى بالفرض مع إمامه أو بعده ، كما لو ركع إمامه فركع معه مقارناً أو معاقباً، و شاركه فيه أو بعد ما رفع منه، فلو لم يركع أصلاً أو ركع و رفع قبل أن يركع إمامه ولم يعده، معه أو بعده بطلت صلاته".

والحاصل أن المتابعة فی ذاتها ثلاثة أنواع : مقارنة لفعل الإمام مثل أن يقارن إحرامه لإحرام إمامه ، وركوعه لركوعه، و سلامه لسلامه، و يدخل فيها ما لو ركع قبل إمامه و دام حتى أدركه إمامه فيه. ومعاقبة لابتداء فعل إمامه مع المشاركة فی باقيه و متراخية عنه". (رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب مهم فی تحقيق متابعة الإمام: ۴۷۱/۱، سعيد)

امام نماز میں سوجائے تو مقتدی کیا کریں اور نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

سوال[۳۰۳۹]: اگر امام صاحب قعدۂ اُولیٰ، یا قعدۂ ثانیہ میں سوجائیں تو مقتدی امام صاحب کا انتظار کرتے رہیں، یا کوئی بیدار کرنے کی شکل ہو، تو آپ مطلع فرمائیں اور قعدہ اولیٰ میں جو فرض میں تاخیر ہو، اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

"سبحان اللہ" کہہ کر جگا دیا جائے (۱)، ادائے واجب (۲)، یا ادائے فرض میں تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امام کا سجدہ میں انتقال کر جانا

سوال[۳۰۴۰]: امام نماز پڑھا رہا ہے اور سجدہ میں انتقال ہو گیا ہے دوسری رکعت میں یا تیسری

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء". رواه الجماعة و زاد مسلم: و آخرون فی الصلاة". (آثار السنن، باب التسبيح والتصفيق، ص: ۱۷۲، امدادیه ملتان)

(وكذا فی رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۶، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب شروط الصلاة : ۱/۴۷۰، رشيديه)

(۲) "عن عمران بن حصين رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : صلی ثلاثاً، ثم سلّم، فقال: الخرباق: إنک صليت ثلاثاً، فصلی بهم الركعة الباقية، ثم سلم، ثم سجد سجدتی السهو، ثم سلم". رواه النسائی، و سكت عنه و روی مسلم نحوه". (إعلاء السنن، باب وجوب السهو و كونه بين السلامين: ۷/۱۳۲، إدارة القرآن ، كراچی)

"ولا يجب السجود إلا بترک واجب أو تأخيره أو تاخير ركن أو تقديمه أو تكراره أو تغيير واجب بأن يجهر فيما يخافت". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثانی فی سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا فی بدائع الصنائع، فصل فی بيان سبب الوجوب : ۱/۶۹۱، دارالكتب العلمية بيروت)

رکعت میں، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی ازسرنو نماز پڑھیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز میں مقتدی کا انتقال ہوجانا

سوال[۳۰۴۱]: جماعت ہورہی ہے اور کسی مقتدی کا انتقال ہوگیا ہے اور جماعت کے سامنے پڑا ہے اور امام کی دو رکعت یا ایک رکعت رہ گئی تو کیا حکم ہے کیونکہ جنازہ سامنے پڑا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن لوگوں کے سامنے اس طرح پڑا ہے کہ سجدہ کی جگہ بالکل نہیں رہی، سجدہ کرنا دشوار ہوگیا ہے اُن کو چاہیئے کہ وہ اس کو اٹھا کر سامنے سے ہٹادیں پھر نماز میں شریک ہوجائیں، باقی لوگ اپنی حالت پر نماز پوری کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/صفر/۵۸ھ۔

---

(۱) "(قوله: و سوت) أقول : تظهر ثمرته في الإمام لو مات بعد قعدة الأخيرة، بطلت صلاة المقتدين به فيلزم استئنافها". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها: ۱/۶۲۹، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۲۴، رشيديه)

(و كذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان حكم الاستخلاف: ۲/۱۴۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) جو نمازی میت کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھیں گے تو ان کی نماز فاسد ہوجائے گی، اس لئے کہ میت کا اٹھانا اور چلنا عملِ کثیر ہے جو کہ مفسدِ صلاۃ ہے: "(و) يفسدها (كل عمل كثير) ليس من أعمالها ولا لإصلاحها" (الدرالمختار، مطلب في التشبه بأهل الكتاب: ۱/۶۲۴، سعيد)

وقال العلامة ابن عابدين رحمة الله عليه : "إن المشي لايخلو إما أن يكون بلاعذر أوبعذر، فالأول إن كان كثيرًا متوالياً، تفسد وإن لم يستدبر القبلة، وإن كان كثيرًا غير متوالي، بل تفرق في ركعات أو كان قليلاً، فإن استدبرها فسدت صلاته للمنافي بلاضرورة، وإلا فلا، و كره، لما عرف أن من أخذ كثيره كره قليلاً =

گمان فساد پر نماز کا اعادہ

سوال[۳۰۴۲]: اگر جماعت کی نماز لوٹائی جائے اس یقین کے ساتھ کہ اولاً نماز نہیں ہوئی اور بعد کو تحقیق ہو جائے کہ اولاً نماز ہو گئی تھی، لوٹانا مناسب نہ تھا تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ خصوصاً فجر اور عصر کی نماز میں اگر ایسا اتفاق ہو جبکہ اس کے بعد نفل کا وقت بھی نہیں رہتا، نیز اس صورت میں اگر کچھ لوگ جماعتِ اول میں شریک نہ تھے اور جماعتِ ثانی میں شریک ہو جائیں تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

اگر فجر کی نماز اس یقین کی بناء پر لوٹائی گئی کہ کہ نماز درست نہیں ہوئی اور واقعۃً نماز درست ہو گئی تھی تو دوسری مرتبہ ادا کی گئی نماز نفل ہوئی اور نمازی کراہت کے مرتکب نہیں ہوئے: "وكره نفل قصداً". كذا في الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۱/۳۴۹(۱) اور جو لوگ اول نماز میں شریک نہیں تھے اور دوسری مرتبہ ادا کی گئی نماز میں شریک ہوئے ان کی نمازِ فجر صحیح نہیں ہوئی، ان کے ذمہ نماز کا اعادہ لازم ہے، لعدم صحة اقتداء المفترض خلف المتنفل (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۸/۷/۸۸۔

= بلاضرورة. وإن كان بعذر ،فإن كان للطهارة عند سبق الحدث أو في صلاة الخوف، لم يفسدها،ولم يكره قلّ أو كثر، استدبر أو لا. وإن كان لغير ماذُكر، فإن استدبر معه فسدت قلّ أوكثرو إن لم يستدبر، فإن قلّ، لم يفسدولم يكره، وإن كان كثيراً متلاحقاً أفسد". (ردالمحتار، مطلب في المشي في الصلوة: ۱/۶۲۸)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية ،الباب السابع فيما يفسد الصلاةومايكره فيها : ۱/۱۰۳، ۱۰۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع ،فصل في مفسدات الصلاة : ۲/۱۴۶ ، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، ص ۱/۳۷۴، سعيد)

"قال في المنح: و احترز بقوله: (قصداً) عن الشروع ظناً، كما إذا ظن أنه لم يصل فرضاً فشرع فيه فتذكر أنه قد صلاه، صار ما شرع فيه نفلاً، لايجب إتمامه، حتى لو نقضه لا يجب القضاء" (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/۳۰، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر، باب الوتر والنوافل : ۱/۱۳۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲)"ولا مفترض بمتنفل و بمفترض آخر؛ لأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا". (الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/۵۷۹، سعيد) ....=

تین سجدے کرنے سے نماز کا اعادہ

سوال[۳۰۴۳]: ایک شخص نے ایک رکعت میں تین سجدے کئے اور آخر میں سجدۂ سہو نہیں کیا، تو کیا اس کی نماز درست ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز واجب الاعادہ ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ترکِ اقامت کی وجہ سے نماز کا اعادہ

سوال[۳۰۴۴]: جمعہ کے روز امام نے خطبہ دیا، خطبہ کے بعد اقامت کہنا بھول گئے اور نمازِ جمعہ جماعت سے پڑھ لی گئی، پھر بعد سلام یاد آیا کہ اقامت نہیں کہی گئی پھر دوبارہ فرض نماز جمعہ سب لوگوں نے پڑھی۔ تو دوبارہ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہوا یا مکروہ تحریمی ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کی طرح اقامت بھی سنت ہے، جو سنت داخلِ نماز ہو اس کے ترک سے اعادہ لازم نہیں ہوتا، جو

=(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة ۱/ ۶۳۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الإمامة والحدث في الصلاة: ۱/ ۳۶۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "ولا يجب السجود إلا بترك واجب، أو تأخيره، أو تأخير ركن، أو تقديمه، أو تكراره، أو تغيير واجب بأن يجهر فيما يخافت. وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد، وهو ترك الواجب، كذا في الكافي". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲۶، رشيديه)

"(ولها واجبات) لاتفسد بتركها، وتعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم يسجد له، وإن لم يُعدها، يكون فاسقاً آثماً، وكذا كل صلاة أدّيت مع كراهة التحريم، تجب إعادتها، والمختار أنه جابرٌ للأول". (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۵۶، ۴۵۷، سعيد)

"فالحاصل أن من ترك واجباً، أو إرتكب مكروهاً تحريمياً، لزمه وجوباً أن يعيد في الوقت، فإن خرج أثم، ولا يجب جبر النقصان بعده، فلو فعل أفضل". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۶۴، سعيد)

سنت خارجِ نماز ہو اس کے ترک سے بطریق اولیٰ اعادہ لازم نہیں، سنتِ مؤکدہ کو قصداً ترک کرنے پر وعید آئی ہے:

"وهو: سنة مؤكدة، هي كالواجب"(۱)۔ "والإقامة كالأذان، الخ". در مختار(۲)۔

"(قوله: كالواجب) بل أطلق بعضهم اسم الواجب عليه، قال في المعراج وغيره :والقولان متقاربان؛ لأن المؤكدة في حكم الواجب في لحوق الإثم بالترك يعني وإن كان مقولاً بالتشكيك". شامی(۳)۔ "ترك السنة لا يوجب فساداً و لا سهواً بل إساءةً لو عامداً". درمختار۔ "فلو غير عامد، فلا إساءة أيضاً". شامی (٤)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بھول کر ترک کرنے پر وعید نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱)(الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴-۳۸۸، سعيد)

"قوله: سن للفرائض: أي سن الأذان للصلوات الخمس والجمعة سنةً مؤكدةً قويةً قريبةً من الواجب حتى أطلق بعضهم عليه الوجوب". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۴، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۱۷۰، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۸ سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۴۴۶، رشيديه)

"قال رحمه الله تعالىٰ: سن للفرائض: أي الأذان، و هو سنة مؤكدة عند عامة المشايخ، و كذا الإقامة". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۳۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۱۷۲، مكتبه امداديه ملتان)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴ سعيد)

"واستشهد على ذالك في معراج الدراية عن أبي حنيفة وأبي يوسف: صلّوا في الحضر الظهر أوا العصر بلاآذان ولا إقامة، أخطأ وأثموا .... "و لعل الإثم مقول بالتشكيك بعضه أقوى من بعض، ولهذا صرّح في الرواية بالسنية حيث قال: أخطأ السنة، و في غاية البيان والمحيط: القولان متقاربان؛ لأن السنة المؤكدة في معنى الواجب في حق لحوق الإثم لتاركهما اهـ". (البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۵، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۱۷۱، مكتبه امداديه ملتان)

(۴) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، سنن الصلوة: ۱/۴۷۳، سعيد)

عینِ نماز میں طلوعِ شمس

سوال[۳۰۴۵]: فجر کی نماز میں نیت باندھنے کے بعد یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد آفتاب طلوع ہو گیا تو ایسی حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ یا قضا نماز جماعت سے ادا کی جائے یا فرداً قضا کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

ادا نہیں ہوگی (۱)، اگر سب کی فوت ہوگئی تو جماعت سے پڑھیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

"لاصلوۃ الا بحضور القلب" کا مطلب

سوال[۳۰۴۶]: "لاصلوۃ إلا بحضور القلب"(۳)۔ ترجمہ: حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں

---

(۱) وقوله: "بخلاف الفجر) : أى فإنه لايؤدى فجر يومه وقت الطلوع؛ لأن وقت الفجر كله كامل، فوجبت كاملةً، فتبطل بطُرُوّ الطلوع الذى هووقت الفساد". (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۳، سعيد)

قال فى المبسوط : "و لو طلعت الشمس و هو فى خلال الفجر، فسدت صلاته عندنا". (باب مواقيت الصلاة : ۱/۳۰۴، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلاة: ۱/۵۸۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (ردالمحتار، باب الأذان، مطلب فى أذان الجوق : ۱/۳۹۱، سعيد)

"وإذا قضى الفوائت إن قضاها بجماعة و كان صلاةً يجهر فيها بالقراء ة، يجهر فيها الإمام .... و لو فاتت من جماعة صلاة فجر أو ظهر من يوم واحد، جاز لهم قضاؤها بالجماعة". (الفتاوى التاتارخانية، الفصل العشرون فى قضاء الفائتة : ۱/۷۶۷، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچى)

(وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان، فصل فيما يوجب السهو و ما لا يوجب السهو : ۱/۱۲۳، رشيديه)

(۳) "وقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا ينظر الله إلىٰ صلاة لايحضر الرجل فيها قلبه مع بدنه".

قال العلامة زين الدين أبى الفضل عبدالرحيم الحسين العراقى: حديث "لاينظر الله إلى صلاة لايحضر الرجل فيها قلبه مع بدنه". لم أجده بهذا اللفظ وروى محمد بن نصر فى كتاب الصلاة من رواية عثمان بن أبى وهوش مرسلاً "لايقبل الله من عبد عملاً حتى يشهد قلبه مع بدنه". ورواه أبو منصور الديلمى فى مسند الفردوس من حديث أبى بن كعب وإسناده ضعيف". (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الصلاة ومهماتها، فضيلة الخشوع: ۱/۱۹۹، دارإحياء التراث العربى، بيروت)

ہوتی۔ حضورقلب سے کیا مراد ہے؟ یہ جو دنیا کے خیالات نماز میں آتے ہیں کبھی حضورقلب رہتا ہے اور کبھی نہیں، تو جتنی دیر حضورقلب نہ ہو وہ نماز میں شمار آئے گی یا نہیں؟ اگر کسی شخص نے دو رکعت فرض کی نیت سے نماز شروع کی لیکن درمیانِ نماز میں اس نے خیال کیا کہ میں سنت پڑھ رہا ہوں پھر سلام پھیر دیا بعد میں یاد آیا کہ نہیں وہ نماز فرض کی نیت سے شروع کی تھی تو ایسی نماز فرض قرار پائے گی یا نہیں؟ کیا اس کو فرض مکرر پڑھنے ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر حضورِ قلب باقی نہ رہے تو نماز باطل ہو جاتی ہے اور فریضہ ذمہ میں باقی رہتا ہے اس لئے کہ ادائے فریضہ کے لئے جو شرائط وارکان فقہاء نے بیان کئے ہیں ان میں حضورِ قلب کو شمار نہیں کیا ہے، پس اگر نماز میں کچھ خیالات آئیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)، اگرچہ حضورقلب والی نماز کا درجہ بھی حاصل نہیں ہوگا محض اس درمیانی خیال سے وہ فرض نماز سنت نہیں بنے گی جب کہ فرض کی نیت سے اس کو شروع کیا ہے اور اس کو قطع کر کے سنت کی نیت سے تحریمہ نہیں کہی ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله تجاوز عن أمتي ما وسوست به صدرها ما لم تعمل به أو تتكلم". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب في الوسوسة، ص: ۱۸، قديمي)

"و في شرح مقدمة الكيداني للعلامة القهستاني: يجب حضور القلب عند التحريمة، فلو اشتغل قلبه بتفكر مسألة مثلاً في أثناء الأركان، فلاتستحب الإعادة، وقال البقالي: لم ينقص أجره، إلا إذا قصر، وقيل: يلزم في كل ركن، و لا يؤخذ بالسهو؛ لأنه معفوّ عنه، لكنه لم يستحق ثواباً كما في المنية". (رد المحتار، مطلب في حضور القلب والخشوع: ۱/۴۱۷، سعيد)

(۲) "رجل افتتح المكتوبة، فظن أنها تطوع، فصلى على نية التطوع حتى فرغ فالصلاة هي المكتوبة، و لو كان الأمر بالعكس، فالجواب بالعكس، وكذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في النية: ۱/۶۶، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۹۱ رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثامن في النية: ۱/۱۸۰، امجد اكيڈمی لاهور)

کیا بغیر حضور قلب کے نماز نہیں ہوتی؟

سوال[۳۰۴۷]: بعض پیروں کے مرید نماز کی پابندی بالکل نہیں کرتے اور بعض نماز بالکل نہیں پڑھتے، اگر نماز کے بارے میں ان لوگوں کو کہا جائے تو جواب دیتے ہیں کہ جب قلب حاضر نہ ہوگا نماز قبول نہیں ہوتی اور بعض قائل ہیں کہ نماز صرف دل سے پڑھنی کافی ہے، شرعاً یہ لوگ کیا حکم رکھتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نماز فرض عین ہے، اسکی فرضیت کا منکر کافر ہے اور بلا عذرِ شرعی اس کا تارک فاسق ہے (۱)۔ نماز فقط قلب سے ہرگز ادا نہیں ہوتی (۲)، یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے، ایسے عقیدہ والوں کو فوراً توبہ کرنا فرض ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کر لینا چاہیے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۲/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/صفر/۵۵ھ۔

خیالات آنے سے نماز میں خرابی نہیں آتی

سوال[۳۰۴۸]: نماز میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں اور سجدہ میں دعائیں دل سے نکلنے لگتی

---

(۱) "(هي فرض عين على كل مكلف، و يكفر جاحدها) لثبوتها بدليل قطعي (وتاركها عمداً مجانة): أي تكاسلاً فاسق (يحبس حتى يصلي)؛ لأنه يحبس لحق العبد، فحق الحق أحق". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۲، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فيما يوجب قطع الصلاة و ما يجيزه وغير ذلك، ص: ۳۷۳، قديمي)

(وكذا في ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر، كتاب الصلاة: ۱/۶۷، دار احياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "(اعلم بأن الصلوة) و هي في اللغة مطلق الدعاء بالخير، و في الشريعة: عبادة ذات قرآءة و ركوع و سجود......... (فريضة ثابتة بالكتاب والسنة)". (الحلبي الكبير في المقدمة، ص: ۶، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، ص: ۱۷۳، قديمي)

ہیں، نماز میں کچھ حرج واقع ہونے لگتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہو تو اس کے دفعیہ کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟
خواجہ عامر حسین عفی عنہ، محلّہ شاہ ولایت صاحب، سہارنپور۔

الجواب حامداًومصلیاً:

محض خیالات آنے یا دل سے دعاء نکلنے سے نماز میں خلل نہیں آتا (۱)، خداوند تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا تصور کر کے نماز پڑھے کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے (۲) اور ہر رکن کے آداب کی رعایت رکھی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ نماز کا حظّ حاصل ہوگا اور خیالات بھی پریشان نہیں کریں گے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ جمادی الاولیٰ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

نماز میں حوروں کا تصور

سوال[۳۰۴۹]: زید جب نماز پڑھتا ہے تو اسے بذریعۂ قرأتِ امام حوروں کا ذکر معلوم ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے اس کا ذہن منتشر ہو جاتا ہے، اسی طرح کبھی بیوی کا خیال بھی آ جاتا ہے یہاں تک کہ پوری نماز ختم

---

(۱) "عن أبي هريرة –رضي الله تعالىٰ عنه– قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله تجاوز عن أمتي ماوسوست به صدرها مالم تعمل به أو تتكلم". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب في الوسوسة، ص: ۱۸، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بارزاً يوماً للناس، فأتاه رجل، فقال: ماالإيمان؟ قال: "الإيمان أن تؤمن بالله وملئكته وبلقائه ورُسله وتؤمن بالبعث" .... قال: ماالإحسان؟ قال: "أن تعبدالله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك الخ". (صحيح البخاري، باب سؤال جبرائيل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الإيمان الخ: ۱/ ۱۲ قديمي)

(۳) "(ولها آداب) تركه لا يوجب إساءةً وعتاباً كترك السنة الزوائد، لكن فعله أفضل: (نظره إلى موضع سَجوده حال قيامه، وإلى ظهر قدميه حال ركوعه، وإلى أرنبةأنفه حال سجوده، وإلى حجره حال قعوده، وإلى منكبه الأيمن والأيسرعند التسليمةالأولى والثانية) لتحصيل الخشوع". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صفةالصلاة: ۱/ ۴۷۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفةالصلاة: ۱/ ۵۳۰، رشيديه)

ہوجاتی ہے اور یہ تصوزات بغیر قصد کے ہوتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں بے اختیار بیوی اور حوروں کا تصور ہوجائے اور انتشار پیدا ہوجانے کے بعد اگر زید اس تصور سے لذت اندوز نہیں ہوتا اور ان خیالات میں منہمک نہیں ہوتا ہے بلکہ ان خیالات کو دور کر کے نماز کی طرف متوجہ رہنے کی کوشش کرتا ہے تو زید گنہگار نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

نماز میں غیر عربی میں دعاء مانگنا

سوال [۳۰۵۰]: میں نے عصر کی نماز میں امام کے سلام پھیرنے سے پہلے درود شریف کے بعد کی دعاء پڑھ کر کلام پاک اور حدیث شریف کی دوسری دعاؤں کے بعد اردو میں بھی سہواً دعا مانگ لیا، غالباً یہ دعاء مانگی کہ ”اے اللہ! اپنے شایانِ شان فضل فرما“۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز میں غیر عربی میں دعاء مانگنا حرام ہے، مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ یہ مسئلہ یاد نہیں رہا تھا اس لئے میں نے اپنی نماز دہرائی، آیا بہتر کیا یا مجھے دہرانے کی ضرورت ہی نہ تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے ٹھیک کیا کہ نماز دہرالی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ”لا صلاة إلا بحضور القلب“)

(۲) ”(ودعا) بالعربية، وحرم بغيرها، نهر .... (قوله: وحرم بغيرها) .... وكره الدعاء بالعجمية؛ لأن عمر –رضي الله تعالىٰ عنه– نهى عن رطانة الأعاجم، والرطانة كما في القاموس: الكلام بالعجمية، .... وظاهر التعليل أن الدعاء بغير العربية خلاف الأولى، وأن الكراهة فيه تنزيهية، .... ولا يبعد أن يكون الدعاء بالفارسية مكروهاً تحريماً في الصلاة وتنزيهاً خارجها، فليتأمل“. (الدر المختار مع ردالمحتار، مطلب في الدعاء بغير العربية: ۱/ ۵۲۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح بيان سننها، ص: ۲۷۲، قديمي)

نماز اور غیر نماز میں عربی اور غیر عربی میں دعاء میں فرق

سوال[۳۰۵۱] : طحطاوی علی مراقی الفلاح،ص:۱۵۸میں ہے:"یدعوا بالعربیة، و یحرم بغیرھا؛ لأنھا تنافی جلال الله تعالیٰ".(۱)۔

دعاء بغیر عربی کی حرمت صرف نماز میں ہے یا خارجِ نماز بھی؟ تساویٔ علت سے شبہ ہوتا ہے کہ خارجِ نماز بھی حرام ہو، نیز "ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند" میں بحوالہ "شامی" خارجِ نماز دعاء بغیر عربی مکروہ لکھنے سے اَور بھی شبہ ہوا کہ کہیں شامی کا منشاء کراہتِ تحریمی نہ ہو، بہرحال دعاء کے بارے میں باوجودِ استطاعت علی العربی ہونے کے دوسری زبان استعمال کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: مولوی عبدالسلام صاحب۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

نماز کے قعدۂ اخیرہ میں درود شریف کے بعد سلام سے پہلے دعاء کو "مراقی الفلاح" میں سنت لکھا ہے(۲)،اس کے ذیل میں شرح کرتے ہوئے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:"ویدعو بالعربیة و یحرم بغیرھا؛ لأنھا تنافی جلال الله تعالیٰ"(۳)۔

اس حرمت کا محل تو اندرونِ صلوٰۃ ہی ہے، چندسطر بعد لکھا ہے:"ولا یجوز أن یدعو فی صلاته، بما یشبه کلام الناس". مراقی الفلاح۔"و لذا قالوا: ینبغی له فی الصلوٰة أن یدعوا بدعاء محفوظ لا بما یحضر، ولأنه (بما یجری علی لسانه ما یشبه کلام الناس، فتفسد صلوٰته. وأما فی غیر

---

(۱) (حاشیة العلامة احمد بن محمد بن إسماعیل الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۷۲، قدیمی)

(۲) "ویسن الدعاء بعد الصلوة علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لقوله علیه الصلاة والسلام : "إذا صلی أحدکم، فلیبدأ بتحمید الله .... ثم لیَدْعُ بعدُ ما شآء". (مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۷۲، ۲۷۳، قدیمی)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، المرجع السابق، ص: ۲۷۲، قدیمی)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الأیمان، قبیل باب الیمین فی الدخول والخروج الخ : ۳/ ۷۴۱، سعید)

الصلوة، فبالعكس، فلا يستظهر له دعاء؛ لأن حفظ الدعاء يمنع المعرفة، اهـ. بحر"(۱)۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ دعاء کا حکم خارجِ نماز اور داخلِ نماز یکساں نہیں ہے بلکہ الگ الگ ہے، علامہ شامی نے اس موقعہ پر بحث کر کے لکھا ہے: "وظاهر التعليل أن الدعاء بغير العربية خلاف الأولى وأن الكراهة فيه تنزيهة .... ولا أن يكون الدعاء بالفارسية مكروهاً تحريماً فى الصلوٰة و تنزيهاً خارجها، فليتامل وليراجع". ردالمحتار: ۱/ ۳۵۰ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کتنے نقصان پر نماز توڑنے کی اجازت ہے؟

سوال[۳۰۵۲]: نماز پڑھتے ہوئے کتنے نقصان پر نیت توڑنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تقریباً ۴ (......) کی مالیت پر بھی گنجائش ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/ ۶۸ھ۔

---

(۱) (حاشية العلامة احمد بن محمد بن إسماعيل، طحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، فصل فى بيان سننها، ص: ۲۷۳، قديمى)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل فى بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها، مطلب فى الدعاء بغير العربية: ۱/ ۵۲۱، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب صفة الصلوٰة: ۱/ ۵۷۸، ۵۷۹، رشيديه)

(۳) "رجل قام إلى صلاة فسرق منه شئ قيمته درهمٌ، له أن يقطع الصلاة، ويطلب السارق سواء كانت فريضةً أو تطوعاً؛ لأن الدرهم مالٌ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، الفصل الثانى فيما يكره الصلاة: ۱/ ۱۰۹، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/ ۶۵۴، سعيد)

(وكذا فى فتح القدير، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، فصل: ويكره للمصلى: ۱/ ۴۱۸، مصطفىٰ البابى الحلبى، مصر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں آجائے تو نماز کا حکم

سوال[۳۰۵۳]: نماز کی حالت میں اگر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال دل میں آئے یا ادراک کی حالت میں آئے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خیال نماز میں آئے تو نماز فاسد نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

التحیات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور

سوال[۳۰۵۴]: التحیات میں "السلام علیك أیها النبی" سے صوفیاء حضرات استدلال کرتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ضروری ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ ان الفاظ کی وجہ اور شانِ نزول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز کو معنی پر دھیان رکھ کر اور سمجھ کر پڑھنا چاہیے (۲)، اس لئے تصور بھی آئے گا۔ معراج میں تین

---

(۱) "اس لئے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک یا فرشتوں یا بزرگوں کا خیال یا عجیب وغریب مسائل خود بخود دل میں پیدا ہو جائیں تو اس سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا، البتہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "صرفِ ہمت" کر کے دل میں نماز کی حالت خیال لانا اور بہمہ وجوہ آپ کی طرف متوجہ ہو جانا مُضر تر ہے، کیونکہ آپ کی بے پناہ عقیدت اور لازوال محبت کے پیشِ نظر اور بے حد تعظیم وتکریم کے لحاظ سے اس خیال میں منہمک ہو کر آدمی توجہ الی اللہ سے محروم رہ جائے گا جو نماز میں مطلوب تھی، اس لئے یہ زیادہ خطرناک ہے"۔ (عبارات اکابر، از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حصہ اول، باب اول، چوتھا اعتراض، ص:۸۶، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

(۲) نماز میں معنی پر دھیان رکھ کر اور سمجھ کر پڑھنے سے خشوع وخضوع میں اضافہ ہوگا جو عینِ مقصودِ نماز ہے، حدیث میں ہے: "قال (جبریل) فأخبرنی عن الإحسان"؟ قال: "أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه یراك". قال القاری رحمه الله تعالیٰ: "كأنك تراه"........ أی حال كونك مشبهاً بمن ینظر إلی الله خوفاً منه وحیاءً وخضوعاً وخشوعاً وأدباً وصفاءً ووفاءً........ فإن العبد إذا قام بین یدی مولاه، لم یترك شیئاً مما قدر علیه من إحسان المحل بمقتضاه .... اهـ". (مرقاة المفاتیح، كتاب الإیمان، الفصل الأول: ۱/۱۲۵، رقم الحدیث: ۲، رشیدیه)

چیزیں ہمیں "التحیات، الصلوات، الطیبات" بارگاہِ خداوندی میں پیش کرنے کے لئے وہاں سے جواب میں تین چیزیں: سلام، رحمت، برکات عطا ہوئیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۱۲/۶/۸۷ھ۔

امام کے سورۂ فاتحہ ختم کرنے پر مقتدی کا کلمہ طیبہ پڑھنا

سوال [۳۰۵۵]: میں جب امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں تو امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد میری زبان سے خود بخود کلمہ طیبہ جاری ہو جاتا ہے، کافی کوشش کرتا ہوں کہ روکوں مگر نہیں رکتا، ایسی صورت میں میری نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز تو فاسد نہیں ہوگی (۲) لیکن اس کی اصلاح کیجئے، امام کے پیچھے خاموش رہنے کا

---

(۱) "فلما قال ذلک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بإلهام من اللہ سبحانه، ردّاللہ علیه وحیّاه بقوله: (ألسلام علیک أیها النبی ورحمة اللہ وبرکاته)" فقال: "التحیات بالسلام الذی هو تحیة الإسلام، وقابل الصلوة بالرحمة التی هی بمعناها، وقابل الطیبات بالبرکات المناسبة للمال لکونها النمو والکثرة ....اهـ". (إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح، ص: ۳۲۶، کتاب الصلوة، مطلب فی شرح ألفاظ التشهد، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۸۴، ۲۸۵، کتا ب الصلوة، فصل فی کیفیة ترتیب أفعال الصلوة، قدیمی)

(۲) "قوله: (و یُفسد الصلاةَ التکلُمُ) لحدیث مسلم: "إن صلاتنا هذه لا یصلح فیها شیء من کلام الناس، إنما هو التسبیح والتکبیر، و قرأة القرآن". (البحر الرائق، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۳/۲، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۶۱۵/۱، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، فصل فی بیان حکم الاستخلاف: ۱۲۶/۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

حکم ہے (۱)، اس حکم پر عمل کا تصور کیجئے اور کوشش بھی کیجئے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

نماز میں نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنے کا حکم

سوال [۳۰۵۶]: اگر امام نے نماز میں آیت: ﴿و ما محمد إلا رسول﴾ پڑھی اور کسی مقتدی نے یہ سوچ کر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا چاہئے، اس لئے اس نے نامِ مبارک سنتے ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ دیا، تو اس سے نماز میں تو کوئی خرابی نہیں آئی؟

مولوی محمد احسن صاحب سلطان پوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا یہ خیال صحیح ہے کہ نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا چاہئے، احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے، لیکن یہ حکم خارج نماز کا ہے نماز میں یہ حکم نہیں، پس اگر نماز میں اس قصد سے درود شریف پڑھا ہے تو نماز فاسد ہوگئی (۲)، جیسے کہ امام سے اللہ پاک کا نام سنکر جل جلالہ کہہ دیا، یہ خیال کرتے ہوئے کہ اللہ پاک کا نام سنکر

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له، وأنصتوا، لعلكم ترحمون﴾ (سورة الأعراف: ۲۰۴)

"(والمؤتم لا يقرأ مطلقاً) و لا الفاتحة فى السرية اتفاقاً .... (فإن قرأ كره تحريماً، بل يستمع و ينصت إذا أسرّ، لقول أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه: "كنا نقرأ خلف الإمام فنزل: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له وأنصتوا﴾ (الدر المختار، فصل فى القرأة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعيد)

(وكذا فى بدائع الصنائع، فصل فى بيان أركان الصلاة: ۱/۵۱۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "[فروع]: سمع اسم الله تعالىٰ فقال: جل جلاله، أو النبى صلى الله عليه وسلم فصلى عليه، أو قرأة الإمام فقال: صدق الله ورسوله، تفسد إن قصد جوابه". (الدر المختار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۲۱، سعيد)

"(قوله: تفسد إن قصد جوابه) ذكر فى البحر أنه لو قال مثل ما قال المؤذن، إن أراد جوابه تفسد، وكذا لو لم تكن له نية؛ لإن الظاهر أنه أراد به الإجابة، وكذلك إذا سمع اسم النبى صلى الله عليه وسلم فصلى عليه فهذا إجابة". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۲۱، سعيد)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

تعظیمی لفظ کہنا چاہئے، یا امام سے کسی آیت کوسنکر کہدیا: صدق اللّٰہ و رسولہ، ان صورتوں میں نماز فاسد ہوجاتی ہے، کیونکہ ان سب صورتوں میں قصدِ جواب ملحوظ ہے، اگر بغیر قصدِ جواب کے درود شریف پڑھا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی، کیونکہ درود شریف ایسی چیز نہیں جس کے پڑھنے سے نماز فاسد ہوجائے، بلکہ نماز میں اس کو مستقلاً پڑھا جاتا ہے (قعدۂ اخیرہ میں پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے)، اور اللہ پاک کے لئے تعظیمی الفاظ مستقل پڑھے جاتے ہیں (جیسے رکوع میں سبحان ربی العظیم)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا سجدہ میں دونوں پیروں کے اٹھ جانے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے؟

سوال[۳۰۵۷]: اگر سجدہ کرتے وقت دونوں پیر زمین سے اٹھ جائیں تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

محمد یاسین فاروقی اناؤ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دونوں پیروں کی انگلیاں بالکل زمین سے اٹھی رہیں تو سجدہ درست نہیں ہوگا اور سجدہ درست نہ ہونے سے نماز درست نہیں ہوگی، طحطاوی، ص: ۱۲۶ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(قوله: تفسد إن قصد جوابه) ....واستفيد أنه لو لم يقصد الجواب، بل قصد الثناء والتعظيم، لاتفسد؛ لأن نفس تعظيم الله تعالىٰ والصلاة على نبيه –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– لا ينافى الصلاة، كما فى شرح المنية". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۲۱، سعيد)

وفى الفتاوىٰ العالمكيرية: "و لو صلى على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الصلاة إن لم يكن جواباً لغيره، لا تفسد صلاته". (الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۹، رشيديه)

(۲) "فخرج وضع الجبهة مع رفع القدمين؛ لأنه تلاعب وليس بتعظيم". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب شروط الصلاة، ص: ۲۳۰، قديمى)

(وأيضاً سيأتى تخريجه مفصلاً تحت عنوان: "سجدہ میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھ جانا")

سجدہ میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھ جانا

سوال[۳۰۵۸]: نماز پڑھتے وقت اگر سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھ جائیں تو نماز فاسد ہوجاتی ہے کہ نہیں؟ حوالہ کتب وصفحات کا ہونا ضروری ہے اور اس مسئلہ میں کسی فقیہ کی نظر فقہی بھی ضرور درج فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنے سے سجدہ صحیح نہیں ہوگا اور جب سجدہ صحیح نہ ہو، نماز صحیح نہ ہوگی:

"و فی مختصر الکرخی: سجد و رفع أصابع رجلیه عن الأرض، لا تجوز اهـ". غنیة ، ص: ۲۸۰(۱)۔ "ومن شرط جواز السجود أن لا یرفع قدمیه فیه، فإن رفعهما فی حال سجوده، لاتجزیه السجدة اهـ". جوهره،ص:۵۲(۲)۔ قال المحقق ابن الهمام: "أما افتراض وضع القدم، فلأن السجود مع رفعهما بالتلاعب أشبه منه بالتعظیم و الإجلال، و یکفیه وضع أصبع واحدة. و فی الوجیز: وضع القدمین فرضٌ، فإن وضع إحداهما دون الأخری، جاز و یکره، اهـ". فتح القدیر (۳)۔

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ دونوں پیر اٹھانے کی مقدار ایک رکن کی ادائیگی تک پہونچ جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۵/۱/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۵/۱/۶۱ھ۔

---

(۱) (غنیةالمستملی شرح منیة المصلی، الخامس من الفرائض: السجدة، ص:۲۸۵، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) (الجوهرة النیرة علی مختصر القدوری، باب صفة الصلاة : ۱/۶۳، مکتبه امدادیه ملتان)

(۳) (فتح القدیر، باب صفة الصلاة : ۱/۳۰۵ ،مصطفی البابی الحلبی بمصر)

"(قوله : و منها السجود) ...... "و أما إذا رفع قدمیه فی السجود، فإنه مع رفع القدمین بالتلاعب أشبه منه بالتعظیم والإجلال .... (قوله: و قدمیه) ...... و أفاد أنه لو لم یضع شیئاً من القدمین، لم یصح السجود". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، بحث الرکوع والسجود : ۱/۴۴۷ ، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة، الفصل الأول فی فرائض الصلاة، و منها السجود: ۱/۷۰، رشیدیه)

سجدہ میں دونوں پیروں کا اٹھالینا

سوال[۳۰۵۹] : اگر سجدہ میں دونوں پیر زمین سے اٹھ جاویں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"و لو سجد و لم یضع قدمیه علی الأرض، لا یجوز اهـ". عالمگیری (۱). اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر دونوں پیر سجدہ میں زمین سے اٹھالئے تو سجدہ جائز نہیں اور جب سجدہ جائز نہ ہوا (جو کہ نماز کا فرض ورکن ہے) تو نماز بھی جائز نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

رفعِ قدمین

سوال[۳۰۶۰] : سجدہ کی حالت میں پاؤں کی انگلیاں زمین پر لگانا ضروری ہے یا نہیں اور اگر پاؤں اٹھ گئے تو نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سجدہ میں پیر کی کسی انگلی کا زمین سے لگا رہنا ضروری ہے اگر دونوں پیر اس طرح زمین سے اٹھے رہے کہ کسی انگلی کا کوئی حصہ بھی زمین سے لگا ہوا نہیں رہا اور تین تسبیح کی مقدار یہی کیفیت رہی تو نماز درست نہیں ہوگی، سجدہ سہو بھی اس کے لئے کافی نہیں:

"و منها السجود بجبهته وقدمیه، و وضع إصبع واحدة منهما شرط، اهـ". درمختار۔

"وأفاد أنه لو لم یضع شیئاً من القدمین، لم یصح السجود، اهـ". رد المحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة، الفصل الأول فی فرائض الصلاة: ۱/۷۰، رشیدیه)

(وأیضاً تقدم تخریجه تفصیلاً تحت عنوان: ''سجدہ میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھ جانا''۔)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة، بحث الرکوع والسجود: ۱/۴۴۷، سعید)

(وراجع أیضاً عنوان ''سجدہ میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھ جانا'')

سجدہ میں پیشانی اور ناک رکھنے کی جگہ کا موضع قدمین سے بلند ہونا

سوال[۳۰۶۱]: ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور حالتِ سجدہ میں اس کے ہاتھ اور ناک و پیشانی بلندی پر رہتے ہیں اور گھٹنے پستی میں رہتے ہیں اس صورت میں کیا قباحت ہے اور کتنی بلندی کس حکم میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پیشانی اور ناک قدم سے نصف ذراع سے کم بلندی پر ہو تو سجدہ ادا ہو جائے گا، اگر اس سے زیادہ بلندی پر ہو تو سجدہ ادا نہیں ہوگا اور سجدہ نہ ہونے کی صورت میں نماز بھی نہیں ہوگی:

"و من شروط صحة السجود عدم ارتفاع محل السجود عن موضع القدمين بأكثر من نصف ذراع ليتحقق صفة الساجد، والارتفاع القليل لا يضر، وإن زاد على نصف ذراع، لم يجز السجود: أى لم يقع معتمداً به، فإن فعل غيره معتبراً صحت، وإن انصرف من صلوته و لم يعده، بطلت، اهـ". مراقى الفلاح، ص: ١٢٦ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کا نماز میں جہراً قرأت کرنا کیا مفسد ہے؟

سوال [۳۰۶۲]: عورت اگر بالجہر نماز پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور اس طرح جس نے نماز پڑھی ہے ان نمازوں کو قضاء کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض فقہاء کے نزدیک عورت کی آواز عورت ہے، جہر سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے

---

(١) (مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، باب شروط الصلاة وأركانها، ص: ٢٣٢، قديمى)

"(و لو كان موضع سجوده أرفع من موضع القدمن بمقدار لِبنتين منصوبتين، جاز) سجوده (وإن أكثر لا)، إلا لزحمة كمامر. والمراد لِبنة بخارا: و هى رُبع ذراع عرض ستة أصابع، فمقدار ارتفاعهما نصف ذراع ثنتا عشرة أصبعاً، ذكره الحلبى". (الدر المختار، فصل فى بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها: ١/٥٠٣، سعيد)

(و كذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الأول فى فرائض الصلاة، و منها السجود: ١/٧٠، رشيديه)

احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ جہر سے نہ پڑھے، جو نمازیں جہر سے پڑھ چکی ہے ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۷/ ۹۰ھ۔

نماز میں تفسیر کے ساتھ قرأت کرنا

سوال[۳۰۶۳]: کسی شخص نے تفسیر کے ساتھ قرأت پڑھی ہے، نماز میں آیا اسکی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا بالدلیل۔فقط۔

المستفتی: احقر نور محمد میمنتگی، مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تفسیر قرآن نہیں، غیر قرآن کو قرآن کے ساتھ نماز میں پڑھنا مفسدِ صلوۃ ہے:"الصلوة يمنع فيها عن غير القرأة والذكر قطعاً، و ما كان قصة و لم تثبت قرانية، لم يكن قرأة و لا ذكراً، فيفسد" الخ ردالمحتار: ۱/ ۵۰۶ (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ محرم/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۳/ محرم/ ۵۹ھ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ محرم/ ۵۸ھ۔

---

(۱) "(قوله: و صوتها) معطوف على المستثنى: يعنى أنه ليس بعورة (قوله : على الراجح)، عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه. و في النهر: و هو الذى ينبغي اعتماده ، و مقابله ما في :النوازل نغمة المرأة عورة. .... قال في الفتح : و على هذا لو قيل: إذا جهرت بالقرأة في الصلاة، فسدت، كان متجهاً، ولهذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام لسهوه إلى التصفيق".

(ردالمحتار، باب شروط الصلاة : ۱/ ۴۰۶، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب شروط الصلاة : ۱/ ۱۸۳، امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۷۰، رشيديه)

(۲) (رد المحتار، مطلب في حكم القرأة بالشاذة : ۱/ ۴۸۵ ، سعيد)

"و لا يجوز بالتفسير إجماعاً، لأنه كلام الناس". (البحر الرائق ، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۳۶ رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة : ۱/ ۲۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

"سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کے بجائے "سمع اللّٰہ من حمدہ" کہنا

سوال[۳۰۶۴]: امام بجائے "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کے "سمع اللّٰہ من حمدہ" کہتا ہے، اس سے نماز میں کوئی خرابی تو نہ ہوگی؟

الجواب حامداً مصلیاً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن صحیح الفاظ ادا کرنے کی کوشش واہتمام لازم ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

لفظ "اللہ" کے شروع میں "مد"

سوال[۳۰۶۵]: ایک امام بجائے "اللّٰہ أکبر" کے "آللّٰہ أکبر" پڑھتا ہے، اس کو کہا گیا کہ تم صحیح پڑھا کرو تو وہ کہتا ہے کہ میں اپنے نزدیک بالکل "اللّٰہ أکبر" ہی پڑھتا ہوں، مگر تمہیں "آللّٰہ أکبر" معلوم ہوتا ہے، حالانکہ وہ کبھی "اللّٰہ أکبـــر" صحیح کہتا ہے اور کبھی غلط۔اب اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟ میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ رکھی ہے جیسا حکم ہو، کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام مذکور "اللّٰہ أکبر" میں اللہ کے شروع میں "الف" پر مد پڑھتا ہو اور اس کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے، اگر تکبیرِ تحریمہ میں ایسا کرتا ہے تو نماز کا شروع کرنا صحیح نہیں ہوا۔ اگر علم ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ اس سے معنی میں کیا خرابی ہے تو پھر قصداً ایسا کرنے سے کفر کا خوف ہے:

قال ابن نجیم: "لو مدّ ألف "اللّٰہ أکبر" لا یصیر شارعاً، خیف علیه الکفر إن کان

---

(۱) "ولو زاد کلمةً أو نقص کلمةً أو نقص حرفاً أو قدمه أو بدله بآخر .... لم تفسد ما لم یتغیر المعنی". (الدر المختار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۱/۶۳۲، ۶۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی مسائل زلة القاری: ۱/۷۹، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری: ۱/۱۰۶، امجد اکیڈمی لاهور)

قاصداً، اهـ". بحر، ص: ٣١٤(١)۔ "اعلم أن المد إن كان في "الله"، فأما في أوله أو أوسطه أو آخره، فإن كان في أوله لم يصر به شارعاً، وأفسد الصلوة لو في أثنائها، ولا كفر إن كان كاجاهلاً؛ لأنه جازم، وإلا كفر للشك في مضمون الجملة". شامي: ١/٥٠٠(٢)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قصداً ترکِ رکوع اور ترکِ قعدۂ اُولیٰ کا حکم

سوال[۳۰۶۶]: جوشخص عمداً امام کے ساتھ رکوع میں شامل نہ ہو اور قرأت میں مشغول رہا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور یہ مسئلہ متفقہ بین الائمہ الاربعہ ہے یا نہیں؟ فسادِ صلوۃ کی صورت میں اسی طرح اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں عمداً نہ بیٹھتے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

امام کے پیچھے قرأت کی اجازت نہیں، پھر اس میں مشغول رہنے کی وجہ سے رکوع میں شریک نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اگر رکوع ترک کر دیا، تو ترکِ فرض کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی (۳)، قعدہ اولیٰ واجب ہے، عمداً ترکِ واجب سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور اعادہ واجب ہوتا ہے:

---

(١) (البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ١/٥٤٨، رشيديه)

(٢) (رد المحتار، فصل في بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها: ١/٤٨٠، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثالث في كيفيتها: ١/٧٣، رشيديه)

(٣) "و في الولوالجية: الأصل في هذا أن المتروك ثلاثة أنواع: فرض و سنة وواجب، ففي الأول إن أمكنه التدارك بالقضاء يقضي، وإلا فسدت صلاته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة و ما لا يكره: ١/١٢٦، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع للكاساني، فصل في بيان المتروك سهواً: ١/٧٠١، دارالكتب العلمية بيروت)

"(سجدة السهو واجبة، إنه لا يجب إلا بترك الواجب) لا بترك الفرائض؛ لأن تركها لا ينجبر بسجود السهو، بل هو مفسد، إن لم يتدارك فيعاد". (غنية المستملي (الحلبي الكبير) مفسدات الصلاة، ص: ٤٥٥، سهيل اكيڈمی لاهور)

''و حکم الواجب استحقاق العذاب بترکه عمداً عدم إکفار جاحده، والثواب بفعله، و لزوم سجدة السهو لنقص الصلوة بترکه سهواً ، أوإعادتها بترکه عمداً، و سقوط الفرض ناقصاً إن لم یسجد و لم یعد''. مراقی الفلاح''(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

امام سے پہلے رکوع یا سجدہ

سوال[۳۰۶۷] : اگر کوئی امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں چلا جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن اگر اس رکوع وسجدہ میں امام بھی پہونچ گیا تو نماز درست ہوجائے گی، اگر اس مقتدی نے امام کے رکوع یا سجدہ میں پہونچنے سے پہلے سر اٹھالیا یعنی امام کے ساتھ رکوع وسجدہ میں شرکت بالکل نہیں کی تو اس کی نماز فاسد ہوگئی:

''ولو رکع قبل الإمام فلحقه إمامه فیه، صح رکوع و کره تحریماً، وإلا لا یجزیه، الخ''. در مختار علی رد المحتار: ۱/۴۸۸ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (مراقی الفلاح، فصل فی بیان واجب الصلوة، ص: ۲۴۶، قدیمی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة. الباب الثانی عشر فی سجود السهو : ۱/۱۲۶، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱/۱۶۱، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار، باب إدراک الفریضة: ۲/۶۱ ، سعید)

''عن محمد بن زیاد قال: سمعت أبا هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ''أما یخشی أحدکم'' أو ''ألا یخشی أحدکم إذا رفع رأسه قبل الإمام أن یجعل الله رأسه رأس حمار''، أو ''یحعل الله صورته صورة حمار'' أخرجه البخاری''. (إعلاء السنن، باب وجوب متابعة الإمام ، والنهی عن المسابقة: ۴/۲۹۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی)

(وکذا فی البحر الرائق، باب إدراک الفریضة: ۲/۱۳۶، رشیدیه)

سلام قبل الامام سے متعلق تذکرۃ الرشید اور تذکرۃ الخلیل کی عبارتوں میں تعارض

سوال[۳۰۶۸]: اگر مقتدی امام سے پہلے کلمہ "السلام علیکم ورحمة اللّٰہ "ختم کردے تو نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگی تو اس عبارت اور حاشیہ کا کیا مطلب ہے جو کہ تذکرۃ الرشید، ص:۱۷۹، میں لکھی ہوئی ہے۔عبارت یہ ہے:

''اس عنوان کو اس مسئلہ پر ختم کرتا ہوں جس کو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا اور کہا کہ سننے والے دوسروں کو پہونچاویں، عالم لوگ اس کی طرف سے غافل ہیں اور یہ غفلت ان کو بہت نقصان پہونچارہی ہے، وہ یہ کہ امام کے پہلے سلام ختم ہونے سے پہلے مقتدی سلام ختم کردے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی''۔

اور حاشیہ یہ ہے:

''مطلب یہ ہے کہ امام اکثر "السلام علیکم ورحمة اللّٰہ"کو ترتیل کے ساتھ پڑھتا اور سلام پھیرتا ہے، اور مقتدی اس کلمہ کو جلد ختم کر لیتے ہیں، پس اگر امام کی زبان سے لفظ"ورحمة اللّٰہ" ختم ہونے سے پہلے مقتدی نے یہ الفاظ تمام کئے تو چونکہ امام سے پہلے مقتدی نے نماز ختم کی، اس لئے مقتدی کی نماز جاتی رہی''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مقتدی نے امام کے لفظ "السلام "ختم کرنے کے بعد اپنا سلام شروع کیا ہے تو اس کی نماز درست ہوگئی اگر چہ "ورحمة اللّٰہ "امام سے پہلے ہی ختم کردیا ہو۔

"وتنقضی قدوة بالأول قبل "علیکم" علی المشهور عندنا، وعلیه الشافعیة". درمختار علی ہامش الشامیہ :۱/۴۳۸(۱)۔

تذکرۃ الرشید میں جو مسئلہ ہے اس کا حال بھی یہی ہے، وہاں صرف سلام مذکور ہے، نہ کہ "ورحمة

---

(۱) (الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۶۸، سعید)

اللہ"۔ محشی نے تذکرۃ الخلیل میں خود اس کے خلاف کہا ہے اور تذکرۃ الرشید کا حوالہ بھی اس کے حاشیہ میں دیا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۸۸ھ۔

قعدہ اخیرہ کے بعد ضرورۃً امام سے پہلے سلام پھیرنا

سوال[۳۰۶۹]: ایک صاحب کہتے ہیں کہ کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو اور قعدۂ اخیرہ التحیات کے بعد اس کو سخت عارضہ پیش آجائے، مثلاً ہوا خارج ہونے والی ہو یا قضائے حاجت کی ضرورت پیش آجائے تو ایسا شخص خود سلام پھیر کر نماز پوری کرلے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

---

(۱) تذکرۃ الخلیل یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ اس طرح ہے: ''ایک دن عصر کی نماز سے فراغت کے بعد حضرت حرم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ شویل صاحب نے اس شامی حاجی کو کشاں کشاں لاکر حضرت کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا کہ اس نے دوسرا سلام امام سے پہلے پھیر دیا، جب اس کو منع کیا تو اس نے کہا میں نے تو حضرت کو ایسا کرتے دیکھا ہے، کیا آپ ایسا کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: ہاں ایسا کر سکتے ہیں''۔

حاشیہ میں ہے: ''تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص: ۷۹، میں یہ مسئلہ غلط لکھا گیا، صحیح یہ ہے کہ جو یہاں مذکور ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی (عاشق الٰہی)''۔ (تذکرۃ الخلیل، ص: ۳۰۲، مکتبۃ الشیخ، کراچی)

(۲) واضح رہے کہ بغیر عذر امام کے سلام سے پہلے مقتدی کا سلام پھیرنا مکروہ ہے لیکن عذر کے ساتھ ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے جیسا کہ شامی میں ہے: "ولو أتمه قبل إمامه فتکلم، جاز و کره". (ردالمحتار)

"(قوله : ولو أتمه): أی لو أتم المؤتم التشهد بأن أسرع فيه، وفرغ منه قبل إتمام إمامه، فأتی بما يخرجه من الصلوة کسلام أو کلام أو قيامٍ، جاز .... وإنما کره للمؤتم ذلک لترکه متابعة الإمام بلاعذر، فلو به (أی بعذرٍ) کخوف حدث أو خروج وقت جمعة أو مرور مارّ بين يديه، فلا کراهة".

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوة، آداب الصلوة: ۱/۵۲۵، سعيد)

سلام قبل الامام

سوال[۳۰۷۰]: ایک مقتدی مدرک نے امام کے سلام سے قبل سلام پھیر دیا خواہ سہواً یا عمداً تو اس شخص کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر سہواً امام سے پہلے سلام پھیر دیا، پھر یاد آ گیا تو ٹھہرا رہے اور امام کی اتباع میں دوبارہ سلام پھیر دے بشرطیکہ کوئی اَور قول یا فعل منافیٔ صلوۃ نہ کیا ہو، ورنہ اس کے ذمہ نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔ اگر عمداً امام سے پہلے سلام پھیر کر نماز سے خارج ہو گیا تو دوبارہ پڑھے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۲۱ھ۔

امام کی تبعیت کا ایک مسئلہ

سوال[۳۰۷۱]: اگر ہر دو سلام یا سلامِ سجدۂ سہو شروع امام کے ساتھ یا بعد میں کرے مگر ختم پہلے کرے تو نماز ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے:"وتنقضی قدوة بالأول قبل علیکم". الدر المختار علی

---

(۱) "عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: صلی بنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ذات یوم، فلما قضی الصلاة، أقبل علینا بوجهه، فقال: "أیها الناس! إنی إمامکم فلا تسبقونی بالرکوع و لا بالسجود و لا بالقیام و لا بالإنصراف، فإنی أراکم أمامی و من خلفی". الخ. (الصحیح لمسلم، باب تحریم سبق الإمام برکوع أو سجود ونحوهما: ۱/۱۸۰، قدیمی)

"(قوله: و لوأتمه): أی لو أتم المؤتم التشهد، بأن أسرع فیه و فرغ منه قبل إتمام إمامه، فأتی بما یخرجه من الصلاة کسلام أو کلام أو قیام، جاز: أی صحت صلاته لحصوله بعد تمام الأرکان .... و إنما کره للمؤتم ذلک لترکه متابعة الإمام بلا عذر، فلو به ...... فلا کراهة". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۵، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الرابع، باب صفة الصلاة: ۱/۷۱، رشیدیه)

ھامش ردالمحتار: ۱/۴۳٦(۱)، بموجبِ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ص:۱۴۴(۲)۔حضرت والا کا فتویٰ یہ ہے کہ داہنی طرف ختم نماز کا سلام پھیرتے وقت اگر مقتدی ''السلام'' کی ''میم'' امام کی ''میم'' سے پہلے ادا کردے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ان دونوں فتوؤں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس فتویٰ پر درمختار کی عبارت منقولہ کا حاصل بھی وہی ہے جو احقر نے لکھا ہے(۳) ''الأول'' سے مراد پہلا سلام جو داہنی طرف ہوتا ہے ''قبل علیکم'' سے مراد ''السلام علیکم'' کا ''میم''۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴٦۸، سعید)

(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، باب مکروھات نماز: ۴/۱۴۴، امدادیہ، ملتان)

(۳) (انظر عنوان: ''امام کے تکبیرات اور سلام سے پہلے مقتدی کا تکبیر وسلام کہنا''۔)

تنبیہ: فقہی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے پہلے سلام پھیردے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ کے فتویٰ میں جو منقول ہے کہ نماز فاسد ہوجاتی ہے وہ احتیاط پر محمول ہے دیکھئے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۷۳)۔جب کہ ''خیر الفتاویٰ'' اور ''تذکرۃ الرشید'' اور ''فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' میں مذکورہ مسئلہ میں فسادِ نماز کے بارے میں جواب دیا ہے۔

''مسئلہ یہ ہے کہ اگر مقتدی آخری قعدہ بقدرِ تشہد بیٹھنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھیر کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی، البتہ بلاعذر ایسا کرنا مکروہ ہے، عذر کی وجہ سے ہو تو کراہت بھی نہیں''۔(خیر الفتاویٰ: ۲/۳۴۲)

''لو أتم المؤتم التشهد بأن أسرع فيه، وفرغ منه قبل إتمام إمامه، فأتى بما يخرجه من الصلاة كسلام وكلام أو قيام جاز أي صحت صلاته لحصوله بعد تمام الأركان .... وإنما كره المؤتم ذلك لتركه متابعة الإمام بلا عذر، فلوبه .... فلا كراهة''. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۵، سعید)

اس جزئیہ سے ظاہر ہے کہ انقطاعِ قدوہ کا اس مسئلے کے ساتھ ایسا کوئی تعلق نہیں ہے خواہ یہ انقطاع پہلے سلام سے ہوجاتا ہو یا دوسرے سلام سے .... اور متابعتِ امام میں مقارنت یا تعاقب کے ساتھ بھی اس مسئلے کا تعلق نہیں، امام سے پہلے ''السلام علیکم'' کہہ دیا تو بھی نماز ہوجاتی ہے، البتہ ''تذکرۃ الرشید'' کے مسئلہ کے بارے میں ایک خیال یہ رہا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے درحقیقت ابتدائے نماز کا مسئلہ بتایا ہوگا، سامع کو التباس ہوا، اس نے اسے آخرِ نماز کا مسئلہ سمجھا''۔

مقتدی سے فرض کہہ کر سنت پڑھنا

سوال[۳۰۷۲]: زید ہمیشہ عصر سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے کا عادی تھا، ایک روز اس کا دوست بکر آگیا اور کہا چلو! دونوں آدمی چل کر جماعت سے فرض پڑھ لیں، آج سنت نہ پڑھو تو کیا حرج ہے۔ اس پر زید نے کہا کہ میں ہمیشہ سنت پڑھتا آیا ہوں بغیر سنت کے فرض نہ پڑھوں گا۔ اس پر دونوں بہت دیر تک بحث کرتے رہے، آخر میں زید نے بکر کے شر سے بچنے کیلئے سنت کی نیت کر کے کہا کہ اچھا چلو! میں فرض ادا کرتا ہوں، یہ کہہ کر سنت کی نیت باندھ لی اور بکر مقتدی بن گیا۔ سلام پھیرنے کے بعد زید نے کہا میاں ہم نے تو سنت پڑھی ہے اب پھر سے دونوں فرض پڑھیں گے، بکر نے کہا کہ میرا سارا گناہ تمہارے سر ہے، اب میں دوبارہ نہ ادا کروں گا مجھے تم نے کیوں دھوکا دیا، تم نے سنت کی نیت کر کے فرض بتائی، میں نے فرض کی نیت باندھ لی، میری نماز ہوگئی، تم جانو تمہارا کام جانے۔ ایسی صورت میں بکر کی نماز ہوئی یا نہیں؟ جب کہ زید نے سنت کی نماز ادا کی تھی۔ زید بہت نادم ہے کہ اب عذابِ الٰہی سے بچنے کا کیا ذریعہ ہے کیونکہ اس کا سارا گناہ مجھ پر ہوا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

بکر کا زید کو سنت سے روکنا شرعاً مذموم ہے(۱)، پھر زید کا بکر کو دھوکہ دے کر فرض بتا کر سنت پڑھنا بھی شرعاً مذموم ہے(۲)، لیکن جب بکر کو معلوم ہوگیا کہ زید نے سنت پڑھی ہے تو بکر کو فرض پھر ادا کرنا چاہئے(۳)،

---

(۱)قال الله عزوجل: ﴿الذين يستحبون الحيوة الدنيا على الآخرة، ويصدون عن سبيل الله، ويبغونها عوجًا، أولئك في ضلالٍ بعيدٍ﴾. (إبراهيم:۳)

(۲)"عن أبي هريرة –رضي الله عنه– أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا: ۱/۷۰، قديمي)

(۳) "لأن الاقتداء بناء ووصف الفرضية معدوم في حق الإمام في الأولىٰ وهو مشاركة وموافقة، فلابد من اتحاد، وهو معدوم في الثانية.........اهـ". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۳۱، رشيديه)

"لأن اتحاد الصلوتين شرط عندنا". الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/۵۷۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الإمامة: ۱/۳۶، بيروت، دار الكتب العلمية)

بکر فرض ادا نہیں کرے گا تو بکر کے ذمہ فرض باقی رہے گا اور بکر گنہگار ہوگا (۱) لیکن اگر بکر کے نزدیک زید جھوٹا ہے اور اس نے فرض پڑھ کر یہ کہا ہے کہ میں نے سنت پڑھی ہے تو بکر کے ذمہ فرض کو دوبارہ پڑھنا لازم نہیں اس کی نماز درست ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

جماعت شروع ہونے پر مسجد میں اندر سونے والا کیا کرے؟

سوال [۳۰۷۳]: کوئی شخص مسجد میں سوگیا ہے اور معلوم کسی کو نہیں اور باہر جماعت ہورہی ہے اور جگہ خالی نہیں کہ کسی طرف کو نکل جائے تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر نمازیوں کے درمیان کو نکلتا ہے اس طرح پر کہ کسی کی نماز قبلہ کی طرف سے سینہ پھر جانے کی وجہ سے فاسد نہ کرے تو نکل آئے ورنہ وہیں بیٹھا رہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: أوصاني خليلي أن لاتشرك بالله شيئًا، وإن قطعت وحرقت، ولاتترك الصلاة مكتوبةً متعمدًا، فمن تركها متعمدًا، فقد برئت منه الذمة". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلاة، الفصل الثالث، ص: ۵۷، قديمی)

(۲) "وتحويل صدره عن القبلة بغيرعذر". (الدرالمختار). "(بغير عذر) قال في البحر في باب شروط الصلاة: والحاصل أن المذهب أنه إذا حول صدره، فسدت". الخ. (ردالمحتار، باب مايفسد الصلوة ويكره فيها اهـ: ۱/ ۶۲۶، ۶۲۷، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة باب شروط الصلاة: ۱/ ۶۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، الفصل السابع فيمايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/ ۱۰۳، رشيديه)

الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ

(مکروہاتِ نماز کا بیان)

کیا نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے

سوال[۳۰۷۴]: کیا نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس نماز میں واجبِ نماز ترک ہوگیا ہو وہ واجب الاعادہ ہے، مگر یہ اعادہ وقت باقی رہنے تک ہے؛ وقت ختم ہونے پر وجوب ساقط ہوجاتا ہے، اس وقت استغفار کے ذریعہ مکافات کی جائے (۱)۔

کل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها

سوال[۳۰۷۵]: "کل صلوة أديت مع كراهة التحريم، وجبت إعادتها" یہ قاعدہ اپنے عموم کے اعتبار سے صحیح ہے، امداد الفتاویٰ میں اس کی عمومیت پر انکار کیا ہے اور شامی کا حوالہ دیا ہے، اس میں مکمل بیان فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! اس میں اتنی عمومیت نہیں جتنا الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے، شامی :۱/ ۳۰۷، ۴۸۶، میں تفصیل

---

(۱) "فالحاصل أن من ترک واجباً من واجباتها أو ارتكب مكروهاً تحريمياً لزمه وجوباً أن يعيد في الوقت، فإن خرج أثم، ولايجب جبر النقصان، فلو فعل فهو أفضل". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت ۶۴/۲، سعيد)

"كل صلاة أديت مع كراهة التحريم، تعاد: أي وجوباً في الوقت، و أما بعده فندباً". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۰، قديمي)

(و كذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت، ص: ۱۴۲/۲)

(وأيضاً راجع المسئلة الآتية)

مذکور ہے، وہ ملاحظہ کرلیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، نائب مفتی دار العلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۸۷ھ۔

---

(۱) قال العلامة الشامي: "(قوله: وكذا كل صلاة أديت الخ) بقي هنا شيء، و هو أن صلاة الجماعة واجبة على الراجح، أو سنة مؤكدة في حكم الواجب، كما في البحر، و صرحوا بفسق تاركها و تعزيره، و أنه يأثم. و مقتضى هذا أنه لو صلى مفرداً يؤمر بإعادتها بالجماعة، و هو مخالف لما صرحوا به في باب إدراك الفريضة أنه لو صلى ثلاث ركعات من الظهر، ثم أقيمت الجماعة، يتمّ و يقتدي متطوعاً، فإنه كالصريح في أنه ليس له إعادة الظهر بالجماعة مع أن صلاته منفرداً مكروهة تحريماً أو قريبة من التحريم، فيخالف تلك القاعدة، إلا أن يدعى تخصيصها بأن مرادهم بالواجب والسنة التي تُعاد بتركه ما كان من ماهية الصلوة و أجزائها، فلا يشمل الجماعة؛ لأنها وصف لها خارج عن ماهيتها .... و يؤيده أيضاً أنهم قالوا: الترتيب في سُوَر القرآن واجب، فلو قرأ منكوساً، أثم لكن لا يلزمه سجود السهو؛ لأن ذلك من واجبات القرأة، لا من واجبات الصلاة، كما ذكره في البحر في باب السجود، لكن قولهم: "كل صلوة أديت مع كراهة التحريم" يشمل ترك الواجب وغيره". (رد المحتار، مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، سعيد)

"(قوله: أي وجوباً في الوقت الخ) .... فالحاصل أن من ترك واجباً من واجباتها أو ارتكب مكروهاً تحريماً لزمه وجوباً أن يعيد في الوقت، فإن خرج، أثم، و لا يجب جبر النقصان بعده، فلو فعل أفضل".

أقول: ما في القنية مبنيٌّ على الاختلاف في أن الإعادة واجبة، و قد منا عن شرح أصول البزدوي التصريح بأنها إذا كانت لخلل غير الفساد، لا تكون واجبةً، و عن الميزان التصريح بوجوبها، و قال: في المعراج: و في جامع التمرتاشي: لو صلى في ثوب فيه صورة يكره و تجب الإعادة، قال أبواليسر: هذا هو الحكم في كل صلوة أديت مع الكراهة.

و في المبسوط على الأولوية والاستحباب، فإنه ذكر أن القومة غير ركن عندهما فتركهما لا يفسد، والأولى الإعادة .... و هل تكون الإعادة واجبةً؟ فصرح غير واحد من شراح أصول فخر الإسلام بأنها ليست بواجبة الخ". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۴، سعيد)

کیا طاعاتِ مکروہہ کا بھی ثواب ہے؟

سوال[۳۰۷۶]: حدیث:۱...... "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: كان رسول الله إذا سلم، لم يقعد إلا مقدار مايقول: "أللهم أنت السلام و منك السلام تباركت يا ذالجلال والإكرام". رواه مسلم(۱)۔

حدیث:۲...... "وعن المغيرة بن شعبة رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كان يقول فی كل دبر صلوة مكتوبة: "لا إله إلاالله وحده لا شريك له الخ". متفق عليه"(۲)۔

حدیث:۱، میں سلام پھیرتے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف دعا، "اللهم أنت السلام الخ" تک پڑھتے اور حدیث:۲، میں بتایا گیا ہے کہ ہر نماز کے بعد یعنی ہر فرض نماز کے بعد فلاں وظیفہ پڑھتے۔ اور حدیث:۱، بھی مطلق ہے اور حدیث:۲ بھی۔ اور دونوں مسلم شریف کی حدیثیں ہیں اور دونوں میں اختلاف ہے ایک میں وظیفہ کرنے کا اور ایک میں نہ کرنے کا علماء نے اس اختلاف کو اس طرح دور کیا ہے کہ جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد سنتیں پہلے ادا کرنی چاہیئے، ان کے درمیان وظیفہ کرتے ہوئے بیٹھنا اور سنتوں کی تاخیر کرنا مکروہ ہے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے فرض نمازوں کے بعد وظیفہ اَورادِ مسنونہ پڑھنا مستحب ہے۔

چنانچہ درمختار میں جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان فرض نمازوں کے بعد وظیفہ کرتے ہوئے بیٹھنا اور سنتوں کی تاخیر کرنا مکروہ لکھا ہے، لیکن حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قلیل وظیفہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لکھا ہے، حلبی نے ان دونوں کے اختلاف کو دور کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد لی جائے تو دونوں کا اختلاف دور ہو سکتا ہے(۳) اور جناب والا کا ارشاد ہے کہ مکروہ تنزیہی میں ثواب ہے(۴)، حالانکہ درمختار میں

---

(۱) (الصحيح للإمام مسلم، باب استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمی)

(۲) (صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلاة: ۱/۱۱۷، قديمی)

(والصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب الذكر بعد الصلاة: ۱/۲۱۸، قديمی)

(۳) "و يكره تأخير السنة إلا بقدر" أللهم أنت السلام الخ". قال الحلوانی: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبی: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف. قلت: و فی حفظی حمله على القليلة". (الدرالمختار، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۰، سعيد)

(۴) "و عندی أن قول الحلوانی: لا بأس، لا يعارض القولين؛ لأن المشهور فی هذه العبارة كونه خلاف =

کتاب الحج والامامۃ میں لکھا ہے کہ مکروہ تنزیہی کے چھوڑنے میں ثواب ہے، کرنے میں ثواب نہیں اور مستحب کے کرنے میں ثواب ہے چھوڑنے میں ثواب نہیں (۱) اس ناچیز کو سمجھادیں کہ مکروہ تنزیہی میں ثواب ہونے کی کون سی دلیل ہے تاکہ میں رجوع کرسکوں؟ کبیری شرح منیۃ المصلی مطبوعہ محمدی کے صفحہ:۳۳۱ میں ہے:

"فإن كان بعدها: أى المكتوبة تطوع، يقوم إلى التطوع بلا فصل إلا مقدار مايقول: أللهم أنت السلام الخ. و يكره تأخير السنة عن حال أداء الفريصة بأكثر من نحو ذالك القدر"(۲)۔

اسی صفحہ میں ہے: "وأما ماروى من الأحاديث فى الأ ذكار عقيب الصلوة، فلا دلالة فيها على الإتيان بها عقيب الفرض قبل السنة، بل تحمل على الإتيان بها بعد السنة، و لا يخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعد ها وعقيبها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملا تها، فلم تكن أجنبيةً منها، فما يفعل بعدها، يطلق عليه أنه فعل بعد الفريضة وعقيبها، والله أعلم بالصواب"(۳)۔

= أولىٰ، فكان معناها أن الأولى أن لا يقرأ قبل السنة، و لو فعل لا بأس ، فأفاد عدم سقوط السنة بذلك .... و لذا قالوا: لو تكلم بعد الفرض، لا تسقط، لكن ثوابها أقل، فلا أقل من كون قراءة الأوراد، لا تسقطها، و تبعه على ذلك تلميذه فى الحلية ، و قال : فتحمل الكراهة فى قول البقالى على التنزيهية، لعدم دليل التحريمية، حتى لو صلاها بعد الأوراد، تقع سنةً مؤداةً". (الدر المختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلاة "فصل " : ۱/ ۵۳۰، سعيد)

(۱) "(قوله: و يسمى مندوباً و أدباً) قال فى الإمداد: و حكمه الثواب على الفعل و عدم اللوم على الترك ". (ردالمحتار، مطلب: لا فرق بين المندوب والمستحب والنفل والتطوع : ۱/ ۱۲۳، سعيد)

"(لا يكره) تنزيهاً (إمامة عبد) و لو معتقاً". (الدرالمختار) . "قوله: و يكره ينزيهاً) و يكره الاقتداء بهم تنزيهاً، فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل ،وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد". (ردالمختار، باب الإمامة : ۱/ ۵۵۹، سعيد)

"(قوله: و مكروهة) و على المكروه تنزيهاً، و هو ما كان تركه أولى من فعله". (ردالمحتار، مطلب فى تعريف المكروه الخ : ۱/ ۱۳۱، سعيد)

(۲) (غنية المستملى فى شرح منية المصلى (الحلبى الكبير): ۳۴۱، ۳۴۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۳) (غنية المستملى، ص: ۳۴۲، سهيل اكيڈمى، لاهور)

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی طاعات وقربت کواگر خارج سے کوئی کراہت لاحق ہوجائے تواس سے وہ طاعت وقربت باطل اورلغونہیں ہوتی، اس کا اجروثواب ملتا ہے مثلاً دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے طویل کردیا جائے تواس میں ایک کراہت ہے لیکن جتنی مقدارقرأة طویل کی گئی ہے وہ بھی اجروثواب سے خالی نہیں (۱) طاعت میں بے شمار مثالیں اس کی ملیں گی، تاہم اس طویل کرنے کوقابلِ ترک ہی کہا جائے گا، لہٰذا درمختار وغیرہ کا قولِ صحیح ہے کہ مکروہ کوترک کرنے کا بھی حکم ہے اورجن طاعت وقربت کے ساتھ یہ مکروہ لاحق ہوگیا اس لحوق کی وجہ سے وہ طاعت و قربت بھی باطل نہیں ہوتی، یہ مطلب نہیں ہے کہ مکروہ کا قصداً ارتکاب کیا جائے، معارف السنن، شرح ترمذی میں بھی اس میں مبسوط بحث موجود ہے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودعفااللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "(قوله: واعتبر الحلبی فحش الطول) .... والذی تحصل من مجموع كلامه و كلام القنية أن إطلاق كراهة إطالة الثانية بثلاث آيات مقيد بالسور القصيرة المتقاربة الآيات لظهور الإطالة حينئذ فيها، أما السورة الطويلة أو القصيرة المتقاربة، فلا يعتبر العدد فيها، بل يعتبر ظهور الإطالة من حيث الكلمات، وإن اتحدت آيات السورتين عدداً. هذا ما فهمته، والله تعالىٰ أعلم". (ردالمحتار، فصل في تاليف الصلاة إلى انتهائها : ۱/۵۴۳، سعيد)

"وفي النهر عن المحيط : "صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة". (الدرالمختار).

"(قوله: نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الانفراد، لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع". (ردالمحتار، باب الإمامة : ۱/۵۶۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الإمامة، ص: ۵۱۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "قال الشيخ: والذی تحقق عندی أنه فيه تفصيلٌ: فلو صام رجل في الأيام الخمسة المنهی عنها (يومی العيد وأيام التشريق) فلا يثاب أصلاً، و لو صام صوماً ارتكب فيه كراهةً غير كراهة التحريم أحرز شيئاً من الثواب، و كذا لو صلى صلاةً ارتكب فيها كراهةً يحرز شيئاً من الثواب، و قد دلّ كثيرٌ من مسائل الإمام أبی حنيفة على أنه يثاب شيئاً في مثله الخ". (معارف السن، باب ما جاء في وصف الصلاة: ۱۳۶/۳، المكتبة البنورية كراچی)

نماز میں کہنی سے آستین اتارنا

سوال[۳۰۷۷]: اگر بحالتِ نماز آستین کہنی سے نیچے کردی جائے تو درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

آستین کہنی سے اتار کر اطمینان سے نماز میں شرکت کی جائے، اگر آستین کہنی تک چڑھی رہے تو نماز مکروہ ہوگی، اگر اسی طرح نماز میں شرکت کرلی تو آہستہ ہلکی حرکت سے آستین اتارلے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۶/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۸۷/۶/۱۸ھ۔

کہنی تک آستین چڑھا کر نماز

سوال[۳۰۷۸]: کہنی کھلی ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، فتاوی سراجیہ، ص: ۱۱(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(قوله: كمشمّر كمّ أو ذيلٍ) .... قال في القنية : واختلف فيمن صلى و قد شمّر كميه لعمل كان يعمله قبل الصلاة أو هيئته ذلك، اهـ ومثله ما لو شمّر للوضوء ثم عجل لإدراك الركعة مع الإمام وإذا دخل في الصلاة كذلك، و قلنا بالكراهة، فهل الأفضل إرخاء كميه فيها بعمل قليل أو تركهما؟ والأظهر الأول بدليل قوله الآتي: و لو سقطت قلنسوة فإعادتها أفضل، تأمل، هذا. و قيد الكراهة في الخلاصة والمنية بأن يكون رافعاً كميه إلى المرفقين، و ظاهره أنه لا يكره إلى ما دونها". (ردالمحتار، مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية : ۱/۶۴۰ سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۲/۴۲، رشيديه)

(وكذا في غنية المستملي في شرح منية المصلي لإبراهيم الحلبي، ص: ۳۵۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (الفتاوی السراجية، ص: ۱۱، سعيد)

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال : "أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم، و لا أكف شعراً و لاثوباً". رواه البخاری". (إعلاء السنن، باب النهی عن كف=

آستین چڑھا کر نماز پڑھنا

سوال[۳۰۷۹] : ۱......کیا قمیص کی آستین چڑھی ہوئی ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ اگر کہنیاں ڈھکی ہوئی ہوں؟

بٹن کھلے رہنے سے نماز کا حکم

سوال[۳۰۸۰] : ۲......کیا قمیص کے کفوں کے بٹن کھلے رہنے سے اور گلے کے بٹن کھلے رہنے سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱،۲...... ہر وہ وضع جس کو اختیار کر کے کسی معزز مجلس میں نہ جاسکتا ہو، نماز کی حالت میں مکروہ ہے بشرطیکہ اس کا سنت سے ثبوت نہ ہو، پس چونکہ آستین چڑھا کر اکابر کے سامنے جانے سے حجاب ہوتا ہے تو نماز ایسی حالت میں مکروہ ہے۔ اورآدابِ نماز کا تقاضہ یہ ہے کہ آستین اتار کر وقار اور تہذیب کے ساتھ نماز پڑھے اور کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا بہرحال مکروہ ہے، کذافی قاضیخان(۱) اور گلے کے بٹن کھلے رہنے سے نماز مکروہ نہیں، کیونکہ اس کا ثبوت سنت سے ہے(۲) اور کفوں کے بٹن کا وہ حکم ہے جو کہ آستین چڑھانے کا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

آستین چڑھا کر نماز پڑھنا

سوال[۳۰۸۱] : کسی شخص کی آستین لمبی ہے ان کو موڑ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

= الشعر والثوب :۹۲/۵، إدارة القرآن کراچی)

(وأیضاً راجع للتخریج المسئلة الماضیة آنفاً)

(۱) "ولو صلی رافعاً کمیه إلی المرفقین، کره". (فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة، فصل فیما یفسد الصلاة : ۱۳۵/۱، رشیدیه)

(۲) (راجع، ص: ۶۵۵، رقم الحاشیة : ۱، ۲، ۳، ۴)

الجواب حامداً ومصلیاً:

گٹے تک موڑے تو ٹھیک ہے(۱)۔فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نیم آستین کپڑے پہن کر نماز پڑھنا

سوال[۳۰۸۲]: به نیمه آستین نماز گذاردن چه حکم دارد؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

هر لباسیکه آنرا پو شیده در جلسۂ معززه شرعیه نتواند رفت، آنرا پو شیده نماز گزاردن مکروه است، کما صرح به فی کتب الفقه: "الاستفسار: صلی رافعاً کمَّیْ قمیصه إلی المرفقین هل تجوز الصلوة؟ الاستبشار: نعم! لکن یکره، کذافی فتاویٰ قاضی خان، الخ". نفع الفتی و السائل، ص: ۸۵(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/ ۵۶ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم، ولا أکف شعراً ولا ثوباً". (إعلاء السنن، باب النهی عن کف الشعر والثوب: ۹۲/۵، إدارة القرآن)

"ولو صلی رافعا کمیه إلی المرفقین کره". (فتاویٰ قاضی خان، فصل فیما یفسد الصلاة: ۱۳۵/۱، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، مطلب فی الکراهیة التحریمیة والتنزیهیة: ۶۴۰/۱، سعید)

(۲) لم أجد هذه العبارة فی نفع المفتی والسائل فی النسخة بالعربیة، ولکن قد وجدتها فی النسخة بالأردیة، ص: ۲۳۱، سعید)

"ولو صلی رافعاً کمیه إلی المرفقین کره". (فتاوی قاضی خان، فصل فیما یفسد الصلاة: ۱۳۵/۱، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، مطلب فی الکراهیة التحریمیة والتنزیهیة: ۶۴۰/۱، سعید)

نیم آستین کرتہ، ٹخنوں سے نیچا پائجامہ سے نماز

سوال[۳۰۸۳]: نیم آستین کا کرتہ یا بنڈی یا ٹخنہ سے پائجامہ (جیسا فی زمانہ رواج ہوگیا ہے) پہنکر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/صفر/۵۸ھ۔

نصف آستین کی قمیص سے نماز پڑھنا

سوال[۳۰۸۴]: نصف آستین کی قمیص سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نصف آستین کی قمیص پہننا منقول نہیں ہے، ایسی قمیص خلاف سنت ہے اس کو پہن کر نماز پڑھنا بھی خلاف سنت ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۳/۸۹ھ۔

نماز میں گریبان کھلا رکھنا

سوال[۳۰۸۵]: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہتا تھا یا نہیں؟ اگر کسی

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "ما أسفل من الكعبين من الإزار فی النار". (صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبين ففی النار: ۲/۸۶۱، قديمی)

"ولو صلی رافعاً كميه إلی المرفقين كره". (فتاوی قاضی خان، فصل فيما يفسد الصلاة: ۱/۱۳۵، رشيديه)

(وكذا فی رد المحتار مطلب فی الكراهية التحريمية والتنزيهية: ۱/۶۴۰، سعيد)

(۲) (مر تخريجه تحت عنوان: "کہنی تک آستین چڑھا کر نماز"۔)

کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہے تو اس کی وجہ سے نماز میں کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کبھی کھلا رکھنا بھی ثابت ہے اور بعض صحابہ نے اس کو دیکھ کر ایسا پسند کیا کہ ہمیشہ کھلا ہی رکھا: "عن معاوية بن قرة عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه قال: أتيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى رهط من مزينة لنبايعه: وإن قميصه لمطلق أو قال: زرّ قميصه مطلق، الخ". شمائل، ص: ۳۸ (۱)۔ قال عروة: فما رأيت معاوية رضى الله تعالىٰ عنه ولا ابنه قط إلا مطلق إزرارهما فى شتاء ولاحر، و لا يزر ران إزرارهما أبداً". أبو داؤد شريف (۲)۔

"قوله: "فما رأيت معاوية الخ". و هذا وإن كان اختياراً لما هو خلاف الأولى خصوصاً فى الصلوات، لكنهما أحبا أن يكون على ما رأيا النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وإن كان إطلاق إزراره إذ ذاك لمعارض، و لم يكن هذا من عامة أحواله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و ذلك لما فيه من قلة المبالاة بأمر الصلوة، إلا أن الكراهة لعلها لا تبقى فى حق معاوية وابنه، لكون الباعث لهما حُبَّ النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واتباعه فيما رأياه من الكيفية، الخ". بذل المجهود: ۵/۵۲ (۳)۔

اس حالت میں نماز کا حکم بھی عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوگیا (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ رجب/ ۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ رجب/ ۷۰ھ۔

کھلے گریبان سے نماز

سوال [۳۰۸۲]: بحالتِ نماز اگر گریبان کھلا رہے تو صحتِ نماز کے لئے کیا مانع ہے؟ کتنا کھلا رہنے

---

(۱) (شمائل الترمذى، باب ما جاء فى لباس رسول الله، ص: ۵، سعيد)

(۲) (سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى حل الإزرار: ۲/۵۶۴، دار الحديث ملتان)

(۳) (بذل المجهود، كتاب اللباس، باب فى حل الإزرار: ۵/۵۲، معهد الخليل الإسلامى كراچى)

(۴) (راجع، ص: ۲۵۶، رقم الحاشية: ۱)

سے نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

بٹن کھلے چھوڑ کر نماز پڑھنا

سوال [۳۰۸۷]: گریبان کے بٹن بلا عذر کھول کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور آستین کے بٹن کھلے رہنے سے نماز میں کیا خرابی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گریبان کے بٹن کھلے رہ جائیں یا لگائے جائیں دونوں طرح نماز درست ہے (۲)، یہ سمجھنا غلط ہے کہ بٹن کھول کر ہی نماز پڑھی جائے۔ یہی حکم آستین کے بٹن کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱ھ۔

عضو کا چوتھائی حصہ کھلا رہنے سے نماز کا حکم

سوال [۳۰۸۸]: زید بیان کرتا ہے کہ نماز میں کسی عضو کا چوتھائی حصہ کھلا رہنے سے نماز مکروہ ہو جاتی

---

(۱) "أولم یزرّ إزراره، فهو مسيئ؛ لأنه یشبه السدل". (رد المحتار، مطلب فی کراهة التحریمیة والتنزیهیة: ۱/۶۴۰ سعید)

"ذکر ابن الشجاع فیمن صلی محلول الإزرار، و لیس علیه إزار: أنه إن کان بحیث لو نظر رأی عورة نفسه من زیقه، لم تجز صلاته، وإن کان بحیث لو نظر لم یر عورته، جازت". (بدائع الصنائع، فصل فیما یستحب ویکره فیها: ۲/۸۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) "عن معاویة بن قرة عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنه قال: أتیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی رهط من مزینة لنبایعه، وإن قمیصه لمطلق، أو قال: زرّ قمیصه مطلق". (شمائل الترمذی، باب ما جاء فی لباس رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۵ سعید)

(وراجع أیضاً عنوان: "گریبان کھلا رکھنا"۔)

ہے علاوہ ستر کے۔ یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

زید سے اس کی دلیل دریافت کیجئے اور ہاتھ پیر و منہ کا چوتھائی حصہ کھلا رہنے سے بھی نماز مکروہ ہوتی ہے(۱)؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

نماز میں ٹوپی عمامہ سے کھلی رہنے کا حکم

سوال[۳۰۸۹]: امام صاحب پنج وقتہ نماز پڑھاتے ہیں اور سر پر دو پلی ٹوپی اوڑھتے ہیں اور ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں لیکن عمامہ سے ٹوپی سر پر کھلی رہتی ہے جس پر بعض نمازیوں کو اعتراض ہے اور کہتے ہیں کہ عمامہ سے ٹوپی کھلے رہنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ بعض مقتدی حضرت امام صاحب سے متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹوپی کھلی رہنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ براہ کرم اس مسئلہ کو صاف کر دیں کہ کون حق پر ہے۔

---

(۱) جن اعضاء کا ڈھانپنا فرض ہے، ان میں سے کوئی عضو نماز کے اندر چوتھائی یا زیادہ کھل گیا اور رکن کی مقدار رہا تو نماز فاسد ہوگئی، اعضائے ستر کے علاوہ یہ حکم نہیں، لہذا زید کا قول درست نہیں:

قال ابن كثير رحمه الله تعالىٰ: تحت قوله تعالىٰ: ﴿و لا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها﴾: قال الأعمش: عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: ﴿و لا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها﴾ قال: وجهها و كفيها و الخاتم ...... وقال مالك عن الزهرى ﴿إلاما ظهر منها﴾ .... عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أن أسماء بنت أبى بكر دخلت على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها، وقال: "يا أسماء! إن المرأة إذا بلغت الحيض، لم يصلح أن يرى منها إلا هذا". وأشار إلى وجهه و كفيه". (تفسير ابن كثير، (الجزء الثامن عشر، آيت : ۲۶): ۳/۳۷۸، دارالسلام رياض)

"(والرابع: ستر عورته) ووجوبه عام و لو فى الخلوة على الصحيح، إلا لغرض صحيح .... (وللحرة جميع بدنها) حتى شعرها النازل فى الأصح، خلاالوجه والكفين والقدمين". (الدرالمختار، باب شروط الصلاة : ۱/۴۰۴، ۴۰۵، سعيد)

(وكذا فى البحرا الرائق، باب شروط الصلاة : ۱/۴۶۸، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

جولوگ عمامہ پرٹوپی کھلے رہنے پراعتراض کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ اعتراض کی کیا وجہ ہے، نیز جولوگ یہ کہتے ہیں کہ عمامہ سے ٹوپی کھلی رکھنا مکروہ تحریمی ہے، ان سے دریافت کیا جائے کہ کس کتاب میں مکروہ تحریمی لکھا ہے؟ نماز میں جو چیزیں مکروہ ہیں ان کو فقہ کی کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے اور اس چیز کو اس میں شمار نہیں کیا گیا، مکروہ نہ ہونے کے لئے بس اتنی ہی بات کافی ہے کسی اَور حوالہ کی ضرورت نہیں، البتہ مکروہ تحریمی قرار دینے کے لئے حوالہ کی ضرورت ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مقتدی کا امام سے پہلے تکبیراتِ انتقال کہنا

سوال[۳۰۹۰]: اگر تکبیراتِ انتقال مقتدی پہلے ادا کر جائے تو نماز میں کیا نقصان آتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نماز مکروہ ہوتی ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

---

(۱) صرف ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا بلاکراہت درست ہے، تو ٹوپی وعمامہ کے ساتھ بطریقہ اولیٰ درست بلکہ افضل ہے اگرچہ عمامہ سے ٹوپی کھلی رہے کیونکہ عمامہ کی جس کیفیت میں کراہت پائی جاتی ہے کہ سر پر عمامہ باندھا جائے اور درمیانِ سر ننگا ہو، وہ یہاں نہیں ہے اس لئے کہ ٹوپی پر عمامہ باندھنے سے سر کا درمیانی حصہ ڈھکا رہتا ہے:

"فروع: یکره اشتمال الصماء والاعتجار (والتلثم والتنخم و کل عمل قلیل بلا عذر)". (الدرالمختار).

"(قوله: والاعتجار) نهى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وهو شدّ الرأس أو تكوير عمامته على رأسه، و ترك وسطه مكشوفاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۶۵۲/۱، سعيد)

(۲) "عن محمد بن زياد: قال: سمعت أبا هريرة عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أما يخشى أحدكم أو ألا يخشى أحدكم إذا رفع رأسه قبل الإمام أن يجعل الله رأسه رأس حمار، أو يجعل الله صورته صورة حمار"؟ أخرجه البخاري". (إعلاء السنن، باب وجوب متابعة الإمام والنهي عن مسابقته: ۲۹۵/۴، إدارة القرآن كراچی)

"والحاصل أن المتابعة في ذاتها ثلاثة انواع: مقارنة لفعل الإمام مثل أن يقارن إحرامه لإحرام الإمام وركوعه لركوعه وسلامه لسلامه، ويدخل فيها مالو ركع قبل إمامه ودام حتى أدركه إمامه فيه: ومعاقبة لإبتداء فعل إمامه مع المشاركة في باقية، ومتراخية عنه، فمطلق المتابعة الشامل لهذه الأنواع الثلاثة يكون فرضاً في الفرض وواجباً في الواجب، وسنة في السنة عند عدم لزوم المخالفة كما قدمناه". =

امام کا رکوع میں جانے اور سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد تکبیر کہنا

سوال[۳۰۹۱]: ہمارے محلّہ کی مسجد کے پیش امام صاحب نماز پڑھاتے وقت حسبِ ذیل عمل خلافِ سنت اور خلافِ آدابِ نماز عمل میں لاتے ہیں، کیا ان کی غلطیوں پر نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مقتدیوں کی بھی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

۱.....نماز پڑھاتے وقت جب امام صاحب مصلّی پر کھڑے ہوتے ہیں تو رکوع وسجود کے وقت ان کے داہنے پیر کا انگوٹھا اپنی اصلی جگہ پر قائم نہیں رہتا، اس حرکت سے وہ نماز ختم ہونے تک تقریباً پانچ انگل وہ مصلے سے بھی پیچھے ہٹ جاتے ہیں، اپنی اصل جگہ پر قائم نہیں رہتے۔

۲.....امام صاحب قرأت ختم کے بعد رکوع میں چلے جاتے ہیں تب اللہ اکبر کہتے ہیں، جس سے مقتدی ان کے بعد یہ عمل کرتے ہیں، گویا امام کے بعد یہ عمل کرتے ہیں اس میں امام کی اتباع نہیں ہوتی۔

۳.....امام صاحب رکوع سے بغیر کچھ کہے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں تب "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہیں، اس حالت میں بھی مقتدیوں نے امام کی اتباع نہیں کی بلکہ امام کے عمل کے بعد مقتدیوں نے عمل کیا۔

۴.....پہلے سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھے بیٹھ جاتے ہیں تب "اللہ أکبر" کہتے ہیں اس وقت مقتدی سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں، اس حالت میں بھی امام کی اتباع نہیں ہوئی۔

۵.....دوسرے سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں تب "اللہ أکبر" کہتے ہیں تب مقتدی سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں، غرض ہر عمل مقتدی امام صاحب کے بعد کرتے ہیں، کسی عمل میں بھی امام کی اتباع نہیں ہوتی۔

= (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: مهم فی تحقیق متابعة الإمام: ۱/ ۴۷۱، سعید)

"و یکره للمأموم أن یسبق الإمام بالرکوع والسجود، وأن یرفع رأسه فیهما قبل الإمام کذا فی محیط السرخسی". (الفتاوی العالمکیریة، الفصل الثانی فیما یکره الصلاة و ما لا یکره: ۱/۱۰۷، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۹۶، سعید)

۶......امام صاحب ہر رکعت میں سجدہ میں جاتے وقت اپنے پائجامہ کے پائنچوں کو دونوں ہاتھوں سے اوپر چڑھاتے ہیں جب سجدہ میں جاتے ہیں۔ان غلطیوں کی بناء پر مقتدیوں کو یہ تشویش ہے کہ ہماری نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی، لیکن اس کی اصلاح کی جائے (۱)۔

۲......اس کا بھی یہی حکم ہے (۲)۔

۳......اس کا جواب بھی یہی ہے (۳)۔

---

(۱) قال ابن نجیم: "لو حرک رِجلاً لا علی الدوام لا تفسد، وإن حرک رجلیه تفسد فمشکل؛ لأن الظاهر أن تحریک الیدین فی الصلاة لا یبطلها حتی یلحق بهما تحریک الرجلین، فالأوجه قول بعضهم: إنه إن حرک رجلیه قلیلاً لا تفسد، و إن کان کثیراً، فسدت، کمافی الذخیرة". (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۲/۲۲، رشیدیه)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۱/۱۰۳، رشیدیه)

(و کذا فی غنیة المستملی مفسدات الصلاة، ص:۴۴۸، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) "(ثم) کما فرغ (یکبر) مع الانحطاط (للرکوع)". (الدر المختار). وفی ردالمحتار: "(قوله: مع الانحطاط) أفاد أن السنة کون ابتداء التکبیر عن الخرور و انتهائه عنداستواء الظهر، وقیل: إنه یکبّر قائماً، والأول هو الصحیح، کمافی المضمرات، و تمامه فی القهستانی". (باب صفة الصلاة: ۱/۴۹۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة و آدابه و کیفیتها: ۱/۷۴، رشیدیه)

"(قوله: تکبیر الرکوع) روی أنه علیه السلام کان یکبر عند کل رفع وخفض". (البحر الرائق، باب صفةالصلاة: ۱/۵۲۹، رشیدیه)

(۳) "فإذا اطمئنّ راکعاً (رفع رأسه) ثم فی الروایة التی تجمع بالتسمیع حال الارتفاع، وإذا استوی قائماً قال: ربنا لک الحمد، کذا فی الزاهدی. و هو الصحیح، کذا فی القنیة". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة الخ: ۱/۷۴، رشیدیه)

(و کذا فی تنویر الأبصار مع الدرالمختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۹۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب صفةالصلاة: ۱/۵۲۹، رشیدیه)

۴......اس کا حکم بھی یہی ہے(۱)۔

۵......اس کا حکم بھی یہی ہے(۲)۔

۶......اس کا حکم بھی یہی ہے، نماز ان سب صورتوں میں ہوجاتی ہے اور اقتدا واتباع میں خرابی نہیں آتی، تاہم ان امور کی امام صاحب کو اصلاح کرنی چاہئے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۱۸ھ۔

نماز میں ٹوپی گرجائے تو اس کا اوڑھنا

سوال[۳۰۹۲]: نماز پڑھتے ہوئے اگر نمازی کی ٹوپی سر سے اتر جائے تو کیا دوسرا آدمی نماز پڑھنے والے کے سر پر ٹوپی اٹھا کر رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا خود نماز پڑھنے والا ہی رکھ سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنائت فرمائیں۔

---

(۱) قال في الفتاویٰ العالمكيرية : ثم يرفع رأسه و يكبر، والسنة فيه أن يرفع رأسه حتى يستوي جالساً، و ليس في هذا الجلوس ذكر مسنون عندنا، هكذا في الجوهرة النيرة". (الفصل الثالث في سنن الصلاة و آدابها و كيفيتها: ۷۵/۱، رشيديه)

(و كذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۵۰۵/۱، سعيد)

(۲) "(و يكبر ويسجد) ثانية (مطمئناً و يكبر للنهوض) على صدور قدميه (بلااعتماد و قعود) استراحة، و لو فعل لا بأس". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صفة الصلاة : ۵۰۶/۱، سعيد)

(و كذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الثالث في سنن الصلاة الخ: ۷۵/۱، رشيديه)

(و كذا في غنية المستملي، مفسدات الصلاة، ص: ۳۱۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) قال في الفتاویٰ العالمكيرية : "يكره للمصلي أن يعبث بثوبه أو لحيته أو جسده، وأن يكف ثوبه بأن يرفع ثوبه من بين يديه أو من خلفه إذا أراد السجود. كذا في معراج الدراية". (الفصل الثاني فيما يكره الصلاة و ما يكره فيها : ۱۰۵/۱، رشيديه)

(و كذا في ردالمحتار، مطلب في مكروهات الصلاة: ۶۴۰/۱، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و مايكره فيها: ۲۲/۲، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

دوسرا آدمی اس کے سر پر ٹوپی رکھ سکتا ہے، معمولی ہاتھ کی حرکت سے خود بھی رکھ سکتا ہے، اگر ٹوپی سر پر نہ رکھی اور بغیر ٹوپی کے نماز پڑھ لی تب بھی نماز ہوجائے گی۔

"ولو سقطت قلنسوة فإعادتها أفضل، إلا إذا احتاجت لتكوير أو عمل كثير". درمختار على ردالمحتار ۱/۳٤۱، نعمانیہ(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۵/ ۷/ ۱٤۰۶ھ۔

جالی دار ٹوپی سے نماز

سوال[۳۰۹۳]: جالی دار ٹوپی اوڑھ کر جس میں سارا سر نظر آتا ہے اس سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جالی دار ٹوپی سے اگر چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے سر نظر آتا ہے تو اس سے نماز میں خرابی نہیں (۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود عفا اللہ عنہ، ۱٤/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ۔

---

(۱) (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/ ٦٤۱، سعيد)

"الأول : أن ما يقام باليدين عادةً كثيرٌ وإن فعله بيد واحدة .... و ما يقام بيد واحدة قليلٌ وإن فعل بيدين كنزع القميص وحلّ السراويل و لبس القلنسوة و نزعها، و نزع اللجام، هكذا في التبيين. و كل ما يقام بيد واحدة، فهو يسير ما لم يتكرر، وكذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوىٰ العالمكيرية، النوع الثاني في الأفعال المفسدة للصلاة: ۱/ ۱۰۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۲/ ۲۰، رشيديه)

(۲) "والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة أثواب: قميص و إزار و عمامة، أما لو صلى في ثوب واحد متوشحًا به جميع بدنه كإزار الميت يجوز صلاته من غير كراهة". (خلاصة الفتاوىٰ، الفصل السادس في ستر العورة : ۱/ ۷۳، امجد اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الحلبي الكبير، فروع : ۲۱٦، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، باب شروط الصلاة : ۱/ ٤٦۸، رشيديه)

استعمالی رومال کوسر پر باندھ کرنماز پڑھنا

سوال[۳۰۹۴]: ایک رومال جس سے وضوکا پانی ہاتھ پاؤں وغیرہ سے پونچھ کراسی رومال کو بجائے ٹوپی یادوپٹہ کےسر پر باندھ کرنماز پڑھ سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

پڑھ سکتے ہیں(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۷/۵/۵۵ھ۔

جوابات صحیح ہیں:سعیداحمدغفرلہ، عبداللطیف،مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۷/۵/۵۵ھ۔

چوری کے کپڑے میں نماز کاحکم

سوال[۳۰۹۵]: اکثر درزی کپڑا چُراتے ہیں اوراس کی ٹوپی یاصدری بنا کر پہنتے ہیں اس سے نماز پڑھنے کاکیاحکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ فعل حرام ہے،ایسے کپڑے سے نماز پڑھنا مکروہ ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "أن الخرقة التی یتمسح بها، تجوز الصلاة معها وإن كان ما أصابها من البلل كثيراً فاحشاً".

(البحر الرائق، كتاب الطهارة : ۱/۱۶۸ رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث في المياه : ۱/۲۵، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل في بيان الطهارةالحقيقية : ۱/۳۹۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "فروع: تكره الصلاة في الثوب المغصوب وإن لم يجد غيره، لعدم جواز الانتفاع بملك الغير قبل الإذن، أو أداء الضمان". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۸، قديمي)

وأيضاً قال الطحطاوي: "(قوله: مع الكراهة): أي التحريمية، ذكره السيد. و في السراج والقستاني: تكره الصلاة في الثوب الحرير، و الثوب المغصوب ، وإن صحت، والثواب إلى الله تعالىٰ"

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب شروط الصلاة، ص: ۲۱۱)

(وكذا في البحرالرائق، باب شروط الصلاة : ۱/۴۶۷، رشيديه)

سرخ کپڑے میں نماز

سوال[۳۰۹۶]: سرخ کپڑوں میں مثلاً سرخ قمیص، کوٹ، تہبند، پہنکر نماز ادا کرنا شرعاً کیسا ہے کیا نماز مکروہ ہوتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

خالص سرخ کپڑا مرد کے لئے ممنوع ہے، پس ایسا کپڑا پہن کر نماز بھی مکروہ ہوگی بشرطیکہ رنگ پاک ہو(۱)، اگر رنگ ناپاک ہوتو جب تک اس کو اس قدر نہ دھولیا جائے کہ رنگ کٹنا بند ہوجائے اس کو پہن کر نماز قطعاً درست نہ ہوگی (۲)۔

منہ ڈھانک کر نماز پڑھنا

سوال[۳۰۹۷]: اگر کوئی شخص ایسے طریق سے نماز پڑھے کہ اس کا سر اور بدن کا اکثر حصہ چادر کمبل لحاف سے ڈھکا ہوا ہو جیسا کہ آج کل سردی میں لوگ لحاف وغیرہ اوڑھ کر پڑھتے ہیں یہ مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بدن کا اکثر حصہ اور سر ڈھکا ہونے سے نماز میں نقصان نہیں آتا، البتہ منہ اور ناک ڈھک کر نماز پڑھنا

---

(۱) "قد روی عن عمران بن حصین مرفوعاً: "إیاکم والحُمرة، فإنها أحب الزینة إلی الشیطان". (إعلاء السنن، باب استحباب الزینة فی العیدین: ۸/۹۰، إدارة القرآن کراچی)

"(ویکره) أی للرجل –کما مر فی باب الکراهیة– (لبس المُعصفر والمزعفر) لقول ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما "نهانا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن لبس المعصفر، قال: "إیاکم والأحمر، فإنه زیّ الشیطان". (الدرالمختار، مسائل شتی: ٦/۷۵۵، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، فصل فی اللبس: ۸/۳۴۹، رشیدیه)

(۲) "(قوله: والأولی غسله) اعلم أنه ذکر فی المنیة أنه لو أدخل یده فی الدهن النجس أو اختضب المرأة بالحناء النجس أو صبغ الثوب بالصبغ النجس ثم غسل کله ثلاثاً، طهر. ثم ذکر عن المحیط أنه یطهر إن غسل الثوب حتی یصفو الماء و یسیل أبیض". (ردالمحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۲۹، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع فی النجاسة وأحکامها: ۱/۴۲، رشیدیه)

(وکذا فی البحرالرائق، باب الانجاس: ۱/۴۱۱، رشیدیه)

مکروہ ہے: "فیکره التلثم و تغطية الأنف و الفم فی الصلوة؛ لأنه یشبه فعل المجوس، اھ". مراقی الفلاح: ١/ ٢٠٥ (١) ...... تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ باہر نکالناؔ چاہیے (٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٤/ شوال/ ٥٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ ہٰذا۔

پتلون پہن کر نماز پڑھنا

سوال [٣٠٩٨]: پتلون پہن کر (جوانگریزی لباس میں سے ہے) نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پتلون جس جگہ کفار کا مخصوص شعار ہے اس جگہ اس کو پہنا ناجائز ہے اور پہنکر نماز مکروہ ہوتی ہے: "هکذا یفهم مما ذکروا أنه: "لو صلی فی ثوب حریر و ثوب مغصوب، لم تصح صلاته فی إحدی الروایتین عن أحمد بن حنبل رحمه الله تعالیٰ، و فی أخری تصح مع التحریم، و عندنا یصح و یکره، کذا فی مطالب المؤمنین عن تتمه المنظومة اھ". نفع المفتی والسائل للعلامة اللکنوی، ص: ٩٠ (٣)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ٤/١١/٥٦ھ۔

---

(١) (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی، فصل فی المکروهات: ٣٥٠، قدیمی)

"عن عطاء عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "نهی عن السدل فی الصلاة، وأن یغطی الرجل فاه". رواه أبو داؤد". (إعلاء السنن، باب النهی عن السدل وعن تغطیة الفم فی الصلاة: ٥/٩٣، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الثانی فیما یکره الصلاة وما لا یکره: ١/١٠٧، رشیدیه)

(٢) "(أو کمّه)؛ لأن التغطیة بلا ضرورة مکروهة، (و إخراج کفیه من کمیه عند التکبیر) للرجل، إلا لضرورة کبردٍ". (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ١/٤٧٨، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الثالث فی السنن وآدابها: ١/٧٣، رشیدیه)

(٣) (نفع المفتی والسائل، الثیاب التی تکره الصلاة فیها، وما یتعلق به، من مجموعة رسائل اللکنوی: =

کوٹ پتلون کے ساتھ نماز

سوال[۳۰۹۹]: کوٹ وپتلون یاصرف پتلون پہن کرجبکہ ٹخنہ سے اونچا ہو،اوررکوع وسجود میں زحمت نہ ہوتی ہواورسر پرانگریزی بال رکھ کرنماز پڑھنے سے نمازمکروہ تونہیں ہوتی ،جس طرح کہ کہنی کھلی ہونے سے نمازمکروہ ہوتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کراہت ہوگی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند۔

نماز میں لنگی یاپائجامہ درست کرنا

سوال[۳۱۰۰]: یہاں اکثرمولوی حضرات نمازپڑھاتے وقت دونوں ہاتھ سے سجدہ میں جاتے وقت اپنی لنگی یاپائجامہ کواوپراٹھاتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہیں اورقعدہ کی حالت میں دونوں ہاتھ سے اپنا کرتہ یا قمیص ٹھیک کرتے ہیں جونماز کی حالت ذراسا ادھرادھر رہتا ہے۔یہ فعل ہررکعت میں صادرہوتا ہے،اس حالت میں نماز ہوئی یانہیں؟ اورنماز میں ہمیشہ ادھرادھرجھانکتے رہتے ہیں،کبھی داہنے جانب کبھی بائیں جانب،کبھی اِدھرکبھی اُدھر،کبھی اوپرکی جانب،ایسے شخص کی نماز ہوتی ہے یانہیں؟

= ۱۱۴/۴، إدارة القرآن كراچی)

"(قوله: و لا يضر التصاقه): أی بالألية مثلاً، و قوله: و تشكله –من عطف المسبب على السبب– وعبارة شرح المنية: أم لو كان غليظاً لايرى منه لون البشرة، إلا أنه التصق بالعضو و تشكل بشكله، فصار شكل العضو مرئياً، فيبنغی أن لا يمنع جوازالصلوة لحصول الستر. قال : وانظر هل يحرم النظر إلى ذلک المتشكل مطلقاً أو حيث وجدت الشهوة ؟ قلت: سنتكلم على ذلک فی كتاب الحظر، والذی من كلامهم هناک هو الأول". (رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۰، سعيد)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، ص:۲۱۰، قديمی)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "پتلون پہن کرنماز پڑھنا"۔)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز اس طرح بھی ادا ہوجائے گی، مگر یہ چیزیں وقارِ نماز کے خلاف ہیں، اصل یہ ہے جس کے قلب میں خشوع ہوتا ہے اس کے جسم پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جوتے پہن کر نماز کا حکم

سوال[۳۱۰۱]: نئی جوتی پہن کر عید کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اہلِ حدیث کے نزدیک کوئی حدیث ہے کہ جس سے صلوۃ مذکورہ کا جواز ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوتی پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے(۲)، اُس وقت عامۃً راستوں کا وہ حال نہیں تھا جو کہ جگہ جگہ غلاظت کی وجہ سے اب ہوگیا ہے، نیز مسجد میں کنکر پڑی ہوئی تھی، دری، فرش وغیرہ بچھا ہوا نہیں تھا جیسا کہ اب ہے(۳)

---

(۱) "وکرہ کفہ: أی رفعه ولو لتراب کمشمّرٍ کُمٍّ أو ذیل، وعبثه به: أی بثوبه سواء کان من بین یدیه أو من خلفه عند الانحطاط للسجود، اھ". (ردالمحتار: ۱/۶۴۰، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیها، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق: ۲/۳۴، رشیدیه)

(وکذا فی التبیین: ۱/۴۱۰، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یصلی حافیاً و متنعلاً". (سنن أبی داؤد، باب الصلاۃ فی النعل: ۱/۹۶، دارالحدیث، ملتان)

(۳) "وأما المسجد النبوی، فقد کان مفروشاً بالحصی فی زمنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بخلافه فی زماننا، و لعل ذلک محمل مافی عمدة المفتی من أن دخول المسجد متنعلاً من سوء الأدب، فتأمل. قلت: دل هذا الحدیث علی أن الصلاۃ فی النعال کانت مأمورةً لمخالفة الیهود، و أما فی زماننا فینبغی أن تکون الصلاۃ مأمورةً بها حافیاً لمخالفة النصاری، فإنهم یصلون متنعلاً لا یخلعونها عن أرجلهم".

(بذل المجهود، باب الصلاۃ فی النعل: ۱/۳۵۸، مکتبه امدادیه ملتان)

(وکذا فی رد المحتار، مطلب فی أحکام المسجد: ۱/۶۵۷، سعید)

اس لئے اب فقہاء نے جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہونے کو مکروہ لکھا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر جوتا پاک ہو تب بھی یہ احترامِ مسجد کے خلاف ہے (۱)۔ عیدگاہ میں اگر گھاس پر نماز پڑھی جائے تو وہاں توسع ہے مگر فتنہ سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۸۹ھ۔

کمبل سے بغیر ہاتھ نکالے نماز ادا کرنا

سوال [۳۱۰۲]: سردی کے ایام میں صرف چادر، کمبل اوڑھکر نماز ادا کرنا اس طرح کہ صرف چہرہ کھلا رہے اور دونوں ہاتھ کمبل کے اندر رہوں، کیسا ہے؟ یا دونوں ہاتھوں کا باہر کھلا رہنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دونوں ہاتھوں کا اس طرح رکھنا کہ رکوع سجدہ کی حالت میں بھی اندر ہی رہیں، نہیں چاہیئے، سخت سردی کی حالت میں گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

گھڑی کی چین کے ساتھ نماز

سوال [۳۱۰۳]: گھڑی کی چین جو لوہے، اسٹیل یا پیتل کی ہو اس کا پہننا اور پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱) "و دخول المسجد متنعلاً مكروه، كذا في السراجية". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد الخ: ۵/۳۲۱، رشيديه)

(۲) "(أو كمّه)؛ لأن التغطية بلا ضرورة مكروهة، (إخراج كفيه من كميه عند التكبير) للرجل، إلا لضرورةٍ كبرد". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۷۸، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الثالث في بيان سنن الصلاة وآدابها و كيفيتها: ۱/۷۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۳۱، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

درست ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۴/۴/۸۹ھ۔

تصویر پر سجدہ

سوال[۳۱۰۴]: ۱......تصویر پر سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲......مسجد کی دیواروں پر اندرونی حصہ میں پھول پتی اور چاند کی تصویر بنانا درست ہے یا نہیں؟

مصلیٰ پر تصویر

سوال [۳۱۰۵]: ۳......جائے نماز پر پھول پتی یا چاند کی تصویر بنی ہوئی ہے، جس حصہ پر پیشانی رکھی جاتی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......اگر مصلے پر جاندار کی تصویر ہو تو اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ایسی تصویر پر سجدہ کرنے میں شدید کراہت ہے(۲)۔

---

(۱) "ولا يكره في المنطقة حلقة حديدأونحاس وعظم .... والحاصل أن كلّ مافعل تجبراً، كره، ومافعل لحاجة، لا، عناية". (الدرالمختار، فصل في اللبس : ۱/۳۵۹،۳۶۳، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان : ۶/۵۲۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في اللبس وما يكره من ذلك وما لايكره : ۵/۳۳۲، رشيديه)

(۲) "عن أبي طلحة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة". (الصحيح لمسلم، باب تحريم صورة الحيوان واتخاذها : ۲/۲۰۰، قديمي)

"(كره عكسه عند عدم العذر، ولبس ثوب فيه تماثيل) ذي روح، وأن يكون فوق رأسه أوبين يديه أو(بحذائه) يمنةً أو يُسرةً، أومحل سجوده (تمثال) ولو في وسادة منصوبة، لامفروشة".

(الدرالمختار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها : ۱/۶۴۸،سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها : ۲/۴۹،رشيديه)

۲، ۳..... پھول پتی، چاند وغیرہ کی تصویر دیوار، چھت اور مصلے وغیرہ پر درست ہے، اس کا شبہ نہ ہو کہ چاند کی پرستش کی جارہی ہے، بہتر یہ ہے کہ مصلے پر کوئی تصویر نہ ہو، بالکل سادہ ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۵/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

خانہ کعبہ کی تصویر والی مصلے پر نماز

سوال[۳۱۰۶]: جائے نماز پر خانہ کعبہ کی تصویر ہے ان پر نماز پڑھنا کیسا ہے آیا؟ اس تصویر کو دوسرا کپڑا اچڑھا کر چھپا دیا جائے یا کیا کیا جائے؟ اگر فروخت کرتے ہیں تو چوتھائی قیمت ملتی ہے اور مسجد کا نقصان ہے۔

سائل: سیٹھ حاجی قاسم، حاجی ہاشم، راج کوٹ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں ان مصلوں پر نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، نہ ان پر کپڑا چڑھانے کی ضرورت ہے نہ ان کو فروخت کرنے کی ضرورت ہے، في غنية المستملي: "وأما صورة غير ذي روح، فلا خلاف في عدم كراهة الصلاة عليها أو إليها"، ص: ۳۱٤ (۲)۔ اور اس تصویر سے خانہ کعبہ کی

---

(۱) "عن سعيد بن أبي الحسن قال: جاء رجل إلى ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما فقال: إني رجل أصوّر هذه الصور فأفتني فيها، فقال له: ادْنُ مني، فدنا منه، ثم قال: أدنُ مني، فدنا حتى وضع يده على رأسه، وقال: أنبّئك بما سمعت من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "كل مصور في النار يُجعل له بكل صورة صوّرها نفساً، فتعذبه في جهنم". وقال: إن كنتَ لابدّ فاعلاً فاصنع الشجر ومالانفس. له فأقرّ به نضربن علي". (الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان وتحريم اتخاذما فيه صور الخ: ۲۰۲/۲، قديمي)

"(أولغير ذي روح لا) يكره؛ لأنها لاتُعبد، وخبر جبريل عليه السلام مخصوص بغير المهانة كما بسطه ابن الكمال". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ٦٤٩/١، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۴۸/۲، رشيديه)

(۲) (غنية المستملي في شرح منية المصلي (الحلبي الكبير)، فصل في كراهية الصلاة، ص: ۳۵۹، سهيل اكيڈمی)

(وأيضاً تقدم تخريجه تحت عنوان: "مصلی پر تصویر")

تعظیم میں بھی کوئی فرق نہیں آتا، کیونکہ تصویر کا حکم عینِ شی کا حکم نہیں ہوتا، دوسرے خود خانہ کعبہ میں جب نماز پڑھی جاتی ہے تو وہاں بھی زمین پیروں کے نیچے ہوتی ہے، جب وہ تعظیم کے منافی نہیں تو تصویر کا پیروں کے نیچے ہونا بطریقِ اولیٰ تعظیم کے منافی نہ ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲/۶/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ۲۰/۲/۵۲ھ، الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

منقش مصلے پر نماز

سوال [۳۱۰۷]: مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے ایک تحقیقی مضمون سپردِ قلم کیا ہے، جس میں اٹلی کی جائے نمازوں کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ان پر نماز نہ پڑھی جائیں، اس مضمون کے بعد سے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہیں، ایک کا خیال ہے کہ ایسے مصلوں پر نماز بالکل نہ پڑھی جائے جس کی وجوہ حسبِ ذیل ہیں:

۱- ایسے منقش جائے نمازوں پر خیال پراگندہ ہوتا ہے، خشوع میں فرق پڑتا ہے۔

۲- اٹلی کی تیار شدہ جائے نمازوں پر نقش ونگار صیہونی سازش کے ماتحت بنائے جاتے ہیں جس کا مقصود شعائرِ اسلام کی توہین ہوتی ہے۔

۳- ان حضرات کی طرف سے استدلال میں وہ حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منقش پردہ کو واپس کردینے کا واقعہ مذکور ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے گروپ کا کہنا کہ ایسے منقش مصلوں کا استعمال پورے عالمِ اسلام میں ہے، خیال کی پراگندگی کا کوئی ادنیٰ تصور بھی نہیں ہوتا، بلکہ ایسے منقش مصلے بہت سے خوش مزاج اور نفاست پسند لوگوں کی مزید دلجمعی اور خشوع وخضوع کا باعث ہوتے ہیں، اس لئے یہ محض ذوقی اور وجدانی چیز ہے،

---

(۱) "ولو صلى في جوف الكعبة أو على سطحها. جاز إلى أيّ جهة توجه". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۲۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الصلاة في الكعبة: ۲/۲۵۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفرائض: ۱/۴۲۶، ادارة القرآن، كراتشي)

لہٰذا اسے فتوے کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ بات بھی سمجھنے میں نہیں آئی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خشوع وخضوع پر یہ نقش ونگار کیونکر اثر انداز ہو سکتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات تو اس سے بہت بالاتر تھی۔ لہٰذا اب آنجناب سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں فیصلہ کن بات تحریر فرمائیں، تاکہ باہمی فساد ونزاع کا دروازہ بند ہو۔

عبدالقدوس آزاد پارک وارانسی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مصلے پر نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی، اس کے نقش ونگار کی وجہ سے اگر خشوع میں فرق آئے تو تحفظ کے لئے اس پر ایک سادہ کپڑا بچھا لیا جائے (١)۔ آج کل اٹلی کے علاوہ دیگر مقامات کے بنے ہوئے مصلے بھی عامۃً نقش ونگار سے خالی نہیں ہوتے، بسا اوقات بڑی دری میں بھی نقش ونگار ہوتے ہیں، اکثر آدمیوں کا دھیان بھی اس نقوش کی طرف نہیں جاتا، اس پر خانہ کعبہ یا مسجد کا نقش بھی عامۃً ہوتا ہے، تو یہ بھی اٹلی کے مصلے کے ساتھ خاص نہیں۔ دوسرے مسجد یا کعبہ کے نقش پر عامۃً کھڑے نہیں ہوتے بلکہ وہ نقش سجدہ گاہ کی طرف ہوتا ہے جس سے اس کو پامال کرنا لازم نہیں آتا جو احترام کے خلاف ہو۔ نیز تصویر ونقشِ کعبہ کو بعینہٖ کعبہ کا حکم دینا بھی صحیح نہیں، ورنہ اس کی طرف رخ کر کے کیا نماز کو بھی صحیح کہا جائے، اگرچہ وہ کسی بھی سمت میں ہو، اگر بغور دیکھا

---

(١) "(ولا بأس بنقشه خلا محرابه)، فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي، ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً في جدار القبلة. قال الحلبي: وفي حظر المجتبى: وقيل: يكره في المحراب دون السقف والموخر انتهى. وظاهره أن المراد بالمحراب جدار القبلة فليحفظ".

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: لأنه يلهي المصلي): أي فيخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه، وقد صرح في البدائع في مستحبات الصلاة: ينبغي الخشوع فيها، ويكون منتهى بصره إلى سجوده الخ .... وكذا صرح في الأشباه: أن الخشوع في الصلاة مستحب، والظاهر من هذا أن الكراهة هنا تنزيهية، فافهم". (الدر المختار مع رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ١/٦٥٨، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، فصل: كره استقبال القبلة بالفرج: ١/٤٢٠، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب مايفسد الصلاة مايكره فيها: ٢/٦٥، رشيديه)

جائے تو وہ کعبہ کا نقش ہوتا بھی نہیں، محض ایک صنعت کاری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ٦/ ٨/ ٩٣ھ۔

ایضاً

سوال[٣١٠٨]: کچھ روز قبل مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے ایک فتوی شائع کیا تھا اور اس بات پر زور دیا تھا کہ اٹلی کا مخمل جائے نماز (مصلی) جو عام طور سے حجاج اپنے ہمراہ حجاز سے لاتے ہیں اور اس پر حرمین شریفین کی تصویر ہوتی ہے، اس کا استعمال نماز کے لئے درست نہیں اور اس پر نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ یہودیوں کی سازش ہے اور اس کا مقصد نماز میں دھیان بانٹنا اور مناجات کی لذت سے غافل کر دینا ہے۔ ادھر کچھ دنوں سے اس مسئلہ پر بنارس میں دو گروہ ہو گئے ہیں بعض لوگ مفتی صاحب کے فتوے کی بناء پر اس قسم کے مصلے کو مساجد سے نکالنے پر مصر ہیں، اور کم لوگ عمومِ بلویٰ مصالحِ مرسلہ جیسی اصطلاحات کا استعمال کر کے اس مصلے کو کراہت سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ میرے پاس بھی اس سلسلہ میں ایک استفتاء آیا ہے لیکن میرے سامنے اس سلسلہ میں کوئی واضح بات نہیں ہے، براہ کرم اپنی رائے سے نوازیں تاکہ یہاں کا بتایا ہوا مسئلہ مرکز کے خلاف نہ ہو جائے۔

سائل: مولانا ابوالقاسم نعمانی، جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب، وارانسی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرمین شریفین سے لائے ہوئے مصلے کے متعلق یہودیوں کی سازش اور نیت کا مجھے علم نہیں، اس پر جو تصویر ہے وہ ذی روح کی نہیں اس لئے تو اس حکم میں یہ داخل نہیں جس کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے جس میں "تشبہ بعبادۃ الأوثان" لازم آتا ہو(١)۔ رہا نقش ونگار کا قصد اس میں ہی کیا منحصر ہے، وہ تو آج عام ہے، مسجد کے در و دیوار، صفوف، دری، جائے نماز، لباس کی بناوٹ، کرتہ، گھڑی، لنگی، تسبیح کون سی چیز ایسی ہے جو دل ہٹا کر مخلِ خشوع نہ ہو لیکن اس کے باوجود اکثر نفوس ایسے ہیں کہ ان کو ایسے نقوش کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔

مولانا ارشاد احمد صاحب نے بھی یہاں بیان کیا تھا کہ یہود کا مقصود یہ ہے کہ نماز میں حرمین کو مسلمانوں کے قدموں سے روندا جائے، اس لئے وہ یہ تصویر بناتے ہیں۔ مجھے ان کی اس نیت کا بھی علم نہیں اور ایسے مصلے پر

---

(١) (قد مضی تخریجہ تحت عنوان: "مصلی پر تصویر"، و عنوان: "منقش مصلی پر نماز"۔)

قدم کی جگہ یہ تصویر ہوتی بھی نہیں بلکہ سجدہ کی جگہ ہوتی ہے، علاوہ ازیں تصویر، وہ بھی جعلی! جس کو اصل کے ساتھ مشابہت بھی نہیں، اصل کے حکم میں کس طرح ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۹۳ھ۔

جس مصلی پر بیت اللہ کی تصویر ہو اس پر نماز پڑھنا

سوال [۳۱۰۹]: جس مصلی پر بیت اللہ کی تصویر ہو اور یہ کہ اس تصویر کو یہودی اہانت کے لئے بناتے ہیں تو اس مصلی پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تصویر کا حکم اصلی کا حکم نہیں ہوتا، اس مصلی پر نماز پڑھنا ایسا نہیں جیسے بیت اللہ پر نماز پڑھنا، لہذا اس سے بیت اللہ کی اہانت نہیں ہوتی (۱)، یہودیوں کی نیت ناکام رہتی ہے، بہتر یہ ہے کہ ایسے مصلے کو خریدا ہی نہ جائے تاکہ وہ بنانا ہی چھوڑ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/ ۱۱/ ۸۹ھ۔

روپیہ پیسہ کے ساتھ نماز کا حکم

سوال [۳۱۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں:

تصویر گھر میں رکھنے کی جو ممانعت احادیث میں ہے، اکثر لوگ اس پر حجت قائم کرتے ہیں کہ وہ ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر کی ممانعت ہے فوٹو کی نہیں ہے، دوسرے یہ کہتے ہیں کہ جس پر ذی روح کی تصویر ہو جیسے روپے پیسے، اسے پاس رکھنا اور پاس ہوتے ہوئے نماز کیسی ادا ہوسکتی ہے؟ ہر دو باتوں کا جواب خوب اچھی طرح سے دیجئے۔ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر اور فوٹو سے بنی ہوئی دونوں کا شرعاً ایک حکم ہے، پیسے روپے پر اولاً تو تصویر چھوٹی ہے جس کا کوئی اعزاز نہیں ہوتا، دوسرے جیب یا کسی اور کپڑے میں نماز کے وقت مخفی رہتی ہے، سامنے

---

(۱) (قد مر تخریجہ تحت عنوان: "تصویر دار مصلے پر نماز"۔)

نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۵۴ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

تصویر یا بیڑی سگریٹ، جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا

سوال[۳۱۱۱]: تہبند شیر مارکہ جس پر کہ شیر کی تصویر ہوتی ہے اور جو اپنا فوٹو جیب میں ڈال کر نماز پڑھتے ہیں اور نوٹ بھی جیب میں ڈالے رہتے ہیں اس پر ''اشوک'' (درخت) کی تصویر ہوتی ہے، کیا ان سب باتوں سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور بیڑی سگریٹ جو کہ نشہ والی چیز ہوتی ہے ان کو جیب میں رکھ کر نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تہبند وغیرہ پر شیر یا کوئی اَور تصویر ہو تو اس کو دھلوا کر صاف کروایا جائے تب تہبند وغیرہ کو استعمال کیا جائے، فوٹو اتروانا ہی جائز نہیں ہے (۲)، جیب میں نہ رکھا جائے۔ بیڑی سگریٹ وغیرہ بدبودار چیزیں مسجد میں

---

(۱) "(قوله: لا المستتر بكيس أو صرة)بأن صلى ومعه صرة أو كيس فيه دنانير أو دراهم فيها صور صغار، فلا تكره لاستتارها، بحر". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۴۸، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب مايفسد الصلاة مايكره فيها: ۲/۴۸، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۲۸۴، امداديه، ملتان)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصورة في البيت، ونهى أن يصنع ذلك". (سنن ترمذى، أبواب اللباس، باب ماجاء في الصورة: ۱/۳۰۵، سعيد)

"وظاهر كلام النووى في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لِما يمتهن أو لغيره، فصَنْعَتُه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاةً لخلق الله تعالىٰ، و سواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۴۷، سعيد)

قال ابن نجيم: "قوله: (ولبس ثوب فيه تصاوير) ؛لأنه يشبه حامل الصنم، فيكره . وفي الخلاصة: وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه أولم يصل". (البحر الرائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۴۷، رشيديه)

لانا منع ہے۔ان سب صورتوں سے نماز میں بھی کراہت آئے گی (۱)۔نوٹ پر جو تصویر ہے وہ قانونی مجبوری ہے اورضرورت کی بناء پر جیب میں ہوتو نماز میں کراہت نہیں آئے گی (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہاتھ پر تصویر گُدی ہوئی ہونے کی حالت میں نماز

سوال[۳۱۱۲]: کسی شخص کے ہاتھ پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہوتو اس کی نماز میں فرق آئے گا یا نہیں؟ اوراگر فرق آئے گا تو جواز کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ تصویر تو بغیر کھال یا گوشت کاٹے علیحدہ نہیں ہوسکتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ اس تصویر کوختم کرنا دشوار ہے تو مجبوری ہے نماز درست ہوگی، ہوسکے تو کپڑے یا دستانہ سے ہاتھ ڈھانپ لیا کرے (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(قوله: وأكل نحو ثوم): أى كبصل ونحوه مماله رائحة كريهة، للحديث الصحيح فى النهى عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد .... ويلحق بما نص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة مأكولاً أو غيره .... وكذا لك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة".

(ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب فى الفرس فى المساجد: ۶۶۱/۱، سعيد)

(۲) "(قوله: لا المستتر بكيس أو صرة) بأن صلى ومعه صرة أو كيس فيه دنانير أو دراهم فيها صور صغار، فلا تكره لاستتارها، بحر". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۶۴۸/۱، سعيد)

(وكذ فى البحر الرائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۴۸/۲، رشيديه)

(۳) "ظاهره عدم الكراهة ولو كانت بالوشم". (رد المحتار، مطلب: إذا تردد الحكم بين السنة والبدعة، كان ترك السنة أولى: ۶۴۸/۱، سعيد)

"و فى الفتاوى الخيرية من كتاب الصلاة: سئل فى رجل على يده وشم، هل تصح صلاته، وإمامته أم لا؟ أجاب: نعم، تصح صلاته و إمامته بلا شبهة، والله أعلم". (رد المحتار، مطلب فى حكم الوشم: ۳۳۰/۱، سعيد)

"و فى المحيط: رجل فى يده تصاوير و هو يؤم الناس، لا تكره إمامته؛ لأنها مستورة بالثياب، فصار كصورة فى نقش خاتم، و هو غير مستبين". (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۴۸/۲ رشيديه)

آئینہ دار مسجد میں نماز

سوال[۳۱۱۳] : ایک مسجد سہارنپور میں متصل چوکی پولیس واقع ہے، مسجد کے اندر حصہ گنبد کے نیچے غربی، جنوبی اور شمالی دیواروں پر ایسے شیشے کے بیل بوٹے تیار کرائے گے ہیں جس میں چہرہ اور عکس نظر آتا ہے جو کہ مثل شیش محل کے ہوگیا ہے۔ اس صورت میں مسجد کے اندر نماز ہوسکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ایسی مسجد میں نماز جائز ہے، نمازی کو چاہیئے کہ نظر نیچی رکھے تا کہ خشوع حاصل ہو اور دھیان نہ ہٹنے پائے ورنہ اگر اس طرف توجہ کی اور خشوع نہ رہا تو نماز مکروہ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۵/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر العلوم، ۱۶/ ۵/ ۵۷ھ۔

آئینہ سامنے ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال[۳۱۱۴] : مسجد میں ڈیکولم کے بنے ہوئے دروازے لگے ہوئے ہیں، اس کی وجہ سے نمازیوں کے اپنے عکس اس میں پڑتے ہیں جیسے سامنے آئینہ ہو تو کیا اس سے نماز میں کوئی حرج ہوتا ہے اور یہ مناسب ہے یانہیں؟

---

(۱) "[تتمہ] بقي في المکروهات أشياء أخر .... منها: الصلاة بحضرة ما يشغل البال ويخل بالخشوع كزينة ولهو ولعب .... (قوله: لأنه يلهي المصلي): أی فيخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه، وقد صرح فی البدائع فی مستحباب الصلاة: أنه ينبغي الخشوع فيها، ويكون منتهىٰ بصره إلى موضع سجوده الخ، وكذا صرح فی الأشباه: أن الخشوع فی الصلاة مستحب، والظاهر من هذا أن الكراهة هنا تنزيهية فافهم". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/ ۶۵۴، ۶۵۸، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/ ۲۵، رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، فصل: كره استقبال القبلة بالفرج الخ: ۱/ ۴۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہایت غلط صورت حال ہے، اس سے حفاظت کی کوئی تدبیر اختیار کی جائے، گذشتہ نمازوں کا اعادہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱/۱۷ھ۔

دیوارِ قبلہ پر نظر پڑنا

سوال [۳۱۱۵]: اگر رکوع یا سجدہ سے اٹھتے بیٹھتے وقت امام یا منفرد یا مقتدی کی نگاہ دیوار پر اتفاقاً پڑ جائے تو کیا نماز مکروہ ہوگی؟ اور اگر قصداً ایسا کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سامنے کی دیوار پر نظر پڑ جانے سے نماز مکروہ نہیں ہوگی، قصداً ایسا کرنا خلافِ مستحب ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۵/۲۸ھ۔

---

(۱) "بقي في المكروهات أشياء أخر .... منها الصلاة بحضرة ما يشغل البال و يخلّ بالخشوع كزينة ولهو و لعب". (ردالمحتار، مطلب في بيان السنة والمستحب والمندوب والمكروه الخ: ۱/۶۵۴، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۳۶۰، قديمي)

"تنبیہ: شیشے میں دکھائی دینے والی صورتیں تصویر کا حکم نہیں رکھتیں، کیونکہ یہ عکس ہے، البتہ کراہت کی وجہ دوسری ہے، وہ عکس مخلِ خشوع اور دل کی مشغولی کا باعث ہو"۔ (خير الفتاوى: ۲/۴۳۱) (و أحسن الفتاوى: ۳/۴۱۲)

(۲) "فلما نزل قوله تعالىٰ: ﴿قد أفلح المؤمنون الذين هم في صلاتهم خاشعون﴾. [المؤمنون: ۱، ۲] "رمى ببصره نحو مسجد: أي موضع سجوده .... و فسره الطحاوي في "مختصره" فقال: يرمي ببصره إلى موضع سجوده في حالة القيام، و في حالة الركوع إلى رؤس أصابع رجليه، وفي حالة السجود إلى أرنبة أنفه، و في حالة القعدة إلى حجره؛ لأن هذا كله تعظيم و خشوع". (بدائع الصنائع، فصل فيما يستحب و يكره فيها: ۲/۷۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثالث في سنن الصلوة وآدابها: ۱/۷۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، فصل في بيان آداب الصلاة: ۱/۵۲۹، إدارة القرآن كراچي)

غیر مسلم کے معبد یا زمین میں نمازِ عید وغیرہ

سوال[۳۱۱۶]: کفار کے معبد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۱......ہمارے یہاں ایک قوم ہے جن کو "برما" کہا جاتا ہے، انہوں نے پہاڑ پر مندر بنا کر کے وہاں بت رکھے ہیں اور یہاں بھی ایک جاوی پہاڑ ہے جس کے نیچے ایک پہاڑ ہے اور اس کے نیچے ایک میدان ہے جس میں نماز پڑھنے سے جاوی نمازوں کے سامنے یعنی قبلہ کے جانب ہوگی اور میدان سمیت پہاڑ کو جاوی پہاڑ کہا جاتا ہے وایضاً میدانِ مذکور کفار کی ملک میں ہے۔ تو ایسے میدان میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲......اگر میدان کفار کی ملک میں نہ ہو، یا میدان اور جاوی کے درمیان کوئی گھر حائل ہو تو شرعاً کیا حکم ہے؟ مدلل اور واضح کر کے ممنون فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلياً:

مکروہ ہے: "وتكره الصلاة في سائر محال الشياطين، ومنها الوادي الذي نام فيه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن صلاة الصبح، ومنها كل محلٍ حل به غضب كأرض ثمود وبابل وديار قوم لوط، اهـ. قلت: وبهذا يعلم كراهة الصلاة في البِيَع والكنائس لما فيها من التماثيل، فتكون مأوى الشياطين، كما أفاده العيني في شرح البخاري في بحث المساجد من كتاب الصلاة(۱)۔ "وتكره في أرض الغير بلارضاه بأن كانت لذمي مطلقاً؛ لأنه يأبى، أو لمسلم وهي مزروعة أومكروبة ولم يكن بينهما صداقة ولاموڌة، أو كان صاحبها سيئ الخُلق، اهـ". طحطاوي على مراقي الفلاح:۱۹۷(۲)۔ قال ابن عابدين: "قال في البحر: والظاهر أنها

(۱) "لم أجده هذه العبارة في عمدة القاري وقد وجدت بمعناها بلفظ:"ويذكر أن علياً رضي الله تعالىٰ عنه كره الصلاة بخسف بابل.....وأما الصلاة في الكنيسة والبيعة فكرهها الحسن البصري..... وفيه الدلالة على كراهة الصلاة في موضع الخسف، والعذاب، والباب معقود عليه". (عمدة القاري، باب الصلاة في مواضع الخسف والعذاب:۲۷۹/۴، ۲۸۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

"وقال عمر رضي الله تعالىٰ عنه:"إنالا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور".
(عمدة القاري، باب الصلاة في البيعة : ۲۸۳/۴، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۸ قديمي)

تحريمية؛ لأنها المرادة عند إطلاقهم، اهـ". شامی: ١/٣٥٣ (١)۔

٢...... جب کہ وہ میدان مسلمانوں کی ملک ہواور وہ لوگ خود اپنی زمین میں نماز پڑھیں اور سامنے کوئی بت وغیرہ نہ ہو بلکہ کوئی مستقل مکان مثلاً ستون وغیرہ حائل ہو تو وہاں نماز عید مکروہ نہیں (٢)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٨/٩/٦٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ١٩/شوال/٦٦ھ، صحیح: عبد اللطیف، ٢٠/شوال/٦٦ھ۔

مسجد کے لئے بنیاد کھودتے ہوئے میت کی کچھ ہڈیاں ظاہر ہوئیں، وہاں نماز کا حکم

سوال[٣١١٧]: ایک قبرستان میں ایک بہت پرانی مسجد تھی، اس مسجد کو منہدم ہوئے بہت زمانہ ہوا، لیکن اس کے کچھ منہدمہ نشانات باقی تھے، انہیں نشانات کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں نے نئی مسجد کی بنیاد ڈالی ہے، لیکن بنیاد کے کھودتے وقت کچھ ہڈیاں بھی ملیں نیو کافی بلند ہو چکی ہے، گمان یہ ہے کہ قبریں بھی اس میں ہیں۔ دریافت طلب مسئلہ یہ کہ اس میں نماز عید یا اور کوئی نماز کسی طرح درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

وہاں مدت دراز سے مُردے دفن نہیں ہوتے اور قبروں کے نشانات بھی باقی نہیں تو وہاں نماز عید یا کوئی نماز ممنوع نہیں، اگرچہ نیو کھودنے میں کچھ ہڈیاں بھی ظاہر ہو گئیں، ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ بعض میت کی ہڈیاں برسہا برس کے بعد کھودتے وقت ظاہر ہو جاتی ہیں مگر ان کی وجہ سے اس تمام زمین میں نماز کی ممانعت

---

(١) (رد المحتار، مطلب: تكره الصلاة في الكنيسة : ١/٣٨٠، سعيد)

(٢) "ولو كانت الصورة صغيرةً كالتي على الدراهم أو كانت في اليد أو مستترة أو مهانة مع أن الصلاة بذالك لا تحرم، بل ولا تكره؛ لأن علة حرمة التصوير المضاهاةُ لخلق الله تعالىٰ، وهي موجودة في كل ما ذُكر. وعلة كراهة الصلاة بها التشبه، وهي مفقودة فيما ذكر، كما يأتي، فاغتنم هذا التحرير". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ١/٦٤٧، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها : ٢/٤٨، رشيديه)

وقال في التاتارخانية: "أما إذا كانت مستورة، فلا بأس به". (باب ما يكره للمصلي و ما لايكره : ١/٥٦٣، إدارة القرآن كراچي)

کا حکم نہیں ہوتا:

"جاز زرعه والبناء عليه إذا بلى وصار تراباً". شامی(۱)۔ "فی زادالفقير: وتكره الصلوٰة فی المقبرة، إلا أن يكون فيهاموضعٌ أعِدّ للصلوٰة لانجاسة فيه ولاقذر. فيه، قال الحلبی؛ لأن الكراهة محللة بالسنة، وهومنتفی حينئذٍ". طحطاوی(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۱۷ھ۔

قرآن کریم سجدہ کے سامنے ہو

سوال[۳۱۱۸]: امام صاحب ظہر کی نماز سے قبل مسجد میں پہلی صف میں قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے، جماعت کے کھڑے ہونے کے وقت قرآن مجید بند کرکے مصلی کے بالکل سامنے رکھ دیا گیا اور نماز میں مشغول ہوگئے، اب سجدہ ایسی جگہ ہورہا ہے کہ قرآن مجید بالکل سر کے سامنے ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا مقامِ سجدہ کے بالکل سامنے قرآن مجید رکھ کر سجدہ کرسکتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

نماز باجماعت میں جب کلام مجید امام کے سر کے آگے نہیں ہے تو کسی اشتباہ کا بھی موقع یا اندیشہ نہیں

---

(۱) (ردالمحتار، الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۳۸، سعيد)

"ولوبلى الميت وصار تراباً، جاز دفن غيره فی قبره وزرعه والبناء عليه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون الخ: ۱/۱۶۷، رشيديه)

"ولوبلى الميت وصار تراباً، جاز دفن غيره فی قبره وزرعه والبناء عليه". (تبيين الحقائق، باب الجنائز: ۱/۵۸۹، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲)(حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فی المكروهات، ص: ۳۵۶، قديمی)

"أوكان فی المقبرة موضعٌ أعِدّ للصلاة ولاقبر ولانجاسة، فلابأس". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاةومايكره فيها: ۱/۶۵۴، سعيد)

"إذا غسل موضعاً فی الحمام ليس فيه تمثال وصلى فيه، لابأس به، وكذا فی المقبرة إذا كان فيها موضع آخر أعِدّ لصلاة، وليس فيه قبر ولانجاسة". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاةومايكره فيها: ۲/۵۸، رشيديه)

ہے، یہ عمل بلاشبہ درست ہے، بلکہ سجدہ کے سامنے رکھا ہوتب بھی مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۴/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۴/۹۰ھ۔

نمازی کے سامنے چراغ جلنا

سوال[۳۱۱۹]: اگر نمازی کے آگے چراغ جلتا ہو تو نماز میں کچھ کراہت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

چراغ سامنے رکھ کر نماز پڑھنا

سوال[۳۱۲۰]: ہمارے یہاں کا دستور ہے کہ مسجد میں نماز پڑھتے وقت چراغ جلاتے ہیں، آگے رکھتے ہیں ایک یا آدھا ہاتھ دوری پر، اور نماز پڑھتے ہیں مگر کوئی عالم کہتے ہیں کہ اس چراغ کو آگے نہ رکھیں بلکہ دائیں یا بائیں یا پیچھے رکھ کر نماز پڑھو۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرکز العنزة، ویصلی إلیہا". رواہ مسلم".

"قوله : عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما الخ"، قال المؤلف: "فی البحر الرائق : أی لا یکرہ أن یصلی و أمامه مصحف أوسیف، سواء کان معلقاً أو بین یدیه ، أما المصحف، فلأن فی تقدیمه تعظیمه ، و تعظیمه عبادة، والاستخفاف به کفر، فانضمت هذه العبادة إلی عبادة أخری، فلا کراهة". (إعلاء السنن، باب عدم کراهة الصلاة إلی السیف و نحوه :۵/۹۷، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا فی تنویر الأبصار مع الدرالمختار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها : ۱/۶۵۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الثانی فیما یکره الصلاة و ما لا یکره : ۱/۱۰۸، رشیدیه)

(۲) "(ولا یکره صلوة إلی ظهر قاعد) یتحدث ولا إلی مصحف أو سیف مطلقاً أو شمع أو سراج أو نار توقد؛ لأن المجوس إنما تعبد الجمرة لا النار الموقدة، قنیة". (الدر المختار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها : ۱/۶۵۲، سعید)

(وأیضاً سیأتی تخریجه تحت عنوان : "چراغ سامنے رکھ کر نماز پڑھنا"۔)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز جماعت میں چراغ اگر سامنے ہو جیسا کہ عامۃً مساجد میں جدارِ غربی میں رکھا ہوتا ہے تو اس سے نماز خراب نہیں ہوتی، اگر داہنے یا بائیں یا پیچھے رکھا ہو تو کسی کو اعتراض کا موقع بھی نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز اندھیرے میں ہو یا روشنی میں

سوال[۳۱۲۱]: ایک مسجد میں بجلی کی روشنی کا معقول انتظام ہے اور رات میں برابر روشنی ہوتی ہے، لیکن فرض نماز کے وقت امام صاحب روشنی بُجھا کر نماز باجماعت بلکہ نماز تراویح بھی پڑھتے ہیں، دریافت کرنے پر فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکثر اندھیرے میں نماز ادا فرمائی ہے۔ یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیل نہ ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں نماز ادا فرمائی ہے، نیز یہ سوال ہے کہ روشنی کی موجودگی میں روشنی بجھا کر اندھیرے میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ وضاحت کے لئے عرض ہے کہ مسجد کے اگلے حصہ میں بھی روشنی کا انتظام ہے اور بلب ایسے کنارے پر لگا ہوا ہے کہ اگر وہ روشن ہو تو اس کی روشنی مسجد کے اندرونی حصہ میں نہیں پہنچ سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ شرعی نہیں، بتی بجھا کر اندھیرے میں نماز پڑھنے کی کوئی تاکید نہیں، بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت روشنی کرنا ضروری اور اس میں نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے، بلاضرورت اور ضرورت سے زائد روشنی کرنا

---

(۱) "ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج أو نار توقد؛ لأن المجوس إنما تعبد الجمر لاالنار الموقدة". (الدر المختار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکرہ فیها: ۱/۶۵۲، سعید)

"و لو توجه إلی قندیل أو إلی سراج، لم یکره، کذا فی محیط السرخسی، و هو الأصح، کذا فی خزانة الفتاوی". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة و ما لا یکره: ۱/۱۰۸، رشیدیه)

(و کذا فی البحر الرائق، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۲/۵۶، رشیدیه)

اسراف میں داخل اور ممنوع ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اندھیرے میں نماز پڑھنا

سوال[۳۱۲۲]: اندھیرے میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر قبلہ کا رخ صحیح ہو تو اندھیرے میں نماز پڑھنا منع نہیں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) "عن ميمونة مولاة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنها قالت: يا رسول الله! أفتنا فى بيت المقدس، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ائتوه فصلوا فيه و كانت البلاد إذ ذاك حرباً، فإن لم تأتوه و تصلوا فيه، فابعثوا بزيتٍ يسرج فى قناديله". (سنن أبى داؤد، باب فى السرج فى المساجد: ۱/٦٦، دار الحديث ملتان)

"و لو وقف على دهن السراج للمسجد، لا يجوز وضعه جميع الليل، بل بقدر حاجة المصلين و يجوز إلى ثلث الليل أو نصفه إذا أحتيج إليه للصلاة فيه، كذا فى السراج الوهاج. و لا يجوز أن يترك فيه كل الليل إلا فى موضعٍ جرت العادة فيه بذلك". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادى عشر فى المسجد و ما يتعلق به: ۲/۴۵۹، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، فصل فى أحكام المسجد: ۵/۴۲۰، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها زوج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنهاقالت: كنت أنام بين يدى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: و رجلاىَ فى قبلته، فإذا سجد غمزنى، فقبضت رجلىّ، فإذا قام بسطتها. قالت: والبيوت يومئذٍ ليس فيها مصابيح". (صحيح البخارى، باب التطوع خلف المرأة: ۱/۷۳، قديمى)

قال فى الفتاوىٰ العالمكيرية: "رجل صلى فى المسجد فى ليلة مظلمة بالتحرّى، فتبين أنه صلى إلى غير القبلة، جازت صلاته؛ لأنه ليس عليه أن يقرع أبواب الناس للسؤال عن القبلة". (الباب الثالث فى استقبال القبلة: ۱/٦۴، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۳۳، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۵۰۰، رشيديه)

اگر امام کا چہرہ شمال یا جنوب کی طرف گھوم جائے

سوال[۳۱۲۳]: اگر امام نماز میں اتنا جھومتا ہو کہ قبلہ کیطرف سے اس کا منہ پھر جائے تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر بالکل شمال یا جنوب کی طرف منہ ہو جاتا ہو جیسا کہ سلام پھرتے وقت تو یہ مکروہ تحریمی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۷ھ۔

امام مصلے پر مقتدی فرش پر ہونا مکروہ ہے یا نہیں؟

سوال[۳۱۲۴]: اکثر امام مصلے پر نماز پڑھاتے ہیں اور مقتدی فرش پر بغیر مصلے کے نماز امام کے ساتھ ادا کرتے ہیں، کیا ایسی جماعت میں مقتدیوں کی نماز میں کچھ کراہت ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نہیں، بلکہ زمین کی نماز بنسبت مصلے کے افضل ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۶۱/۱۱/۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۳/ ذیقعدہ/۶۱ھ۔

---

(۱) "عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "یا بنیّ! إیاک والالتفات فی الصلاة، فإن الالتفات فی الصلاة هلکة، فإن کان لا بد، ففی التطوع، لا فی الفریضة".
(سنن الترمذی: ۱/۱۳۰، سعید)

"(قوله: وتحویل صدره) أما تحویل وجهه کله أو بعضه، فمکروه، لا مفسدٌ علی المعتمد".
(ردالمحتار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۱/۶۲۶، سعید)
(وکذا فی البحر الرائق، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۲/۳۷، رشیدیه)

(۲) "ولکن الأفضل عندنا السجود علی الأرض أو علی ما تنبته کما فی نور الإیضاح ومنیة المصلی".
(رد المحتار، فصل فی بیان تالیف الصلاة إلی انتهائها الخ: ۱/۵۰۲، سعید) .... =

کیا مسجد کی چھت پر نماز مکروہ ہے؟

سوال[۳۱۲۵]: بعض مسجدوں میں ظہر وعصر کی نماز مسجد کے نیچے کے درجے میں ہوتی ہے اور بوجہ گرمی کی شدت کے مغرب، عشاء، فجر کی نماز موسمِ گرما میں صرف مسجد کی چھت پر ادا ہوتی ہے جبکہ مسجد کی چھت پر محض چہار دیواری کھینچی ہے نہ کوئی محراب ہے نہ کوئی سائبان، ایسی حالت میں کھلی ہوئی چھت پر نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل مسجد نیچے کا حصہ ہے اور چھت تابع، مسجد کی چھت پر بلاضرورت چڑھنا مکروہ ہے، اصل مسجد چھوڑ کر چھت پر نماز پڑھنا خلافِ سنت ہے، البتہ اگر جگہ کی قلت ہو تو چھت پر کھڑے ہونے میں مضائقہ نہیں، اور جب گرمی ناقابلِ برداشت ہو تب بھی چھت پر کھڑے ہونے کی گنجائش ہے(۱)۔ محراب کا نہ ہونا مضر نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/۶/۱۱ھ۔

= "ولا بأس بالصلوة على الطنافس واللبود وسائر الفرش إذا كان آلمفروش رقيقاً بحيث يجد الساجد عليه حجم الأرض (و) لكن الصلوة (على الأرض) بلا حائل (و) على (ما أنبته الأرض) كالحصير والبوريا (أفضل)؛ لأنه أقرب إلى التواضع". (الحلبي الكبير، فروع: في الخلاصة، ص: ۳۶۰، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلوة، فصل فيما لايكره للمصلي، ص: ۳۷۱، قديمي)

(۱) "الصلاة على الرفوف في المسجد الجامع من غيرضرورة مكروهة، وعندالضرورة بأن امتلأ المسجد ولم يجد موضعاً يصلي فيه، فلا بأس به". (التاتار خانية، كتاب الصلاة، ما يكره للمصلي وما لا يكره: ۱/۵۶۹ إدارة القرآن كراچي)

"ولو صلى على رفوف المسجد إن وجد في صحته مكاناً، كره، كقيامه في صف خلف صف فيه فرجة". (الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/۵۷۰، سعيد)

(۲) "عن يحيى بن بشير بن خلاء عن أمه أنها دخلت على محمد بن كعب القرظي فسمعته يقول: حدثني أبو هريرة –رضي الله تعالىٰ عنه– قال: قال رسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "توسطوا =

ایضاً

سوال[۳۱۲۶]: مسجد کے اوپر جو چھت ہوتی ہے اس پر گرمیوں میں مغرب وعشاء وصبح کی نماز ٹھنڈک کی غرض سے اور جاڑوں میں دھوپ کی غرض سے نماز پڑھنا کیسا ہے زید کہتا ہے مکروہ ہے اور شامی کا حوالہ دیتا ہے زید کا قول کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے اندر کنویں پر نماز

سوال[۳۱۲۷]: ہمارے موضع میں ایک مسجد تعمیر ہورہی ہے،اس میں کنواں فرش کے درمیان آگیا ہے،کنویں کے اوپر پتھر رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

درست ہے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دار العلوم دیوبند۔

= الإمام، وسدوا الخلل". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب مقام الإمام من الصف: ۱/۹۹، دار الحديث ملتان)

"(قوله: إن علل بالتشبه الخ)........قلت: أى لأن المحراب إنما بُني علامةً لمحلّ قيام الإمام ليكون قيامه وسط الصف كما هو السنة..........وفي التا تار خانية: ويكره أن يقوم في غير المحراب إلا لضرورة". (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۴۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، ما يكره للمصلي وما لا يكره: ۱/۵۶۸، إدارة القرآن، كراچی)

(۱)"ثم رأيت القهستاني نقل عن المفيد كراهة الصعود علىٰ سطح المسجد، ويلزمه كراهة الصلاة أيضاً فوقه، فليتأمل". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في أحكام المسجد: ۱/۶۵۶، سعيد)

(وأيضاً مر تخريجه تحت عنوان: "مسجد کی چھت پر نماز مکروہ ہے"۔)

(۲) "إذا كان السرداب أو العلو موقوفاً لمصالح المسجد، فإنه يجوز؛ إذ لا ملك فيه لأحد، بل هو من تتميم مصالح المسجد، فهو كسرداب مسجد بيت المقدس". (البحر الرائق، فصل في أحكام المسجد: ۵/۴۲۱، رشيديه) ....=

کیا نماز کم عرض کی دری پر مکروہ ہے؟

سوال[۳۱۲۸]: ایسی کم عرض کی دری پر جس پر پیر اور انگوٹھے تو آتے ہیں باقی ہاتھ اور سر سجدہ میں فرش پر ٹکتا ہے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں نماز بلا کراہت جائز ہے کیونکہ زمین پر نماز پڑھنا بنسبت دری کے افضل ہے اور سر جو کہ اشرف ہے وہ زمین پر ہی رہنا افضل ہے: "و لا بأس بالصلوة على الطنافس و اللبود و سائر الفرش إذا كان المفروش رقيقاً، و لكن على الأرض و على ما أنبته الأرض أفضل". منية و كبيرى، ص:۳۴۷(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/شوال/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/شعبان/۵۴ھ۔

نجاست بقدرِ عفو کے ساتھ نماز کا حکم

سوال[۳۱۲۹]: اگر کسی کی لنگی میں ایک قطرہ پیشاب کا ٹپکا جو پھیلاؤ میں ایک روپیہ سے کم ہے اور اس کو پہن کر نماز پڑھ لیتا ہے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کراہت کے ساتھ نماز ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

=(وكذا في رد المحتار، كتاب الوقف: ۴/۳۵۷، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، فصل: ومن بنى مسجداً الخ: ۱/۲۷۱، دار الكتب العلمية ببيروت)

(۱) (الحلبي الكبير، فروع: في الخلاصة، ص:۳۶۰ سهيل اكيڈمی لاهور)

"والحاصل أنه لا كراهة في السجود على شيء مما فرش على الأرض مما لا يتحرك بحركة المصلي بالإجماع الخ، ولكن الأفضل عندنا السجود على الأرض أو على ما تنبته، كما في نور الإيضاح و منية المصلي". (رد المحتار، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها الخ: ۱/۵۰۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل فيما لا يكره للمصلي، ص:۳۴۰، قديمي)

(۲) "(قوله: وإن كره تحريماً) أشار إلى أن العفو بالنسبة إلى صحة الصلاة به .... والأقرب أن =

تقاضائے ریح کے وقت نماز

سوال[۳۱۳۰]: مرض ریح میں کیا حکم ہے، کہتے ہیں غلبۂ ریح کو روکنا نماز کی حالت میں مکروہ تحریمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت پاخانہ، پیشاب، ریح کا تقاضا ہو اور طبیعت میں تشویش ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے، پہلے ان اشیاء سے فراغت پالے اس کے بعد اطمینان سے نماز پڑھے(۱)۔ اگر کوئی شخص معذور ہو کہ ریح کا مرض ہے اور اتنا وقت اس کو نہیں ملتا کہ وضو کرکے بلا ریح نماز پڑھ سکے تو وہ مستثنیٰ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۵ھ۔

= غسل الدرهم و ما دونه مستحب مع العلم به والقدرة على غلسه ، فتركه حينئذ خلاف الأولى، نعم! الدرهم غسله آكد مما دونه ، فتركه أشد كراهةً .... ففي المحيط : يكره أن يصلي و معه قدر درهم أو دونه من النجاسة عالماً به لاختلاف الناس فيه". (رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان المقدار الذي يصير به المحل نجساً : ۱/۴۲۹، دارالكتب العلمية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الأنجاس : ۱/۲۰۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "(قوله: وصلاته مع مدافعة الأخبثين الخ): أي البول والغائط، قال في الخزائن: سواء كان بعد شروعه أوقبله، فإن شغله، قطعها إن لم يخف فوت الوقت، وإن أتمّها أثم، لمارواه أبوداود: "لا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يصلي وهوحاقن حتى يتخفف": أي مدافع البول،ومثله الحاقب: أي مدافع الغائط والحازق: أي مدافعهما. وقيل: مدافع الريح اهـ وماذكره من الإثم صرح به في شرح المنية وقال لأدائها مع الكراهة التحريمية". (ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة اهـ، مطلب في الخشوع: ۱/۶۴۱، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها : ۱/۴۱۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "(وصاحب عذر مَن به سلسل)بول لايمكنه إمساكه (أواستطلاق بطن أوانفلات ريح أومستحاضة إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة) بأن لايجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث(ولو حكمًا)؛ لأن الانقطاع اليسير ملحق بالعدم". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور : ۱/۳۰۵، سعيد) .... =

طبعی کراہت کی وجہ سے نماز میں کراہت

سوال[۳۱۳۱]: بکرامام کے مصلے پرآ کرسوتا ہے جس سے پسینہ کی بد بو پیدا ہوجاتی ہے، امام کو اس فعل سے طبعی کراہت ہے تو اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ اور بکر کا یہ طریقہ کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

طبعی کراہت کی وجہ سے نماز تو مکروہ نہیں ہوئی (۱) لیکن بکر کا یہ عمل غلط ہے، اس کو اس سے باز آنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۹ھ۔

منفرد کے لئے تکبیر کا جہر

سوال[۳۱۳۲]: منفرد مغرب، عشاء اور فجر کی فرض نمازوں میں "سمع اللہ لمن حمدہ" اور

=(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، الفصل الرابع فی أحکام الحیض والنفاس اھ: ۱/۴۱، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب الحیض: ۱/۱۸۰، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱) "(قوله: والعرق کالسؤر، و سؤر الآدمی والفرس و ما یؤکل لحمه طاهر)، أما الآدمی، فلأن لعابه متولد من لحم طاهر، و إنما لا یؤکل لکرامته، و لا فرق بین الجنب والطاهر والحائض والنفساء والصغیر والکبیر والمسلم والکافر والذکر والأنثیٰ". (البحر الرائق، کتاب الطهارة: ۱/۲۲۲، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الطهارة: ۱/۲۲۸، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطهارة: ۱/۱۰۴، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) "وعن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده، والمهاجر من هجر ما نهی الله عنه". هذا لفظ البخاری، و لمسلم قال: "إن رجلاً سأل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: أیّ المسلمین خیرٌ؟ قال: "من سلم المسلمون من لسانه و یده". (مشکوة المصابیح، ص: ۱۲، قدیمی)

"ویکره الإعطاء مطلقاً، وقیل: إن تخطی .... وأکل و نوم إلا لمعتکف و غریب".

(الدرالمختار، باب ما یفسد الصلاة و مایکره فیها: ۱/۶۶۱، سعید)

(وکذا فی إعلاء السنن، باب کراهة دخول من أکل الثوم والبصل الخ: ۵/۱۳۸، إدارة القرآن کراچی)

تکبیریں آہستہ کہے یا بلند آواز سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

منفرد نمازوں میں ان نمازوں میں تکبیر و تسمیع آہستہ کہے: "وجهر الإمام بالتكبير لحاجته إلى الإعلام بالدخول والانتقال، قيد بالامام، والمأموم والمنفرد ليس لهم الجهر به؛ لأن الأصل فى الذكر الإخفاء، و لاحاجة له إلى الجهر". ۱/۳۰۳"(۱)۔ "وجهر الإمام بالتكبير وكذا بالتسميع والسلام، وأما المؤتم والمنفرد فيسمع نفسه، الخ". درمختار: ۱/۳۱۹(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۱ھ۔

منفرد کو تکبیرات بالجہر کہنا

سوال[۳۱۳۳]: کوئی شخص فرض یا نفل نمازرات کو منفرداً ادا کرتا ہے تو اس کو قرات بالجہر و بالمخافت میں اختیار دیا گیا ہے، باقی وظیفۂ صلوۃ مثلاً: "سمع الله لمن حمده" اور "الله أكبر" وغیرہ اختیار ہے یا نہیں؟ جواب مع الدلیل تشریح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ويسن جهر الإمام بالتكبير والتسميع لحاجته إلى الإعلام بالشروع والانتقال، ولاحاجة للمنفرد كالمأموم، اهـ". مراقی الفلاح بر طحطاوی، ص:۱۵۲(۳)۔ "ماعدا القرأة من الأذكار إن وجب للصلوة كتكبيرة الافتتاح، يجهر به، و كذا ما وضع للعلامة كتكبيرة

---

(۱) (البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۸، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۷۵، سعيد)

"والذكر إن كان وجب للصلاة، فإنه يجهر به كتكبيرة الافتتاح، و ما ليس بفرض فما وُضع للعلامة، فإنه يجهر به كتكبيرات الانتقال عند كل خفض و رفع إذا كان إماماً، و أما المنفرد والمقتدى فلا يجهران به". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثانى فى واجبات الصلوة: ۱/۷۲ رشیدیه)

(وكذا فى البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشیدیه)

(۳) (مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فى بيان سننها، ص: ۲۶۲ قديمى)

الانتقالات للإمام، أما المنفرد والمقتدی، فلا یجهران، الخ". طحطاوی درمختار: ۲۳٤/۱(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ منفرد کو "سمع الله لمن حمده" اور "الله أكبر" آہستہ کہنا چاہیے کیونکہ جہر کی علت اعلام ہے اور یہاں مفقود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۴/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/صفر/۵۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل: یجهر الإمام: ۲۳۴/۱، دارالمعرفة بیروت)

"والذکر إن کان وجب للصلاة، فإنه یجهر به کتکبیرة الافتتاح، و ما لیس بفرض فما وُضع للعلامة، فإنه یجهر به کتکبیرات الانتقال عند کل خفض و رفع إذا کان إماماً، و أما المنفرد والمقتدی، فلا یجهران به". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة: ۷۳/۱، رشیدیه)

باب السترة

(سُترہ کا بیان)

راستہ میں بغیر سُترہ کے نماز

سوال[۳۱۳۴]: عام رہ گذر پر اگر سُترہ نہ ہو سکے تو نماز قضا کردینی چاہیے یا کیا صورت اختیار کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز قضا کردینا جائز نہیں، اگر سترہ کا انتظام نہ ہو(۱) اور گذرگاہ سے الگ جگہ نہ ہو جیسے کہ بعض دفعہ پلیٹ فارم پر ایسی نوبت آتی ہے تو نماز پھر بھی وقت پر ہی پڑھی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۹۰ھ۔

کیا جنگلہ سترہ کے حکم میں ہے؟

سوال[۳۱۳۵]: مسجد میں سامنے کی بائیں طرف ایک جنگلہ باہر کی زمین سے سترہ گرہ کی اونچائی پر، چارفٹ لمبا اوراڑھائی فٹ چوڑا لگا ہوا ہے اور دوسرا جنگلہ امام کے سامنے محراب میں باہر کی زمین سے ڈیڑھ گز

---

(۱) "(ویغرز ندباً)" قوله ندباً، لحديث: "إذا صلى أحد كم، فليصل إلى سترة، ولا يدع أحداً يمرّبين يديه". رواه الحاكم وأحمد وغيرهما، وصرح في المنية بكراهة تركها، وهي تنزيهيّة. اهـ".
(ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيما: ۱/۶۳۶، سعيد)

"والمستحب لمن يصلي في الصحراء أن ينصب عوداً، أو يضع شيئاً أدناه طول ذراع". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يستحب للصلوة ومايكره: ۲/۸۴، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۳۰، رشيديه)

کی اونچائی پر، سُترہ انچ لمبا، گیارہ انچ چوڑا روشنی کے واسطے لگا ہوا ہے، سامنے عام راستہ ہے جہاں جنگلہ لگا ہوا ہے، عورت مرد سامنے سے چلتے ہیں۔ ایسی حالت میں باجماعت یا منفرداً جنگلہ کے سامنے نماز پڑھنے میں نماز میں نقصان تو نہیں آتا؟ حکم شرعی سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جنگلہ کی سلاخیں مسجد کی زمین سے ایک ہاتھ یعنی دو بالشت کی مقدار اونچی ہیں، نیز انگلی کے برابر موٹی ہیں تو مَردوں اور عورتوں کو اس کے سامنے سے گزرنا جب کہ مسجد میں سے جنگلہ کی برابر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو خواہ تنہا ہو خواہ جماعت کے ساتھ، بلا کراہت جائز ہے، اگر سلاخیں مسجد کی زمین سے ایک ہاتھ نہیں بلکہ کم اونچی ہیں تو ایسی حالت میں قریب ہو کر سامنے سے گزرنا گناہ ہے:

"قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لو یعلم أحد کم ما له فی أن یمرّ بین یدی أخیه معترضاً فی الصلوة، کان لأن یقیم مائة عام خیرٌ له من الخطوة التی خطاها"(۱)۔ وبهذا عُلم أن الکراهة تحریمیة لتصریحهم بالإثم، اهـ. المستحب أن یکون مقدارها (أی السترة) ذراعاً فصاعداً، وینبغی أن تکون غلظ الإصبع". بحر، ص: ۱۵، ۱۶(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (سنن ابن ماجة، ص: ۶۸، کتاب الصلاة، باب المرور بین یدی المصلی، میر محمد کتب خانه، کراچی)

(وصحیح البخاری: ۱/۷۳، کتاب الصلاة، باب إثم المار بین یدی المصلی، قدیمی)

(والصحیح لمسلم: ۱/۱۹۷، کتاب الصلاة، باب سترة المصلی .... الخ، قدیمی)

(وسنن الترمذی: ۱/۷۹، کتاب الصلاة، باب فی کراهیة المرور بین یدی المصلی، سعید)

(وکذافی أبی داؤد: ۱/۱۰۸، ۱۰۹، کتاب الصلاة، باب ما ینهی عنه من المرور بین یدی المصلی، امدادیه)

(۲) (البحر الرائق، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها: ۲/۲۶، ۳۰، ۳۱، رشیدیه)

"(ویغرز الإمام، اهـ) وکذا المنفرد .... (سترةً بقدر ذراع) طولاً (وغلظ إصبع). "(قوله: بقدر ذراع): بیانٌ لأقلها، والظاهر أن المراد به ذراع الید کما صرح به الشافعیة، وهو شبران".

(ردالمحتار: ۱/۶۳۶، ۶۳۷، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیما، سعید) .... =

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، ۱۰/۵/۵۵ھ۔

اونچائی پرنماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنا

سوال[۳۱۳۶]: ایک ہاتھ کی اونچائی پرنماز ادا کی جارہی ہوتو سامنے گذرنے میں کوئی مضائقہ تونہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح بھی نمازی کے سامنے سے گذرنا مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودعفااللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "والمستحب لمن يصلي في الصحراء أن ينصب بين يديه عوداً، أويضع شيئاً أدناه طول ذراع اهـ. .... ينبغي أن يكون في غلظ أصبع لقول ابن مسعود: "يجزئ من السترة السهم اهـ". (بدائع الصنائع: ۲/۸۴، كتاب الصلاة، فصل فيما يستحب ويكره فيما ، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) "(أو)مروره(أسفل من الدكان أمام المصلي لو كان يصلي عليها: أي الدكان (بشرط محاذاة بعض أعضاء المار بعض أعضائه، وكذا سطح وسريرو كل مرتفع)دون قامة المارّ، وقيل: دون السترة، كما في غرر الأذكار (وإن أثم المار)". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۳۴، ۶۳۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها : ۱/۱۰۴، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فروع: في الخلاصة، ص:۳۶۷، سهيل اكڈمی لاهور)

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی